یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنی

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ اثیر جاڑوی
فاضلِ نجف اشرف

ناشر: ایلیا فاؤنڈیشن۔ بھارت

نظامِ مصطفیٰ
بزبانِ
زوجۂ مصطفیٰ

حصہ سوم و چہارم

تالیف

حجۃ الاسلام والمسلمین

علامہ اثیر جاڑوی شہید

ایلیا فاؤنڈیشن ہندوستان

کتاب	:	نظامِ مصطفیٰ بزبانِ زوجہ مصطفیٰ
		(حصہ سوم وچہارم)
تالیف	:	حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ اثیر جاڑوی شہید
موضوع	:	صحاح ستہ کی کتب پر تبصرہ وتوضیح اور تنقید
ایڈیشن	:	سوم وچہارم 2008ء
تعداد	:	1000
ہدیہ	:	350 روپے

ملنے کا پتہ:

ایلیا فاؤنڈیشن ہندوستان

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ

حصہ سوم

ترتیب

حصہ سوم

حصہ چہارم

☆☆☆

عرضِ ناشر

زیرِ نظر تصنیف اس بات کی محتاج نہیں کہ اس کی تعریف میں کچھ کہا جائے۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید کے مطابق یہ تیسرا حصہ بھی سابقہ دو حصوں کی طرح انفرادیت کا حامل ہے۔ مؤلف علامہ نے جس طرح قرینے سے صحیح بخاری شریف کی ہزاروں احادیث سے اُم المومنین عائشہ کی احادیث کو جمع کیا ہے۔ پھر ایک ایک عنوان کے تحت احادیث کو منظم و مرتب کیا ہے۔ یہ انہی کا کام تھا اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جس انداز میں مؤلف علامہ نے محنت فرمائی ہے۔ صدیوں پر محیط ماضی میں علمائے اُمت ایسی سعی نہ کرسکے۔ قارئین خود ہی اندازہ کریں گے کہ سرورِ کونینؐ کے قریب ترین زندگی گزارنے والی اُم المومنین عائشہ نے رسولؐ و رسالت کا جو تصور دیا ہے اسے ایک منظم اور مرتب انداز میں آج تک پیش نہیں کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مؤلف علامہ نے نہ صرف علمائے اُمتِ مسلمہ پر بلکہ تمام اُمتِ مسلمہ پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔ اب تصویرِ رسولؐ و رسالت دیکھنا کسی کے لیے بھی مشکل نہیں رہا۔ آخر میں مؤلف علامہ کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ انھوں نے اپنی صدیوں کی عظیم تحقیق کی اجازت مرحمت فرمائی ہے،

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

○○○

پہلے ملاحظہ فرمائیے

یہ نظامِ مصطفیؐ بزبانِ زوجہ باصفا کا تیسرا حصہ ہے۔ امید ہے میرے قارئین کو اس حقیقت سے اتفاق ہوگا کہ اس حقیر نے اپنے تئیں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ جذبات سے ہٹ کر، تعصب سے بالا ہوکر صرف اور صرف حقائق پیش کیے ہیں اور صحیح بخاری شریف کا جوہرِ خالص حضرت امیر المومنین عائشہؓ کی احادیث پر اکتفا کیا ہے۔

مجھے واثق امید ہے کہ جس طرح اس کتاب کے پہلے دو حصے مقبولِ عام ہوئے ہیں اور اشاعت کے بعد چند ہفتوں ہی میں ہاتھوں ہاتھ لے لیے ہیں۔ اس طرح یہ تیسرا حصہ بھی وہی شرفِ قبولیت حاصل کرے گا، ان شاء اللہ!

چونکہ کتاب میں تعریفی خطوط شائع کرنے کو بندہ مناسب نہیں سمجھتا اس لیے میں وہ بیسیوں خطوط شائع نہیں کرتا جو میرے قارئین نے نظامِ مصطفیؐ پڑھنے کے بعد میری حوصلہ افزائی کے لیے لکھے ہیں ورنہ:

● کتنے ذہن مطمئن ہوگئے ہیں؟ ● کتنے افراد نے راہِ حق پہچان لی ہے؟ ● کتنے گم گشتہ راہ صراطِ مستقیم سے ہمکنار ہوئے؟ ● کتنے افراد کی ازروئے جستجو پوری ہوئی؟ ● اور کتنے اندھیرے میں بھٹکنے والوں کو اُجالا ملا؟

اس کا اندازہ ان خطوط سے کیا جا سکتا ہے جو میرے محترم قارئین نے مجھے ارسال فرمائے ہیں۔ قارئین نے یہ بھی جان لیا ہوگا کہ راقم الحروف اعتراض برائے اعتراض یا تنقید برائے تنقید کا ہرگز قائل نہیں۔ بلکہ صرف وہی تنقید کی ہے جس میں تعمیر تھی، شائستگی تھی اور سنجیدگی تھی۔ کسی بھی مقام پر بازاری اور سوتیانہ الفاظ استعمال نہیں

کیے۔ یہ بات نہیں کہ اُم المومنین کی احادیث میں ایسا کوئی موقع نہیں ملا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حرمِ رسولؐ ہونے کے ناطے ہم شیعہ اثنا عشریہ بھی اپنے سوادِ اعظم بھائیوں کی طرح بی بی کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں۔

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہمارے ہاں سرورِ کونینؐ کے مقابلے میں بی بی کی حیثیت ثانوی ہے کیونکہ ہم سرورِ کونین کو رسول نہیں مانتے۔ ہمارے نظریے کے مطابق رسول اور رسالت کی حیثیت اولیٰ ہے اور زوجہ و زوجیت کی حیثیت ثانوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے سرورِ کونینؐ کی ذاتِ گرامی سے تعارف کا پیمانہ ازواج، اصحاب کے تعارف کا ذریعہ سرورِ کونینؐ کی ذات والاصفات کو قرار دیا ہے اور جہاں کہیں بھی ہمیں ازواج، اصحاب یا اہلِ بیتؑ کی جانب سے سرورِ انبیاء کی عفت، عصمت اور عظمت پر دھبہ نظر آیا، ہم نے شخصیت پرستی کا جوا اُتار کر اس حدیث یا روایت کو غلط کہہ دیا لیکن آپ کی ذات کو داغ دار نہ ہونے دیا۔

حقیقت یہ ہے جو احادیث اُم المومنین عائشہ نے نقل کی ہیں اور جس طرح کا نقشہ انہوں نے سرورِ کونینؐ کے متعلق پیش کیا ہے کہ:

● سرورِ کونینؐ گناہگار تھے ● سرورِ کونینؐ نے اقدام خودکشی کیا ● سرورِ کونینؐ سے مغافیر کی بُو آتی تھی ● سرورِ کونینؐ بزمِ موسیقی کی نہ صرف حمایت کرتے تھے بلکہ منع کرنے والوں کو ڈانٹتے بھی تھے اور بی بی کو محفلِ موسیقی دکھاتے بھی تھے ● سرورِ کونینؐ جادو کے زیرِ اثر رہے ● سرورِ کونینؐ قرآن بھول جاتے تھے؟ وغیرہ جیسی احادیث اگر اہلِ بیتؑ نبی کا کوئی فرد بھی روایت کرتا تو ہمارا فیصلہ پھر بھی یہی ہوتا جو اَب ہے۔ کیونکہ ایسا نبیؐ جو اُمت کے عام افراد سے بھی گھٹیا کردار ادا کرے، حائضہ بی بی سے مباشرت کرے، شدتِ محبت سے مغلوب ہو کر بی بی کی چوسی ہوئی ہڈی کو اس مقام سے چوسے جہاں سے بی بی چوس رہی تھی کسی کی بیٹی کو اُٹھوا کر باغ میں لے آئے، کو نبی ماننا نہ صرف

اسلام کا مذاق اڑانا ہے بلکہ عقل وخرد کے منہ پر بھی طمانچہ کے مترادف ہے۔ تین سو سے کچھ اُوپر احادیث آپ نے ان تین حصوں میں ملاحظہ فرمالی ہیں۔ بی بی کی باقی احادیث اب ان شاء اللہ ''مسندِ ازواج'' میں ملاحظہ فرمایئے گا جسے راقم الحروف صحاحِ ستہ سے منتخب کرچکا ہے اور مسند ازدواج میں صرف اور صرف ازواجِ سرورِ کونینؐ کی وہ جملہ احادیث آپ ملاحظہ فرماسکیں گے جو صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ اپنے سوادِ اعظم بھائیوں سے توقع رکھوں گا کہ جس طرح انہوں نے نظامِ مصطفیٰؐ کے حصہ اول اور دوم کو قبول کرنے میں وسعت قلب کا ثبوت دیا ہے اسی طرح اس تیسرے حصہ کو بھی اسی کشادہ دلی سے قبول فرمائیں گے۔

۲۹ جولائی ۸۵ء

احقر جاڑوی

نسب رسولؐ

دو احادیث ہیں: (۱) جلد دوم، نمبر ۷۴۳ (۲) جلد سوم، نمبر ۱۰۸۲، دونوں کا راوی ہشام ابن عروہ۔

(۱) جلد دوم، کتاب الانبیاء، نمبر ۳۲۹، حدیث ۷۴۳

هشام عن ابيه عن عائشة قالت استأذن حسان النبيؐ في هجاء المشركين قال كيف بنسبي؟
فقال حسان لاسلنك منهم كما تسئل الشعرة من العجين

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ حسان نے سرورِ کونینؐ سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا: میرے نسب کا کیا بنے گا؟
حسان نے کہا: میں آپ کو مشرکین سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح آٹے سے بال کھینچا جاتا ہے''۔

(۲) جلد سوم، کتاب الآداب، نمبر ۴۱۰، حدیث ۱۰۸۲

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة ، قال استاذن حسان ابن ثابت عن رسول الله في هجاء المشركين فقال رسول الله فكيف بنسبي؟ فقال حسان لاسلنك منهم كما تسئل الشعرة من العجين

''ہشام اپنے باپ عروہ کے واسطہ سے اُم المومنین عائشہ سے

روایت کرتا ہے کہ حسان نے سرورِ کونینؐ سے ہجو مشرکین کی
اجازت مانگی، آپؐ نے فرمایا: میرے نسب کا کیا بنے گا؟ حسان
نے عرض کی کہ میں آپ کو مشرکین سے اس طرح نکال لوں گا،
جس طرح آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے''۔

محترم قارئین! یہ دو حدیثیں ہیں۔ دونوں کا راوی عروہ ابن زبیر کا بیٹا ہشام ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ:

حسان ابن ثابت سرورِ کونینؐ سے اجازت مانگتا ہے کہ آپؐ مجھے اجازت دیں تا کہ مشرکین کی ہجو کر سکوں۔ سرورِ کونینؐ حسان سے پوچھتے ہیں کہ جب تم مشرکین کی ہجو کرو گے تو میرے نسب کا کیا بنے گا یعنی میں بھی تو مشرکین کی اولاد سے ہوں۔

حسان عرض کرتا ہے قبلہ میں آپؐ کو مشرکین سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح آٹے سے بال کھینچا جاتا ہے، گویا:

- اُم المومنین عائشہ کے عقیدہ کے مطابق سرورِ کونینؐ کے والدین مشرک تھے۔
- عروہ ابن زبیر کے مطابق سرورِ کونینؐ کے والدین مشرک تھے۔
- امام بخاری کے عقیدہ کے مطابق سرورِ کونینؐ کے والدین کافر تھے۔

اعتقادنا في والديه انهما ما تا على الكفر

''سرورِ کونینؐ کے والدین کے سلسلہ میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ
بحالت کفر مرے''۔

ان عقیدوں میں اولاً تو بذاتِ خود اختلاف ہے کیونکہ شرک اور کفر بنیادی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بت پرستی کو شرک کہا جاتا ہے جبکہ نبوت سے انکار کا نام کفر ہوتا ہے۔ چونکہ سرورِ کونینؐ کے والدین کو آپؐ کی رسالت کا زمانہ نصیب نہیں ہوا۔ اس لیے یہی کہنا ہوگا کہ آپؐ کے والدین بقول امام ابوحنیفہ اپنے نبی وقت یعنی حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے منکر تھے یا ملتِ ابراہیمیؑ کے منکر تھے۔

اب مناسب ہوگا اگر ان عقائد اور ان احادیث کو قرآن سے مربوط کریں۔ اگر قران بھی تصدیق کر دے تو شرک یا کفر والدین نبی کا عقیدہ درست ہوگا۔ اگر قرآن تصدیق نہ کرے تو پھر ہمیں والدین نبی کو مشرک یا کافر ماننے اور کہنے والوں کے اپنے ایمان کے متعلق سوچنا ہوگا۔

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

"اے اللہ! ہمیں اپنا مخلص بنا اور ہماری ذریت میں سے ایک مسلمان گروہ رکھ"۔ (البقرہ:۱۲۸)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:۳۵)

"مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا"۔

وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (البقرہ:۱۲۹)

"اُمت مسلمہ میں انہی میں سے رسول مبعوث فرما"۔

یہ تین دعائیں ہیں۔ دو دعائیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی مشترکہ ہیں اور اس وقت مانگی گئی ہیں جب وہ تعمیر کعبہ میں مصروف تھے۔

پہلی دعا یہ ہے کہ ہماری ذُریت میں ایک مسلمان گروہ رکھ۔

دوسری دعا ہے کہ ہماری ذُریت کے اسی مسلمان گروہ میں رسول مبعوث فرما۔

تیسری دعا صرف حضرت ابراہیمؑ کی مانگی ہوئی ہے: اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔

ان آیات کا تقاضا حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ دونوں کی دُعا اور قرآن کی گواہی اس بات کی دلیل ہیں کہ اسماعیلؑ سے لے کر سرورِ کونینؐ تک ذُریت ابراہیم میں ایک

ایسے گروہ کا وجود لازمی ہے جو بت پرستی سے دُور ہو اور مسلمان ہو۔

کیونکہ دعائے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے مطابق نبی کی بعثت مسلمان گروہ سے ہو۔ اب جب سرورِ کونینؐ ذُریتِ اسماعیلؑ سے بنی ہاشم میں آئے تو ماننا پڑے گا کہ بنی ہاشم مسلمان تھے اور انہی میں سے سرورِ کونینؐ مبعوث ہوئے۔ جب بنی ہاشم کا بالعموم اسلام ثابت ہو جائے تو سرورِ کونینؐ کے والدین کا اسلام از خود ثابت ہو جائے گا۔

گویا جناب عبداللہ کا شرک اور کفر ثابت کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ اسلام کیونکہ اسلام تو قرآن نے بتا دیا ہے۔ اب جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سرورِ کونینؐ کے والدین غیر مسلم تھے تو وہ اپنے دعویٰ کی دلیل دیں۔

جناب عبداللہ اور آمنہ کی بت پرستی، ان کے بت کا نام، ان کا مراسمِ جاہلیت میں ملوث ہونا، ان کی شراب خواری، اُن کی جوابازی، اور اُن جیسے دیگر مشرکانہ اور غیر مسلمانہ اعمال کی فہرست مہیا کریں۔

اگر جناب عبداللہ اور جنابِ آمنہ کا شرک و کفر ثابت نہ ہو سکے تو پھر۔ بی بی عائشہ، امام بخاری اور امام ابوحنیفہ سے ہی علیحدہ ہو جائیں۔

اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے کو منکرین قرآن کی فہرست میں شمار کریں کیونکہ والدین نبیؐ کا اسلام بنصِ قرآن ثابت ہے۔ والدین نبیؐ کے اسلام کو تسلیم نہ کرنا نصِ قرآن کا انکار ہے اور نصِ قرآن کا انکار کفر ہے۔

بی بی کے والدین

کُل گیارہ احادیث ہیں:

- ❊ جلد اوّل، نمبر ۴۵۹ راوی عروہ
- ❊ جلد اوّل، نمبر ۲۱۳۸ "
- ❊ جلد دوم، نمبر ۱۰۸۷ "

* جلد اوّل، نمبر ۱۷۶۱ "
* جلد اوّل، نمبر ۱۹۹۵ "
* جلد دوم، نمبر ۱۲۶۲ "
* جلد دوم، نمبر ۱۴۴۵ "
* جلد سوم، نمبر ۶۱۴ "
* جلد سوم، نمبر ۶۳۷ "
* جلد سوم، نمبر ۷۵۳ "
* جلد سوم، نمبر ۱۰۱۳ "

(۴) جلد اوّل، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۴۷، حدیث ۴۵۹

عروة ابن الزبير ان عائشة قالت لم اعقل ابوی الا وهما يدينان الدين ولم يمر علينا يوم الا ويأتينا فيه رسول الله طرفي النهار بكرة وعشيةً ثم بدا لابى بكر فابتنى مسجدًا بفناء داره فكان يصلى فيه ويقرء القرآن فيقفت عليه نساء المشركين وابناء هم يعجبون منه وينظرون اليه وكان ابوبكر رجلا بكاء ولا يملك عينيه اذا قرء القرآن فافزع ذٰلك اشراف قريش من المشركين

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے جب ہوش سنبھالا اپنے والدین کو مسلمان ہی پایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس دن صبح اور شام سرورِ کونینؐ ہمارے گھر تشریف نہ لاتے ہوں۔ پھر ابوبکر کو خیال آیا اس نے اپنے گھر کے صحن میں

مسجد بنا لی اور وہیں نماز پڑھتے تھے، تلاوتِ قرآن کرتے تھے۔ ابوبکر بہت رونے والا آدمی تھا۔ جب قرآن پڑھتا تو اپنے آنسو نہ روک سکتا تھا۔ اس چیز نے سردارانِ قریش کو گھبراہٹ میں ڈال دیا"۔

(۴) جلد اوّل، کتاب الکفالہ، ص ۷۹۳، حدیث ۲۱۳۸

عروة ابن الزبير ان عائشة قالت لم اعقل ابوی الّا وهما يدينان الدين ولم يمر علينا يوم، الا يأتينا فيه رسول الله طرفي النهار بكرة وعشيته فلما ابتلي المسلمون خرج ابوبكر مهاجرًا قبل الحبشة حتّٰى اذا بلغ برك الغماد لقيه ابن الدغنة وهو سيد القارة فقال اين تريد يا ابابكر فقال ابوبكر اخرجني قومي فانا اريد اسيح في الارض فاعبد ربي قال ابن الدغنة ان مثلك لا يخرج ولا يخرج فانك تكسب المعدوم وتصل الرحم وتحمل الكل وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق وانا لك جار فارجع فاعبد ربك ببلادك فارتحل ابن الدغنة فرجع ابوبكر فطاف في اشراف قريش فقال لهم ان ابابكر لا يخرج مثله ولا يخرج وأتخرجون رجلا يكسب المعدوم ويصل الرحم ويحمل الكل ويقرى الضيف ويعين على نوائب الحق، فانفذت قريش جوار ابن الدغنة وآمنوا ابابكر وقالوا لابن الدغنة مر ابابكر فليعبد ربه في داره فليصل وليقرأ

ماشاء ولا یؤذینا بذلك ولا یستعلن به فانا قد خشینا ان
یفتن ابنائنا ونسائنا قال ابن الدغنة لابی بکر فطفق
ابوبکر یعبد ربه فی داره ولا یستعلن بالصلٰوة ولا
القرأة ثم بدا لابی بکر فابتنٰی مسجدًا بفناء داره وبرز
فکان یصلی فیه یقرء القران فیقف علیه نساء
المشرکین وابناء هم یعجبون وینظرون الیه وکان
ابوبکر رجلًا بکاءً لا یملك دمعه حین یقرء القرآن
فافزع ذٰلك اشراف قریش من المشرکین فارسلوا الی
ابن الدغنة فقدم علیهم فقالوا له انا کنّا آجرنا ابابکر
علٰی ان یعبد ربه فی داره وانّهٗ جاوز ذٰلك فابتنٰی
مسجدًا بفناء داره واعلن الصلٰوة والقرأة وقد خشینا
ان یفتن ابنائنا ونسائنا فانه ، فان احب ان یقتصر علی
ان یعبد ربه فی داره فعل وان ابی الا ان یعلق ذٰلك
فاسئله ان یرد الیك ذمتك وانا کرهنا ان نخفرك
ولسنا عقرین لابی بکر الاستعلان قالت عائشة فاتی
ابن الدغنة ابابکر وقال قد علمته الّذی عقدت لك
علیه فاما ان تقتصر علی ذٰلك واما ان ترد علی ذمتی ،
فانی لا احب ان تسمع العرب انی اخضرت فی رجل
عقدت له قال ابوبکر انی ارد الیك جوارك وارضی
بجوار اللّٰه ورسوله ، یومئذ بمکة فقال رسول اللّٰه قد
اریت دارهجرتکم رأیت سبخة ذات نخل بین

الابتين وهما الحرتان فهاجر من هاجر من قبل المدينة حين ذكر ذلك رسول الله ورجع الى المدينة بعض من كان هاجر الى الحبشه وتجهز ابوبكر مهاجرًا فقال له رسول الله على رسلك فانى ارجوا ان يؤذن لى، قال ابوبكر هل ترجو ذلك بابى انت وامى قال نعم فجس ابوبكر نفسه على رسول الله ليصجسه وعلف راحلتين كانتا عنده ورق السمر اربعة الشهر

"عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو مسلمان پایا۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جس دن سرورِ کونین صبح و شام ہمارے ہاں تشریف نہ لاتے ہوں۔

جب مسلمان مبتلائے مصائب ہوئے تو ابوبکر حبشہ کے لیے ہجرت کر کے روانہ ہو گیا۔ جب برک غماد پر پہنچا تو راستہ میں ابن دغنہ ملا یہ قارہ کا سردار تھا۔ ابن دغنہ نے کہا: اے ابوبکر! کہاں جا رہے ہو؟ ابوبکر نے کہا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اب چاہتا ہوں چل پھر کر اپنے اللہ کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا: آپ جیسے آدمی کو نہ تو نکلنا چاہیے اور نہ نکالا جانا چاہیے۔ آپ ناداروں کے لیے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، ناچاروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں مصائب اٹھاتے ہیں۔ میں تیری ضمانت لیتا ہوں، چل واپس پلٹ اپنے ملک میں اپنے رب کی عبادت کر۔

ابن دغنہ ابوبکر کو لے کر واپس روانہ ہوئے۔ سردارانِ قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا: ابوبکر جیسا آدمی نہ تو نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو تنگ دستوں کے لیے کماتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، عاجزوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب برداشت کرتا ہے۔ قریش نے ابودغنہ کی پناہ منظور کر لی اور ابوبکر کو امان دے کر ابودغنہ سے کہا کہ ابوبکر سے کہو کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے، نماز پڑھے اور جو جی میں آئے پڑھے لیکن ہمیں تکلیف نہ دے اور نہ اس کا اعلان کرے کیونکہ ہمیں اپنے بچوں اور اپنی عورتوں کو مبتلائے فتنہ ہونے کا خطرہ ہے۔

ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے، نہ اعلانیہ نماز پڑھتے اور نہ تلاوتِ قرآن اعلانیہ کرتے۔ پھر ابوبکر کے دل میں کوئی خیال آیا اور اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور وہاں قرآن و نماز پڑھنے لگے۔ مشرکین کے بچے اور عورتیں جمع ہوکر ابوبکر کو دیکھتے اور تعجب کرتے۔ ابوبکر بہت رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو بے اختیار ان کی آنکھیں بہنے لگتیں۔ مشرکین یہ دیکھ کر گھبرائے اور ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ جب ابن دغنہ آیا تو انہوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے لیکن اس نے اس شرط سے بڑھ کر اپنے صحن میں مسجد بنالی۔ قرآن اور نماز اعلانیہ پڑھنے لگا ہے۔ ہمیں اپنے بچوں اور

عورتوں کے گمراہ ہونے کا ڈر ہے لہٰذا اس سے جا کر کہو کہ اگر حسب سابق شرط کے مطابق کر سکتا ہے تو کرے ورنہ اپنی ضمانت اس سے واپس لے لو کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ تیری امان شکنی ہو اور ہم ابوبکر کی اعلانیہ نماز اور قرآن کو بھی گوارا نہیں کر سکتے۔

ابن دغنہ ابوبکر کے پاس آیا اور کہا: تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہاری امان مشروط لی ہے یا شرط کے مطابق عمل کرو اور یا میری امان واپس کر دو کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عالمِ عرب میں یہ بات مشہور ہو جائے کہ ابودغنہ کی امان قریشیوں نے توڑ ڈالی ہے۔

ابوبکر نے کہا: میں تیری امان تجھے واپس کرتا ہوں۔ مجھے اللہ اور رسولؐ کی امان کافی ہے۔ تاحال سرورِ کونینؐ مکہ ہی میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مقام معلوم ہو چکا ہے۔ میں نے ایک شورزمین دیکھی ہے جس میں کھجور کے درخت ہیں اور جو دو پتھریلے کناروں کے درمیان ہے جب آپ نے یہ بات بتائی تو پھر جس نے بھی ہجرت کی مدینہ ہی کی طرف کی اور جو لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے وہ بھی مدینہ کی طرف پلٹ آئے۔ ابوبکر نے بھی ہجرت کی تیاری کی تو رسولؐ اللہ نے فرمایا: تم ٹھیرو، مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہو گا۔

ابوبکر نے عرض کی: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آپ کو بھی ہجرت کرنا پڑے گی۔ پھر ابوبکر بھی آپؐ کے ساتھ چلنے کی خاطر رُک گئے اور دو اونٹ جو ان کے پاس تھے ان کو چار ماہ تک سمر کے پتے کھلاتے رہے۔

۵ جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۷۰، حدیث ۱۰۸۷

عروہ ابن الزبیر ان عائشۃ قالت لم اعقل ابوی قط الا وھما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الا یأتینا فیہ رسول اللّٰہ طرفی النہار بکرۃ وعشیۃً

عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو مسلمان دیکھا ہے اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس کی صبح اور شام کو سرورِ کونین تشریف نہ لاتے ہوں''۔

۶ جلد اوّل، کتاب الصوم، ص ۶۷۴، حدیث ۱۷۶۱

ھشام عن ابیہ عن عائشۃ قالت لم قدم رسول اللّٰہ المدینۃ وعک ابوبکر وبلال فکان ابوبکر اذا اخذتہ الحمٰی یقول: کل امرء مصبح فی اھلہ ___ والموت ادنٰی من شراک نعلہ وکان بلال اذا اقلع عنہ الحی یرفع عقیرتہ ویقول: ألالیت شعری ھل ابیتن لیلۃ ___ برادر حولی اذخر وجلیل ___ وھل ارون یوما میاہ مجنہ وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

وقال اللّٰھم اللعن شیبۃ ابن ربیعۃ وامیہ ابن خلف کما اخرجونا من ارضنا الی ارض الوباء ثم قال رسول اللّٰہ اللّٰھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکہ او اشد ، اللّٰھم بارک لنا فی صاعنا وفی مدنا وصححھا لنا وانقل حماھا الی الجحفۃ قالت وقد منا المدینۃ وھی اوباء

ارض اللّٰہ قالت فکان بطحان یجری بخلا

ہشام اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ مدینہ تشریف لائے تو ابوبکر اور بلال کو بخار ہوگیا۔ ابوبکر کو جب بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے:

کل امرءٍ مصبح فی اهله
والموت ادنٰی من شراك نعله

"ہر انسان صبح تو اپنے اہل وعیال میں کرتا ہے لیکن موت جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے"۔

اور بلال کا بخار جب اُتر جاتا تو وہ باآواز بلند یہ شعر پڑھتا:

ألاليت شعری هل ابیتن لیلةً
بوادو حولی اذخر وجلیل
وهل اردن یومًا میاہ مجنة
وهل یبدون لی شامة وطفیل

"کاش میں ایک رات ہی وادیٔ مکہ میں اس طرح گزار لیتا کہ میرے گرد اذخر اور جلیل جیسی گھاس ہوتی، کاش میں ایک دن مجنہ کا پانی پی لیتا اور کاش ایک مرتبہ شامہ اور طفیل کو دیکھ لیتا"۔

کہا، یااللہ! شیبہ ابن ربیعہ، عتبہ ابن ربیعہ اور اُمیہ بن خلف پر لعنت کر جس طرح ان لوگوں نے ہمیں ہماری وطن سے دھکیل کر سرزمین وباء میں ڈال دیا۔

یااللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت پیدا کر، جس طرح ہمیں مکہ سے محبت ہے یا اس سے زیادہ (محبت پیدا کر) یااللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا کر، اور یہاں کی آب وہوا ہمارے لیے مناسب کر اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر۔

عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ہم مدینہ آئے تو وہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وبا والی زمین تھی اور وہاں بطحان ایک نالہ تھا جس سے بہت ہی بدبودار پانی تھوڑا تھوڑا بہتا رہتا۔

(4) جلد اوّل، کتاب البیوع، ص ۷۴۸، حدیث ۱۹۹۵

هشام عن ابيه عن عائشة قالت لقل يوم كان يأتي على النبيّ الا ياتي فيه بيت ابى بكر احمد طرفي النهار فلما اذن له في الخروج الى المدينة لم يدعنا الا وقد اتانا ظهرًا فخبر به ابوبكر فقال ما جاء نا النبيّ في هذه الساعة الا لامر حدث فلما دخل عليه قال لابى بكر اخرج من عندك قال يارسول الله انماهما بنتاى يعني عائشة واسماء قال اشعرت انه قد اذن لى في الخروج قال الصحبة يارسول الله قال الصحبة، قال يارسول الله ان عندى ناقتين اعددتهما للخروج فخذ احديهما قال اخذتها بالثمن

''ہشام اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ بہت کم دن ایسا ہوتا جب صبح و شام ابوبکر کے گھر تشریف نہ لاتے۔ جب آپ کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تو ظہر کے وقت آپ کی تشریف آوری کے باعث ہمارے دل میں خوف پیدا ہوا۔ ابوبکر کو اس کی خبر دی گئی تو کہنے لگے اس وقت کوئی نئی بات پیش آئی ہے جبھی تو آپ تشریف لائے ہیں۔ جب آپ ابوبکر کے پاس پہنچے تو ان سے فرمایا کہ جو لوگ تمہارے پاس ہیں

ان کو ہٹا دو۔ ابوبکر نے عرض کی یہ دونوں میری بیٹیاں عائشہ اور اسماء ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھ کو ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ ابوبکر نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا میں بھی ساتھ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم بھی ساتھ رہو گے۔ ابوبکر نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے سفر کے لیے تیار کیا ہے ان میں سے ایک آپ لے لیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: قیمت کے عوض ایک میری ہوگئی۔

۸ جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۵۵۶، حدیث ۱۲۶۲

هشام عن ابيه عن عائشة قالت استاذن النبيؐ ابوبكر في الخروج حين اشتد عليه الاذى فقال له اقم فقال يارسول الله اتطمع ان يوذن لك؟ فكان رسول الله يقول اني لارجو ذلك قال فانتظره ابوبكر فاتاه رسول الله ذات يوم ظهرًا فناداه فقال اخرج من عندك فقال ابوبكر انما هما ابنتاى فقال اشعرت انه قد اذن لى في الخروج فقال يارسول الله الصحبته فقال النبيؐ الصحبته قال يارسول الله عندى ناقتان قد اعددتهما للخروج فاعطى النبيؐ احديهما وهي جدعاء فركبا فانطلقا حتى ايتاء الغار وهو ثبور فتواريا فيه فكان عامر ابن فهيرة غلامًا لعبد الله ابن الطفيل ابن سخرة إخو عائشة لامها وكان لابي بكر منحة فكان يروح بها ويغدو عليهم ويصبح فيدلج اليهما ثم يسرح فلا يفطن

به احد من الرعاء فلما خرجا خرج معهما يعقبا حتّٰی قدم المدينة حتّٰی قدما المدينة فقتل عامر ابن فهيرة يوم بئر معونة

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ نبی سے ابوبکر نے مکہ والوں کی ایذا دیکھتے ہوئے مکہ سے باہر جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: ٹھیر جاؤ۔ ابوبکر نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! کیا آپ کو بھی اجازت ملنے کی توقع ہے۔ آپؐ نے فرمایا: امید تو مجھے ہے۔ ابوبکر نے آپؐ کا انتظار کیا۔ ایک دن ظہر کے وقت آپؐ تشریف لائے۔ ابوبکر کا نام لے کر پکارا اور فرمایا: جو کوئی تیرے پاس ہے اسے باہر نکال دے۔ ابوبکر نے کہا: یارسولؐ اللہ! میری یہی دو بیٹیاں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ مجھے بھی جانے کی اجازت مل چکی ہے۔ ابوبکر نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا باہم جائیں گے۔ آپؐ نے کہا: ہاں! باہم جائیں گے۔ ابوبکر نے کہا: میرے پاس دو ناقائیں ہیں جنھیں میں نے ہجرت کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ابوبکر نے ان میں سے ایک آپ کو دے دی۔ یہی آپؐ کی جدعاء نامی ناقہ تھی۔ دونوں سوار ہوگئے اور چلے گئے۔ غارِ ثور میں آ کر چھپ رہے۔ عامر ابن فہیر، بی بی عائشہ کے مادری بھائی عبداللہ ابن طفیل ابن سخرہ کا غلام تھا۔ وہ ہر صبح و شام دودھ والی ناقہ لے جاتا، انھیں دودھ پلا کر آ جاتا۔ کسی چرواہے کو اس راز سے آگاہی نہیں ہوئی۔ جب یہ دونوں نکل چلے تو عامر بھی ان کے ساتھ مدینہ چلا

آیا۔ پھر عامر بئر معونہ کے دن قتل ہوگیا"۔

⑨ جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۳۸، حدیث ۱۴۴۵

عطا ابن رباح قال ذرت عائشة مع عبيد ابن عمر فسألها عن الهجرة فقالت لاحجرة اليوم كان المومن يفر احدهم بدينة الى الله والى رسوله مخافة ان يفتن عليه فاما اليوم فقد اظهر الله الاسلام فالمومن منا يعبد ربّه حيث شاء ولكن جهاد ونيّته

"عطاء ابن رباح کہتا ہے کہ میں عبید ابن عمر کے ساتھ بی بی عائشہ کی زیارت کو گیا اور ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا تو فرمایا: آج کوئی ہجرت نہیں۔ ہجرت اس وقت تھی جب مسلمان اپنے دین کو بچانے کی خاطر اللہ اور رسولؐ کی طرف بھاگتا تھا لیکن اب اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔ اب مومن جہاں چاہے اللہ کی عبادت کر سکتا ہے البتہ اب جہاد اور نیت باقی ہیں"۔

⑩ جلد سوم، کتاب المرضیٰ، ص ۲۵۸، حدیث ۶۱۴

هشام عن ابيه عن عائشة انها قالت لما قدم رسول الله المدينة وعك ابوبكر وبلال قالت فدخلت عليهما قلت ياابت كيف تجدك ويابلال كيف تجدك قالت وكان ابوبكر اذا اخذته الحمٰى يقول كل امرء مصبح فى اهله والموت ادنٰى من شراك نعله وكان بلال اذا اقلعت عنه يقول:

الأليت شعرى هل ابيتن ليلة
بواد وحولى اذخر وجليل

وهل اردن يومًا مياه مجنة

وهل تبدون لی شامة وطفيل

قالت عائشة فجئت الى رسول الله فاخبرته فقال اللّٰهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد اللّٰهم وصحها وبارك لنا فی مدها وصاعها وانقل حماها فاجعلها بالجحفة

"ہشام ابن عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ مدینہ میں تشریف لائے تو ابوبکر اور بلال کو بخار ہوگیا۔ میں دونوں کے پاس خیریت پوچھنے گئی۔ ابوبکر کو جب بخار آتا تو یہ شعر پڑھتے: "یوں تو ہر شخص اپنے گھر والوں میں ہوتا ہے لیکن موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے"۔

اور بلال کا بخار جب اُترتا تو وہ کہا کرتا تھا: کاش ایسے جنگل میں رات آتی جہاں گردا گرد اذخر اور جلیل ہوتی۔ کاش مجنہ کے چشمہ پر جا سکتا یا شامہ اور طفیل پر ہی پہنچ سکتا۔ پھر میں نے سرورِ کونینؐ کو مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت مکہ یا اس سے بھی زیادہ محبت مدینہ پیدا کر۔ اے اللہ! مدینہ کی آب و ہوا کو صحت افزا فرما۔ مدینہ کے مد اور صاع کو بابرکت فرما اور مدینہ کا بخار جحفہ میں منتقل فرما"۔

(۱۱) جلد سوم، کتاب المرضیٰ، ص ۲۶۷، حدیث ۶۳۷

هشام عن ابيه عن عائشة انها قالت لما قدم رسول اللّٰه وعك ابوبكر وبلال قالت فدخلت عليهما فقلت

یاابت کیف تجدك ویابلال کیف تجدك قالت وکان ابوبکر اذا اخذته الحمٰی یقول:

کل امرء مصبح فی اهله
والموت ادنٰی من شراك نعله

وکان بلال اذا اقلع عنه یرفع عقیرته ویقول:

ألاليت شعری هل ابیتن لیلةً
بواد وحولی اذخر وجلیل
وهل اردن یومًا میاه مجنة
وهل تبدون لی شامة وطفیل

قال قالت عائشة فجئت رسول الله فاخبرته فقال اللّٰهم حبب الینا المدینة کحبنا مکة او اشد وصححها وبارك لنا فی صاعها ومدها وانقل حماها فاجعلها باالجحفة

"ہشام اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ مدینہ تشریف لائے تو ابوبکر و بلال کو بخار ہوگیا۔ میں دونوں کے پاس گئی اور پوچھا: ابا جان! آپ کا کیا حال ہے؟ بلال تم کیسے ہو؟ ابوبکر کو جب بخار آتا تو کہا کرتا تھا:

یوں تو ہر شخص اپنے اہل میں صبح کرتا ہے لیکن موت تسمۂ جوتی سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے اور بلال کا جب بخار اُترتا تو کہا کرتا تھا: کاش میں ایسی وادی میں رات گزارتا جہاں میرے گرد اذخر اور جلیل ہوتی۔ کیا میں مجنہ کا پانی پی سکوں گا اور کیا شاہد اور

طفیل جیسے چشمے میسر آ سکیں گے۔ میں سرورِ کونینؐ کے پاس آئی انھیں اطلاع دی تو آپ نے کہا:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی ویسی محبت پیدا کر جیسی مکہ کی ہے۔ مدینہ کی آبؐ و ہوا کو صحت افزا فرما۔ ہمارے لیے مدینہ کے صاع میں برکت فرما۔ مدینہ کے بخار کو مدینہ بدر کر کے جحفہ میں منتقل فرما"۔

﴿۴﴾ جلد سوم، کتاب اللباس، ص ۳۰۸، حدیث ۷۵۳

عروة عن عائشة قالت هاجر الى الحبشة من المسلمين وتجهز ابوبكر مهاجرًا فقال النبیؐ على رسلك فانى ارجو ان يؤذن لى فقال ابوبكر او ترجوه بابى انت قال نعم فحبس ابوبكر نفسه على النبیؐ لصحبته وعلف راحلتين كانتا عنده ورق السمر اربعة اشهر قال عروة قالت عائشة فبينا نحن يومًا جلوس فى بيتنا فى نحر الظهيرة فقال قائل لابى بكر هذا رسول الله مقبلا متقنعا فى ساعة لم يكن ياتينا فيها قال ابوبكر فداءً له بابى وامى والله ان جاء به فى هذه الساعة الا لامر فجاء النبیؐ فاستاذن فاذن له فدخل فقال حين دخل لابى بكر اخرج من عندك قال انما هم اهلك بابى انت يارسول قال فانى انما ، قد اذن لى فى الخروج قال فالصحبته بابى انت يارسول الله قال نعم ، قال فخذ بابى انت يارسول الله احدى راحليتى هاتين قال

النبیؐ بالثمن قالت فجهزناهما احث الجهاز وصنعنا لهما سفرة فی جراب فقطعت اسماء بنت ابی بکر قطعة من نطاقها فاوكت به الجراب ولذلك كانت تسمی ذات النطاق ثم لحق النبیؐ وابوبکر بغار فی جبل يقال له ثور فمكث فيه ثلاث ليال يبيت عندهما عبدالله ابی بکر وهو غلام شاب لقن ثقف فيرحل من عندهما سحر فيصبح مع قریش بمكة كبائت فلا يسمع امرًا يكاد ان به الا وعاه حتی ياتيهما عامر ابن فهيرة مولى ابی بکر ويرعى عليهما عامر ابن فهيرة مولى ابی بکر فتحه من غنم فيريحها عليهما حين تذهب ساعة من العشاء فيبتان فی رسلها حتی ينعق بها عامر ابن فهيرة بغلس يفعل ذلك كل ليلةٍ من تلك الليالی الثلاث

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور ابوبکر نے بھی ہجرت کی تیاری کی۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: تم ٹھہر جاؤ کیونکہ مجھے بھی اجازت ملنے کی توقع ہے۔ ابوبکر نے کہا میرا باپ قربان ہو کیا آپ کو بھی ہجرت کا حکم ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! ابوبکر آپ کے کہنے سے رُک گئے اور اپنی سواریوں کو چار ماہ تک ببول کے پتے کھلاتے رہے۔ ایک دن ہم اپنے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا سرورِ کونین تشریف لاتے ہیں اور اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے ہیں۔ یہ وقت ایسا تھا کہ ایسے وقت میں آپ کبھی ہمارے ہاں تشریف

لاتے ہوں۔ آپ تشریف لائے، اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اجازت مل گئی۔ آپ اندر تشریف لائے، اندر آ کر آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس جتنے لوگ ہیں انہیں ہٹا دو۔ ابوبکر نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کے اہل ہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے بھی ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔ ابوبکر نے کہا: میرے والدین قربان جائیں ان دو ناقاؤں میں سے ایک لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا: قیمت کے عوض ایک میری ہوگئی۔ ہم نے دونوں کے لیے سامانِ سفر تیار کیا۔ چمڑے کی ایک تھیلی میں رکھا۔ اسماء بنت ابوبکر نے اپنا کمربند دونیم کر کے ایک ٹکڑے کی ایک تھیلی کا منہ باندھا۔ اسی لیے اسماء کو ذات النطاق کہا جانے لگا۔ چنانچہ آپ اور ابوبکر دونوں کوہِ ثور چلے گئے۔ وہاں تین راتیں قیام کیا۔ عبداللہ ابن ابوبکر جو کہ ایک ذہین اور نوعمر تھا ان کے پاس رات گزارتا اور صبح کو وہاں سے واپس آ جاتا اور دن قریش میں اس طرح گزارتا گویا رات بھی انہی میں رہا ہو۔ جو بات بھی سنتا اسے یاد کرتا اور رات کو اُن کے پاس پہنچ کر انہیں مطلع کرتا۔ ایک گھڑی رات گزرنے کے بعد ابوبکر کا غلام عامر ابن فہیرہ اپنی بکریاں چرانے کے بہانے لے جاتا اور دونوں رات وہیں گزارتے۔ عامر تاریکی ہی میں وہاں سے پلٹ آتا۔ تین رات تک یہ ایسا کرتے رہے"۔

(۱۳) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۵، حدیث ۱۰۱۳

عروۃ ابن الزبیر ان عائشۃ زوج النبی قالت لم اعقل

ابوی الّا وهما یدینان الدین ولم یمر علیهما یوم الّا یاتینا فیه رسول الله طرفی النهار وبکرة وعشیة فبینما نحن جلوس فی بیت ابی بکر فی نحر الظهیرة قال قائل هذا رسول الله فی ساعة لم یکن یاتینا فیها قال ابوبکر ماجاء به فی هذه الساعة الا امر و ، قال انّی قد اذن لی بالخروج

"عروہ ابن زبیر زوجہ رسول کریمؐ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو مسلمان دیکھا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس کی صبح و شام کو سرورِ کونینؐ ہمارے ہاں تشریف نہ لاتے ہوں۔ ایک دن ہم دوپہر کے وقت ابوبکر کے گھر بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا: رسولؐ اللہ تشریف لاتے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا جس میں آپؐ کبھی تشریف نہ لاتے تھے۔ ابوبکر نے کہا: اس وقت آپ کسی انتہائی ضروری کام کے لیے آئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے"۔

محترم قارئین! اس عنوان میں گیارہ احادیث ہیں جن میں سے کچھ احادیث کا تعلق وقت ہجرت سے ہے اور کچھ کا تعلق ہجرت کے بعد مدنی زندگی سے ہے۔

ہجرت سے متعلق احادیث: ٭ جلد اول، نمبر ۴۵۹ ٭ جلد اول، نمبر ۲۱۳۸ ٭ جلد دوم، نمبر ۱۰۸۷ ٭ جلد سوم، نمبر ۱۰۱۳ ٭ جلد اول، نمبر ۱۹۹۵ ٭ جلد دوم، نمبر ۱۲۶۲ ٭ جلد دوم، نمبر ۱۴۴۵، ٭ جلد سوم، نمبر ۷۵۳

ہجرت کے بعد کی احادیث: ٭ جلد اول، نمبر ۱۷۶۱ ٭ جلد سوم، نمبر ۶۱۴ ٭ جلد سوم، نمبر ۶۳۷

راوی احادیث ہجرت عروہ ابن زبیر: ٭ جلداول، نمبر ۴۵۹ ٭ جلددوم، نمبر ۲۱۳۸ ٭ جلددوم، نمبر ۱۰۸۷ ٭ جلددوم، نمبر ۱۰۹۳ ٭ جلداول، نمبر ۱۹۹۵ ٭ جلددوم، نمبر ۱۲۶۲ ٭ جلدسوم، نمبر ۷۵۳

راوی احادیث ہجرت عطاء ابن رباح ٭ جلددوم، نمبر ۱۴۴۵

راوی احادیث بعد از ہجرت: ٭ جلداول، نمبر ۱۷۶۱ ٭ جلدسوم، نمبر ۶۱۴ ٭ جلدسوم، نمبر ۶۳۷

گویا واقعۂ ہجرت یا بعد از ہجرت کی دس احادیث کا راوی ننھا بی بی کا بھانجا۔ اسماء بنت ابوبکر کا چھوٹا بیٹا، عبداللہ ابن زبیر کا چھوٹا بھائی اور ابوبکر کا چھوٹا نواسہ عروہ ابن زبیر ہے جب کہ صرف ایک حدیث جلد دوم، نمبر ۱۴۴۵ کا راوی عطاء ابن ابی رباح ہے۔ یہ خیال رہے کہ عطاء کی حدیث میں واقعۂ ہجرت یا وبائے مدینہ وغیرہ سے تعلق نہیں بلکہ اس نے بی بی عائشہ سے صرف مسئلہ پوچھا ہے کہ آج کل بھی ہجرت کی جاسکتی ہے یا نہیں جس کا جواب بی بی نے نفی میں دیا ہے۔

احادیث ہجرت: ٭ جلداول، نمبر ۴۵۹ ٭ جلددوم، نمبر ۱۰۸۷ اور ٭ جلدسوم، نمبر ۱۰۱۳ میں بی بی عائشہ نے اپنے بھانجے کو صرف اپنے والدین کے مسلمان ہونے کا بتاتی ہے کہ میں نے ہوش سنبھالا تو میرے والدین مسلمان تھے البتہ جلد اول، نمبر ۲۱۳۸ مشترک ہے جس میں والدین کا اسلام بھی ہے اور آخر میں چند ایک جملے ہجرت سے متعلق بھی ہیں۔

بعد از ہجرت کی احادیث:

ان تین احادیث میں بی بی عائشہ صرف یہ بتانا چاہتی ہیں کہ:

- ہجرت سے قبل مدینہ کی آب و ہوا غیر صحت مند تھی۔
- ابوبکر اور بلال بیمار ہوگئے۔

- سرورِ کونینؐ نے آب و ہوائے مدینہ کو صحت افزا بنانے کی دعا مانگی۔
- صحابہ کو مدینہ کی زندگی پسند نہ تھی۔
- صحابہ کو مکہ سے زیادہ محبت تھی۔
- سرورِ کونینؐ نے ابوبکر و بلال کی بیماری کے پیش نظر صحابہ کے دلوں میں مدینہ کی محبت پیدا کرنے اور سرزمین مدینہ سے بخار کو منتقل کر کے وادیٔ جحفہ میں لے جانے کی سفارش کی۔
- ابوبکر ہر بخار میں موت کو یاد کرتا تھا۔
- بلال ہر بخار میں مجنہ، شامہ اور طفیل کے چشموں کے پانی، اذخر اور جلیل گھاس کی خوشبو کو یاد کرتا تھا۔

وقت ہجرت کی احادیث:

- جلد اول، نمبر ۲۱۳۸، بی بی یہ بتاتی ہے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا میرے والدین مسلمان تھے۔
- سرورِ کونینؐ ہر دن دو مرتبہ ضرور ہمارے گھر تشریف لاتے تھے۔
- جب دوسرے مسلمان مبتلائے تکالیف ہو کر ہجرت کرنے لگے تو ابوبکر نے بھی حبشہ کا رُخ کیا۔
- برک الغماد نامی مقام پر پہنچے تو بنی قارہ کا سردار ابن دغنہ ملا۔
- ابن دغنہ نے ابوبکر سے پوچھا: کہاں جاتے ہو؟ ابوبکر نے وجہ بتائی۔
- ابن دغنہ نے ابوبکر کے اوصاف گنوائے، ابوبکر کو وعدہ امان دیا اور واپس لایا۔
- ابن دغنہ نے قریش مکہ کو ابوبکر کے اوصاف بتائے اور بتایا کہ میں نے اسے امان دی ہے۔
- قریشِ مکہ نے مشروط امان قبول کی۔

- ابوبکر نے قریشِ مکہ کی شرائط قبول کر لی۔
- ابوبکر نے ابن دغنہ کی دی گئی مشروط امان کی خلاف ورزی کی۔
- قریشِ مکہ نے ابن دغنہ کو بلا کر ابوبکر کی عہد شکنی کا شکوہ کیا۔
- ابن دغنہ نے ابوبکر سے شکوہ کیا اور اپنی امان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔
- ابوبکر نے ابن دغنہ کو امان واپس کر دی۔
- سرورِ کونینؐ نے صحابہ کو بتایا کہ مدینہ دارالہجرۃ ہے۔
- ابوبکر مدینہ کو ہجرت کے لیے تیار ہوا۔ سرورِ کونینؐ نے روک لیا۔
- سرورِ کونینؐ نے فرمایا کہ مجھے بھی حکم ہجرت کی توقع ہے۔
- ابوبکر نے سوال کیا: کیا آپ بھی ہجرت کریں گے۔
- ابوبکر چار ماہ تک اپنی ناقاؤں کو ببول کے پتے کھلاتے رہے۔

یہ ہے اس حدیث کا ماخذ: اب چند سوالات ہیں جو اس ضمن میں کھٹکتے ہیں۔ اگر کوئی بتا دے تو نوازش ہوگی۔

- عروہ ابن زبیر بوقت ہجرت کتنی عمر کا تھا؟
- بی بی عائشہ بوقت ہجرت کتنی عمر کی تھی؟
- قریشِ مکہ کی جانب سے وہ کون سی ایذائیں تھیں جن کی بنیاد پر ابوبکر عازمِ ہجرت ہوتے تھے؟
- ابن دغنہ اور ابوبکر کا آپس میں کیا تعلق تھا؟
- ابوبکر نے اس ہجرت سے قبل سرورِ کونینؐ سے اجازت لی تھی یا نہیں؟
- اگر اجازت لی تھی تو اس کا ذکر کہاں ہے؟
- اگر اجازت نہیں لی تھی تو کیوں؟
- ابوبکر نے ابن دغنہ کی امان کیوں قبول کی تھی؟

- کیا ابن دغنہ کی امان قبول کرنے میں ابوبکر نے سرورِ کونینؐ سے اجازت لے لی تھی؟
- اگر اجازت لے رکھی تھی تو کہاں ہے؟
- اگر اجازت نہیں لی تھی تو ایک کافر کی امان کس بنا پر قبول کی؟
- ابوبکر نے قریش کی مشروط امان کیوں قبول کی تھی؟
- کیا سرورِ کونین نے اجازت دی تھی؟
- اگر سرورِ کونین کی اجازت تھی تو سرٹیفکیٹ کہاں ہے؟
- جب ابوبکر مشروط امان قبول کر چکا تھا پھر خلاف شرط کیوں کیا؟
- اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنانے کا کیا مطلب ہے؟
- کیا ابوبکر بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھتے تھے؟
- کیا اور کسی صحابی نے بھی اپنے گھر میں مسجد بنائی تھی؟
- کیا سرورِ کونینؐ نے بھی اپنے گھر میں مسجد بنائی تھی؟
- یہ مسجد ابوبکر نے سرورِ کونین کی اجازت سے بنائی تھی یا از خود۔
- اگر بلا اجازت بنائی تو کیوں؟
- اگر اجازت لے کر بنائی تھی تو اجازت نامہ کہاں ہے؟
- دوسرے مسلمانوں کے خلاف ابوبکر کو اپنے گھر میں مسجد بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
- کیا آج بھی تاریخ میں اس مسجد کا کوئی وجود ہے؟
- کیا فتحِ مکہ کے وقت بھی اس مسجد کا کہیں ذکر ہے؟
- کیا ابوبکر کے گھر کی چار دیواری وغیرہ نہیں تھی؟
- اگر چار دیواری نہیں تھی تو کیا سبب تھا؟

- اگر چار دیواری تھی تو قریش مکہ کی عورتیں اور بچے آپ کی چار دیواری میں آ کر ابوبکر کو نماز اور قرآن پڑھتا دیکھتے تھے؟
- بی بی نے ذکر تو والدین کے اسلام کا کیا ہے لیکن بات صرف ابوبکر کی کی ہے؟
- بی بی کی والدہ اُم رومان کہاں تھی؟
- کیا وہ بھی نماز اور قرآن پڑھتی تھی؟
- اگر پڑھتی تھی تو کہاں موجود ہے؟
- اگر اُم رومان نماز اور قرآن پڑھتی تھی تو قریش کی عورتیں اور بچے بی بی کے باپ ابوبکر کو کیوں دیکھتے تھے۔ بی بی کی ماں کو کیوں نہ دیکھتے تھے؟
- قریشِ مکہ نے ابن دغنہ کے سامنے ابوبکر سے تو خطرہ ظاہر کیا ہے لیکن بی بی کی ماں سے کسی قسم کا خطرہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ کیا ہے؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ بی بی صرف اپنے باپ کی قصیدہ خوانی فرما رہی ہوں؟
- کہیں بی بی یہ تو نہیں بتانا چاہتی کہ ابوبکر ابتداء سے مسلمان تھا جب کہ سرورِ کونین کا ابتدائی زمانہ کسی اور رنگ میں گزرا؟
- دیگر احادیث میں بی بی نے نہ تو ہجرت حبشہ کا ذکر کیا ہے نہ ابن دغنہ کی پناہ کا ذکر کیا ہے، کیا وجہ ہے؟
- جب ابوبکر سوئے حبشہ جا رہے تھے تو تنہا تھے یا بی بی بھی ساتھ تھی؟
- اگر تنہا تھے تو ابوبکر اپنے اہل و عیال کو کس کے سپرد کر گئے تھے؟
- اگر یہ سب ساتھ تھے تو اس کا ذکر کہاں ہے؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ سیاسی حالات کے پیش نظر ابن دغنہ کی امان مشروط قبول کر لی اور جب وہ حالات نہ رہے تو عہد شکنی کر کے اللہ اور رسول کی پناہ تلاش کر لی؟
- جو اللہ اور رسولؐ ابن دغنہ کی امان کے وقت موجود تھے وہ امان سے قبل بھی موجود

تھے اور بعد میں بھی موجود ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک وقت ان کی امان کو ناقص سمجھ کر سوئے حبشہ چل دیئے۔ پھر ابن دغنہ کافر کی امان قبول کر لی اور پھر ابن دغنہ سے عہد شکنی کر لی۔

جلد اول، نمبر ۱۹۹۵ میں نہ ابوبکر کی سوئے حبشہ ہجرت کا ذکر ہے اور نہ کفار کی تکالیف وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ صرف سرورِ کونینؐ کے صبح و شام تشریف لانے کا ذکر ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ سرورِ کونینؐ بوقت ظہر تشریف لاتے۔ ابوبکر نے اس بے وقت آنے سے کسی ہنگامی ضرورت کا اندازہ لگایا۔ آپ نے ابوبکر سے پوچھا کہ کیا تمہیں بھی معلوم ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ ابوبکر کا جواب ذکر نہیں۔ پھر ابوبکر نے ساتھ جانے کا پوچھا۔ آپ نے ساتھ جانے کا فرمایا البتہ جب آپ تشریف لائے تو ابوبکر سے کہا کہ تیرے پاس جو کوئی بھی ہے اسے نکال باہر کر۔ ابوبکر نے کہا: صرف میری دو لڑکیاں یعنی عائشہ اور اسماء ہیں۔ آخر میں ابوبکر کے ایک ناقہ پیش کرنے کا بتایا گیا ہے جسے آنحضورؐ نے بشرط معاوضہ قبول کر لیا۔

چند سوالات:

* کیا سرورِ کونینؐ صرف ابوبکر کے گھر تشریف لاتے تھے یا اور کسی صحابی کے گھر بھی جاتے تھے؟
* اگر صرف ابوبکر کے گھر آتے تھے تو کیا خصوصیت تھی؟
* اگر دوسرے صحابہ کے گھر بھی جاتے تھے تو وہ کون تھے؟
* کیا عائشہ کے ساتھ سرورِ کونینؐ کا عقد ہو چکا تھا؟
* اگر ہو چکا تھا تو ابوبکر نے یہ کیوں نہیں کہا کہ ایک آپؐ کی بیوی ہے اور دوسری میری بیٹی ہے؟
* کیا ابوبکر کا یہ کہنا کہ میری یہی دو بیٹیاں ہیں ہجرت سے قبل عقد عائشہ ثابت کرتا

ہے؟

* اگر عقد ثابت ہوتا ہے تو کیسے؟ اگر ثابت نہ ہو تو پھر کب اور کہاں ہوا؟
* سرورِ کونینؐ نے ابوبکر سے کیوں پوچھا کہ کیا تجھے بھی معلوم ہے کہ مجھے اذنِ ہجرت ہو چکا ہے؟
* کیا سرورِ کونینؐ ابوبکر کے پاس جبرئیلؑ آئے یا الہام کے قائل تھے؟
* بی بی عائشہ کی ماں اُم رومان کہاں تھی؟

جلد دوم، نمبر ۱۲۶۲ میں جلد اول، نمبر ۱۹۹۵ جیسے واقعات ہیں البتہ کچھ اضافہ ہے جو ناقہ آپؐ نے ابوبکر سے خریدی تھی اس کا نام جدعاء بتایا گیا ہے۔ غارِ ثور میں پہنچنے کا ذکر ہے۔

عامر ابن فہیر کا ذکر ہے جو بی بی عائشہ کے مادری بھائی عبداللہ ابن طفیل کا غلام تھا اور یہی عامر ایامِ غار میں صبح و شام ان کے پاس آتا تھا، کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ جب آپؐ غار سے باہر آئے اور مدینہ کی طرف چلے تو عامر بھی ساتھ ہو لیا اور بئر معونہ کے دن مارا گیا۔

چند سوالات:

* جب عامر آپ کے ساتھ چلا آیا تو کیا عبداللہ نے اسے تلاش کیا؟
* اگر تلاش کیا تو نہ ملنے پر اس کا ردِعمل کیا تھا؟
* اگر تلاش نہیں کیا تو کیوں؟
* غار میں پہنچنے، وہاں قیام اور مدینہ رسیدگی تک کا واقعہ بی بی نے خود دیکھا ہے یا عامر سے سنا ہے یا آنحضورؐ سے نقل کیا ہے اور ابوبکر سے روایت کیا ہے؟
* خود تو یقیناً نہیں دیکھا جب کسی سے سنا ہی ہے تو اس کا نام کیوں نہیں بتایا؟

جلد سوم، نمبر ۷۵۳ میں بی بی بتاتی ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے جا چکنے کے بعد ابوبکر بھی

آمادہ ہجرت ہوا۔ لیکن سرورِ کونینؐ نے روک لیا اور فرمایا کہ ممکن ہے مجھے بھی اجازت مل جائے۔ ابوبکر نے حیران ہوکر پوچھا: کیا آپ کو بھی اجازت ملے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر ابوبکر اپنی دو ناقاؤں کو ببول کے پتے کھلا کر موٹا کرنے لگے۔ چار ماہ تک ابوبکر ناقاؤں کو ببول کے پتے کھلاتے رہے ـــــ ایک دن آپؐ دوپہر کو تشریف لائے۔ ابوبکر کو کسی نے اطلاع دی کہ رسولؐ آرہے ہیں۔ ابوبکر سمجھ گئے کہ کوئی ہنگامی معاملہ ہے۔

آپؐ آگئے اجازت مانگی اندر گئے ابوبکر سے کہا: جو کوئی ہے اسے باہر کردے۔ ابوبکر نے کہا: آپؐ کے گھر والے ہیں۔ ہجرت کا پروگرام بنا۔ ابوبکر نے ایک ناقہ پیش کی۔ آپؐ نے بشرط قیمت لے لی۔ تیاری ہوئی، ناشتہ تیار کیا گیا۔ اسماء نے کمر بند دو نیم کرکے ایک سے تھیلی کا منہ باندھا۔ دونوں ہجرت کرکے روانہ ہوگئے۔

عبداللہ ابن ابوبکر نوجوان تھا۔ روزانہ رات کو ان کے پاس جاتا، انھیں حالات سے مطلع کرتا اور صبح کو تڑکے واپس آجاتا۔ صبح کو عامر ابن فہیرہ بکریاں چرانے کے بہانے وہاں آجاتا۔ پھر عبداللہ اور عامر دونوں ان کے پاس رات گزارتے۔

سوالات:

* دیگر تمام احادیث میں ابوبکر نے کہا: میری بیٹیاں ہیں لیکن اس حدیث میں کہا کہ آپؐ کے گھر والے ہیں؟ کیا عائشہ اور اسماء دونوں آپ کی گھر والیاں تھیں؟
* ابوبکر حیران ہوکر آپؐ سے کیوں پوچھتا تھا کہ آپؐ کو بھی ہجرت کا حکم ہوگا؟
* سرورِ کونینؐ دوپہر کو چہرہ پر نقاب کیوں ڈالے ہوئے تھے؟
* اسماء کو کمر بند دو نیم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
* کیا گھر میں کوئی اور کپڑا یا رسی کا ٹکڑا موجود نہیں تھا؟
* جلد دوم، نمبر ۱۲۶۲ میں عبداللہ ابن طفیل بی بی کا مادری بھائی بتایا گیا ہے جبکہ زیرِ نظر

حدیث میں عامر کو ابوبکر کا غلام بتایا گیا ہے، کیا وجہ ہے؟

* جلد دوم، نمبر ۱۲۶۲ میں حالات لانے اور لے جانے کی خاطر آنے والا صرف عامر تھا لیکن زیرِ نظر حدیث میں عبداللہ ابن ابوبکر بتایا گیا ہے کوئی وجہ؟
* سابقا یہ بتایا گیا تھا کہ عامر بھی ہجرت کر کے مدینہ چلا آیا تھا، لیکن زیرِ نظر حدیث میں نہ ہجرت عامر کا ذکر ہے اور نہ ہی عبداللہ کا۔ کچھ تو بتایا جائے۔
* یہ اضطراب، یہ بے چینی اور یہ اختلاف بیان اس بات کی علامت تو نہیں کہ یہ سب کچھ اپنی صفائی، اپنی دیانت داری اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی کوشش تو نہیں۔ کہیں یہ سب کچھ بنایا تو نہیں گیا؟
* اگر بنایا نہیں گیا تو پھر ایک ہی واقعہ کی اتنی مختلف تعبیریں کیوں ہیں؟
* حالانکہ راوی ایک ہے، محدث ایک ہے، واقعہ ایک ہے، بات ایک ہے اور ہجرت ایک ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہر روایت دوسری سے مختلف مقصود اور معنی لیے ہوئے ہے؟

مادرِ معاویہ

کُل چھ احادیث ہیں:

* جلد سوم، نمبر ۳۲۷، راوی عروہ
* جلد سوم، نمبر ۳۳۲ "
* جلد دوم، نمبر ۴۳۷ "
* جلد سوم، نمبر ۳۳۸ "
* جلد سوم، نمبر ۲۰۴۸ "
* جلد اول، نمبر ۲۲۸۵ "

(۱۴) جلد سوم، کتاب النفقات، ص ۱۶۹، حدیث ۳۲۷

عروة ان عائشة قالت جاء ت هند بنت عتبة فقالت

یارسول اللہ ان ابا سفیان رجل مسیك فھل علی حرج ان اطعم من الّذی له عیالنا

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہند بنت عتبہ آئی اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوسفیان بخیل آدمی ہے اگر میں اس کے مال میں سے بچوں کو کھلاؤں تو کوئی حرج ہے؟

(۱۵) جلد سوم، کتاب النفقات، ص ۱۷۱، حدیث ۳۴۲

ھشام قال أخبرني ابی عن عائشة ان ھند بنت عتبة قالت یارسول اللہ ان اباسفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی وولدی الا ما اخذت منه وھو لا یعلم

''ھشام اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوسفیان انتہائی بخیل آدمی ہے۔ مجھ کو اتنا نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو۔ سوائے اس کے کہ ساتھ شامل کیے جو میں اس کی لاعلمی میں لے لوں''۔

(۱۶) جلد سوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۳۸، حدیث ۴۳۷

عروہ عن عائشة قالت جاء ت ھند بنت عتبة قالت یارسول اللہ ما کان علی ظھر الارض من اھل خباء احب الی ان یذلوا من اھل خبائك ثم ما اصبح الیوم علی ظھر الارض اھل خباء احب الی ان یعزوا من اھل خبائك قال وایضا والّذی نفسی بیدہ قالت یارسول

اللہ ان اباسفیان رجل مسیک فھل علی حرج ان اطعم من الّذی لیہ عیالنا قال لا اراہ الا بالمعروف

''عروہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ہند بنت عتبہ سرورِ کونینؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یارسولؐ اللہ! ایک وقت تھا جب میری نگاہ میں آپؐ کے خیام کی نسبت ذلت کے مستحق کوئی خیمہ نہ تھا لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر آپؐ کے خیام سے زیادہ قابلِ عزت کوئی خیمہ نہیں۔ بخدا پھر کہا: یارسولؐ اللہ! ابوسفیان انتہا کا بخیل ہے۔ اگر میں اپنے عیال کو اس کے مال سے (بلااجازت) کھلاؤں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: میں تو جائز طریقہ کے علاوہ اجازت نہیں دوں گا''۔

(۱۷) جلد سوم، کتاب النفقات، ص ۱۷۳، حدیث ۳۳۸

عروہ عن ابیہ عن عائشۃ قالت ھند یارسول اللہ ان ابا سفیان رجل شحیح فھل علی جناح ان اخذ من مالہ ما یکفینی وبنی

''عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوسفیان حد درجہ کا بخیل ہے۔ اگر میں اس کے مال سے (بلااجازت) اتنا لے لوں جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو تو کیا جائز ہے؟''

(۱۸) جلد سوم، کتاب الاحکام، ص ۳۷۷، حدیث ۲۰۴۸

ھشام عن ابیہ عن عائشۃ ان ھند قالت للنبیؐ ان ابا سفیان رجل شحیح فاحتاج ان اخذ من مالہ،

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ہند نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوسفیان انتہا کا بخیل ہے جس کی بدولت مجھے اس کے مال سے (بلااجازت) لینے کی ضرورت پڑتی ہے''۔

۱۹ جلد اول، کتاب المظالم، ص ۸۴۸، حدیث ۲۲۸۵

عروة ان عائشة قالت جاء ت هند بنت عتبه ابن ربيعه فقالت يارسول اللّٰه ان ابا سفيان رجل مسيك فهل على حرج ان اطعم من الّذى له عيالنا فقال لا حرج عليك ان تطعميهم بالمعروف

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہند بنت عتبہ ابن ربیع آئی اور عرض کیا یارسولؐ اللہ! ابوسفیان انتہائی بخیل ہے اگر میں اس کے مال سے (بلااجازت) اپنے بچوں کو کھلاؤں تو کوئی حرج ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر جائز حد تک کھلائے تو کوئی حرج نہیں''۔

محترم قارئین! یہ چھ احادیث ہیں جن کا راوی تنہا بی بی کا بھانجا عروہ بن زبیر ہے۔ کیا ان میں تکرار ہے؟ ممکن ہے ہمارے بعض نادان دوست یہ سمجھ لیں کہ ایک ہی حدیث کو امام بخاری نے بار بار لکھا ہے لہٰذا یہ چھ احادیث نہیں بلکہ ایک حدیث ہے تو آیئے ایک مرتبہ پھر احادیث میں غور فرمایئے اور دیکھیے کہ کیا تکرار ہے۔

- جلد سوم، نمبر ۳۲۷، ان ابا سفيان رجل مسيك جلد سوم، نمبر ۳۳۲ انا ابا سفيان رجل شحيح۔
- جلد دوم، نمبر ۴۳۷ میں سرورِ کونین کا جواب مذکور ہے جبکہ جلد سوم، نمبر ۳۲۷، ۳۳۲، ۳۳۸، ۲۰۴۸ میں مادرِ معاویہ زوجۂ ابوسفیان کا شکوہ اور اعتراف جرم ہے۔

- جلد دوم، نمبر ۴۳۷ اور جلد اول نمبر ۲۲۸۵ میں سرورِ کونینؐ کے جواب کو ملاحظہ فرمائیں۔ دونوں احادیث میں مختلف ہے۔
- جلد دوم، نمبر ۴۳۷ میں فرماتے ہیں: لا اراہ الا بالمعروف جائز طریقہ کے علاوہ میں اجازت نہیں دیتا۔
- جلد اول، نمبر ۲۲۸۵ میں فرماتے ہیں: لا حرج علیك ان تطعمیطم بالمعروف اگر جائز طریقہ سے کھلائے تو کوئی حرج نہیں۔
- اگر فرداً فرداً آپ ایک حدیث کا موازنہ کریں تو آپ کو واضح فرق نظر آئے گا اور یہی فرق ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہر حدیث اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے اور ان میں تکرار نہیں ہے۔

یہ واضح ہو جانے کے بعد اب آئیے ان احادیث میں فکر کریں اور دیکھیں کہ ان احادیث کی روایت میں بی بی کیا بتانا چاہتی ہیں:

جہاں تک میں سمجھتا ہوں بی بی بتانا یہ چاہتی ہیں کہ:

- جد المومنین ابوسفیان بقول جدۃ المومنین ہند مادر معاویہ جد درجہ بخیل تھا۔
- ابوسفیان گھریلو اخراجات کے لیے اتنا نہیں دیتا جو کافی ہوتا۔
- جدۃ المومنین مومنین کے ماموں اور خالاؤں کو کھلانے کے لیے اپنے شوہر کی چوری کرنے پر مجبور تھی۔
- خال المومنین کے گوشت و پوست میں ماں کے چوری کردہ مال کا خون شامل تھا۔ معاویہ کی ماں مسلمان ہونے کے بعد اپنی چوری کو جائز کرنے کی خاطر آپ کے پاس کئی مرتبہ حاضر ہوئی۔
- سرورِ کونینؐ نے چار مرتبہ تو کوئی جواب نہ دیا اور ہند کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔
- آپ نے پانچویں اور چھٹی بار بھی جائز طریقہ کے علاوہ اجازت نہ دی۔

مادر معاویہ نے کئی دفعہ مسیک کا لفظ استعمال کیا ہے اور کئی دفعہ شحیح کہا ہے۔

* مسیک کا معنی صرف بخیل ہوتا ہے لیکن شحیح کا معنی لالچی بخیل ہوتا ہے؟

چند سوالات:

* ہند کے نواسے اور معاویہ کے بھانجے نانی کے اس عمل کو کیا نام دیں گے؟
* کیا نانی اماں مسلمانوں کے نانا ابا کی غیبت نہیں کر رہی؟
* کیا اماں جان نے یہ احادیث بیان کر کے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کر کے ماموں جان کی توہین تو نہیں کی؟
* کیا نانی اماں اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد اپنی چوری کا اقرار نہیں کر رہی؟
* کیا تعزیراتِ پاکستان کے مطابق نانی اماں کا یہ عمل قانون کے مطابق ہے؟
* عمِ رسولؐ سید الشہداء جنابِ حمزہؓ کا جگر چبانے کے بعد بھی نانی اماں کو کچھ کھانے کی ضرورت ہوتی ہے؟

بی بی کا دردِ سر اور سرورِ کونینؐ کی خواہش

دو احادیث:

* جلد سوم، نمبر ۲۰۸۱، راوی قاسم ابن محمد
* جلد سوم، نمبر ۶۲۶ "

(۲۰) جلد سوم، کتاب الاحکام، ص ۷۸۸، حدیث ۲۰۸۱

قاسم ابن محمد قالت عائشة وارأساه! فقال رسول الله ذاك لو كان وانا حي فاستغفر لك وادعولك فقالت عائشة واثكلياه والله انّي لاظنك تحب موتي ولو كان ذاك لظللت اخر يومك معرسا ببعض ازواجك فقال

النبیؐ بل انا ورأساہ لقد همت او اردت ان ارسل الی ابی بکر وابنته فاعهد ، ان یقول القائلون او یتمنی المتمنون ثم قلت یابی اللّٰه ویدفع المومنون او یدفع اللّٰه ویابی المومنون

''قاسم ابن محمد بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ (ایک دن) شدت دردِ سر کی وجہ سے میں نے کہا: ہائے سر۔ آپ (سُن رہے تھے) نے فرمایا: اگر تو (دردِ سر میں) مرجائے اور میں زندہ ہوا تو تیرے لیے دعا کروں گا اور مغفرت مانگوں گا۔ بی بی نے (تڑپ کر) کہا: میری ماں مجھے گم کرے۔ میں سمجھتی ہوں آپ میری موت ہی کو پسند کرتے ہو۔ بخدا اگر میں مرگئی تو آپ (میری موت کے دن) اپنی کسی بیوی کے ساتھ خوشی منائیں گے۔ آپ نے فرمایا: (یہ کون سی بات ہے لو میں کہتا ہوں) ہائے دردِ سر۔ میں نے تو چاہا کہ ابوبکر اور اس کی بیٹی کو بلا کر خلیفہ مقرر کردوں تا کہ کوئی کہنے والا یا تمنا کرنے والا تمنا نہ کرے۔ پھر میں نے کہا کہ اللہ انکار کرے گا اور مومن دفع کریں گے یا اللہ دفع کرے گا اور مومن انکار کریں گے''۔

(۴۱) جلد سوم، کتاب المرضٰی، ص ۲۶۳، حدیث ۶۲۶

قاسم ابن محمد قال قالت عائشة ورأساہ فقال رسول اللّٰه لو کان ذاك وانا حي فاستغفر لك وادعولك فقالت عائشة واثکلاہ واللّٰه انی لاظنك تحب موتی ولو کان ذاك لظللت اخر یومك معرسا ببعض ازواجك فقال

النبیؐ بل انا وا رأساہ لقد هممت او اردت ان ارسل الی ابی بکر وابنته واعهد ان یقول القاتلون او یتمنی المتمنون ثم قلت یابی اللہ ویدفع المومنون او یدفع اللہ ویابی المومنون

"قاسم ابن محمد روایت کرتا ہے کہ (ایک دن) بی بی عائشہ نے ہائے سر کہا۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اگر تو مرگئی اور میں زندہ رہا تو تیرے لیے دعائے مغفرت کروں گا۔ بی بی نے کہا: ہائے میری ماں مجھے گم کرے۔ بخدا میں سمجھتی ہوں کہ آپ میری موت چاہتے ہیں اگر میں مرگئی تو آپؐ اپنی کسی بیوی کے ساتھ خوشی کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: لو میں ہائے سر کہے لیتا ہوں میں نے تو ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر اور اس کی بیٹی کو بلا کر خلافت کا اعلان کردوں لیکن پھر میں نے کہا کہ اللہ انکار کرے گا اور مومنین دفع کریں گے یا اللہ دفع کرے گا اور مومنین انکار کریں گے"۔

اگرچہ یہ دونوں احادیث مختلف ابواب میں مذکور ہیں لیکن راوی الفاظ اور معنی کے اعتبار سے ہم معنی ہیں۔ لہٰذا اگر اسے تکرار کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ بنابریں ہم بھی ان دو احادیث کو ایک کی حیثیت دے کر بات کرنے چلے ہیں۔

راوی قاسم ابن محمد ہے۔ بی بی عائشہ نے راوی کو بتایا کچھ نہیں۔ نہ ہی قاسم بی بی کی زبانی نقل کر رہا ہے بلکہ سرورِ کونینؐ اور بی بی کا یہ مکالمہ قاسم نے خود سنا ہے اور خود ہی نقل کیا ہے۔

قاسم کیا بتاتا ہے:

* بی بی کے سر میں درد ہے، شدتِ درد سے بلبلا کر بی بی کہتی ہے ہائے میرا سر۔

* سرورِ کونینؐ فرماتے ہیں کوئی حرج نہیں اگر یہ سر چلا گیا اور میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ تیرے لیے دعائے مغفرت کروں گا۔
* بی بی کہتی ہے ہائے میری ماں مجھے روئے۔ میں تو پہلے سے سمجھ چکی ہوں کہ آپؐ میری موت کے خواہش مند ہیں۔
* آپؐ دعا کیا مانگیں گے بخدا اگر میں مرگئی تو آپؐ اپنی کسی بی بی کے ہاں میری موت کی خوشی منائیں گے۔
* آپؐ فرماتے ہیں: یہ کون سی بات ہے لو میں بھی تیری طرح ہائے سر پکارتا ہوں۔
* میرا ارادہ تو تھا کہ ابوبکر اور اس کی بیٹی کو بلا کر خلافت کا فیصلہ کر دوں تاکہ چہ میگوئیوں کا سلسلہ رہے اور نہ ہی کسی خواہش مند خلافت کی تمنا باقی رہے۔
* لیکن پھر میں نے سوچا کہ میرے اعلانِ خلافت کو اللہ ٹھکرا دے گا اور مومنین انکار کر دیں گے۔
* یا لیکن پھر میں نے سوچا کہ میرے اعلانِ خلافت سے اللہ انکار کر دے گا اور مومنین ٹھکرا دیں گے۔

قارئینِ محترم! یہ ہے اس حدیث کا ماحصل! بات کہاں تھی پہنچی کہاں۔ بات کا آغاز سر کے درد سے ہوا اور تان خلافت پر ٹوٹی۔ کچھ تو آپ بھی سمجھ رہے ہوں گے۔

* آپ ہی بتائیں اعلانِ خلافت اور بی بی کے دردِ سر میں بھی کوئی رابطہ ہے۔ اب ذرا آیئے! ان قاسم ابن محمد سے چند سوال ہی کرلیں۔ اگرچہ قاسم ابن محمد اس جہانِ فانی میں موجود نہیں ہیں لیکن سقیفۂ بنی ساعدہ میں خلافت کی کھیر پکانے والوں کے ایجنٹ الحمدللہ لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ممکن ہے وہ ہم جیسے ناداروں کی جھولی گلِ مراد سے بھر دیں اور ہمارے توہمات کو صحیح ڈگر مہیا فرما سکیں۔
* تو میرے محترم قارئین! مناسب ہوگا اگر میں خود ہی اپنی ایک غلطی کا اعتراف کرتا

چلوں بجائے اس کے کہ اپنے سابقہ لکھے ہوئے کو مٹاؤں آپ کو مطلع کردوں کہ یہ ایک حدیث اور مکرر نہیں بلکہ دو حدیثیں ہیں اور مختلف ہیں۔ ذرا ایک مرتبہ پھر غور فرمائیں:

جلد سوم، نمبر ۲۰۸۱: لقد هممت او اردت ان ارسل الی ابی بکر وابنته "میں نے قصد کیا یا ارادہ کیا کہ ابوبکر اور ان کی بیٹی کو بلا بھیجوں"۔

جلد سوم، نمبر ۶۲۶: لقد هممت او اردت ان ارسل الی ابی بکر وابنه "میں نے چاہا کہ ابوبکر اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجوں"۔

اگر مترجمین محمد عادل خان اور قاری محمد فاضل صاحب ترجمہ دونوں جگہ بیٹی سے کرتے یا دونوں جگہ بیٹے سے کرتے تو میں بھی یہی سمجھتا کہ عربی متن میں ابن یا ابنتہ کاتب کی غلطی کا نتیجہ ہے لیکن قاری صاحبان کے ترجمہ نے اس غلطی کی طرف متوجہ کردیا اور میں سمجھ گیا کہ حدیثیں دو ہیں۔

ایک میں سرورِ کونینؐ نے ابوبکر اور اس کے بیٹے کو بلانے کا ارادہ کیا ہے جبکہ دوسری حدیث میں آپؐ نے ابوبکر اور اس کی بیٹی کو بلانے کا ارادہ کیا ہے۔

تو میرے محترم قارئین! اب آیئے اور قاسم ابن محمد سے چند سوال کریں۔

- یہ قاسم ابن محمد خود کون ہے؟
- قاسم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ واقعہ کسی سفر کا ہے یا گھر کا؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی کے دردسر کے ساتھ اعلانِ خلافت کا کیا رابطہ تھا؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی دردسر کی معمولی تکلیف میں یہ ہائے ہائے کیوں کررہی ہے؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی عائشہ کی موت سرورِ کونینؐ کے لیے کیوں باعث

مسرت تھی؟

- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی کے وہ کون سے گناہ تھے جن کی مغفرت کی دعا سرورِ کونینؐ بی بی کی موت کے بعد کرتے۔
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی کو یہ علم کیسے تھا کہ سرورِ کونینؐ میری موت چاہتے ہیں؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی کو یہ کیسے معلوم تھا کہ سرورِ کونینؐ میرے مرنے کے بعد اپنی کسی بی بی کے ساتھ خوشی منائیں گے؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ سرورِ کونینؐ نے کیوں "ہائے سر" کہا؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ سرورِ کونینؐ ابوبکر کے علاوہ کس بیٹی یا بیٹے کو بلانا چاہتے تھے؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ جس بیٹی کو آپ بلانا چاہتے تھے وہ بی بی عائشہ تھی یا اسماء یا اُم کلثوم؟
- اگر آپ اسماء یا اُم کلثوم کو بلانا چاہتے تھے تو کس لیے؟
- کیا انھیں بھی باپ کی خلافت میں حصہ دار بنانا تھا؟
- اگر آپ بی بی عائشہ کو بلانا چاہتے تھے تو کہاں سے بلاتے؟
- کیا بی بی عائشہ آپؐ کے گھر میں نہیں رہتی تھی؟
- اگر گھر میں رہتی تھی تو بلانے کی کیا ضرورت تھی؟
- اگر گھر میں نہیں رہتی تھی تو کہاں رہتی تھی اور کیوں رہتی تھی؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ ابوبکر کے ساتھ ابوبکر کے کون سے بیٹے کو بلانا چاہتے تھے؟
- کیا عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کو بلانا چاہتے تھے؟

- کیا عبداللہ ابن ابوبکر جو ہجرت میں معاون تھا کو بلانا چاہتے تھے؟
- کیا کسی اور ابن ابوبکر کو بلانا چاہتے تھے؟
- جسے بھی بلانا چاہتے تھے کیوں بلانا چاہتے تھے؟
- قاسم نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کسی صحابی کو بلا کر خلافت کا فیصلہ کیوں نہیں فرمانا چاہتے تھے؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ خلافت کا فیصلہ کہاں کرنا چاہتے تھے گھر میں یا مسجد میں؟
- اگر گھر میں کرنا چاہتے تھے تو کس بناء پر؟
- کیا دیگر اس قسم کے مسائل اور احکام بھی آپ گھر ہی سے نافذ فرماتے تھے؟
- اگر دیگر احکام گھر سے نافذ نہیں فرماتے تھے تو خلافت کا فیصلہ گھر میں کرنے کی وجہ کیا تھی؟
- اگر آپ مسجد میں بلانا چاہتے تھے تو کیا ضرورت تھی؟
- کیا ابوبکر مسجد میں نہیں آتا تھا اگر آتا تھا تو بلانے کی کیا ضرورت تھی؟
- اگر نہیں آتا تو کیوں؟
- کیا ابوبکر نماز باجماعت نہیں پڑھتا تھا اگر نہیں پڑھتا تھا تو کیوں؟
- جب سرورِ کونینؐ نے ابوبکر کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کرلیا تھا تو کیا منشائے ایزدی کے خلاف تھا؟
- اگر آپ کا ارادہ منشائے ایزدی کے خلاف تھا تو اس قسم کے کسی اور ارادہ کی کوئی مثال؟
- کیا سرورِ کونینؐ اس پوزیشن میں تھے کہ وہ رضائے رب معلوم کیے بغیر کسی کام کا ارادہ کریں؟

- جب آپؐ نے ارادہ کرلیا تھا تو پھر اللہ کے انکار اور مومنین کے مسترد کردینے کا کیا معنی؟
- کیا مومنین سرورِ کونینؐ کے فرامین مسترد کرنے کے عادی تھے؟
- اگر مومنین کی یہ عادت تھی تو کیوں؟
- ایسے مومنین جو سرورِ کونینؐ کے احکام سے انکار کردیں مومنین کہلا سکتے ہیں؟
- کیا یہ سب کچھ ابوبکر کی قابضانہ حکومت کے جواز کے سہارے تو نہیں؟
- کیا ابوبکر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں سرورِ کونینؐ کے اس ارادہ کا اظہار کیا تھا؟
- اگر کیا تھا تو کہاں ہے؟
- اگر نہیں کیا تھا تو کیا یہ سب کچھ بعد کی پیداوار نہیں؟
- جن مومنین کے متعلق سرورِ کونینؐ کو خطرہ تھا کہ وہ ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہیں کریں گے وہ کون تھے؟
- سرورِ کونینؐ کی وفات کے بعد یہ مومنین کہاں گئے تھے؟
- جب سرورِ کونینؐ کی زندگی میں اللہ کے انکار اور مومنین کے ٹھکرا دینے کا خطرہ تھا تو سرورِ کونینؐ کے بعد مومنین کو کیسے راضی کیا گیا؟
- آپ کی وفات کے بعد اللہ کی رضامندی کا علم کیسے ہوا؟
- کہیں چودہ صدیوں سے "رضی اللہ" کا لاحقہ اسی خطرہ کے پیش نظر تو نہیں؟

یہودیوں پر لعنت

کُل سات احادیث ہیں:

- جلد دوم، نمبر ۱۵۶۶، راوی عروہ
- جلد سوم، نمبر ۷۶۱، راوی عبید اللہ ابن عبداللہ
- جلد اوّل، نمبر ۴۲۰

* جلد اوّل، نمبر۱۲۴۳، راوی عروہ
* جلد دوم، نمبر۱۷۱، راوی عبید اللہ ابن عبد اللہ
* جلد دوم، نمبر۱۵۶۱ "
* جلد دوم، نمبر۱۵۶۷ "

(۲۲) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۸، حدیث ۱۵۶۶

عروۃ ابن الزبیر عن عائشۃ قالت قال النبیؐ فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللّٰہ الیہود اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد قالت عائشۃ لولا ذٰلک لا برز قبرہ خشی ان یتخذ مسجدًا

''عروہ ابن الزبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے اپنے اس مرض میں جسے صحت یاب نہ ہوئے فرمایا: اللہ یہودیوں پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو سرورِ کونینؐ کے مزار کو بھی ظاہر کردیا جاتا''۔

(۲۳) جلد سوم، کتاب اللباس، ص ۳۱۱، حدیث ۷۶۱

عبیداللّٰہ ابن عبداللّٰہ ابن عتبہ ان عائشۃ و عبداللّٰہ ابن عباس قال لما نزل برسول اللّٰہ طنق یطرح خمیصۃ لہ علی وجھہ فاذا اغتم کشفھا عن وجھہ فقال وھو کذٰلک لعنۃ اللّٰہ علی الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد

''عبیداللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ بی بی عائشہ اور عبداللہ ابن عباس

سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ پر بیماری نازل ہوئی تو آپ نے اپنے چہرہ پر رومال ڈال لیتے تھے۔ جب شدتِ غم میں اضافہ ہوتا تو رومال منہ سے ہٹاتے اور فرماتے: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ جو کچھ انھوں نے کیا تھا اس سے ڈر کر فرماتے تھے"۔

(۴۴) جلد اول، کتاب الجنائز، ص ۵۰۲، حدیث ۱۲۴۳

عروہ عن عائشة عن النبیؐ قال فی مرضه الّذی مات فیه لعن اللّٰه الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد قالت لولا ذٰلك لا برزوا قبرہ غیر انی اخشی ان یتخذ مسجدًا

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جس مرض میں سرورِ کونینؐ کی وفات ہوئی۔ فرمایا: اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ بی بی کہتی ہے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی ظاہر کر دی جاتی۔ علاوہ ازیں مجھے بھی خطرہ ہے کہ کہیں قبرِ نبیؐ کو عبادت گاہ ہی نہ بنا لیا جائے"۔

(۴۵) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۳۱۲، حدیث ۶۷۱

عبیداللّٰه ابن عبداللّٰه ان عائشة وابن عباس قالا لما نزل برسول اللّٰه طفق یطرح خمیصة له علی وجهه فاذا اغتم کشف عن وجهه فقال وهو کذٰلك لعنة اللّٰه علی الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد یحذر ما صنعوا

''عبید اللہ ابن عبد اللہ، بی بی عائشہ اور ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ پر تکلیف نازل ہوئی تو آپ بار بار اپنے منہ پر رومال ڈال لیتے۔ جب شدتِ غم میں اضافہ ہوتا، منہ سے رومال ہٹا کر اسی حالت میں کہتے: اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ آپ یہودیوں کے کردار سے ڈرتے تھے''۔

(۲۶) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۹، حدیث ۱۵۶۷

عبیداللّٰه ابن عبداللّٰه ابن عتبه ان عائشة وابن عباس قال لما نزل برسول اللّٰه طفق یطرح خیمصه له علی وجهه فاذا اغتم کشفها عن وجهه وهو کذٰلك یقول لعنة اللّٰه علی الیهود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیاء هم مساجدا یحذر ما صنعوا

''عبد اللہ ابن عبد اللہ ابن عتبہ، بی بی عائشہ اور عبد اللہ ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونین کی بیماری میں اضافہ ہوا تو آپ اپنے رومال سے چہرہ ڈھانپتے تھے جب شدت میں اضافہ ہوتا، رومال منہ سے ہٹا کر فرماتے: اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ آپ ان کے اس کام سے ڈرتے تھے''۔

محترم قارئین! یہ چھ احادیث آپ کے سامنے ہیں:

* چار احادیث کا راوی عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن عتبہ ہے جن سے عبید اللہ سے روایت کی ہے وہ بی بی عائشہ اور عبد اللہ ابن عباس دو ہیں۔

- عبیداللہ کی چار احادیث میں سے جلد سوم، نمبر ۱۶۱۷ دیگر احادیث سے مختلف ہے۔ یعنی جلد اوّل، نمبر ۴۲۰، جلد دوم، نمبر ۱۶۷ اور جلد دوم، نمبر ۱۵۶۷۔ الفاظ مفہوم اور معنی کے لحاظ سے بالکل ایک جیسی ہیں۔

ذرا آپ غور فرمائیں: جلد سوم، نمبر ۱۶۱۷ مساجد پر ختم ہوتی ہے جبکہ دیگر تین احادیث کا خاتمہ ما صنعوا کے جملہ پر ہوتا ہے بنابریں عبیداللہ کی احادیث میں تکرار کہا جاسکتا ہے۔

- تین احادیث کا راوی بی بی عائشہ کا بھانجا عروہ ابن زبیر ہے۔ عروہ نے صرف اور صرف بی بی ہی سے روایت کی ہے۔
- عروہ کی دونوں احادیث عبیداللہ کی احادیث سے مختلف ہیں۔

(الف) عبیداللہ کی احادیث کے محدث عبداللہ ابن عباس اور بی بی دونوں ہیں۔ عروہ کی احادیث کی محدث صرف بی بی ہے۔

(ب) عبیداللہ کی احادیث میں یہود و نصاریٰ دونوں کو شمار کیا گیا ہے۔ عروہ کی احادیث میں صرف یہود ہیں نصاریٰ نہیں۔

(ج) عبیداللہ کی احادیث میں ایک کا اختتام صرف مساجد پر ہے اور تین کا خاتمہ سرورِ کونینؐ کے خوف پر گیا ہے۔

عروہ کی احادیث میں سرورِ کونینؐ کے مزار کو مخفی رکھنے کی وجہ بتائی گئی ہے:

- عروہ کی دو احادیث جلد دوم، نمبر ۱۵۶۶ اور جلد اول، نمبر ۱۲۴۳ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان میں تکرار نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:
- جلد اول، نمبر ۱۲۴۳ میں قال فی مرضه الّذی مات فیه (جس مرض میں آپ مرگئے اس میں فرمایا) ہے۔ جبکہ جلد دوم، نمبر ۱۵۶۶ میں قال النبیؐ فی مرضی الّذی لم یقم منه (جس بیماری کے بعد روبصحت نہ ہوئے اس میں

فرمایا) ہے۔

* جلد اول، نمبر ۱۲۴۳ میں غیر انی اخشی ان یتخذ مسجدًا (مجھے خطرہ یہ ہے کہ کہیں آپ کا مزار عبادت گاہ نہ بن جائے) ہے۔ جبکہ جلد دوم، نمبر ۱۵۶۶ اخشی ان یتخذ مسجدًا (ڈر محسوس کیا گیا کہ کہیں مزار رسول عبادت گاہ نہ بن جائے) ہے۔

ممکن ہے بازاری مٹھ باز مفتیانِ کرام جن کے شب و روز شیعیانِ آلِ محمد کی عداوت میں بسر ہوتے ہیں اور ہر وقت ان کی زبان پر شیعہ کافر، شیعہ کافر کا ورد رہتا ہے۔ ان باریکیوں کو نہ سمجھ سکیں اور وہ اسے بھی تکرار قرار دیں۔ لیکن علم حدیث کے محرم راز اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ عبیداللہ اور عروہ کی احادیث ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ عبیداللہ کی ایک حدیث دیگر تین احادیث سے مختلف ہے اور عروہ کی دونوں حدیثیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان میں تکرار نہیں۔

گویا اس عنوان کی چھ احادیث میں سے تین مکررات ہیں اور ہماری فکر کا سامان، ہمارے نظامِ مصطفیٰؐ کا سرمایہ صرف چار احادیث ہیں۔ عبیداللہ کی چار میں سے دو احادیث اور عروہ کی دو احادیث۔ آیئے اب ان چار احادیث میں سوچیں کہ بی بی کیا بتانا چاہتی ہے اور ہمیں کیا سبق حاصل کرنا چاہیے۔

بی بی اپنے عزیز بھانجے کو یہ بتانا چاہتی ہے کہ:

* سرورِ کونینؐ فوت نہیں ہوئے مر گئے ہیں؟
* لعنت کے مستحق صرف یہود ہیں۔
* انبیاء کے مزاروں کو عبادت گاہ بنانا باعثِ لعنت ہے۔
* اگر سرورِ کونینؐ کے مزار کا عبادت گاہ میں بدلنے کا خطرہ نہ ہوتا تو ضرور ظاہر کیا جاتا۔

❁ مجھے ڈر تھا کہ سرورِ کونینؐ کا مزار عبادت گاہ بنالیا جائے گا، اسے ظاہر نہیں کیا گیا۔

چند سوالات:

* مزارِ انبیاء کو عبادت گاہ بنانا کیوں جرم ہے؟
* مزارِ انبیاء کو مسجود بنانا تو یقیناً جرم ہے لیکن مسجد بنانے میں کیا خرابی ہے؟
* جب یہود اور عیسائی ہر دو نے اپنے انبیاء کے مزاروں کو عبادت گاہ بنایا ہوا تھا تو لعنت کا طوق صرف یہودیوں کے گلے میں کیوں ڈالا گیا، نصرانیوں کو کیوں معاف کیا گیا؟
* نصرانیوں کا ذکر بی بی نے خود نہیں کیا یا عروہ راوی ہضم کر گیا۔
* اگر بی بی نے نام نہیں لیا یا سرورِ کونینؐ نے ذکر نہیں فرمایا تو یہودیوں سے کیا ناراضگی تھی اور نصرانیوں سے کیا توقع تھی؟
* بی بی نے سرورِ کونینؐ کے ذکر وفات کو یوں جلے کٹے اور روکھے انداز میں کیوں ظاہر کیا ہے؟
* کیا لفظ وفات لانے سے کوئی نقصان تھا؟
* کیا بی بی کے دل میں سرورِ کونین کا اتنا احترام بھی نہ تھا جتنا ایک عام انسان کے لیے ہوتا ہے؟
* اگر موت کا لفظ خلافِ احترام نہیں تو کیا ہمارے بازاری فتویٰ باز اپنے کسی استاد کے ساتھ یہی لفظ استعمال کرنا گوارا کریں گے؟
* اگر ہم اپنے بزرگوں اور دوستوں کے لیے لفظ موت کی نسبت روکھا پن سمجھتے ہیں تو سرورِ کونینؐ کے لیے ہمیں یہ لفظ کیسے پسند ہوگا؟

❁ عبید اللہ کی دو احادیث میں بتانے والا ایک نہیں بلکہ دو ہیں۔

- بی بی اور عبداللہ ابن عباس دونوں بتاتے ہیں کہ آپ شدت مرض کی بدولت کبھی منہ کو رومال سے ڈھانپ لیتے اور کبھی ہٹا لیتے؟
- ہم دونوں آپ کے ان نازک لمحات میں بیک وقت موجود تھے۔
- جب آپؐ منہ سے رومال ہٹاتے تھے یہود و نصاریٰ پر لعنت کرتے تھے؟
- آپ کو ڈر تھا کہ کہیں میرا مزار بھی عبادت گاہ نہ بن جائے؟

چند سوالات

- عروہ کی احادیث اور عبیداللہ کی احادیث میں اختلاف کیوں ہے؟
- احادیث عروہ میں رومال ہٹانے اور ڈالنے کا تذکرہ کیوں نہیں؟
- وفات سرورِ کونینؐ کے سلسلہ احادیث میں رومال ہٹانے اور ڈالنے کا ذکر کیوں نہیں؟
- وفات سرورِ کونینؐ کے سلسلہ کو آپ ذرا نظامِ مصطفیٰ کے حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں اولاً سرورِ کونینؐ بار بار اپنی باری کا پوچھتے ہیں۔ پھر آپؐ نماز باجماعت کا پوچھتے ہیں اور آخر میں اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ کا ورد کرتے ہیں۔ وہاں تو بی بی نے نہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کا ذکر کیا ہے اور نہ صرف یہود پر لعنت کا بتایا ہے، کیا وجہ ہے؟
- کہیں یہ سب کچھ صرف اسی لیے تو نہیں بنا لیا گیا کہ میری اولاد یہ باور کر لے کہ وقت آخر میں ہی موجود تھی؟
- اپنی اندرونی اور ذہنی کشمکش کو دبانے کا علاج تو نہیں؟

افسوس ناک تہمت

کُل تین احادیث ہیں:

* جلد سوم، نمبر ۲۳۷، راوی عروہ
* جلد سوم، نمبر ۲۳۸، راوی اسید بن حضیر
* جلد سوم، نمبر ۲۳۹، راوی عبداللہ ابن محمد

(۲۷) جلد سوم، کتاب الطلاق، ص ۱۳۱، حدیث ۲۳۷

عروہ عن عائشۃ ان ابنتہ الجون لما ادخلت علی رسول اللّٰہ دنا منھا قالت اعوذ باللّٰہ منك فقال لھا لقد عذت بعظیم الحقی اھلك

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جون کی بیٹی جب رسولؐ اللہ کے پاس لائی گئی اور آپؐ اس کے قریب پہنچے تو اس نے کہا: میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپؐ نے اس سے فرمایا تو نے بہت بلند ذات کی پناہ مانگی ہے اس لیے تو اپنے رشتہ داروں میں چلی جا۔

(امام بخاری نے کہا اس کو حجاج ابن ابی منیع نے اپنے دادا سے انھوں نے زہری سے زہری نے عروہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ نے فرمایا)

(۲۸) جلد سوم، کتاب الطلاق، ص ۱۳۱، حدیث ۲۳۸

عن اسید قال خرجنا مع النبیؐ حتی انطلقنا الی حائط یقال لہ الشوط حتی انتھینا الی حائطین فجلسنا بینھما فقال النبیؐ اجلسوا ھھنا ودخل وقد اتی بالجونیۃ فانزلت فی بیت فی نخل فی بیت امیمۃ بنت النعمان ابن شراحیل ومعھا وایتھا حاضنۃً لھا فلما دخل علیھا

النبیؐ ، قال ھی نفسک لی قالت وھل تھب الملکۃ نفسھا للسوقۃ قال فاھوی بیدہ یضع یدہ علیھا لتسکن فقالت اعوذ باللّٰہ منک فقال قد عذت بمعاذ ، ثم خرج علینا فقال یا ابا اسید اکسھا رازقیتین والحقھا باھلھا قال الحسین ابن الولید النسا بوری عن عبدالرحمٰن عن عباس ابن سھل عن ابیہ وابی اسید قالا تزوج النبیؐ امیمۃ بنت شراحیل فلما ادخلت علیہ بسط یدہ الیھا فکانھا کرھت ذٰلک فامر ابا اسید ان یجھزھا ویکسوھا ثوبین رازقیتین

''اسید سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبیؐ کے ساتھ نکل کر ایک باغ میں پہنچے جس کا نام شوط تھا جب ہم اس کی دو دیواروں کے درمیان پہنچے تو ہم وہاں بیٹھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: یہیں بیٹھے رہو۔ آپؐ اندر تشریف لے گئے۔ وہاں جونیہ لائی گئی اور امیمہ بنت نعمان ابن شراحیل کے کھجور کے گھر میں اتاری گئی اور اس کے ہمراہ ایک نگرانی کرنے والی آیا بھی تھی۔ جب نبیؐ اس کے قریب پہنچے تو فرمایا اپنے آپ کو میرے حوالہ کردے۔ اس نے کہا: کیا کوئی شہزادی اپنے آپ کو کسی بازاری کے حوالہ کرسکتی ہے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کے سر پر رکھ کر اسے تسکین دیں۔ اس نے کہا: میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو نے ایسی ذات کی پناہ مانگی ہے جس کی پناہ مانگی جاتی ہے۔ پھر آپؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے

ابواسید اس کو دو رزاقی کپڑے پہنا کر اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دے۔

حسین ابن ولید نیشاپوری نے بواسطہ عبدالرحمٰن، عباس ابن سہل وہ اپنے والد اور ابواسید سے روایت کرتے ہیں۔ ان دونوں نے بیان کیا کہ نبیؐ نے امیمہ بنتِ شراحیل سے نکاح کیا۔ جب وہ آپ کے پاس لائی گئی۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا، اس نے ناپسند کیا تو آپ نے ابواسید کو حکم دیا کہ اسے سامان مہیا کر دے اور دو رزاقی جوڑے"۔

(۴۹) جلد دوم، کتاب الطلاق، ص ۱۳۲، حدیث ۲۳۹

حدثنا عبداللّٰہ ابن محمد حدثنا ابراھیم ابن ابی الوزیر حدثنا عبدالرحمن عن حمزۃ عن ابیہ وعن عباس ابن سعد عن ابیہ بھذا

"عبداللہ ابن محمد، ابراہیم ابن ابو الوزیر، عبدالرحمٰن، حمزۃ، اپنے والد اور عباس ابن سہل ابن سعد اپنے والد سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں"۔

معذرت

جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ داستانِ محبت کے زیرِعنوان راقم الحروف نے تین احادیث پیش کی ہیں۔ جلد سوم، نمبر ۲۳۷ تو اپنے مقصد کے مطابق بی بی عائشہ کی بیان کردیا ہے لیکن نمبر ۲۳۸ اور ۲۳۹ بی بی کی بیان کردہ نہیں بلکہ دوسرے محدثین کی ہیں۔ بی بی کی حدیث مفصل ہوتی تو شاید دیگر دو احادیث کے نقل کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی لیکن چونکہ بی بی کی بیان کردہ حدیث میں اجمال تھا، ابہام تھا اور سربستگی تھی جبکہ نمبر ۲۳۸

میں اسی اجمال کی تفصیل تھی۔ کشف ابہام تھا اور وضاحت تھی اس لیے راقم الحروف نے یہ حدیث بھی پیش کر دی ہے تا کہ میرے قارئین اور اُم المومنین کے لٹھ باز بیٹے جب وہ میرے خلاف کفر کی لٹھ لے کر وارد میدان ہوں تو انہیں تاریکی میں ہاتھ پاؤں نہ مارنا پڑیں۔

امام بخاری کا یقین

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے امام بخاری نے اپنا مجموعہ صحیح بخاری پیش کرنے کی خاطر اپنے ذہن کے خزانہ عامرہ کی سات لاکھ احادیث سے منتخب کر کے صرف سات ہزار کچھ احادیث درج کی ہیں اور چھ لاکھ بانوے ہزار کچھ سو احادیث کو ضعیف سمجھ کر ترک کر دیا ہے۔ اب کوئی ایسا محدث تو ہے نہیں جو امام بخاری کے ہم پلّہ ہو سکے اور وہ امام بخاری کی احادیث میں کیڑے نکال سکے۔

لیکن بایں ہمہ جب امام بخاری نے داستانِ محبت کی اس حدیث کو دیکھا تو انہیں بھی کھٹکا ضرور کہ ہو سکتا ہے مستقبل میں کوئی آدمی اُم المومنین عائشہ کے نابالغ ایجنٹوں کو سرورِ کونین کی داستانِ محبت سنا کر تنگ کرے اور اُم المومنین عائشہ کے وکیل جواب نہ پا کر میری احادیث ہی کو ضعیف قرار دے کر جان چھڑانا چاہیں تو امام بخاری نے اسی پیش بندی کے پیش نظر داستانِ محبت کی احادیث کی نگرانی کی خاطر مختلف سلسلہ ہائے سند بھی پیش کر دیے ہیں اور بتا دیا ہے کہ یہ داستان محبت صرف بی بی عائشہ ہی کی روایت کردہ نہیں بلکہ اس کی روایت میں وہ افراد بھی شریک ہیں جو موقع کے چشم دید گواہ ہیں جو آپ کے ساتھ تھے اور جنہوں نے سرورِ کونین کے عشق و پیار کو پامال ہوتے بھی دیکھا ہے لہٰذا داستانِ محبت کی یہ حدیث کم و بیش تین ذرائع سے منقول ہے اور انہیں ضعیف کہنا امام بخاری کے یقین پر طمانچہ مارنے کے مترادف ہوگا۔

امام بخاری کی بے بسی

چونکہ دیگر صحابہ کے داستانِ محبت روایت کرنے میں بی بی عائشہ بھی شریک تھیں اس لیے امام بخاری کے پاس اس یقین کے سوا تو چارہ نہ تھا کہ وہ سرورِ کونینؐ کی داستانِ عشق نقل کرے لیکن امام بخاری بیچارے کے لیے یہ مشکل بن گئی کہ وہ اس ناکام محبت کو درج کہاں کرے۔ نہ تو اسے کتاب النکاح میں لایا جاسکتا تھا۔ کیونکہ نکاح ہوتا تو اس حدیث کو وہاں جگہ ملتی۔ نہ ہی کوئی دوسرا باب ایسا تھا جہاں اس کی گنجائش ہوتی۔ امام بخاری غریب نے ہاتھ پاؤں مار کر داستانِ محبت کو جا ٹکایا۔ کتاب الطلاق میں تاکہ بی بی عائشہ کی خواہش بھی پوری ہو جائے۔ پوری اُمت تک سرورِ کونینؐ کی ناکام محبت کی کہانی بھی پہنچ جائے اور سرورِ کونینؐ کا دامن عصمت بھی محفوظ رہے۔ کاش امام بخاری کے دل میں سرورِ کونینؐ کی اتنی محبت ہوتی جتنی عقیدت اُم المومنین کے لیے تھی۔

مقامِ فکر

محترم قارئین! آیئے مل کر سوچیں کہ بی بی عائشہ اور آپ کا حلقۂ اثر سرورِ کونینؐ کے لیے کیا تاثر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں بیٹھ کر دستارِ خلافت پہننے والا یہ گروہ سرورِ کونینؐ کا کیسا سوانحی خاکہ پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ نظامِ مصطفیٰؐ حصہ اول میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ سرورِ کونینؐ کس طرح بزمِ موسیقی کی حمایت کرتے ہیں۔ کس طرح رقص و سرود سے تعاون کرتے ہیں، کس طرح آپ پر جادو ہوتا ہے۔ کس طرح آپ قرآن بھول جاتے ہیں، کس قدر شبِ قدر تلاش کرتے ہیں؟ نظامِ مصطفیٰؐ حصہ دوم میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ سرورِ کونینؐ کس کسمپرسی میں اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں کس طرح لُد کے بعد آپ پر زہر کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ کے جنازہ پر کیا کیا تماشا ہوتا ہے۔ اب آپ سرورِ کونینؐ کی داستانِ محبت ملاحظہ فرمایئے:

ہم مسلمان بدنصیب تو جیسے ہوگا خاموش ہو جائیں گے لیکن یہی داستانِ محبت

جب عرب کے یہود و نصاریٰ نے اس وقت سنی ہوگی یا آج کے غیر مسلم بخاری شریف میں اس داستانِ عشق کو پڑھیں گے تو کیا سوچیں گے اور ہمارے پاس کیا جواب ہوگا۔

- بی بی عائشہ نے تو صرف اتنا بتایا ہے کہ بنت جون جب سرورِ کونینؑ کے پاس لائی گئی۔ آپؐ اس کے قریب ہوئے تو بنت جون نے کہا: میں آپؐ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ رُک گئے اور بنت جون کو گھر بھیج دیا۔
- اسید صحابی اس اجمال کی تفصیل یوں بتاتے ہیں کہ ہم سرورِ کونینؑ کے ساتھ شوط نامی باغ میں آئے۔
- شوط نامی باغ کی چار دیواری میں آ کر رُک گئے اور سرورِ کونینؑ نے ہمیں وہاں بیٹھنے کو کہا۔
- بنت جونیہ ـــــ اُمیمہ بنت نعمان کے گھر لائی گئی۔
- بنت جونیہ کے ساتھ نگرانی کے لیے اس کی دایہ بھی تھی۔
- سرورِ کونینؑ نے بنتِ جونیہ سے درخواست کی کہ تو اپنے کو میرے حوالے کر دے۔
- بنت جونیہ نے کہا: میں شہزادی ہوں اور تو بازاری مرد ہے کوئی شہزادی اپنے کو کسی بازاری کے حوالہ نہیں کرتی۔
- آپ نے بنت جونیہ کے انکار کے باوجود ہاتھ بڑھا ہی دیا؟
- بنت جونیہ نے کہا: میں آپؐ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔
- آپؐ نے ہاتھ واپس کھینچ لیا اور اسید سے کہا کہ اسے کپڑے پہنا کر گھر واپس بھیج دو۔
- یہ ہے خلاصہ اس داستانِ محبت کا جو بی بی عائشہ اور اسید نے بتائی ہے۔
- یہ خیال رہے ان تمام احادیث کا ترجمہ لفظ بہ لفظ وہی ہے جو محمد عادل خان اور قاری محمد فاضل نے لکھا ہے خواہ درست ہے یا نہیں۔ میں نے اس میں نہ کوئی

تصرف کیا ہے اور نہ اپنی طرف سے لکھا ہے۔

چند سوالات

آیئے اس داستانِ عشق میں جو سوالات ذہن میں آتے ہیں، انھیں دیکھ لیں تا کہ ممکن ہے شیعہ کو کافر اور مرتد کہنے والے شریف النسب بی بی عائشہ کے پیش کردہ آئینہ میں سرورِ کونینؐ کا چہرۂ عصمت ملاحظہ فرمالیں۔

* ان احادیث کو کتابِ الطلاق میں لکھنے سے کیا حاصل؟
* کیا سرورِ کونینؐ نے بنتِ جونیہ کو طلاق دی تھی؟
* اگر طلاق دی تھی تو کیا نکاح ہوا تھا؟
* اگر نکاح ہوا تھا تو کہاں ہوا تھا؟
* اگر نکاح ہوا تھا تو پھر آپؐ باغ میں کیوں تشریف لائے تھے؟
* کسی اور بی بی کو بھی نکاح کے بعد کسی باغ میں لایا گیا تھا؟
* اگر نکاح ہوا تھا تو بنت جونیہ کی رضامندی سے یا بلا رضا؟
* اگر بنتِ جونیہ نکاح پر راضی تھی تو پناہ کیوں مانگی؟
* اگر بنتِ جونیہ نکاح پر راضی نہ تھی تو کیا ایسا نکاح ہو جاتا ہے؟
* اگر ہو جاتا ہے تو کس شریعت میں؟
* بنتِ جونیہ کہاں سے لائی گئی تھی؟
* لانے والے کون تھے؟
* بنتِ جونیہ مسلمان تھی یا غیر مسلم؟
* اگر بنت جونیہ بیاہ کر لائی گئی تھی تو سرورِ کونینؐ نے کیوں فرمایا کہ اپنے کو میرے حوالے کر دے؟
* بنتِ جونیہ بازاری مرد کسے کہہ رہی ہے؟

* کیا بنتِ جونیہ دستِ شفقت اور دستِ ہوس میں فرق نہیں جانتی تھی؟
* جب آپؐ نے دستِ شفقت بڑھایا تو بنتِ جونیہ کیوں گھبرا گئی؟
* بنتِ جونیہ کو سرورِ کونینؐ سے کیوں نفرت تھی؟
* کیا سب کچھ سرورِ کونینؐ کی کردار کشی کے لیے نہیں گھڑا گیا؟
* کیا سرورِ کونینؐ اتنے گر گئے تھے کہ کسی کی بیٹی کو کسی کے باغ میں اٹھوالاتے ہیں؟
* بی بی جیسی محبوبہ ہونے کے باوجود بنتِ جونیہ کی کون سی ضرورت تھی؟
* کیا بی بی عائشہ اور اس کے ہم نواؤں نے سرورِ کونینؐ کے پلّے کچھ چھوڑا ہے؟
* کیا اس داستانِ محبت کے پیچھے کوئی سازش کار فرما نہیں؟
* نظامِ مصطفیٰؐ حصہ اول اور دوم میں دی گئی احادیث بی بی عائشہ کے ساتھ ملا کر اس داستانِ عشق کو دیکھنے سے یہی تاثر نہیں اُبھرتا کہ سرورِ کونینؐ ایک خواہش پرست اور جنسی مریض تھے؟
* کیا کوئی غیر مسلم اس داستانِ محبت کو پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی جسارت کر سکتا ہے؟
* کیا ایسا راوی جو سرورِ کونینؐ کو بازاری مرد کہتا ہے قابلِ نفرین نہیں؟
* کیا ایسی بی بی جو ایسا واقعہ سناتی ہے قابلِ اطاعت رہ جاتی ہے؟
* کیا ایسے نبی کا کلمہ کوئی شریف آدمی پڑھ سکتا ہے؟
* کیا ایسا شخص معصوم کہا جا سکتا ہے؟
* کیا ایسی کتاب جس میں یہ واقعات درج ہیں قابلِ عمل اور قابلِ اعتماد ہے؟
* کیا ایسا مذہب جو اس کتاب کو معتبر سمجھے قابلِ تقلید ہے؟
* کیا ایسا نبی سے خود امام بخاری افضل نہیں؟
* کیا کوئی بی بی عائشہ کا وکیل اپنے لیے ایسا واقعہ قابلِ فخر سمجھے گا؟

* کیا ایسے مذہب کے ماننے والے اپنے کو مسلمان کہلا سکتے ہیں؟
* ازواج کی فہرست میں کہاں ہے اگر ہے تو کہاں ہے؟ اگر نہیں تو پھر طلاق کا ہے کی؟

حسان ابن ثابت اور بی بی

کُل دو حدیثیں ہیں:

* جلد دوم، نمبر ۱۸۶۶، راوی مسروق
* جلد دوم، نمبر ۱۸۶۶، "

(۳۰) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۶۹، حدیث ۱۸۶۶

مسروق عن عائشة قالت جاء حسان ابن ثابت يستاذن عليها قلت أتاذنين لهذا قالت او ليس قد اصابه عذاب عظيم قال سفيان تعني ذهاب بصره فقال حصان رزان ما تزن بريته ، وتصبح غرثى من محرم الغواقل قالت لكن انت

"مسروق بی بی عائشہ سے روایت کہ حسان نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے کہا تم ایسے شخص کو کیوں آنے دیتی ہو؟ بی بی نے کہا: اسے بڑا عذاب نہیں لگا۔ سفیان نے کہا یعنی آنکھوں سے اندھا ہوگیا۔ پھر حسان نے یہ شعر پڑھا: پاک دامن ہے، سنجیدہ اور پُر وقار عورت ہے۔ گو گرسنہ رہے لیکن غیبت نہیں کرتی۔ بی بی نے کہا: لیکن تو کرتا ہے۔

(۳۱) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۷۰، حدیث ۱۸۶۶

عن مسروق قال دخل حسان ابن ثابت على عائشة

فشبب قال

حصان رزان ما تزن بريبته
وتصبح غرثى من لحوم الغوافل
قال لست كذاك قلت
تدعين مثل هذا يدخل
عليك وقد انزل الله
والذى تولى كبره فهم
فقالت واى عذاب اشد من العمى وقالت وقد كان يرد عن رسول الله

''مسروق بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ حسان نے بی بی عائشہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو عائشہ کی تعریف میں یہ شعر پڑھا:

پاک دامن ہے، سنجیدہ ہے اور پُر وقار عورت ہے۔
اگرچہ گرسنگی میں بھی ہو کسی کی غیبت نہیں کرتی۔

بی بی نے کہا: تم ایسے نہیں ہو۔ میں نے عرض کیا: کیا آپ ایسے آدمی کو کیوں آنے دیتی ہیں جس کے لیے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے: والذی تولی کبرہ ..... الخ۔

بی بی نے کہا: اندھے ہونے سے زیادہ اور کیا عذاب ہوگا۔ سرورِ کونین کی طرف سے جواب دیتا تھا۔

محترم قارئین! یہ خیال نہ کرلینا کہ یہ ایک ہی حدیث کا تکرار ہے بلکہ دو علیحدہ علیحدہ حدیثیں ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

- ایک حدیث کا خاتمہ لکن انت لیکن تو غیبت کرتا ہے کے جملہ پر ہے۔
- جبکہ دوسری حدیث کا خاتمہ قد کان یرد عن رسول اللہ سرورِ کونینؐ کا دفاع کرتا تھا کے جملہ پر ہے۔
- ایک حدیث میں مسروق صرف یہ فقرہ کہتا ہے کہ آپ ایسے شخص کو کیوں اجازت دیتی ہیں۔
- جبکہ دوسری حدیث میں مسروق مذکور فقرہ کہنے کے بعد قرآن کی آیت بھی پڑھتا ہے۔

- البتہ راوی دونوں کا ایک ہے اور وہ ہے مسروق۔
- گویا حسان دو مرتبہ آیا۔ دونوں مرتبہ مسروق بی بی کے پاس بیٹھا تھا۔ دونوں مرتبہ مسروق کی خواہش یہ ہے کہ حسان کو اجازت نہ ملے۔ دونوں مرتبہ بی بی عائشہ حسان کو اجازت دیتی ہے۔ دونوں مرتبہ حسان بی بی عائشہ کی تعریف میں شعر پڑھتا ہے۔
- البتہ ایک مرتبہ بی بی شعر کے جواب میں کہتی ہے کہ تو تو غیبت کرتا ہے۔
- جبکہ دوسری مرتبہ بات وہی کی لیکن لفظ بدل کر۔

حسان کا جرم

نظامِ مصطفیٰؐ جلد دوم میں آپ افک کے عنوان میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حسان بھی ان لوگوں سے تھا جنھوں نے بی بی عائشہ پر تہمت لگائی تھی جس کی صفائی بقول بی بی کے اپنے اللہ میاں نے دے دی تھی۔ اس سلسلہ میں حسان کے ساتھ دوسرے کتنے افراد ملوث تھے یہ ایک راز ہے جسے کوئی بھی آج تک نہیں جان سکا۔ ہاں مسطح ابن اثاثہ ایک صحابی تھا جس کی خطا اس وقت معاف کر دی گئی تھی اور اسے ابوبکر کے خزانہ سے ملنے والا

وظیفہ بھی باقاعدہ دیا جاتا رہے۔ عبداللہ ابن ابی سلول بھی اس واقعہ میں شریک تھا۔ اُم المومنین زینب کی بہن حمنہ بھی شریک واقعہ تھی۔ حضرت علیؑ کو قرآن کے مطابق مشورہ دینے کی پاداش میں بھی شریکِ واقعہ کر لیا گیا۔ سعد ابن عبادہ بھی دھر لیے گئے۔ عبداللہ ابن ابی سلول اور مسطح تو معاف کر دیے گئے لیکن سعد ابن عبادہ کی سقیفہ میں ہٹائی کی گئی۔ حضرت علیؑ کی کی گئی بیعت توڑ دی گئی۔

چند سوالات:

* ماں کو اپنی اولاد سے اتنا طویل بغض رکھنا کس شریعت کے مطابق ہے؟
* کیا حسان اسی تہمت کے جرم میں اندھا ہو گیا تھا؟
* اگر اس تہمت کے جرم میں حسان اندھا ہوا تھا تو پھر دادا میاں ابوقحافہ کس جرم میں آنکھوں سے محروم ہوا تھا؟
* کیا ابوقحافہ نے بھی کسی اُم المومنین کو متہم کیا تھا؟
* دیگر جو صحابہ آنکھوں سے محروم ہوئے تھے کیا وہ سب اسی جرم میں تھے؟
* اگر وہ اسی جرم میں نہیں تھے تو ان کے کون سے جرائم تھے؟
* مسروق نے بی بی کو حسان کے خلاف کیوں اُبھارنے کی کوشش کی؟
* کیا تمام صحابہ ایک دوسرے کے خلاف یہی کاروبار کرتے تھے؟
* مسروق کو بی بی نے منع کیوں نہ کیا؟
* بی بی نے ساری زندگی اپنے ذہن میں انتقام کو کیوں رکھا؟
* کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے؟
* اگر اسلام میں اس کی اجازت ہے تو کہاں ہے؟
* اگر اسلام میں اس کی اجازت نہیں تو کیا بی بی کے لیے جائز تھا؟
* اگر جائز تھا تو کیوں؟

* اگر جائز نہیں تھا تو بی بی کی طہارت کا کیا بنے گا؟
* کیا بی بی بھی شیعوں کی طرح بُغض صحابہ کی مرتکب نہیں؟
* اگر بی بی کے لیے بُغض صحابہ جائز ہے تو پھر شیعوں کا کیا گناہ ہے؟
* کیا صرف انہی صحابہ سے بُغض جائز ہے جن سے بی بی کو نقصان پہنچا ہو؟
* اگر بی بی کی رضا اور عدمِ رضا صحابہ سے محبت اور نفرت کا پیمانہ ہے تو اس کا ثبوت؟
* کیا بازاری فتویٰ باز بُغض صحابہ کی پاداش میں جو فتویٰ شیعوں پر لگاتے ہیں وہی فتویٰ بی بی پر بھی لگانے کی کوشش کریں گے؟

بی بی اور دیگر ازواج

کُل چار احادیث ہیں:

* جلد اول، نمبر ۱۵۶۷، راوی عبدالرحمٰن
* جلد اول، نمبر ۱۵۶۸، راوی قاسم
* جلد اول، نمبر ۲۴۵۸، راوی عمرہ بنت عبدالرحمٰن
* جلد سوم، نمبر ۹۰ "

۴۲

عبدالرحمٰن ابن قاسم عن عائشة قالت استاذنت سودة النبیّ لیلة جمع و کانت ثقیلةً ثبطةً فاذن لها

"عبدالرحمٰن ابن قاسم بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سودہ نے مزدلفہ کی رات کو نبیؐ سے روانگی کی اجازت مانگی۔ وہ بھاری بھرکم بدن کی تھیں تو آپ نے انہیں اجازت دے دی"۔

۴۳ جلد اول، کتاب المناسک، ص ۶۱۳، حدیث ۱۵۶۸

قاسم ابن محمد عن عائشة انها قالت نزلنا المزدلفة

فاستاذنت النبیؐ سودۃ ان ترتفع قبل حطمۃ الناس واقمنا حتٰی اصبحنا نحن ثم دفعنا نحن بدفعہ فلان اکون استاذنت رسول اللّٰہ کما استاذنت سودۃ احب الی مفروج بہ

"قاسم ابن محمد بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہم لوگ مزدلفہ میں اُترے تو سودہ نے نبیؐ سے لوگوں کے روانہ ہونے سے پیشتر روانگی کی اجازت مانگی۔ وہ ست رفتار عورت تھی تو آپؐ نے اجازت دے دی۔ وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے ہی روانہ ہوگئی اور ہم لوگ ٹھیرے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی پھر ہم لوگ آپ کے ساتھ لوٹے اگر میں بھی سودہ کی طرح اجازت مانگ لیتی تو مجھے بہت مسرت ہوتی"۔

(۳۴) جلد اول، کتاب الشہادات، ص ۹۱۰، حدیث ۲۴۵۸

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن ان عائشۃ اخبرتھا ان رسول اللّٰہ کان عندھا وانھا سمعت صوت رجل یستاذن فی بیت حفصۃ قالت فقلت یارسول اللّٰہ ھذا رجل یستاذن فی بیتک قالت فقال رسول اللّٰہ اراہ فلانا لعم حفصۃ من الرضاعۃ فقالت عائشۃ لو کان فلان حیا لعمھا من الرضاعۃ دخل علی فقال رسول اللّٰہ نعم ان الرضاعۃ یحرم ما یحرم من الولادۃ

"عمرہ بنت عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتی ہے کہ سرورِ کونینؐ میرے پاس تھے اور میں نے ایک مرد کی آواز سنی تو حفصہ

کے گھر میں آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ میں سمجھ تو گئی کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے لیکن پھر بھی میں نے سرورِ کونینؐ سے عرض کیا کہ دیکھئے تو کوئی شخص آپ کے گھر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں سمجھتا ہوں یہ فلاں شخص ہے اور حفصہ کا رضاعی چچا ہے۔ میں نے کہا: اگر فلاں شخص زندہ ہوتا جو میرا رضاعی چچا تھا تو وہ بھی میرے پاس آتا۔ آپ نے فرمایا: ہاں! جو چیز نسب سے حرام ہوتی ہے اسے رضاعت بھی حرام کر دیتی ہے''۔

(۳۵) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۸۷، حدیث ۹۰

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن ان عائشۃ اخبرتھا ان رسول اللّٰہ کان عندھا وانھا سمعت صوت رجل یستاذن فی بیت حفصۃ قالت فقلت یا رسول اللّٰہ ھذا رجل یستاذن فی بیتک فقال النبیؐ اراہ فلانا لعم حفصۃ من الرضاعۃ قالت عائشۃ لو کان فلانا حیًا لعمھا من الرضاعۃ دخل علی فقال نعم الرضاعۃ حرم الولادۃ

''عمرہ بنت عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتی ہے کہ رسولؐ اللہ میرے گھر تشریف فرما تھے کہ میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو حفصہ کے گھر میں جانے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! کوئی غیر آدمی آپؐ کے گھر میں جانا چاہتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے۔ میں نے کہا: اگر فلاں شخص جو میرا رضاعی چچا تھا زندہ

ہوتا تو میرے پاس آ سکتا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے وہ دودھ پینے سے بھی حرام ہو جاتا ہے"۔

محترم قارئین! یہ چار احادیث ہیں: ایک حدیث عبدالرحمٰن ابن قاسم نے روایت کی ہے، ایک حدیث قاسم ابن محمد کی روایت کردہ ہے اور دو حدیثیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے روایت کی ہیں۔

- عبدالرحمٰن ابن قاسم اور قاسم ابن محمد کی احادیث کا تعلق اُم المومنین سودہ سے ہے۔
- عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی احادیث اُم المومنین حفصہ سے متعلق ہیں۔
- چاروں احادیث مختلف ہیں ان میں تکرار نہیں۔ ملاحظہ فرمالیں۔ سودہ سے متعلق دونوں احادیث ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور حفصہ سے تعلق رکھنے والی دونوں احادیث میں بھی صراحتاً اختلاف ہے۔
- احادیث اُم المومنین سودہ۔
- بی بی عائشہ بتا رہی ہے کہ سودہ ذرا بھاری بھرکم تھی اور اس کے لیے چلنا مشکل ہوتا تھا۔ اس لیے سودہ نے سرورِ کونینؐ سے مزدلفہ سے کوچ کی اجازت رات ہی کو مانگ لی تاکہ اژدہام سے قبل منیٰ کی طرف نکل جائے لیکن ہم وہیں مزدلفہ میں صبح تک رہے۔ بی بی جی فرماتی ہے کہ جس طرح سودہ نے اجازت مانگ لی تھی اور اسے اجازت مل گئی تھی۔ کاش میں بھی اجازت مانگ لیتی۔ سودہ کے ساتھ ہی مزدلفہ سے کوچ کر کے آ جاتی۔

چند سوالات:

- نظامِ مصطفیٰؐ جلد دوم میں افک کے زیرِ عنوان آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ وہاں بی بی نے قافلہ سے پیچھے رہ جانے کی وجہ یہ بتائی تھی کہ مجھے پالکی میں بٹھایا جاتا تھا۔ وہ پالکی اُونٹ پر رکھی جاتی تھی۔ جب مجھے اٹھانے والے آئے انہوں نے پالکی اُونٹ

پر رکھ دی۔ میں پالکی میں موجود نہ تھی۔ اٹھانے والوں کو میری عدم موجودگی کا احساس اس لیے نہ ہوا کہ:

* اس وقت تمام عورتیں کم خوری کی وجہ سے انتہائی ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔
* وہاں بی بی نے بلا استثناء تمام عورتوں کا بتایا ہے کہ وہ ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔
* مگر یہاں سودہ کے متعلق فرماتی ہیں کہ سودہ بھاری بھر کم تھی۔

---

* کیا ہم بی بی جی سے پوچھ سکتے ہیں کہ اس تضاد بیانی کا کیا مطلب ہے؟
* سودہ نے اپنی جسمانی مجبوری کی بدولت کوچ کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ بی بی جی کو اجازت مانگنے کی کیا ضرورت تھی؟
* کیا بی بی جی کے لیے سودہ کے ساتھ رہنا زیادہ باعثِ مسرت تھا یا سرورِ کونینؐ کے ساتھ رہنا؟
* اگر سرورِ کونینؐ کی صحبت پسند تھی تو افسوس کس کا ہے؟
* اگر سودہ کا ساتھ محبوب تھا تو کیوں؟

احادیث اُم المومنین حفصہ

ان احادیث میں اماں جی یہ بتاتی ہیں کہ سرورِ کونینؐ میرے گھر تشریف فرما تھے۔ کسی شخص نے اُم المومنین حفصہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں سمجھ تو گئی کہ یہ شخص حفصہ کا رضاعی چچا ہے لیکن اس کے باوجود سرورِ کونینؐ کو بتایا کہ کوئی غیر آدمی آپ کے گھر جانا چاہتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اور حفصہ کا چچا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر فلاں جو میرا رضاعی چچا تھا زندہ ہوتا تو کیا وہ بھی میرے پاس آ سکتا تھا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! نسب سے جو چیز حرام ہوتی ہے رضاع سے بھی حرام ہو جاتی ہے۔

چند سوالات:

* جب بی بی کو معلوم تھا کہ فلاں شخص ہے اور حفصہ کا رضاعی چچا ہے تو سرورِ کونین کو یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ کوئی غیر آپ کے گھر آنا چاہتا ہے؟
* کیا اماں جی سرورِ کونین کو حفصہ کے خلاف اُبھارنے کی کوشش تو نہیں کر رہی؟
* کہیں اس فقرہ میں جذبہ رقابت تو نہیں؟
* اماں جی نے اس شخص کا نام کیوں نہیں لیا۔ فلاں کہہ کر نام چھپانے سے کوئی خاص مقصد ہے؟
* اگر کوئی خاص مقصد نہیں تو نام کیوں نہیں بتایا؟
* اگر کوئی خاص مقصد ہے تو وہ کون سا؟
* آخر جو کوئی بھی تھا ہوگا تو مسلمان؟
* اگر مسلمان ہوگا تو یقیناً صحابی بھی ہوگا؟
* اگر صحابی ہوگا تو بی بی جی نے نام لینے سے گریز کیوں کیا؟
* کیا بی بی جی کو اس سے کوئی ناراضگی تھی؟
* اگر ناراضگی تھی تو کس بات کی؟
* اگر ناراضگی نہیں تھی تو نام لینا کیوں گوارا نہ کیا؟
* بی بی نے اپنے چچا کا نام کیوں نہیں بتایا؟
* یہ فلاں کی اصطلاح کیوں بنائی گئی؟
* کہیں یہ سب کچھ فرضی تو نہیں؟
* کہیں بی بی کو یہ خطرہ تو نہیں کہ نام لینے سے ممکن ہے کوئی غلطی نکل آئے؟

اصحاب اور پردہ

کُل دو حدیثیں ہیں:

* جلد سوم، نمبر ۲۶۱، راوی عروہ
* جلد سوم، نمبر ۱۱۷۰، "

(۳۶) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۲۵، حدیث ۲۲۱

هشام عن ابيه عن عائشة قالت خرجت سودة بنت زمعة ليلًا فرأها عمر فعرفها فقال انك والله ياسودة ما تخفين علينا فرجعت الى النبیؐ فذكرت ذٰلك له وهو في حجرتي يتعشى وان في يده لعرفا فانزل عليه فرفع عنه وهو يقول قد اذن لكن ان تخرجن بحوائجكن

"ہشام اپنے باپ عروہ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ایک رات اُم المومنین سودہ بنت زمعہ باہر نکلی۔ عمر نے اسے دیکھ لیا اور پہچان لیا۔ عمر نے کہا: بخدا تو سودہ ہی ہے ہم سے چھپ نہیں سکتی۔ سودہ واپس پلٹی۔ سرورِ کونینؐ میرے گھر کھانا کھا رہے تھے۔ سودہ نے آ کر شکوہ کیا۔ آپؐ کے ہاتھ میں ہڈی تھی۔ آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔ جب سلسلۂ وحی ختم ہوا آپؐ نے سر اُٹھایا تو فرمایا: تمھیں اپنی ضروریات کے لیے باہر جانے کی اجازت دے دی گئی ہے"۔

(۳۷) جلد سوم، کتاب الاستیذان، ص ۴۴۰، حدیث ۱۱۷۰

عروة ابن الزبير ان عائشة قالت كان عمر ابن الخطاب يقول لرسول الله احجب نساء ك قالت فلم يفعل وكان ازواج النبیؐ يخرجن ليلًا الى ليل قبل المناصع فخرجت سودة بنت زمعة وكانت امرأة طويلةً فرأها

عمر ابن الخطاب وھو فی المجلس فقال عرفتك یاسودۃ حرسًا علی ان ینزل الحجاب فانزل اللّٰہ الحجاب

"عروہ ابن زبیر عائشہ سے روایت کرتا ہے۔ عمر ابن خطاب سرورِ کونینؐ سے کہا کرتا تھا کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ میں بٹھائیں لیکن سرورِ کونینؐ ایسا نہ کرتے تھے۔ ازواجِ نبیؐ رات کے رات بیرونِ مدینہ جاتی تھیں۔ سودہ بنت زمعہ کافی قدآور تھیں۔ ایک رات باہر نکلی تو عمر نے اپنی محفل میں بیٹھے ہوئے دیکھ لیا اور کہا: اے سودہ! میں نے تجھے پہچان لیا ہے تاکہ پردہ کا حکم نازل ہو۔ پھر اللہ نے پردہ کا حکم نازل کر دیا"۔

محترم قارئین! یہ دو احادیث ہیں۔ دونوں کا راوی عروہ ابن زبیر ہے۔ جلد سوم، ص ۲۲۱ میں بی بی عائشہ بتا رہی ہیں کہ سودہ رات کو رفع حاجت کے لیے باہر نکلی، عمر نے دیکھ لیا اور بآوازِ بلند پکار کر کہا: او سودہ تو کب تک چھپ سکتی ہے۔ ہم نے تجھے پہچان لیا ہے۔ بیچاری سودہ واپس آ گئی۔

سرورِ کونینؐ میرے گھر تشریف فرما تھے۔ کھانا کھا رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ہڈی تھی۔ سودہ نے آ کر شکوہ کیا کہ آپؐ کے صحابہ نے ہمارا دائرۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ آپؐ پر وحی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب وحی ختم ہو گئی تو آپؐ نے سر اُٹھا کر فرمایا: جاؤ اللہ نے تمہیں ضروریات کے لیے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے۔

چند سوالات

* بی بی نے اپنی اس روایت میں سرورِ کونینؐ کا اپنے گھر تشریف فرما ہونا اور کھانا تناول فرمانا بتایا ہے۔ یہ تو سمجھ میں آنے والی ہے لیکن ہاتھ میں ہڈی کا ہونا اس کی سمجھ نہیں آتی کہ بی بی نے اس کا تذکرہ کیوں کیا؟

* بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ ہڈی کو سرورِ کونینؐ چوس رہے تھے یا یونہی پکڑ رکھی تھی؟
* یہ بھی نہیں بتایا کہ جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے ہڈی رکھ دی یا ہڈی کو پکڑے رکھا؟
* بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اس وحی میں کون سی آیت اُتری تھی؟
* بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ آیت اب بھی قرآن میں موجود ہے یا نہیں؟
* عمر صاحب نے اُم المومنین کو کیوں اس انداز میں پکارا؟
* کیا یہ پکارنے کا انداز شریفانہ ہے؟
* عمر کا کہنا کہ اے سودہ تو چھپ نہیں سکتی کا کیا مطلب ہے؟
* کیا اُم المومنین کے لیے عمر کا یہ اندازِ کلام گستاخی نہیں؟
* کیا سرورِ کونینؐ کی توہین نہیں؟
* کیا عمر کو سرورِ کونینؐ نے نگران مقرر کر رکھا تھا؟
* عمر نے کس حق کی بنیاد پر یہ جسارت کی؟
* عمر کو زوجۂ رسول سے اس انداز میں کلام کرنے کا کیا حق تھا؟
* کسی اور اُم المومنین سے بھی عمر نے اس انداز میں گفتگو کی تھی؟
* اگر کی تھی تو کب اور کس سے؟
* اگر کسی اور سے ایسی گفتگو نہ کی تھی تو صرف اُم المومنین سودہ سے ایسی گفتگو کیوں کی؟
* کہیں اُم المومنین سودہ سے عمر کو ذاتی عداوت تو نہ تھی؟
* اگر ذاتی عداوت نہ تھی تو یہ سب کچھ کیا ہے؟

جلد سوم، نمبر ۱۱۰۷ میں بی بی فرماتی ہے کہ عمر سرورِ کونینؐ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ آپ اپنی عورتوں کو پردہ میں بٹھائیں لیکن سرورِ کونینؐ عمر کی بات نہ مانتے تھے۔ ازواجِ

نبیؐ رات کے رات رفع حاجت کے لیے باہر جاتی تھیں۔ ایک دن اُم المومنین سودہ باہر نکلی تو طویل القامت ہونے کی وجہ سے عمر نے بی بی کو پہچان لیا۔ عمر اپنی کسی محفل میں بیٹھا تھا۔ وہیں سے پکار کر کہا: اے سودہ! میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ عمر کا مقصد یہ تھا کہ پردہ کا حکم نازل ہو، چنانچہ پردہ کا حکم آ گیا۔

چند سوالات

* عمر سرورِ کونین کو ازواج کے پردہ پر کیوں مجبور کرتا تھا؟
* کیا عمر نے اپنے گھر پردہ کو رائج کر دیا تھا؟
* کیا ازواج کا کردار عمر کے لیے باعثِ تشویش تھا؟
* اگر ازواج کا کردار باعثِ تشویش تھا تو سب کا یا کسی ایک کا؟
* خواہ سب کا ہو کسی ایک کا اس کا کوئی ثبوت؟

یہ خیال رہے کہ ہم شیعوں کے ہاں زوجۂ نبیؐ کافرہ یا منافقہ ہو سکتی ہے لیکن بدچلن نہیں ہو سکتی اور ہم شیعہ ہر زوجۂ نبیؐ کی پاک دامنی کا نہ صرف عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ ہر زوجۂ نبی کی پاکدامنی ثابت بھی کرتے ہیں۔

* جب ازواج رات کے رات ہی باہر جاتی تھیں تو عمر کو کیا تکلیف تھی؟
* کیا اس نیت سے توہینِ نبیؐ کرنا کہ توہین کرنے والے کی مرضی کے مطابق اللہ کا حکم نازل ہو، جائز ہے؟
* اگر جائز ہے تو کہاں؟
* اگر جائز نہیں تو عمر کا یہ کرتوت کس گٹھڑی میں بندھے گا؟
* کیا حکم پردہ کے بعد ازواجِ نبیؐ اور ازواجِ اصحاب کا باہر آنا جانا موقوف ہو گیا؟
* اگر موقوف ہو گیا تو ثبوت؟
* اگر موقوف نہیں ہوا تو عمر صاحب کے اُم المومنین سودہ کی توہین کرنے کا کیا جواز رہا؟

* اُمہات المومنین کی عظمت کی قسمیں کھانے والے کہاں سو رہے ہیں؟
* ایک طرف عمر کی توہینِ ازواج ہے دوسری طرف خود عمر کی محبت ہے۔ دیکھیں فیصلہ کس طرف ہو؟
* خلیفۂ برحق کے خلاف جنگِ جمل میں علمِ جنگ بلند کرنے کی بدولت بی بی عائشہ سے شیعوں کے اظہارِ نفرت پر بلبلا اُٹھنے والے ذرا عمر کے سامنے بھی تو آئیں؟

غسل وطہارت

کُل گیارہ احادیث ہیں:

* جلد سوم، نمبر ۱۰۳۴، راوی مسروق
* جلد سوم، نمبر ۲۱۶۱ "
* جلد اول، نمبر ۲۴۵، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۲۴۶، راوی ابوبکر ابن حفص
* جلد اول، نمبر ۲۵۶، راوی قاسم
* جلد اول، نمبر ۲۵۷، "
* جلد اول، نمبر ۲۵۸، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۲۶۷، "
* جلد اول، نمبر ۳۰۳، راوی مجاہد
* جلد اول، نمبر ۲۹۲، راوی اسود
* جلد اول، نمبر ۲۹۹، راوی قاسم

(۳۹) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۹۲، حدیث ۱۰۳۴

عن مسروق عن عائشة قالت صنع النبیؐ شیئًا فرخص فیه فتنزه عنه قوم فبلغ ذٰلك النبیؐ فخطب فحمد اللّٰه

(۴۰) جلد اول، کتاب الغسل، ص۱۷۶، حدیث ۲۴۵

عروہ عن عائشة قالت کنت اغسل انا والنبیؐ من اناء واحد من قدح یقال له الفرق

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ دونوں بیک وقت فرق نامی ٹپ سے غسل کیا کرتے تھے''۔

(۴۱) ابوبکر ابن حفص قالت سمعت ابا سلمة یقول دخلت انا واخو عائشة علی عائشة فسالها اخوها عن غسل رسول اللہ فدعت باناء نحو من صاع فاغتسلت وافاضت علی راسها وبیننا وبینها حجاب

''ابوبکر ابن حفص نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے کہ میں اور بی بی عائشہ کا بھائی بی بی کے پاس گئے۔ بی بی کے بھائی نے بی بی سے غسلِ نبیؐ کا پوچھا تو بی بی نے درمیان میں ایک کپڑا لٹکا دیا اور غسل نبیؐ کر کے دکھایا۔ پہلے سر پر پانی ڈالا۔

(۴۲) جلد اول، کتاب الغسل، ص۱۷۹، حدیث ۲۵۶

قاسم عن عائشة قالت کنت اغسل انا والنبیؐ من اناء واحد تختلف ایدینا

''قاسم بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ ایک ہی برتن سے باری باری ہاتھ ڈال کر غسل کرتے تھے''۔

(۴۳) جلد اول، کتاب الغسل، ص۱۷۹، حدیث ۲۵۷

قاسم عن عائشة قالت کنت انا اغتسل انا والنبیؐ من اناء واحد تختلف ایدینا فیه

"قاسم بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ ایک ہی برتن سے باہم غسل کرتے تھے، ہمارے ہاتھ باری باری پڑتے تھے"۔

(۴۴) جلد اول، کتاب الغسل، ص ۱۷۹، حدیث ۲۵۸

عروہ عن عائشۃ قالت کنت اغتسل اناء والنبیؐ من اناء واحد من جنابۃ

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ غسلِ جنابت باہم ایک ہی برتن سے کرتے تھے"۔

(۴۵) ھشام ابن عروہ عن ابیہ عن عائشۃ قالت کان رسول اللّٰہ اذا اغتسل من الجنابۃ غسل یدیہ وتوضاء وضوء ہ للصلوٰۃ ثم اغتسل ثم تخلل بیدہ شعرہ حتیٰ اذا ظن انّہ قد روی بشرتہ افاض علیہ الماء ثلاث مرات ثم غسل سائر جسدہ قالت وکنت اغسل انا ورسول اللّٰہ من اناء واحد نغرف منہ جمیعًا

"ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جب غسلِ جنابت کرنا چاہتے تو پہلے ہاتھ دھوتے پھر نماز کے لیے وضو کرتے، پھر غسل کرتے، پھر اپنے بالوں کو خلال کرتے، حتیٰ کہ جب گمان ہو جاتا کہ چمڑا سیراب ہو چکا ہے تو تین مرتبہ پانی ڈالتے پھر تمام جسم دھو لیتے۔ بی بی فرماتی ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ ایک ہی برتن سے بیک وقت غسل کرتے تھے اور بیک وقت چلو سے پانی لیتے تھے"۔

(۴۶) جلداول، کتاب الحیض، ص ۱۹۳، حدیث ۳۰۳

عن مجاھد قال قالت عائشة ما کان لاحدینا الاثوب واحد تحیض فیه فاذا اصابه شئی من دم قالت بریقھا فمصعه بظفرھا

''مجاہد بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہمارے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا اگر خونِ حیض اس کپڑا پر لگ جاتا تو ہم اس پر تھوک کر ناخن سے مَل ڈالتی تھیں''۔

(۴۷) جلداول، کتاب الحیض، ص ۱۹۰، حدیث ۲۹۲

اسود عن عائشة قالت کنت اغتسل انا والنبیؐ من اناء واحد کلانا جنب وکان یامرنی فاتزر فیباشرنی وانا حائض وکان یخرج رأسه الی وھو معتکف فاغسله وانا حائض

''اسود بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جبکہ ہم دونوں بحالت جنابت ہوتے تھے۔ آپ سرورِ کونینؐ حالتِ حیض میں مجھے حکم دیتے میں چادر ڈالتی پھر مجھ سے مباشرت کرتے۔ سرورِ کونینؐ جب اعتکاف میں ہوتے مسجد سے سر باہر نکالتے اور میں حالتِ حیض اسے دھو ڈالتی''۔

(۴۸) جلداوّل، کتاب الحیض، ص ۱۹۲، حدیث ۲۹۹

قاسم عن ابیه عن عائشة قالت کانت احدینا تحیض ثم تقترض الدم من ثوبھا عند طھرھا فتغسله وتنضح علی سائرہ ثم تصلی فیه

"قاسم اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب ہم میں سے کسی کو حیض آتا تو ختم ہونے کے بعد خون کو کپڑے سے الگ کر کے دھو لیتے اور باقی کپڑے پر پانی چھڑک کر اسی میں نماز پڑھتے"۔

محترم قارئین! یہ گیارہ احادیث ہیں:

- جلد سوم، نمبر ۱۰۳۴ اور ۲۱۶۱، ان دو کا تعلق صحابہ کی سرورِ کونینؐ کی اقتداء نہ کرنے سے تعلق ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۴۶ میں اُم المومنین عائشہ اپنے بھائی اور دوسرے شخص کو عملی طور پر غسل رسول کر کے دکھاتی ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۴۵، ۲۵۶، ۲۵۸ اور ۲۶۷ میں بی بی عائشہ اور سرورِ کونینؐ باہمی پیار و محبت کا اختتامی مظاہرہ کرتے ہوئے، باہم مل کر ایک وقت میں ایک برتن سے غسل فرماتے ہیں۔
- جلد اول، نمبر ۳۰۳ میں اُم المومنین عائشہ نجس کپڑے کو تھوک سے پاک کرنے کا طریقہ بتاتی ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۹۲ تین مسائل ہیں: داستان محبت کا آخری مظاہرہ ایک برتن سے باہم مل کر غسل، حالت حیض میں مباشرت، حالتِ حیض میں سرورِ کونینؐ کا سر دھونا۔
- جلد اول، نمبر ۲۹۹ کپڑے کی تطہیر کا طریقہ بتایا گیا ہے۔
- جلد سوم، نمبر ۱۰۳۴ اور ۲۱۶۱ کا راوی مسروق ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۴۶ کا راوی ابوبکر ابن حفص ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۴۵، نمبر ۲۵۸ اور ۲۶۷ کا راوی عروہ ابن زبیر ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۵۶ اور نمبر ۲۵۷ کا راوی قاسم ہے۔

* جلد اول، نمبر ۳۰۲ کا راوی مجاہد ہے۔
* جلد اول، نمبر ۲۹۲ کا راوی اسود ہے۔
* جلد اول، نمبر ۲۹۹ کا راوی قاسم ہے۔

جلد سوم، نمبر ۱۰۳۴ اور ۲۱۶۱ میں تکرار ہے۔ گویا یہ ایک حدیث ہے۔ اس میں بی بی عائشہ بتانا چاہتی ہے کہ صحابہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو نہ تو سرورِ کونینؐ کو عالم باللہ سمجھتے تھے اور نہ ہی آپ کو خوفِ خدا رکھنے والا سمجھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ایسے لوگ صرف انھی کاموں میں آپ کی اقتداء کرتے تھے جنھیں ان کی اپنی فکرِ خام قبول کرتی تھی۔

* کتنا ہی اچھا ہوتا اگر بی بی عائشہ اس کام کا تذکرہ بھی فرما دیتیں جس سے کچھ صحابہ اجتناب کرتے تھے اور ان تمام صحابہ یا بعض کے نام بھی بتا دیتی جو آپ کی اقتداء نہیں کرتے تھے تاکہ کم از کم آنحضورؐ کے بعد ایسے صحابہ پر کڑی نظر رکھی جاتی۔ ان سے تمام اُمت مسلمہ کو خبردار کیا جاتا۔
* کیونکہ جو لوگ آپ کی زندگی میں آپ کی اقتداء سے جی چراتے تھے۔ خدا معلوم آپ کے بعد ان لوگوں نے اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا؟
* بہرحال بقول اُم المومنین عائشہ کے ایسے افراد خود سرورِ کونینؐ کی صحبت میں موجود ضرور تھے جو ہر کام میں آنحضورؐ کی اقتداء کو ضروری نہ سمجھتے تھے۔
* ہوسکتا ہے ان لوگوں نے سرورِ کونینؐ کو نبی ماننے کے بجائے ایک دنیاوی حکمران سمجھا ہو اور اپنے مخصوص مفادات کے پیشِ نظر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہوں۔
* خدا معلوم بقول سوادِ اعظم اُم المومنین عائشہ نے ایسے کج فکر لوگوں کے نام کیوں پردۂ خفا میں رکھے؟
* جلد اول، نمبر ۲۴۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸ اور ۲۶۷ میں اُم المومنین عائشہ حسبِ ذیل دو باتیں بتانا چاہتی ہے۔

۱- سرورِ کونینؐ کی بی بی سے بے پناہ محبت

۲- میاں بیوی کا باہم مل کر غسلِ جنابت کرنے کا جواز۔

جہاں تک سرورِ کونینؐ کا بے پناہ محبت کا تعلق ہے وہ تو آپ نظامِ مصطفیٰؑ جلد اول میں بی بی کی اس وقت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں جس میں بی بی دمِ آخر اپنے بھانجے عبداللہ ابن زبیر کو وصیت کرتی ہے کہ مجھے روضۂ رسولؐ میں دفن نہ کرنا، میں وہاں پاک نہیں ہوسکوں گی۔

رہا میاں بیوی کا باہم مل کر ایک برتن سے بیک وقت غسل جنابت کرنے کا جواز، اگرچہ جائز ہے لیکن سرورِ کونینؐ کی عظمت نبویہ اور شرافتِ نفس کے پیش نظر یہ بات انتہائی انہونی سی نظر آتی ہے کہ سرورِ کونینؐ کسی عیاش منش انسان کی طرح کوئی کام کریں۔

آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ جب ایسا فعل ہم اپنے لیے گوارا نہیں کر سکتے تو سرورِ کونینؐ کیوں ایسی پست حرکت فرما سکتے ہیں۔

ہاں ایک بات سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ بی بی اس قسم کے بیان دے کر اپنی محبت کا اظہار تو کر رہی ہیں لیکن بی بی نے عظمت نبویہ کو بھی اسی ترازو میں تولنے کی کوشش کی ہے جس میں ایک بازاری انسان کو تولا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بی بی عقیدتاً سرورِ کونینؐ کو عرب کا ایک حکمران سمجھتی ہے۔ اگر بی بی کے ذہن میں سرورِ کونینؐ کی رسالت کا تصور ہوتا تو سرورِ کونینؐ سے ایسی باتیں منسوب نہ کرتی جو ایک عام آدمی بھی نہیں کرتا۔

اب آیئے اُم المومنین عائشہ نے اس سے ایک قدم اور آگے بڑھا کر محبت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ یہ ہے جلد اوّل، نمبر ۳۰۳، نمبر ۲۶۹ اور ۲۹۹۔

جلد اول، نمبر ۳۰۳ میں عورت کا ماہانہ خون کا ایک سبق ہے۔ سبق یہ ہے کہ جب

کبھی ہم میں سے کسی کا خون اس کے کپڑے پر لگ جاتا تو وہ اپنے کپڑے پر تھوکتی اور پھر ناخن سے رگڑ دیتی۔

یہ بتا بھی کسی عورت کو نہیں رہی بلکہ ایک مجاہد نامی صحابی کو بتاتی ہیں۔ ممکن ہے مجاہد نے پوچھا ہو یا بی بی اپنے روزمرہ کے معمولات کے مطابق درس دے رہی ہوں۔ اگر ماہواری کے خون کو تھوک کر، ناخن سے رگڑ کر پاک کرنا اسلامی طہارت کے منہ پر طمانچہ نہیں تو شیعوں کو کافر کہنے والے بتائیں کہ وہ بھی اپنے گھروں میں اسی طہارت کا سبق دیتے ہیں۔

عقل سلیم رکھنے والا کوئی انسان اس قسم کی طہارت کو انسانیت کی توہین کے علاوہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ آخر کافی سے زیادہ لوگ بی بی کے پاس اسلام سیکھنے کی خاطر آتے ہوں گے اور جب وہ طہارت کے سلسلہ میں ایسے سبق لے کے جاتے ہوں گے تو وہ راستہ ہی میں فیصلہ کر لیتے ہوں گے کہ اس اسلام سے تو ہمارا کفر ہی بھلا جس میں کم از کم ماہواری کے خون کو ناخنوں سے تو نہیں رگڑا جاتا۔

جلد اول، نمبر ۲۹۲ کو ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمالیں۔ اُم المومنین عائشہ بتا رہی ہے کہ جب میں مبتلائے ماہواری ہوتی تو سرورِ کونین مجھے حکم دیتے، میں چادر اوڑھ لیتی پھر مجھ سے مباشرت کرتے۔ حالتِ اعتکاف میں آپؐ مسجد سے سر باہر نکالتے اور میں بحالت ماہواری سرورِ کونینؐ کا سر دھوتی۔

اگرچہ ان بیانات سے بی بی کا مقصد صرف اور صرف یہ بتانا ہے کہ سرورِ کونینؐ کو مجھ سے بے پناہ محبت تھی حتیٰ کہ ماہواری کے ایام میں بھی مجھ سے جدا نہیں ہوتے تھے اور ایامِ اعتکاف میں بھی میں ہی آپؐ کی سیوا کرتی تھی۔

لیکن مقامِ فکر یہ ہے کہ اسود کو یہ باتیں بتانے سے کیا حاصل۔ بحالتِ ماہواری مباشرت کا تذکرہ خدا معلوم کس مصلحت سے کیا ہے، ہمیں معلوم ہے کہ مباشرت کا لغوی

معنی جسم کو جسم سے مس کرنا ہوتا ہے لیکن اصطلاحاً مباشرت کا لفظ صرف اور صرف میاں بیوی کی اس مخصوص حیثیت سے متعلق ہے جس کے بعد اگر بیوی صحت مند ہو تو نتیجہ گود ہری ہونے کی صورت میں نکلتا ہے۔ اگر مباشرت کا لفظ بی بی نے دوسرے معنی میں استعمال نہیں کیا اور لغوی معنی میں استعمال کیا ہے تو میری طرف سے سوادِ اعظم کے ہر مکتبِ فکر کو دعوتِ عام ہے کہ وہ سب مل کر یا ان میں سے کوئی ایک، مباشرت کا لفظ اپنے لیے بھی استعمال کر کے دکھائے۔ اپنی بیٹی، ماں یا بہن میں سے کسی کو گلے لگا کر، ببانگِ دہل صرف اتنا کہہ دے، میں نے ماں سے مباشرت کی ہے۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی شریف النفس عربی سے واقف یہ فقرہ ادا کرنے کی جسارت نہیں کرے گا کیونکہ جسے بھی مباشرت کا معنی معلوم ہے وہ ایسی بے حیائی کا مظاہرہ کبھی نہیں کرے گا۔

اس پس منظر میں، مَیں قارئین سے انصاف کی توقع کروں گا کہ ایسے الفاظ جو علمائے کرام اپنے لیے پسند نہیں کرتے، وہی الفاظ سرورِ کونینؐ کے لیے کیوں پسند کرتے ہیں۔ ایسی کتاب جو سرورِ کونینؐ کے تقدس کو پامال کرنے کا تصور پیدا کرے، کو کیوں قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں اور ایسی بیوی جو اپنے عظیم شوہر سے ایسے امور منسوب کرے جنہیں کوئی پست اخلاق شخص بھی قبول کرنے پر تیار نہ ہو، کو کیوں اپنا ہیرو سمجھتے ہیں۔

آخر میں جلد اول، نمبر ۲۴۶ بھی ملاحظہ فرما لیں جس میں بی بی شرعی حدود تو بجائے خود اخلاقی حدود سے بھی آگے بڑھ چکی ہیں۔ ابوبکر ابن حفص راوی ہیں۔ ابوسلمہ ابوبکر ابن حفص کو اپنا چشم دید واقعہ سناتا ہے۔ ابوسلمہ کہتا ہے کہ میں اُم المومنین عائشہ کے ایک بھائی کے ساتھ بی بی کے پاس گیا۔ بی بی کے بھائی نے بی بی سے غسل سرورِ کونینؐ کے متعلق پوچھا۔ بی بی فوراً اُٹھی۔ ہمارے اور اپنے درمیان ایک کپڑا لٹکایا اور غسل کر کے دکھانے لگی۔

محترم دوستو! بات سوچنے کی یہ ہے کہ جنھیں غسل رسول کر کے دکھایا جا رہا ہے وہ دونوں مرد ہیں۔ کپڑے کو اتنا پتلا ہونا چاہیے کہ اس سے کچھ نظر آئے۔ اگر نظر نہ آئے تو پھر کر کے دکھانے کا فائدہ ہی نہیں۔ دیکھنے والا ایک تو بھائی ہے لیکن دوسرا کوئی غیر محرم اجنبی ہے۔

اب بھلا آپ ہی بتایئے یہ دین کی تبلیغ ہے یا اسلام کی خدمت ہے۔ کیا ساتھ دوسروں کو بھی لے ڈوبنا اور توہینِ سرورِ کونینؐ ہے۔ اگر ہمارے بھائیوں کو اصرار ہو کہ بی بی نے بالکل درست اور اسلام کے مطابق کیا ہے تو کبھی اپنی بیوی سے بھی کہہ دیں کہ وہ طریقۂ غسل نامحرموں کو دکھا کر سکھا دیں۔ نہ تو سرورِ کونینؐ نے کبھی ایسا کیا تھا تا کہ اسے سنتِ رسول کہا جا سکے، نہ اور کسی صحابی نے ایسا کیا تھا تا کہ اتباعِ صحابہ کا نام دیا جا سکے اور نہ قرآن نے ایسا حکم دیا ہے تا کہ اطاعتِ قرآن کہا جا سکے۔ جب ان تین صورتوں میں سے کوئی بھی نہیں تو بی بی کے اس عمل کا کیا کیا جائے گا۔

فیصلہ: سرورِ کونینؐ کی حکم عدولی کا تذکرہ

سرورِ کونینؐ کے اظہارِ محبت میں شرعی اور اخلاقی حدود کی پرواہ نہ کرنا، ماہواری کے خون پر تھوکنا اور ناخن سے رگڑنا، سرورِ کونینؐ کی بحالتِ ماہواری مباشرت کا بتانا اور بھائی کے ساتھ آنے والے نامحرم کو غسل کر کے دکھانا۔

ان میں سے کوئی عمل بھی ایسا نہیں ہے جسے کوئی شریف اور غیور مسلمان، اطاعت قرآن کہہ سکے یا سنتِ رسول بتا سکے یا اتباعِ صحابہ کا نام دے سکے۔

بنابریں: بآسانی یہ کہا جا سکتا ہے کہ بی بی سرورِ کونینؐ کے گھر بیٹھ کر سرورِ کونینؐ کے مشن کے خلاف پرچار کرتی رہی۔ باہر رہنے والے یہ کام نہیں کر سکتے تھے جو گھر میں بیٹھ کر بی بی نے سرانجام دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فتحِ مکہ کے مسلمان بی بی سے ہمیشہ راضی رہے۔

حلالی یا حرامی

کُل چودہ احادیث ہیں:

- ❊ جلد اول، نمبر ۱۹۱۶، راوی عروہ
- ❊ جلد اول، نمبر ۲۰۶۶ "
- ❊ جلد اول، نمبر ۲۲۴۸ "
- ❊ جلد اول، نمبر ۲۳۵۴ "
- ❊ جلد اول، نمبر ۲۵۱۲، راوی عمرہ بنت عبدالرحمٰن
- ❊ جلد دوم، نمبر ۱۸، راوی عروہ
- ❊ جلد دوم، نمبر ۱۴۳۹ "
- ❊ جلد سوم، نمبر ۱۶۷۰ "
- ❊ جلد سوم، نمبر ۱۷۲۰ "
- ❊ جلد سوم، نمبر ۲۰۵۰ "
- ❊ جلد دوم، نمبر ۷۶۷ "
- ❊ جلد دوم، نمبر ۹۲۳ "
- ❊ جلد سوم، نمبر ۱۶۷۴ "
- ❊ جلد سوم، نمبر ۱۶۷۵ "

(۴۹) جلد اول، کتاب البیوع، ص ۷۲۴، حدیث ۱۹۱۶

عروة ابن الزبير عن عائشة قالت كان عتبة ابن ابی وقاص اوصى ان ابن وليدة زمعة منی فاقبضه قالت فلما كان عام الفتح اخذه سعد ابن ابی وقاص وقال ابن اخی عهد الی فيه فقال عبد ابن زمعه ، فقال اخی

وابن وليدة ابي ولد علي فراشه ، فتساوقا الى النبیؐ فقال سعد يارسول الله ابن اخي ، كان قد عهد الي فيه فقال عبد ابن زمعة اخي وابن وليدة ابي ولد على فراشه فقال رسول الله هو لك يا عبد ابن زمعة ثم قال النبیؐ الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال للسودة بنت زمعة زوج النبیؐ احتجبي فيه لما رأى من شبهه بعتبة فما رأها حتى لقى الله

عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے مرتے وقت اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص کو یہ وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی کا بیٹا میرے نطفے سے ہے۔ اس کو لے لیجئو۔ بی بی کہتی ہے: جس سال مکہ فتح ہوا۔ سعد نے اس بچے کو لے لیا اور کہنے لگے: یہ میرے بھائی کا بچہ ہے، میرے باپ کی حفاظت میں پیدا ہوا۔ آخر دونوں لڑتے جھگڑتے آنحضرتؐ کے پاس آئے۔

سعد نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ میرے بھائی کا بچہ ہے۔ اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ اس کو لے لینا۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور باپ کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے اس کے بچھونے پر۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا: عبد یہ بچہ تجھ کو ملے گا۔ اس کے بعد فرمایا: بچہ اسی کا ہوتا ہے جو جائز شوہر یا مالک ہو اور حرام کار کو پتھر سے سزا ملے گی۔ لیکن اُم المومنین جو زمعہ کی بیٹی اور آنحضرتؐ کی بیوی تھی تم اس سے پردہ کرتی رہنا کیونکہ آپ نے دیکھا اس بچے

کی صورت عتبہ سے ملتی تھی۔ سو اس نے حضرت سودہ کو مرتے تک نہ دیکھا"۔

(۵۰) جلد اول، کتاب البیوع، ص ۷۶۸، حدیث ۲۰۶۶

عروة عن عائشة انها قالت اختصم سعد ابن ابی وقاص و عبد ابن زمعه فی غلام فقال سعد هذا یارسول الله ابن اخی عتبة ابن ابی وقاص عهد الی انه انبه انظر الی شبهه وقال عبد ابن زمعه هذا اخی یارسول الله ولد علی فراش ابی من ولیدته فنظر رسول الله الی شبهه فرأی شبها بیناً بعتبة فقال یاعبد ، الولد للفراش وللعاهر الحجر واحتجبی منه یاسودة بنت زمعه فلم تره سودة قط

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سعد ابن ابی وقاص اور عبد ابن زمعہ کا ایک بچے میں جھگڑا تھا، سعد کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ بچہ چونکہ میرے بھائی عتبہ سے مشابہت رکھتا ہے، لہٰذا یہ میرا بھتیجا ہے اور اسے میں لے جاؤں گا۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: قبلہ! یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کے گھر اس کی کنیز سے پیدا ہوا ہے۔ آپ نے اس بچے کی صورت کو دیکھا تو اس میں عتبہ کی واضح مماثلت تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اے عبد! بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر ہوا ہے، زانی کا حق سنگسار ہوتا ہے، ہاں اے سودہ تو اس سے پردہ کیا کر، پھر سودہ نے اسے کبھی نہ دیکھا"۔

(۵۱) جلد اول، کتاب الخصومات، ص ۸۳۴، حدیث ۲۲۴۸

عروة عن عائشة ان عبد ابن زمعه وسعد ابن ابی

وقاص اختصما الی النبیؐ فی ابن زمعة ابن امة زمعة (قال) سعد یارسول اللّٰہ اوصانی اخی اذا قدمت ان اقبض ابن امة زمعة فاقبضه فانه ابنی قال عبد ابن زمعة اخی وابن امة ابی ولد علی فراش ابی فرأی النبیؐ شبهًا نینًا فقال هو لك یاعبد ابن زمعة الولد للفراش واحتجبی منه یاسودة

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عبد ابن زمعہ اور سعد ابن وقاص نے سرورِ کونینؐ کے پاس زمعہ کی ایک کنیز کے بیٹے کا نزاع پیش کیا۔ سعد نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے بھائی نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب مکہ جانا تو ابن زمعہ کو دیکھ کر اسے لے لینا وہ میرا بیٹا ہے۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھائی ہے۔ زمعہ کی کنیز کا بیٹا ہے اور زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ سرورِ کونینؐ کو ابن زمعہ میں عتبہ سے واضح مماثلت نظر آئی۔ فرمایا: اے یہ تیرا بھائی ہے بچہ صاحبِ فراش کا ہوتا ہے۔ ہاں اے سودہ تو اس سے پردہ کیا کر''۔

(۵۴) جلد اول، کتاب العتق، ص ۸۷۲، حدیث ۲۳۵۴

عروة ابن الزبیر ان عائشة قالت ان عتبة ابن ابی وقاص عهد الی اخیه سعد ابن ابی وقاص ان تقبض الیه ابن ولیدة زمعة قال عتبة انّه ابنی فلما قدم رسول اللّٰہ زمن الفتح اخذ سعد ابن ولیدة زمعة فاقبل به الی رسول اللّٰہ واقبل معه بعبد ابن زمعة:

فقال سعد یارسول اللّٰہ ھذا ابن اخی عھد الی انّه انبه فقال عبد ابن زمعة یارسول اللّٰہ ھذا اخی ابن ولیدة زمعة ولد علی فراشه فنظر رسول اللّٰہ الی ابن ولیدة زمعة فاذا ھوا شبه الناس به فقال رسول اللّٰہ ھو لك یاعبد ابن زمعة من اجل انّه ولد علی فراش ابیه قال رسول اللّٰہ احتجبی منه یاسودة بنت زمعة مما رأی من شبهه بعتبة وکانت سودة زوج النبیؐ

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص کو وصیت کی کہ زمعہ کی کنیز کا لڑکا میرا ہے، اسے لے لینا۔ جب سرورِ کونینؐ فتح مکہ کے بعد تشریف لائے۔ سعد نے زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو پکڑ لیا اور سرورِ کونینؐ کے پاس لے آیا۔ عبد ابن زمعہ بھی ساتھ چلا آیا۔ سعد نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے میرے بھائی نے وصیت کی تھی کہ زمعہ کی کنیز کا لڑکا میرا ہے لہٰذا یہ میرا بھتیجا ہے۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ سرورِ کونینؐ نے زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو دیکھا تو تمام لوگوں کی نسبت عتبہ سے زیادہ مشابہہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اے عبد یہ تیرا بھائی ہے کیونکہ تیرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ پھر سودۃ بنت زمعہ سے فرمایا کہ تو اس سے پورا پردہ کیا کر کیونکہ آپؐ نے اس میں عتبہ کی مماثلت دیکھی تھی اور سودہ زوجہ سرورِ کونینؐ تھی۔

۵۳ جلد اول، کتاب الصلح، ص ۹۳۷، حدیث ۲۵۱۲

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن قالت سمعت عائشة تقول سمع رسول اللّٰہ صوت خصوم بالباب عالیة اصواتھما واذا احدھما یستوضع الاخرہ یسترفقه فی شئی وھو یقول واللّٰہ لا افعل ، فخرج علیھما رسول اللّٰہ فقال این المتعالی علی اللّٰہ لا یفعل المعروف فقال انا یارسول اللّٰہ وله اھی ذٰلك احب

"عمرہ بنت عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتی ہے کہ سرورِ کونینؐ نے دروازہ پر دو جھگڑنے والوں کی انتہائی بلند آواز سنی۔ ایک دوسرے سے رحم، نرمی اور ترس کی بات کر رہا تھا جب کہ دوسرا قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ سرورِ کونینؐ ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ کون ہے جو اللہ سے بھی بڑا بن رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں نیکی کا کام نہ کروں گا۔ اس شخص نے کہا: میں تھا یارسولؐ اللہ! اب میرا ساتھی جو چاہے میں اسے معاف کر دیتا ہوں"۔

۵۴ جلد دوم، کتاب الوصایا، ص ۴۱، حدیث ۱۸

عروۃ ابن الزبیر عن عائشة قالت کان عتبة ابن ابی وقاص عھد الی اخیه سعد ابن ابی وقاص ان ابن ولیدۃ زمعة منی فاقبضه ایلك – فلما کان عامر الفتح اخذ سعد فقال ابن اخی – قد کان عھد الی فیه فقام عبد ابن زمعة فقال اخی و ابن امة ابی ولد علی فراشه

فتساوقا الی رسول اللّٰہ – فقال سعد یارسول اللّٰہ ابن اخی کان عھد الی فیہ – فقال عبد ابن زمعۃ اخی و ابن ولیدۃ ابی – فقال رسول اللّٰہ ھو لك یاعبد ابن زمعۃ الولد للفراش وللعاھرا الحجر – ثم قال یاسودۃ احتجبی منہ لما رأی من شبھہ بعتبۃ فما رأھا حتٰی لقی اللّٰہ

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی کنیز کا بیٹا میرا ہے، اسے لے لینا۔ جب فتح مکہ ہوا تو سعد نے اس بچے پر قبضہ کرلیا اور کہا: یہ میرا بھتیجا ہے، اس نے مجھے وصیت کی تھی۔ عبد ابن زمعہ اُٹھا، اس نے کہا یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، دونوں یہ جھگڑا سرورِ کونینؐ کے پاس لائے۔ سعد نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے، میرے بھائی نے مجھے وصیت کی تھی۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عبد ابن زمعہ! یہ تیرا بھائی ہے، بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے اور زانی سنگسار ہوتا ہے۔ پھر سودہ سے فرمایا کہ تو اس سے پردہ کیا کر۔ کیونکہ آپ کو بچہ میں عتبہ کی مشابہت نظر آتی تھی۔ اس کے بعد اس بچہ نے کبھی سودہ کو نہ دیکھا''۔

(۵۵) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۳۶، حدیث ۱۴۳۹

عروۃ ابن الزبیر ان عائشۃ قالت کان عتبۃ ابن ابی

وقاص عهد الی اخيه سعد ان يقبض ابن وليدة زمعة فاقبل به الی رسول الله واقبل معه عبد ابن زمعة فقال سعد ابن ابی وقاص هذا ابن اخی عهد الی انه ابنه ، قال عبد ابن زمعة يارسول الله هذا اخی ، هذا ابن زمعه ولد علی فراشه فنظر رسول الله الی ابن وليدة زمعة فاذا اشبه الناس بعتبة ابن ابی وقاص فقال رسول الله هو لك هو اخوك ، يا عبد ابن زمعة من اجل انه ولد علی فراشه وقال رسول الله احتجبی منه ياسودة لما رأی من شبهه عتبة ابن ابی وقاص قال ابن شهاب قالت عائشة قال رسول الله: الولد للفراش وللعاهر الحجر

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی کنیز کا بیٹا میرا ہے، اسے لے لینا۔ جب سرورِ کونینؐ فتحِ مکہ کے وقت مکہ میں آئے تو سعد نے زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو پکڑ لیا اور سرورِ کونینؐ کے پاس آیا۔ عبد ابن زمعہ بھی سعد کے ساتھ چلا آیا۔ سعد ابن ابی وقاص نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے، مجھے میرے بھائی نے وصیت کی تھی۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھائی ہے، زمعہ کا بیٹا ہے۔ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ سرورِ کونینؐ نے زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو دیکھا تو وہ تمام لوگوں کی نسبت عتبہ سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔ سرورِ کونینؐ

ثم قال ما بال اقوام یتنزھون عن الشیئی اصنعه فواللّٰه انی لاعلمھم باللّٰه واشدھم له خشیةً

''مسروق بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے کوئی کام کیا اور دوسروں کو کرنے کی اجازت بھی دے دی لیکن بعض لوگوں نے کام نہ کیا جب آپؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے، حمدِ خدا بجالانے کے بعد فرمایا:

لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ میں ایک کام کرتا ہوں لیکن وہ نہیں کرتے۔ بخدا میں تمام لوگوں کی نسبت اللہ کو زیادہ جاننے والا اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں''۔

(۳۹) جلد سوم، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۸۱۷، حدیث ۲۱۶۱

عن مسروق قال قالت عائشة صنع النبیؐ شیئًا فرخص وتنزه عنه قوم فبلغ ذٰلك النبیؐ فحمداللّٰه ثم قال ما بال اقوام یتنزھون عن الشیئی اصنعه فواللّٰه انی اعلمھم باللّٰه واشدھم له خشیةً

''مسروق بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے کوئی کام کیا اور دوسروں کو وہ کام کرنے کی اجازت دے دی لیکن ایک گروہ نے وہ کام نہ کیا۔ آپؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے خطبہ میں حمد باری کے بعد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ کام نہیں کرتے جو میں نے کیا ہے۔ بخدا ان تمام کی نسبت اللہ کو میں زیادہ جانتا ہوں اور زیادہ ڈرتا ہوں''۔

نے عبد سے فرمایا: یہ تیرا ہے، تیرا بھائی ہے اس لیے کہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور آپ نے سودہ سے فرمایا کہ اس سے پردہ کیا کر، کیونکہ اس میں عتبہ ابن ابی وقاص کی مشابہت تھی۔ ابن شہاب کہتا ہے کہ بی بی عائشہ نے فرمایا: سرورِ کونینؐ نے فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے اور زانی کو پتھر لگتے ہیں''۔

(۵۶) جلد سوم، کتاب الفرائض، ص ۶۱۶، حدیث ۱۶۷۰

عروة عن عائشة انها قالت اختصم سعد ابن ابی وقاص و عبد ابن زمعة فی غلام فقال سعد هذا یا رسول الله ابن اخی عتبة ابن ابی وقاص عهد الی انه ابنه انظر الی شبهه وقال عبد ابن زمعة هذا اخی یارسول الله ولد علی فراش ابی من ولیدته فنظر رسول الله الی شبهه فرای شبها بینا بعتبة فقال هو لك یا عبد الولد للفراش وللعاهر الحجر ، واحتجبی منه یاسودة بنت زمعة قالت فلم یرسودة قط

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سعد ابن ابی وقاص اور عبد ابن زمعہ کا ایک لڑکے کا جھگڑا تھا۔ سعد نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے، آپ اس کی مشابہت ملاحظہ فرمائیں۔ عتبہ میرے بھائی نے وصیت کی تھی۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھائی ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے۔ سرورِ کونینؐ نے اس بچے کی مماثلت دیکھی تو عتبہ سے ملتی تھی، پھر فرمایا: اے عبد! یہ تیرا ہے،

بچہ صاحبِ فراش کا ہوتا ہے اور زانی کو پتھر ملتے ہیں۔ اے سودہ بنت زمعہ! تو اس سے پردہ کیا کر۔ بی بی کہتی ہے کہ پھر سودہ کو اس نے کبھی نہ دیکھا"۔

(۵۷) جلد سوم، کتاب المحاربین، ص ۶۳۲، حدیث ۱۷۲۰

عروہ عن عائشة قالت اختصم سعد وابن زمعة فقال النبیؐ هو لك یا عبد ابن زمعة الولد للفراش واحتجبی منه یاسودة

"عروہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سعد اور ابن زمعہ کا جھگڑا تھا۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عبد ابن زمعہ بچہ تیرا ہے، بچہ صاحبِ فراش کا ہوتا ہے اور اے سودہ تو اس سے پردہ کیا کر"۔

(۵۸) جلد سوم، کتاب الاحکام، ص ۷۷۴، حدیث ۲۰۵۰

عروة ابن الزبیر عن عائشة زوج النبیؐ انها قالت كان عتبة ابن ابی وقاص عهد الی اخیه سعد ابن ابی وقاص ان ابن ولیدة زمعة منی فاقبضه ایلك فلما كان عام الفتح اخذه سعد ، فقام الیه عبد ابن زمعة فقال اخی و ابن ولیدة ابی ولد فراشه فتساوقا الی رسول الله ، فقال سعد یارسول الله ابن اخی كان عهد الی فیه وقال عبد ابن زمعة اخی وابن ولیدة ابی ولد علی فراشه فقال رسول الله هو لك یا عبد ابن زمعة ثم قال رسول الله الولد للفراش وللعاهر الحجر، ثم قال لسودة بنت زمعة احتجبی منه لما رای من شبهه بعتبة فما رأها حتی لقی الله تعالی

"عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی کنیز کا بیٹا میرا ہے، اسے لے لینا۔ جب مکہ فتح ہوا تو سعد نے وہ بچہ لے لیا۔ عبد ابن زمعہ اٹھا اور اس نے کہا: یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ دونوں اپنا جھگڑا سرورِ کونینؐ کے پاس لائے۔ سعد نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے، میرے بھائی نے مجھے وصیت کی تھی۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے، میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عبد ابن زمعہ! یہ تیرا بھائی ہے۔ پھر فرمایا: بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے اور زانی کو پتھر لگتے ہیں۔ پھر سودہ سے فرمایا: اس سے پردہ کیا کر، کیونکہ آپ نے اس بچہ میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی۔ پھر اس بچہ نے سودہ کو کبھی نہ دیکھا تھا۔"

(۵۹) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۳۴۴، حدیث ۷۶۷

عروہ عن عائشۃ ان رسول اللّٰہ دخل علیھا مسرورًا برق اساریر وجھہ، قال الم تسمعی ما قال المدلجی لزید واسامۃ ورأی اقدامھما ان بعض ھذہ الاقدام من بعض

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ میرے پاس آئے خوشی سے آپ کا چہرہ چمک رہا تھا۔ مجھے فرمایا کہ تو نے وہ نہیں سنا جو ایک قیافہ شناس نے زید اور اسامہ کے متعلق فرمایا ہے۔ اس نے ان دونوں کے پاؤں دیکھے اور کہا کہ یہ دونوں قدم ایک دوسرے سے ہیں"۔

(۹۰) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۱۱، حدیث ۹۲۳

عروہ عن عائشۃ قالت دخل علی قائف والنبی شاھد واسامۃ ابن زید و زید ابن حارثہ مضطجعان فقال ان ھذہ الاقدام بعضھا من بعض قال فسر بذلک النبیؐ واعجبہ فاخبرہ بہ عائشۃ

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میرے پاس ایک قیافہ شناس آیا۔ سرورِ کونینؐ دیکھ رہے تھے اسامہ ابن زید اور زید بن حارثہ دونوں لیٹے ہوئے تھے، قیافہ شناس نے کہا: یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں۔ سرورِ کونینؐ خوش ہوگئے، پھر آپؐ نے مجھے بھی بتایا''۔

(۹۱) جلد سوم، کتاب الفرائض، ص ۶۱۷، حدیث ۱۶۷۴

عروہ عن عائشۃ قالت ان رسول اللہ دخل علی مسرورًا تبرق اساریر وجھہ فقال الم تری ان مجززًا نظر انفا الی زید ابن حارثۃ واثامہ ابن زید فقال ان ھذہ الاقدام بعضھا من بعض

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ ہشاش بشاش چہرہ کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تو نے نہیں دیکھا کہ مجزز نے ابھی ابھی زید ابن حارثہ اور اسامہ ابن زید کو دیکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں''۔

(۹۲) جلد سوم، کتاب الفرائض، ص ۶۱۷، حدیث ۱۶۷۵

عروۃ عن عائشۃ قالت دخل علی رسول اللہ ذات یوم

مسرورًا فقال یاعائشة الم تری ان مجززًا لمدلجی
دخل فرأی اسامة و زید او علیهما قطیفة قد غطیا
رؤسهما وبدت اقدامهما فقال ان هذه الاقدام بعضها
من بعض

''عروہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ایک دن سرورِ کونینؐ خوشی
خوشی میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا تو
دیکھتی نہیں کہ مجزز قیافہ شناس آیا۔ اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا،
دونوں نے اپنے سروں کو چادروں سے ڈھانپ رکھا تھا اور پاؤں
کھلے تھے، انھوں نے کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں''۔

محترم قارئین! یہ چودہ احادیث ہیں جن دو صحابیوں کے حلالی یا حرامی ہونے کا ذکر ہے۔ معاملہ بہت نازک ہے اور کھیر بہت ٹیڑھی ہے، خصوصاً معاملہ اسامہ ابن زید، زید ابن حارثہ کا بہت پیچیدہ ہے، زبان بھی معروف صدیقہ کی ہے۔

● تکرار:—— آیئے پہلے تو یہ دیکھ لیں کہ امام بخاری نے ایک ہی حدیث کو بار بار درج کیا ہے یا حدیثیں ہی مختلف ہیں:

- سعد ابن ابی وقاص کے بھتیجے کے سلسلے میں ہمارے پاس نو احادیث ہیں۔ پہلے انھیں دیکھ لیتے ہیں پھر اسامہ ابن زید اور ابن حارثہ کی احادیث کو دیکھیں گے۔
- جلد اول، نمبر ۱۹۱۶ میں روایت کا آغاز عتبہ ابن ابی وقاص کی وصیت سے ہوتا ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۰۶۶ میں حدیث کی ابتداء سعد ابن ابی وقاص اور عبد ابن زمعہ کے باہمی نزاع سے ہوتی ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۲۴۸ میں عبد ابن زمعہ کو سعد سے تقدم مکانی حاصل ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۲۵۴ میں قبض ولد کو مستقبل کے صیغہ سے ادا کیا گیا ہے جبکہ

جلد اول، نمبر ۱۹۱۶ میں فعل امر سے حکم دیا گیا ہے۔

- جلد دوم، نمبر ۱۸ میں فما کان عام الفتح کہا گیا ہے جبکہ اس معنی کو جلد اول، نمبر ۲۳۵۴ میں فلما قدم رسول اللہ من الفتح سے ادا کیا گیا ہے۔
- جلد دوم، نمبر ۱۴۳۹ میں سعد نے بچے کو پکڑ لیا اور سرورِ کونینؐ کے پاس آ گیا۔ عبد ابن بھی ساتھ آیا۔ وہاں ہر ایک نے اپنی صداقت کے دلائل پیش کیے جبکہ جلد اول نمبر ۱۹۱۶ میں پہلے تو سعد اور عبد نے ایک دوسرے کو باہر ہی قائل کرنے کی کوشش کی۔ جب وہاں کسی کی دال نہ گلی تو پھر آپ کے پاس آئے۔
- جلد سوم، نمبر ۱۶۷۰ میں اختتام اس پر ہوتا ہے کہ اُم المومنین سودہ کو آپ کے بھائی نے کبھی نہ دیکھا جبکہ جلد اول، نمبر ۲۰۶۶ کا اختتام اس بات پر ہوتا ہے کہ پھر اُم المومنین سودہ نے اپنے بھائی کو کبھی نہیں دیکھا۔

ملاحظہ فرما لیا ہے آپ نے۔ کہیں نہ کہیں اختلاف مل جاتا ہے اور یہی اختلاف ہی اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ احادیث میں تکرار نہیں بلکہ مختلف احادیث ہیں۔

احادیث اسامہ بن زید: کُل چار احادیث ہیں:

- جلد دوم، نمبر ۷۶۷ میں قیافہ شناس کو مدلجی، جلد دوم، نمبر ۹۲۳ میں قیافہ شناس کو قائف، جلد سوم، نمبر ۱۶۷۴ میں قیافہ شناس کا نام مجزز اور جلد سوم، نمبر ۱۶۷۵ میں مجزز مدلجی بتایا ہے۔
- جلد دوم، نمبر ۹۲۳ قیافہ شناس بی بی کے پاس آتا ہے جبکہ دیگر احادیث میں قیافہ شناس کہیں باہر اسامہ اور زید کا موازنہ کرتا ہے۔
- جلد دوم، نمبر ۷۶۷ میں آپ بی بی عائشہ سے یوں خطاب کرتے ہیں: الم تسمعی؟ کیا تو نے نہیں سنا۔
- جلد سوم، نمبر ۱۶۷۴ میں آپ بی بی عائشہ سے خطاب یوں کرتے ہیں: الم تری

کیا تو نے نہیں دیکھا؟

* جلد سوم، نمبر ۱۶۷۵ میں سرورِ کونینؐ اسامہ اور زید کی کیفیت تفصیل سے بتاتے ہیں کہ ان کے سر چادر سے ڈھانپے ہوئے تھے اور پاؤں ظاہر تھے جبکہ دیگر احادیث میں قیافہ شناس صرف پاؤں دیکھتا ہے اور ان میں یہ نہیں بتایا گیا کہ ان کے سر ڈھانپے ہوئے تھے۔

ایک ایک حدیث کا دوسری حدیث سے مقابلہ کرنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان احادیث میں تکرار نہیں بلکہ ہر حدیث دوسری سے علیحدہ ہے۔

● مقامِ فکر: میرے دوستو! دو صحابی ہیں، ایک اُم المومنین سودہ کا بھائی ہے اور دوسرا سرورِ کونینؐ کے لشکر کا سالار اسامہ بن زید ہے۔

● نزاع: اُم المومنین سودہ بنت زمعہ کے باپ زمعہ کی کنیز ہے جس کا نام یا تو بی بی عائشہ کو معلوم نہیں یا بی بی کسی مصلحت کے پیشِ نظر بتانا نہیں چاہتی۔ اس کنیز کے ساتھ عتبہ ابن ابی وقاص کے ناجائز تعلقات ہیں۔ ان ناجائز تعلقات سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس بچے کا نام بھی بی بی عائشہ نہیں بتاتی۔ عتبہ مرتے ہوئے اپنے بھائی سعد کو وصیت کرتا ہے کہ جب کبھی موقع ملے تو اُم المومنین سودہ کا پدری بھائی اس کا پدری بھائی نہیں بلکہ میرا بیٹا ہے۔ وہ اپنے سابقہ کافرانہ رواج کے مطابق لے لینا۔ چنانچہ جب مکہ فتح ہوا اور اسلامی فوج داخل مکہ ہوئی تو سعد ابن ابی وقاص نے سب سے پہلے اپنے بھائی عتبہ کی وصیت پر عمل کیا اور اپنے بھائی کے ناجائز بچے پر جا قبضہ کیا۔ اُم المومنین سودہ کے بھائی عبد ابن زمعہ نے مداخلت کی اور کہا کہ یہ عتبہ کا بیٹا نہیں بلکہ میرے باپ زمعہ کا بیٹا اور میرا بھائی ہے، نزاع بڑھ گیا۔ فیصلہ سرورِ کونینؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے ایک طرف شرعی اصول کو دیکھا اور دوسری طرف عربِ جاہلیت کی علامات کو دیکھا۔ اصولِ شرعی کے مطابق وہ بچہ اُم المومنین سودہ کے بھائی کا بنتا تھا اور عربِ جاہلیت کے مطابق وہ بچہ سعد کا

بھیجتا اور عتبہ کا بیٹا قرار پاتا تھا۔

کیونکہ شرعی اصول کے مطابق جس کے بستر پر بچہ پیدا ہو اسی کا ہوتا ہے اور عرب جاہلیت کے مراسم کے مطابق بچے کی مشابہت جس سے ہوئی اس کا بیٹا ہوا کرتا تھا۔ سرورِ کونینؐ نے صاحبِ فراش سے نسب کا فیصلہ کردیا کہ چونکہ بچہ کی ولادت زمعہ کے بستر پر ہوئی ہے لہٰذا زمعہ کا بیٹا اور اُم المومنین سودہ کا بھائی ہے اور پردہ کے لیے عرب جاہلیت کے مراسم کو بھی بحال رکھا کہ چونکہ بچہ کی مشابہت عتبہ سے ہے لہٰذا اُم المومنین سودہ کے لیے اس سے پردہ واجب ہے۔ گویا سرورِ کونینؐ کے فیصلہ کے مطابق بچے کے دو پہلو ہیں: ایک حلالی ہونے کا اور دوسرا حرامی ہونے کا ـــــ نسب کے لحاظ سے بچہ حلالی ہے اور پردہ کے لحاظ سے بچہ حرامی ہے ـــــ بریں عقل و دانش بباید گریست

بی بی عائشہ کا مقصد

آیئے دیکھیں کہ ان نو احادیث کی روایت و حکایت سے بی بی بتانا کیا چاہتی ہے۔ جہاں تک میں سمجھا ہوں اور میرا خیال ہے کہ ہر عقل سلیم میرے نظریہ کی تائید کرے گی کہ بی بی عائشہ کا مقصد ایک طرف اُم المومنین سودہ کو اپنے رقیبانہ انتقام کا نشانہ بنانا چاہتی ہے کہ تیرا ایک بھائی وہ بھی ہے جو حرام زادہ ہے جس سے تیرا پردہ واجب ہے۔ کسے معلوم نہیں کہ کسی شریف زادی کے لیے ایسا کچھ کہ کتنا سوہانِ روح ہوتا ہے۔

بی بی کے رقیبانہ جذبات اور انتقام کے واقعات آپ بی بی کی اپنی زبانی نظام مصطفیٰؐ حصہ اول میں مغافیر کے زیرِ عنوان اور اسی حصہ سوم میں ـــــ بی بی کی خودکشی کے زیرِ عنوان ملاحظہ کرچکے ہیں۔

اور دوسری طرف بی بی عائشہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ سرورِ کونینؐ کا اپنا لایا ہوا ضابطہ حیات یعنی دین مکمل نہ تھا۔ بلکہ آپ کے دین کو جاہلیت کے مراسم کی اشد ضرورت تھی اور جب تک دین اسلام کے ساتھ عرب جاہلیت کا پیوند نہ لگایا جائے اس وقت تک

اسلام مکمل ہی نہیں ہوتا۔

اب یہ قارئین کی ذمہ داری ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ بی بی اسلام سے خود کتنی ہم آہنگ تھی اور اُمت کو کس اسلام کا تعارف کرانا چاہتی ہے۔

اسامہ ابن زید اور زید ابن حارثہ

قبل ازیں بھی گزارش کر چکا ہوں کہ ان احادیث کا تعلق دو صحابہ کے نسب سے ہے، ایک اُم المومنین سودہ بنت زمعہ کا بھائی، جس کے متعلق جتنا مجھے اپنا اخلاق اجازت دیتا ہے اتنا عرض کر چکا ہوں۔

اب آیئے ذرا سالار مسلمین اور محبوب خاتم النبیین، اسامہ ابن زید اور زید ابن حارثہ کے سلسلہ میں بی بی کی چار احادیث کا بغور مطالعہ کریں، البتہ ان احادیث کے مطالعہ سے قبل تھوڑے سے وقت کے لیے تفسیر قرآن بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ جو کچھ بی بی عائشہ کہنا چاہتی ہے وہ اچھی طرح ذہن نشین ہو سکے اور بی بی عائشہ رسالت کا جو خاکہ ہم گناہگاروں کو دینا چاہتی ہے بخوبی سمجھ آسکے۔

سورۃ الاحزاب، نمبر ۳۶/۳۷، تفسیر جلالین از علامہ سیوطی، ص ۳۵۵، مطبوعہ اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی۔

من یعص اللّٰہ ورسولہ فقد ضلّ ضلالاً مبینا

بیّنًا فزوجھا النبیؐ لزید ثم وقع بصرہ علیھا بعد حین

فوقع فی نفسہ حبھا وفی نفس زید کراھتھا ثم قال النبیؐ

ارید فراقھا فقال امسك علیك زوجك کما قال تعالٰی

"واضح گمراہی، پس سرورِ کونینؐ نے زینب بنت جحش کی شادی زید سے کرا دی۔ کچھ وقت کے بعد آپؐ کی نگاہ زینب پر پڑی تو آپؐ کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوگئی اور زید کے ذہن میں

زینب سے نفرت آ گئی۔ پھر زید نے سرورِ کونینؐ سے کہا: میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی بیوی یعنی زینب کو طلاق نہ دے"۔

واذ تقول للذی انعم اللّٰہ علیه وانعمت علیه بالاسلام ، وبالاعتاق وهو زید ابن حارثة کان من سبی الجاهلیة اشتراه رسول اللّٰہ قبل البعثة واعتقه وتبناه

"جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اسلام کا اور آپ نے آزاد کرنے کا انعام کیا ہے۔ یہ زید ابن حارثہ تھا جو زمانہ جاہلیت کے قیدیوں سے تھا۔ سرورِ کونینؐ نے بعثت سے قبل اسے خریدا تھا اور اپنا بیٹا بنایا تھا"۔

امسك علیك زوجك واتق اللّٰہ: فی امر طلاقها

"اپنی بیوی کو طلاق دینے کے معاملہ میں اللہ سے ڈر"۔

وتخفی فی نفسك ما اللّٰہ مبدیه

مظهره من محبتها وان لو فارقها زید تزوجتها

"تو اپنے ذہن میں زینب کی محبت کو چھپاتا ہے اور اس بات کو بھی چھپاتا ہے کہ اگر زید نے زینب کو طلاق دے دی تو میں اس سے شادی کروں گا"۔

یہ سورۃ احزاب کی دو آیات ہیں اور ان کی تفسیر عربی میں علامہ جلال الدین سیوطی نے کی ہے جس کا اُردو ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔

اب آیئے احادیث اسامہ میں دیکھیں کہ بی بی نے کیا بتایا ہے:

بی بی عائشہ کا بھانجا عروہ ابن زبیر بی بی سے روایت کرتا ہے کہ ایک دن سرورِ کونینؐ بڑے ہشاش بشاش چہرہ کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تو نے قیافہ شناس کی بات سنی ہے جو اس نے اسامہ ابن زید اور زید ابن حارثہ کے متعلق بتائی ہے۔ اسامہ اور زید دونوں نے اپنے سر چادر سے ڈھانپ رکھے تھے۔ ان کے قدم ظاہر تھے۔ مجزز مدلجی نے دونوں کے قدم دیکھ کر تصدیق کر دی ہے کہ یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں۔

دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میرے پاس ایک قیافہ شناس آیا۔ سرورِ کونینؐ دیکھ رہے تھے۔ اسامہ اور زید لیٹے ہوئے تھے۔ قیافہ شناس نے دونوں کے پاؤں دیکھے اور کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں قیافہ شناس کا یہ جملہ کہنے سے سرورِ کونینؐ انتہائی خوش ہوئے۔

یہ دو کہانیاں ہیں جو بی بی نے بتائی ہیں۔ اگر چہ دونوں داستانیں نامکمل ہیں لیکن اگر سوچا جائے تو کہانی کی تکمیل یوں ہوگی کہ:

اسامہ ابن زید کے نسب میں صحابہ مشکوک تھے، صحابہ میں چہ میگوئیاں ہوتی تھیں۔ کچھ صحابہ کہتے ہوں گے کہ اسامہ زید کا بیٹا ہے لیکن کچھ صحابہ نے اسامہ میں کسی دوسرے کی مشابہت دیکھ کر کہتے ہوں گے کہ اسامہ زید کا بیٹا نہیں ہے بلکہ کسی اور کا بیٹا ہے۔ ان چہ میگوئیوں کے پیش نظر یا سرورِ کونینؐ نے مجزز مدلجی کو عرب جاہلیت کے مراسم کے مطابق بلایا ہوگا تا کہ قیافہ شناس دیکھ کر اپنے علمِ قیافہ کے مطابق یہ بتائے کہ اسامہ کس کا بیٹا ہے اور یا بی بی عائشہ نے اُم المومنین زینب بنت جحش سے جذبۂ رقابت کی چنگاری کو بجھانے کی خاطر کسی قیافہ شناس کو بلایا ہوگا۔

کیونکہ تاریخ عرب میں کوئی قابلِ اعتماد قیافہ شناس کبھی کسی گھر میں خود نہیں جاتا تھا بلکہ یا تو بلایا جاتا تھا اور یا ضرورت مند افراد اس کے پاس خود جاتے تھے۔ قیافہ شناس

نے دونوں کو دیکھ کر فیصلہ دیا کہ یہ ایک دوسرے سے ہیں اور اسامہ زید ہی کا بیٹا ہے،

اسامہ کس کا بیٹا تھا؟

بی بی عائشہ کے بتائے ہوئے واقعات سے اگرچہ اس بات کا یقین تو نہیں ہوتا کہ نسب اسامہ میں زید کی جگہ دوسرا کون تھا۔ البتہ ایک نظریہ سے ملتا ہے اور وہ ہے سرورِ کونینؐ کی بے پناہ مسرت جیسا کہ بی بی اپنی زبانی بیان فرماتی ہے کہ سرورِ کونین کا چہرہ ہشاش بشاش ہو گیا۔

ہاں تفسیر جلالین سے اس بات کی کچھ نہ کچھ تصدیق بھی ہوتی ہے اور سرورِ کونینؐ کی وجہ مسرت بھی معلوم ہونے لگتی ہے۔

لیجیے اب تفسیر

زید ابن حارثہ سرورِ کونینؐ کا منہ بولا بیٹا تھا۔ زینب بنت جحش سرورِ کونینؐ کی پھوپھی زاد بہن تھی۔ آپ نے زید کو جو کہ پہلے آپ کا غلام تھا آزاد کیا اور پھر زینب سے اس کی شادی کر دی۔ شادی کرنے تک تو معاملہ بالکل درست تھا۔ لیکن شادی کے کچھ عرصہ بعد سرورِ کونینؐ کی نگاہ زینب کے حسین وجمیل سراپا پر پڑ گئی۔ سرورِ کونینؐ قابو میں نہ رہے اور دل ہار بیٹھے۔ اب آپ کی خواہش یہ ہو گئی کہ زید اگر زینب کو طلاق دے دی تو پھر میں خود ہی زینب سے شادی کر لوں گا۔ چنانچہ جب سرورِ کونینؐ کے دل میں زینب کی محبت آئی تو دوسری طرف زید کے دل میں زینب کے لیے نفرت آ گئی۔ یہ نفرت آہستہ آہستہ زیادہ ہوتی گئی حتیٰ کہ ایک دن زید نے سرورِ کونینؐ سے کہا کہ میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔

آپ اگرچہ دل سے تو چاہتے تھے کہ کاش زید زینب کو طلاق دے دے لیکن ظاہراً زید سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور طلاق نہ دے۔ جب اللہ میاں نے سرورِ کونینؐ کا یہ فقرہ سنا تو فوراً جبرئیل کو بھیجا کہ تو جس چیز کو چھپا رہا ہے۔ میں اس کی حقیقت سے بھی

باخبر ہوں اور جو بات ظاہر کر رہا ہے میں اسے بھی جانتا ہوں۔

تو میرے محترم قارئین! اب ہمارے سامنے دو واقعات ہیں۔ ایک قیافہ شناس کے نسب کی تصدیق اور دوسرے زید کی زینب کو طلاق۔ قیافہ شناس نے صحابہ کے شکوک و شبہات کو دُور کر کے اسامہ کا نسب بتا دیا اور زید نے زینب کو طلاق دے کر سرورِ کونینؐ کی زینب سے محبت پر مہر تصدیق ثابت کر دی۔ اور میرے خیال کے مطابق بی بی عائشہ اسی سرورِ کونینؐ کی زینب سے محبت کا سہارا لے کر اسامہ کے مشکوک نسب کو یقینی بنا کر سرورِ کونینؐ کا بے بنیاد مسرت کا اظہار کر رہی ہیں۔

میرے دوستو! جہاں تک مجھے اپنا اخلاق اجازت دیتا تھا تو دونوں داستانوں کی ٹوٹی کڑیاں ملا کر آپ کے سامنے رکھ دی ہیں۔ اس سے آگے نہ تو مجھے میری شرافت اجازت دیتی ہے اور نہ ہی سرورِ کونینؐ کی عصمت اجازت دیتی ہے کہ کچھ کہہ سکوں۔

یہ خود آپ ہی سوچیں کہ بی بی عائشہ سرورِ کونینؐ کا کیسا تصور پیش فرما رہی ہیں اور تفسیر جلالین میں علامہ سیوطی کس طرح نظریہ بی بی عائشہ کی پشتیبانی کر رہے ہیں۔

یہ جو کچھ بھی ہے بخاری شریف اور تفسیر جلالین کی روشنی میں ہے۔ ہمارا تو قلم ٹوٹ جائے، دماغ جل جائے اور دیدے پھٹ ہو جائیں اگر ایسی احادیث، ایسے محدثین، ایسی کتاب یا ایسے مذہب کو تسلیم بھی کر لیں۔

ایک بات اور: سابقاً اُم المومنین سودہ کے بھائی کے سلسلہ میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ وہاں سرورِ کونینؐ نے ظاہری علامات کو قطعی ٹھکرا دیا تھا لیکن اسامہ کے معاملہ میں آپ نے قیافہ شناس ہی پر اعتماد کر لیا۔ گویا اُم المومنین عائشہ کے عقیدہ کے مطابق آپ ابن الوقت انسان تھے اور ضرورت کے مطابق سب کچھ کر لینے کو جائز سمجھتے تھے۔ جب ضرورت پڑی قیافہ شناسی کو ٹھکرا کر شریعت پر عمل کر لیا۔ اور جب ضرورت پڑی شریعت کو پس پشت ڈال کر قیافہ شناسی پر عمل کر لیا۔

یومِ عاشور

کُل چھ احادیث ہیں:

* جلد اول، نمبر ۱۴۹۱، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۱۷۶۵ "
* جلد اول، نمبر ۱۸۶۷ "
* جلد اول، نمبر ۱۸۶۸ "
* جلد دوم، نمبر ۱۰۱۳ "
* جلد دوم، نمبر ۱۶۲۱، راوی یحییٰ

(۶۳) کتاب المناسک، ص ۵۸۷، حدیث ۱۴۹۱

عروة عن عائشة قالت كانوا يصومون عاشوراء قبل ان يفرض رمضان وكان يوماً تستر فيه الكعبة فلما فرض الله رمضان قال رسول الله من شاء ان يصومه فليصمه ومن شاء ان يتركه فليتركه

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ لوگ ماہِ رمضان کے فرض ہونے سے قبل یومِ عاشور کا روزہ رکھتے تھے۔ اس دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ جب اللہ نے ماہِ رمضان فرض کیا تو سرورِ کونینؐ نے فرمایا جو چاہے یومِ عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے ترک کردے"۔

(۶۴) جلد اول، کتاب الصوم، ص ۶۷۵، حدیث ۱۷۶۵

عروة عن عائشة قالت ان قريشاً تصوم يوم عاشوراء في الجاهلية ثم امر رسول الله بصيامه حتى فرض رمضان

وقال رسول الله من شاء فليصمه ومن شاء افطر

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ قریش زمانۂ جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ سرورِ کونینؐ نے بھی اسی دن اپنی اُمت کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب ماہِ رمضان فرض ہوگیا تو آپؐ نے فرمایا: اب اگر کوئی رکھنا چاہے تو رکھے کوئی نہ رکھنا چاہے تو نہ رکھے''۔

(۶۵) جلداول، کتاب الصیام، ص ۷۰۷، حدیث نمبر ۱۸۶۷

عروة عن عائشة قالت كان امر رسول الله بصيام عاشوراء فلما فرض رمضان قال من شاء صام ومن شاء افطر

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے یومِ عاشور روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ جب ماہِ رمضان فرض ہوا تو آپؐ نے فرمایا: اب تمہیں اختیار ہے چاہے یومِ عاشور روزہ رکھو یا نہ رکھو''۔

(۶۶) جلداول، کتاب الصیام، ص ۷۰۷، حدیث ۱۸۶۸

عروة عن ابيه عن عائشة قالت كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله يصومه فلما قدم المدينة صام وامر بصيامه فلما فرض رمضان ترك يوم عاشوراء فمن شاء صامه ومن شاء تركه

''عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش یومِ عاشور کا روزہ رکھتے تھے اور سرورِ

کونین بھی یومِ عاشور کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو خود بھی یومِ عاشور کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب ماہِ رمضان فرض ہوگیا تو آپ نے یومِ عاشور کا روزہ ترک کر دیا۔ اب جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ رکھے"۔

۶۷ جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۴۱، حدیث ۱۰۱۳

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان يوم عاشوراء يومًا تصومه قريش في الجاهلية وكان النبيّ يصومه فلما قدم المدينة صامه وامر بصيامه فلما نزل رمضان كان رمضان الفريضة ترك عاشوراء فكان من شاء صامه ومن شاء تركه

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یومِ عاشور ایسا دن تھا جس میں زمانۂ جاہلیت کے قریش روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب ماہِ رمضان فرض ہوگیا تو یومِ عاشور کا روزہ ترک ہوگیا۔ پھر ہر ایک کی مرضی تھی چاہے کوئی رکھے یا نہ رکھے"۔

۶۸ جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۷۲۲، حدیث ۱۶۲۱

يحييٰ عن ابيه عن عائشة قالت كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية فكان النبيّ يصومه فلما قدم المدينة صامه وامر بصيامه فلما نزل رمضان

الفریضة وترك عاشوراء فكان من شاء صامه ومن شاء لم يصمه

"یحییٰ نے اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یومِ عاشورا کا روزہ زمانہ جاہلیت میں قریش رکھتے تھے اور سرورِ کونینؐ بھی رکھتے تھے۔ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ یہ روزہ خود بھی رکھتے رہے اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیتے رہے۔ پھر جب ماہِ رمضان فرض ہوگیا تو یومِ عاشور کا روزہ ترک ہوگیا پھر ہر ایک کی مرضی تھی چاہے کوئی رکھے یا نہ رکھے"۔

قارئین کرام!

- یہ چھ احادیث ہیں جن میں سے پانچ کا راوی عروہ ابن زبیر ہے اور ایک یحییٰ کی روایت کردہ ہے۔
- اصولِ حدیث کے مطابق آپ کو ہر حدیث دوسری سے مختلف نظر آئے گی۔

یومِ عاشور کی داستان

بی بی کے بیان کے مطابق یومِ عاشور کا روزہ زمانہ جاہلیت کے تمام قریش رکھتے تھے۔ سرورِ کونینؐ بھی بعثت کے بعد قریش کے جاہلانہ طریقہ پر نہ صرف کاربند رہے بلکہ ہجرت کے بعد تو آپؐ نے تمام مسلمانوں کو یومِ عاشور کا روزہ رکھنے کا حکم دے دیا۔ پھر جب ماہِ رمضان فرض ہوا تو آپ نے یومِ عاشور کے روزے کا اختیار دے دیا اور فرما دیا کہ اب جو چاہے رکھے اور چاہے نہ رکھے۔

ناقابلِ تردید

- زمانہ جاہلیت کے عرب قبائل میں سے صرف قریش قبیلہ ایسا تھا جو سالانہ یومِ

عاشور کا روزہ رکھتے تھے۔

- چونکہ بیت اللہ بھی قریش کے قبضہ میں تھا اس لیے کعبہ پر غلاف بھی اسی دن چڑھایا جاتا تھا۔
- سرورِ کونینؐ بھی اس جاہلانہ رسم میں قریش کے ہمراہ تھے۔
- بعثت کے بعد بھی تیرہ سالہ مکی زندگی میں اسی جاہلانہ رسم کی اقتداء کرتے رہے۔
- ہجرت کے بعد بھی آپؐ نے اس جاہلانہ رسم کو نہ چھوڑا بلکہ اب تو دوسروں کو بھی اس قبائلی جاہلانہ رسم کا حکم دینے لگے۔

لمحۂ فکریہ

اگر یومِ عاشور کا روزہ توراۃ میں ہوتا یا زبور میں ہوتا یا انجیل میں ہوتا تو یہودیوں، مجوسیوں اور عیسائیوں میں کہیں نہ کہیں اس کا سراغ ملتا۔ اسی طرف صحفِ ابراہیم میں اگر یومِ عاشور کے روزے کا حکم ہوتا تو نسلِ ابراہیمؑ میں اس کا کہیں سراغ سامنے آتا۔ بی بی کے بقول یومِ عاشور کا روزہ صرف قریشِ مکہ کا معمول تھا اور سرورِ کونین بھی قریش ہونے کے ناطے یومِ عاشور کے روزہ کو اپنا دستور بنایا۔ اگر سرورِ کونینؐ نے اعلانِ نبوت سے قبل یومِ عاشور کے روزہ کو اپنے قبیلہ کے نیک رواج کے بطور اپنایا تھا تو بعثت کے بعد تو اس روزہ کا اس وقت تک کوئی جواز نہ تھا جب تک ذاتِ احدیت کی جانب سے اس کی تائید نہ ہوتی۔ اور قرآن گواہ ہے کہ ذاتِ احدیت نے اپنے پورے کلام میں یومِ عاشور کے روزہ کا ذکر تک نہیں کیا۔ ہاں قرآن میں صرف اتنا ملتا ہے کہ تمہارے پر بھی روزے اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر روزے فرض تھے۔ ایک بات سمجھ آتی ہے کہ بی بی عائشہ صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جب تک زمانۂ جاہلیت کے مراسم کو شامل نہ کیا جائے اس وقت تک اسلام مکمل نہیں ہوتا اور بی بی کی طرف سے یہ ایک مسلسل کوشش ہے جسے آپ نظامِ مصطفیٰؐ حصہ اول اور دوم

میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کبھی تو بی بی گانے کو اسلام بتاتی ہے، کبھی مسجد میں ناچنے کو دین بتاتی ہے، کبھی اپنے رحمت للعالمینؐ شوہر کے خلاف مخافیر سازش کو اسلام کا نام دیتی ہے۔ کبھی سرورِ کونینؐ کو گناہگار بتاتی ہے، کبھی رسولؐ اکرم کی طرف خودکشی کی کوشش منسوب کرتی ہے۔ کبھی سرورِ کونینؐ کو سکرات موت کی تلخیوں میں گھرا ہوا دکھاتی ہے۔ کبھی قیافہ شناسوں سے صحابہ کے نسب کی درستگی بتاتی ہے اور کبھی یومِ عاشور کے روزہ کو سرورِ کونینؐ کا معمول بتاتی ہے۔ بالفاظِ دیگر بی بی کی کوشش یہ ہے کہ جتنے جاہلانہ مراسم تھے رفتہ رفتہ انھیں بھی اسلام میں لا کر اسلام کا جزو بنا دیا جائے اور بھلا ہو عروہ ابن زبیر جیسے عزیزوں، بخاری جیسے امام المحدثین اور سستی شہرت حاصل کرنے والے ایجنٹوں کا جنھوں نے بی بی کی اس خواہش میں بی بی سے بھرپور تعاون کیا۔ پھر عمر ابن عبدالعزیز جیسے مروانی حکمران مل گئے۔ انہوں نے بی بی کی احادیث پر عمل کر کے بی بی کے بتائے ہوئے اسلام کو چار چاند لگا دیئے۔

ورنہ سرورِ کونینؐ کا مقصد قریش بالخصوص ہوں یا عرب بالعموم کے مراسم کے خلاف جنگ تھا۔ نہ کہ ان مراسم کو مزید رواج دینا اور زمانہ جاہلیت کے مراسم کے قلع قمع کی بجائے انھیں اسلامی تحفظ دیتا۔

میں تم جیسا نہیں

کُل تین احادیث ہیں:

* جلد اول، نمبر ۱۸۳۲، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۱۸۰۶، راوی علقمہ
* جلد اول، نمبر ۲۹۳، راوی عبدالرحمٰن

(۶۹) جلد اول، کتاب الصیام، ص ۶۹۷، حدیث ۱۸۳۲

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة قالت نهى رسول

اللّٰہ عن الوصال رحمة لهم فقالوا انك تواصل قال انی لست كهيئتكم انه يطعمنی ربی ويسقين

"ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے اپنے صحابہ پر ترس کھاتے ہوئے صحابہ کو صوم الوصال سے منع فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی: قبلہ آپ خود تو صوم الوصال رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے تو میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے"۔

(۴۰) جلد اول، کتاب الصیام، ص ۷۰۵، حدیث ۱۸۰۶

عن علقمه قال قلت لعائشة هل كان رسول اللّٰه يختص من الايام شيئا، قالت لا كان عمله ديمة وايكم يطيق ما كان رسول اللّٰه يطيق

"علقمہ سے مروی ہے کہ میں نے بی بی عائشہ سے پوچھا کہ کیا سرورِ کونینؐ نے کبھی مخصوص ایام کے لیے بھی کوئی ورد یا وظیفہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: نہیں بلکہ آپؐ کے تمام وظائف دائمی ہوا کرتے ہیں اور تم میں سے وہ کون ہے جس میں اتنی قوت ہو جو سرورِ کونینؐ میں تھی"۔

(۴۱) جلد اول، کتاب الحیض، ص ۱۹۰، حدیث ۲۹۳

عبدالرحمٰن ابن الاسود عن ابيه عن عائشة قالت كانت احدينا اذا كانت حائضا فاراد رسول اللّٰه ان يباشرها فامرها ان تتزر فی فور حيضتها ثم يباشرها قالت ايكم يملك اربه كما كان النبیؐ يملك اربه

"عبدالرحمٰن ابن اسود اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہم میں سے جب کوئی مبتلائے ماہواری ہوتی اور سرورِ کونینؐ اس سے مباشرت کرنا چاہتے تو جوش ماہواری میں اسے چادر اوڑھنے کا حکم دیتے، پھر مباشرت کرتے اور تم میں سے کون ہے جو سرورِ کونینؐ کی طرح اپنی شہوت پر قابو رکھنے کی طاقت رکھتا ہو۔

محترم قارئین! یہ تین احادیث ہیں، تینوں مختلف موضوعات سے متعلق ہیں، تینوں کے راوی جدا جدا ہیں۔

- جلد اوّل، نمبر ۱۸۳۲ کا راوی ہشام ابن عروہ ہے۔ حدیث کا تعلق صوم الوصال سے ہے۔
- جلد اول، نمبر ۱۸۰۶ کا راوی علقمہ ہے۔ حدیث میں سرورِ کونینؐ کا عمل بتایا گیا ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۹۳ کا راوی عبدالرحمٰن اسود ہے، حدیث میں رسول اکرمؐ کے غلبۂ خواہش کا تذکرہ ہے۔
- اگرچہ موضوعات کے اعتبار سے تینوں احادیث ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن تینوں احادیث میں ایک قدر مشترک ہے اور وہ سرورِ کونینؐ میں بے پناہ طاقت اور قوت۔

صوم الوصال کے سلسلہ میں جب آپ نے صحابہ کو منع فرمایا تو انہوں نے اعتراض کیا کہ آپ خود تو صوم الوصال رکھتے ہیں لیکن ہمیں منع فرماتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ نہ میں تم جیسا ہوں اور نہ تم مجھ جیسے ہو۔ مجھے میرا اللہ کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے جبکہ تمہیں اللہ نہ کھلاتا ہے نہ پلاتا ہے۔ گویا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خواہ کئی کئی دن

تک بلا کھائے اور پیے زندہ رہ سکتا ہوں جبکہ تمہارے لیے روزہ کے محدود ٹائم کا گزار لینا بھی بڑی بات، لہٰذا مجھ جیسا بننے کی کوشش نہ کرو۔

- علقمہ بی بی عائشہ سے پوچھتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے کبھی کوئی ایسا وظیفہ بھی پڑھا ہے جس کی مدت محدود ہو تو بی بی نے جواب دیا: سرورِ کونین جیسی طاقت تم میں کہاں ہے۔
- عبدالرحمٰن ابن اسود کو بی بی ایامِ ماہواری میں سرورِ کونینؐ کی مباشرت کا بتاتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ تم کب سرورِ کونینؐ کی طرح اپنی خواہشات دبا سکتے ہو۔

یہ تینوں احادیث ان لوگوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں جو سرورِ کونین کو اپنے جیسا نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اپنے جیسا ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور بھی صرف کر سکتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اُم المومنین کے یہ حلالی بیٹے اپنی ماں کی بات بھی مانتے ہیں یا نہیں۔ بقول بی بی کے آپؐ تو چوبیس چوبیس گھنٹے مسلسل روزے سے رہتے ہیں لیکن یہ ناخلف اولاد غروب کے بعد پانچ منٹ بھی نہیں گزارتے۔ ذرا ماں سے پوچھیں کہ اماں جی ہمارا تو روزہ بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور سرورِ کونینؐ جب چوبیس گھنٹے کا روزہ رکھتے تھے تو ان کا کیسے درست ہوتا تھا؟

حرام یا حلال

کُل تین احادیث ہیں:

- جلد سوم، نمبر ۴۷۰، راوی عروہ
- جلد سوم، نمبر ۲۲۵۱ "
- جلد اول، نمبر ۱۹۴۰ "

(بخاری) جلد سوم، کتاب الذبائح، ص ۲۱۷، حدیث ۴۷۰

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة ان قومًا قالوا للنبيؐ

ان قومًا یاتونا باللحم لا ندری أذکر اسم اللّٰہ علیہ ام لا فقال سمعوا علیہ انتم وکلوہ قالت وکانوا حدیثی عهد بالکفر

"ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ایک گروہ نے سرورِ کونینؐ سے کہا کہ کچھ لوگ ہمیں گوشت دیتے ہیں ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ آیا انھوں نے ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم خود اللہ کا نام پڑھ کر کھالیا کرو۔ بی بی نے فرمایا کہ یہ لوگ بالکل نئے نئے مسلمان تھے"۔

(۴۳) جلد سوم، کتاب التوحید، ص ۸۵۶، حدیث ۲۲۵۱

ہشام ابن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت قالوا یارسول اللّٰہ ان ھنا اقوامًا حدیثًا عهدهم بالشرك یاتونا بالجھان لا ندری یذکرون اسم اللّٰہ علیہ ام قال اذکروا انتم اسم اللّٰہ

"ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ لوگوں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! یہاں کچھ قبائل ہیں جو بالکل نئے نئے مسلمان ہیں وہ ہمیں گوشت دیتے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ بوقت ذبح اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم خود اللہ کا نام لیا کرو"۔

(۴۴) ہشام ابن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان قومًا قالوا یارسول اللّٰہ ان قومنا یاتوننا باللحم لا ندری ذکروا

اسم اللّٰہ علیہ ام لا فقال رسول اللّٰہ سموا اللّٰہ علیہ وکلوہ

''ہشام ابن عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! کچھ لوگ ہمیں گوشت دیتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ انھوں نے بوقت ذبح اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کا نام لے لیا کرو اور کھالیا کرو''۔

محترم قارئین!

- حلال وحرام محمدؐ کے سلسلہ میں یہ تین احادیث بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ تینوں کا راوی ہشام ابن عروہ ہے اور تینوں میں پوچھنے والے ایسے گوشت کے متعلق پوچھتے ہیں جس کا انہیں علم نہیں کہ کیا صحیح طریقہ سے ذبح کیا گیا ہے یا نہیں۔
- ایک حدیث میں بی بی عائشہ نے یہ بتایا ہے کہ پوچھنے والے نئے نئے مسلمان تھے۔
- دوسری حدیث میں بی بی نے یہ بتایا ہے کہ گوشت لانے والے پہلے مشرک تھے، نئے مسلمان تھے۔
- تیسری حدیث میں نہ پوچھنے والوں کا تذکرہ ہے، نہ گوشت لانے والوں کا ذکر ہے۔
- جب پوچھا گیا تو ملاحظہ فرمایا آپ نے سرورِ کونینؐ نے کیسا حسین جواب دیا، فرماتے ہیں:

سموا علیہ انتم وکلوہ ''تم خود اللہ کا نام لے لو اور کھاؤ''۔

اذکروا انتم اسم اللّٰہ ''تم ہی اللہ کا نام لے لو''۔

سموا للّٰہ علیہ وکلوہ ''تم خود نامِ خدا لو اور کھاؤ''۔

نہ تو آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ گوشت لانے والوں سے پوچھ لو، نہ آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ ان کے اسلام کا یقین کرلو۔ نہ آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ پہلے اس جانور کی تحقیق تو کرلو جس کا گوشت ہے۔ بس آپؐ نے آنکھیں بند کر کے فرما دیا کہ جس کا

گوشت ہے، جیسا گوشت ہے پس اللہ کا نام لو اور کھا لو۔ ملاحظہ فرمایئے کیسا آسان نسخہ اور سستا دین ہے۔

- ذرا بی بی عائشہ کا اندازِ بیان ملاحظہ فرمایئے۔ نہ تو یہ بتاتی ہیں کہ پوچھنے والے کون تھے اور نہ ہی یہ بتاتی ہیں کہ جن کے متعلق پوچھا جا رہا ہے وہ کون ہے، بس کوئی تھے۔
- اندازِ بیان سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ جب پوچھنے والوں نے پوچھا اس وقت بی بی بھی سرورِ کونینؐ کے پاس موجود تھی اگر بی بی موجود نہ ہوتی تو پھر بی بی نے آپ کا جواب کیسے سُن لیا ہے؟
- اگر بی بی بوقتِ سوال موجود تھی تو گویا پوچھنے والے سرورِ کونینؐ کے پاس آپؐ کے گھر میں تشریف لاتے تھے کیونکہ مسجد تو بی بی مردوں میں نہ بیٹھتی ہوگی۔
- اگر پوچھنے والے تینوں مرتبہ بی بی کے گھر میں آئے اور وہیں بی بی کی موجودگی میں سرورِ کونینؐ سے پوچھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بی بی کے اتنے قریبی رشتہ دار ہوں گے جن سے پردہ واجب نہیں ہوگا۔
- اگر بی بی کے قریبی رشتہ دار ہوں جن سے پردہ واجب نہ تھا تو ظاہر ہے اس میں سے کچھ حصہ بی بی کو بھی ملتا ہوگا۔

میرے دوستو! یہ ہے وہ نظامِ مصطفیٰؐ جو بی بی ہم بدنصیبوں کو بخشنا چاہتی ہے۔ ویسے جہاں تک اندازِ احادیث کا تعلق ہے عقلِ سلیم تو یہ کہتی ہے کہ یہ سب خانہ ساز باتیں ہیں۔ جو بی بی اپنے حجرہ میں بیٹھ کر مسجد میں قرآن پڑھنے والے صحابیِ رسولؐ کی آواز پہچان لیتی ہے اور سرورِ کونینؐ بی بی ہی سے پوچھتے ہیں کہ واقعا یہ وہی ہے جو میں نے سمجھا ہے (نظامِ مصطفیٰؐ، حصہ اول)۔ وہ بی بی مسئلہ پوچھنے والوں میں سے کسی ایک کا نام کیوں نہیں بتاتی؟

یہ بھی نہیں سوچا جا سکتا کہ عروہ ابن زبیر نے بی بی کی طرف نسبت غلط دی ہو،

ہے تو یہ یقیناً بی بی ہی کا کلام۔ لیکن بی بی نے زوجیت رسولؐ کے سہارے پر اسلام ہی کا چہرہ مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر مقصد قانونِ قدرت سے آگاہ کرنا ہوتا تو کم از کم سرورِ کونینؐ سے پوچھا جاتا۔ یہاں تو بس صرف اتنا ہے کہ جو بات کہنا ہوئی ــــــ کوئی نامعلوم سائل بنا دیا اور نامعلوم مسئول عنہ بنا دیا اور سرورِ کونینؐ کی زبانی بات کر دی۔

ورنہ دین کے معاملہ میں ما ینطق عن الھویٰ کا مصداق نبی یہ کیسے فرما سکتا ہے کہ جس جانور پر بوقت ذبح اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ تم لوگ کھانے کے وقت اللہ کا نام لو، اور کھا جاؤ۔ سبحان اللہ کیا کہنے۔ بیٹے تو اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ اگر ذبح کرنے والا شیعہ ہے تو بیٹوں کی شریعت میں ذبح شدہ جانور مُردار ہے اور اماں جی کے ہاں اتنی وسعت ہے کہ اگر گوشت کے متعلق معلوم نہ ہو کہ اللہ کا نام بھی لیا گیا ہے یا نہیں تو تم ہی اللہ کا نام لے لو اور کھاؤ۔

کاش یہ بازاری علماء اپنی ماں ہی کی مانتے اور ملک کو انتشار و اختلاف سے بچانے کی خاطر اتنا ہی کہہ دیتے کہ شیعوں کا ذبح کیا ہوا اس وقت تک مُردار ہے جب تک تم خود گوشت پر اللہ کا نام نہ لو۔ لہٰذا اس مُردار خوری سے بچنے کا یہی طریقہ ہے جو سرورِ کونینؐ نے اپنے صحابہ کو بتایا تھا کہ تم اللہ کا نام لے لو جن کے اپنے گھر مُردار بھرے ہوں اور جن کے ہاتھ خونِ سرورِ کونینؐ سے رنگین ہوں وہ کس منہ سے کسی کے ذبیحہ کو مُردار کہہ سکتے ہیں۔

یہودیوں سے خطاب

کُل چھ احادیث ہیں:

- جلد سوم، نمبر ۹۶۲، راوی عروہ
- جلد سوم، نمبر ۹۶۷، راوی عبداللہ ابن ملیکہ
- جلد سوم، نمبر ۱۱۸۶، راوی عروہ

* جلد سوم، نمبر ۱۳۱۸ "
* جلد سوم، نمبر ۱۳۲۴، راوی عبداللہ ابن ابی ملیکہ
* جلد سوم، ۱۸۱۸، راوی عروہ

(۴۵) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۶۷، حدیث ۹۶۲

عروة ابن الزبير ان عائشة قالت دخل رهط من اليهود على رسول الله فقال السام عليكم قالت عائشة ففهمتها فقالت وعليكم السام واللعنة ، قالت فقال رسول الله مهلًا يا عائشة ان الله يحب الرفق فى الامر كله ، فقلت يارسول الله او لم تسمع ما قالوا ، قال رسول الله قد قلت وعليكم

"عروہ ابن زبیر بی بی عائشہؓ سے روایت کرتا ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ سرورِکونینؐ کے پاس آیا اور کہنے لگے: السام عليكم (تم پر تکلیف) بی بی کہتی ہے کہ میں سمجھ گئی اور میں نے کہا: عليكم السام واللعنة (تمہارے لئے تکلیف اور لعنت ہو) سرورِکونینؐ نے فرمایا: اے عائشہ! ذرا حوصلہ کیا کر۔ اللہ کو ہر بات میں نرمی پسند ہے۔ میں نے کہا جو کچھ انہوں نے کہا ہے کیا آپ نے نہیں سنا؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے بھی تو جواب میں وعليكم کہہ دیا تھا۔ بس اتنا ہی کافی تھا"۔

(۴۶) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۶۹، حدیث ۹۶۷

عبدالله ابن ابى مليكه عن عائشة ان اليهود اتوا النبیؐ فقالوا السام عليكم فقالت عائشة عليكم ولعنكم الله

وغضب اللّٰہ علیکم قال مھلًا یاعائشة علیك با الرفق وایاك والعنف والفحش قالت او لم تسمع ما قالوا قال او لم تسمعی ما قلت ردت علیھم فیستجاب ما قلت ولا یستجاب لھم فی

"عبداللہ ابن ابی ملیکہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کے پاس یہودی آئے اور انہوں نے السام علیکم کہا۔ میں نے کہا: علیکم، تمہارے لیے بھی اسی جیسی تکلیف ہو۔ ولعنکم اللّٰہ، اللہ تم پر لعنت کرے۔ وغضب اللّٰہ علیکم۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہ ذرا حوصلہ کر۔ فحش کلامی اور بداخلاقی سے پرہیز کیا کر۔ بی بی نے کہا: آپؐ نے ان کی بات نہیں سنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا جو کچھ میں نے کہا کیا تو نے نہیں سنا تھا۔ میں نے ان جیسی بات کردی تھی جو کچھ میں نے کہا ہے وہ یقیناً قبول ہوگی لیکن جو کچھ انھوں نے میرے متعلق کہا ہے وہ اللہ قبول نہیں کرے گا"۔

جلد سوم، کتاب الاستیذان، ص ۴۴۶، حدیث ۱۱۸۶

عروہ عن عائشة قالت دخل رھط من الیھود علی رسول اللّٰہ فقالوا السام علیکم ففھمتھا فقلت وعلیکم السام واللعنة فقال رسول اللّٰہ مھلًا یاعائشة ان اللّٰہ یحب الرفق فی الامر کلہ فقلت یارسول اللّٰہ او لم تسمع ما قالوا قال رسول اللّٰہ قد قلت ما قالوا

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ

سرورِ کونینؐ کے پاس آیا اور کہا: السام علیکم۔ میں سمجھ گئی چنانچہ میں نے فوراً ان کے جواب میں کہا: وعلیکم السام واللعنۃ۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہ ذرا حوصلہ کیا کر۔ اللہ کو ہر معاملہ میں نرمی پسند ہے۔ میں نے کہا: آپؐ نے ان کی بات نہیں سنی۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے بھی تو وعلیکم کہہ دیا تھا۔

(۷۸) جلد سوم، کتاب الدعوات، ص ۴۹۳، حدیث ۱۳۱۸

عروہ عن عائشۃ قالت کان الیہود یسلمون علی النبیؐ یقولون السام علیکم ففطنت عائشۃ الی قولھم فقالت علیکم السام واللعنۃ فقال النبیؐ مھلًا یا عائشۃ ان اللّٰہ یحب الرفق فی الامر کلہ فقالت یانبی اللّٰہ اولم تسمع ما یقولون قال او لم تسمعی ارد ذٰلک علیھم فاقول علیکم

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یہودی سرورِ کونینؐ پر جب بھی سلام کرتے تھے تو کہتے تھے: السام علیکم۔ بی بی عائشہ یہودیوں کے اس جملہ کو سمجھ گئی۔ اس نے جواب میں کہا: علیکم السلام واللعنۃ۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ ہر معاملہ میں نرمی پسند کرتا ہے ذرا حوصلہ کیا کر۔ بی بی نے کہا: اے نبی اللہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے کیا آپؐ نے نہیں سنا۔ آپؐ نے فرمایا: جو کچھ میں نے کہا ہے کیا تو نے اسے نہیں سنا۔ میں واپس پلٹا کر وعلیکم کہتا ہوں۔

(۷۹) جلد سوم، کتاب الدعوات، ص ۴۹۴، حدیث ۱۳۲۴

ابن ابی ملیکہ عن عائشۃ ان الیہود اتوالنبیؐ فقالوا

السام عليك فقالت عائشة السام عليكم ولعنكم الله وغضب عليكم فقال رسول الله مهلًا ياعائشة عليك بالرفق واياك والعنف والفحش قالت او لم تسمع ما قالوا قال او لم تسمعي ما قلت رددت عليهم فيستجاب لي فيهم ولا يستجاب لهم في

''ابن ملیکہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یہودی سرورِ کونینؐ کے پاس آئے اور کہا: السام عليكم۔ عائشہ نے کہا: السام عليكم ولعنكم الله وغضب عليكم۔ سرورِکونینؐ نے فرمایا: عائشہ ذرا حوصلہ کیا کر، نرمی کو اختیار کر، تلخ کلامی اور فحش کلامی سے پرہیز کیا کر۔ بی بی نے کہا: جو کچھ انھوں نے کہا ہے، کیا آپؐ نے نہیں سنا۔ آپؐ نے فرمایا: جو کچھ میں نے کہا ہے کیا تو نے نہیں سنا۔ میں نے ان کا جملہ انھی پر پلٹا دیا ہے۔ ان کے خلاف میری دعا قبول ہوگی لیکن اُن کی کوئی دعا میرے خلاف قبول نہیں ہوگی''۔

(۸۰) جلد سوم، کتاب استتابۃ المرتد، ص ۶۷۵، حدیث ۱۸۱۸

عروه عن عائشة قالت استأذن رهط من اليهود على النبيؐ فقالوا السام عليك فقلت بل عليكم السام واللعنة فقال ياعائشة ان الله يحب الرفق في الامر كله قلت او لم تسمع ما قالوا قال وقلت وعليكم

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے سرورِ کونینؐ سے آنے کی اجازت مانگی، جب آئے تو

کہنے لگے، السام علیکم۔ میں نے کہا بلکہ علیکم السام واللعنۃ۔ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ، اللہ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کی جو کچھ انھوں نے کہا کیا آپؐ نے نہیں سنا؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے بھی تو وعلیکم کہہ دیا تھا۔

یہ میں چھ احادیث، چار احادیث کا راوی عروہ ابن زبیر ہے، دو حدیثیں ابن ابی ملیکہ سے مروی ہیں۔ ہر حدیث دوسری سے جدا ہے، لہٰذا تکرار نہیں ملاحظہ ہو:

- جلد سوم، نمبر ۹۶۲۔ یہودی آئے، انھیں بی بی نے جواب دیا۔ سرورِ کونینؐ نے بی بی کو فرمایا: مهلا یاعائشة ان الله یحب الرفق فی الامر کله۔
- جلد سوم، نمبر ۹۶۷ میں یہودی کی آمد کو لفظ اتوا سے ظاہر کیا گیا ہے جبکہ سابقہ حدیث میں یہودیوں کا آنا لفظ دخل سے بیان کیا گیا ہے۔ بی بی نے جواب دیا۔ سرورِ کونینؐ نے بی بی کو فرمایا: مهلا یاعائشة علیك بالرفق وایاك والعنف والفحش۔ سابقہ حدیث میں سرورِ کونینؐ نے صرف اپنا جواب عائشہ کو بتایا ہے جبکہ مذکورہ حدیث میں آپؐ یہ بھی فرماتے ہیں جو بددعا یہودیوں نے مجھے دی وہ قبول نہ ہوگی لیکن میں نے جو بددعا دی ہے وہ قبول ہوگی۔
- جلد سوم، نمبر ۱۱۸۶، جلد سوم ۹۶۲ جیسی ہے لہٰذا مکرر ہے۔
- جلد سوم، نمبر ۱۳۱۸ میں عروہ یہودیوں کے معمول کا ذکر کرتا ہے اور ان کے سلام کے الفاظ کے متعلق بتاتا ہے کہ بی بی عائشہ نے سمجھ لیے تھے۔ چنانچہ بی بی نے بھی ویسا ہی جواب دیا اور سرورِ کونینؐ نے بی بی کو روکا۔
- جلد سوم، نمبر ۱۳۲۴ میں یہودی سرورِ کونینؐ کے لیے جمع کا لفظ نہیں بلکہ السام علیکم مفرد کی ضمیر استعمال کرتے ہیں جب کہ دیگر احادیث میں یہودی جمع مذکر مخاطب کی ضمیر السام علیك سے مخاطب کرتے ہیں۔

- جلد سوم، نمبر ۱۸۱۸ کی ابتداء ہی دیگر احادیث سے مختلف ہے کہ یہودیوں نے آپؐ کے پاس آنے کی اجازت مانگی جبکہ سابقہ کسی حدیث میں یہودیوں کی اجازت مانگنے کا ذکر نہیں۔ گویا ایک حدیث کو چھوڑ کر باقی تمام احادیث ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان کی تعداد پانچ ہے۔

ان پانچ احادیث کی بنیاد پر یہی سوچا جا سکتا ہے کہ بی بی عائشہ نے یہودیوں کو سرورِ کونینؐ کی موجودگی میں پانچ مرتبہ جواب دیا اور آپؐ نے بھی پانچ مرتبہ بی بی کو روکا۔

- ایک مرتبہ بی بی کا جواب ہے: علیکم السام واللعنة۔

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: مهلًا یاعائشة ان اللّٰه یحب الرفق فی الامر کله۔

- دوسری مرتبہ بی بی کا جواب ہے: وعلیکم ولعنکم اللّٰه وغضب اللّٰه علیکم۔

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: مهلاً یاعائشة علیك بالرفق وایاك والعنف والفحش۔

- تیسری مرتبہ بی بی کا جواب ہے: علیکم السام واللعنة۔

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: مهلًا یاعائشة ان اللّٰه یحب الرفق فی الامر کله۔

- چوتھی مرتبہ بی بی نے فرمایا: السام علیکم ولعنکم اللّٰه وغضب علیکم۔

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: مهلًا یاعائشة علیك بالرفق وایاك العنف والفحش۔

- پانچویں مرتبہ بی بی نے فرمایا: علیکم السام واللعنة۔

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: یاعائشة ان اللّٰه یحب الرفق فی الامر کله۔

ان پانچ واقعات میں بی بی یہ بتانا چاہتی ہے کہ مجھے سرورِ کونینؐ سے محبت اور عشقِ رسولؐ اتنا شدید اور جذباتی تھا کہ میں سرورِ کونینؐ کے خلاف کوئی بات سن نہ سکتی تھی

لیکن عقلِ سلیم ان احادیث سے جو کچھ سمجھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ بی بی نے چار مرتبہ حکمِ رسالت کی نافرمانی کی۔ جب آپؐ نے پہلی مرتبہ روک دیا تھا تو بی بی کو پھر کس بات کا جواب نہیں دینا چاہیے تھا لیکن آپؐ کے بار بار روکنے کے باوجود بی بی نے سرورِ کونینؐ کے حکم کی پرواہ نہ کی۔

✵ جلد سوم، نمبر ۱۳۱۸ کو چھوڑ کر دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی آپؐ کے پاس بلا اجازت آئے یا اجازت مانگ کر جب بھی آئے بی بی کی موجودگی میں آئے خواہ سرورِ کونینؐ کے گھر تشریف لائے تو بی بی کی باری میں آئے خواہ مسجد میں آئے تو بی بی کی موجودگی میں آئے۔

سوال یہ ہے کہ کیا بی بی پردہ نہیں کرتی تھی ـــــ اگر کہا جائے کہ ممکن ہے، یہودیوں کے یہ وفود حکم پردہ سے قبل آئے ہوں تو ہم اس بات کو بھی تسلیم کرلیں گے لیکن ایک کانٹا اور ذہن میں کھٹکنے لگتا ہے اور وہ یہ کہ ازواج سرورِ کونینؐ میں سے اور کسی زوجہ نے نہ تو اس قسم کا کوئی واقعہ بیان کیا ہے اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی جواب بتایا ہے۔ جب دیگر ازواج سے ایسی کوئی بات مروی نہیں اور اگر ان کی موجودگی میں یہودیوں نے ایسی کوئی بات کی بھی ہے تو ان کا جواب نہیں۔ پھر بی بی نے سرورِ کونینؐ کی موجودگی میں غیر محرم کفار سے اتنی جرأت و بے باکی سے بات کیوں کی۔

کیا بی بی یہودیوں کو جواب کے پردہ میں یہودیوں کو یہ تو نہیں بتا رہی کہ اس گھر میں میرا پورا قبضہ ہے اور میں جو کچھ چاہوں کرسکتی ہوں حتیٰ کہ اپنے شوہر کریم کی موجودگی میں بھی جو چاہوں کہوں اور جسے چاہے جواب دوں میں کسی کی پابند نہیں۔

امید ہے ہر قاری میری اس بات سے اتفاق کرے گا کیونکہ اگر بی بی سرورِ کونینؐ اور آپؐ کے احکام کو کچھ اہمیت دیتی تو جب ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے منع کیا تھا۔ بی بی دوسری مرتبہ آپؐ کے سامنے نہ بولتی۔ چلو دوسری مرتبہ بھی لفظ منہ سے نکل گئے تھے تو

تیسری مان جاتی۔ چار مرتبہ کا اصرار اسی بات کا غماز ہے کہ بی بی یہودیوں کو یہ بتانا چاہتی ہے کہ اس گھر میں مجھ پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتا اور کوئی لگائے بھی تو مجھے بالکل پروا نہیں۔

ذرا سرورِ کونینؐ کے ارشادِ گرامی کو بھی ملاحظہ فرمائیے:

مهلًا یاعائشة ان الله یحب الرفق فی الامر کله

''عائشہ حوصلہ کرو، اللہ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند کرتا ہے''۔

مهلًا یاعائشة علیك بالرفق وایاك والعنف والفحش

''عائشہ حوصلہ کرو، تجھے نرمی ضروری ہے عنف اور فحش سے بچ''۔

آپؐ نے اپنے نبویانہ انداز میں بی بی کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تیرے جیسا لہجہ اور اندازِ گفتگو اللہ کو پسند نہیں۔ آپ کا کام بتانا تھا۔ جب آپؐ نے بی بی کو ایک مرتبہ بتا دیا تھا کہ تیرے جیسا اندازِ کلام اللہ کو پسند نہیں تو حق یہ تھا کہ دوسری، تیسری، چوتھی یا پانچویں مرتبہ پھر بی بی وہ کام نہ کرتی جو اللہ کا پسندیدہ نہ ہو۔ لیکن امام بخاری کی احادیث سے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بی بی نے سرورِ کونینؐ کے ارشادِ گرامی اور ذات احدیت کی پسند و ناپسند کو اہمیت ہی نہیں دی اور اپنے جذبات کا اظہار بلا روک ٹوک کرتی رہی گویا بی بی نے دوسری، تیسری اور چوتھی مرتبہ یہودیوں کو جواب دے کر یہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ میں اپنی مرضی کی تابع ہوں نہ تو حکمِ رسولؐ میری راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہے اور نہ ہی اللہ کی پسند و ناپسند سدِ راہ بن سکتی ہیں۔

سرورِ کونینؐ کے روکنے کا دوسرا انداز انتہائی سخت ہے:

علیك بالرفق ، ایاك والعنف والفحش

''تجھ پر نرمی فرض ہے، عنف اور فحش سے دُور رہ''۔

آیئے سرورِ کونینؐ کے اس خطاب کو جو آپؐ نے بی بی سے فرمایا ہے، تعصب اور

تنگ نظری سے ہٹ کر عربی لغت میں دیکھیں اور پھر سوچیں کہ بی بی کیا تھی اور سرورِ کونینؐ نے کیا بتایا ہے۔

المنجد عربی، ص ۵۳۳، العُنفُ، العَنفُ، العِنفُ، ضدہ الرفق الشدہ والقساوۃ

المنجد اُردو، ص ۶۸۶: العَنف، العُنف العِنف، سختی، سنگدلی

المنجد عربی، ص ۵۷۰: الفحش، القبیح من القول او الفعل

المنجد اُردو، ص ۷۳۱: الفحش قبیح قول یا قبیح فعل۔

ایسی عربی اور اُردو لغت جو نہ تو کسی رافضی کی لکھی ہوئی ہے اور نہ کسی سباعی نے اسے مرتب کیا ہے، سے معنی دیکھ لینے کے بعد اب دیکھیے کہ سرورِ کونینؐ بی بی کو دو چیزوں سے منع فرما رہے ہیں: سنگدلی اور بدگوئی و بدعملی سے۔

جب سرورِ کونینؐ نے بی بی عائشہ کو سنگدلی اور بدگوئی کا مرتکب دیکھا تو بروایت امام بخاری، اور بقول عروہ ابن زبیر آپ نے بی بی کو سختی سے منع فرمایا کہ یہ دونوں کام چھوڑ دے۔

بی بی عائشہ نے خواہ کیسے جذبات کے ماتحت یہودیوں کو جواب دیا تھا۔ سرورِ کونینؐ نے بی بی کے جواب کو عنف اور فحش سے تعبیر کر کے آئندہ کے لیے منع فرما دیا ہے لیکن بی بی نے آپ کے حکم کا کوئی نوٹس نہ لیا اور پھر جب موقع ملا تو یہودیوں کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ چنانچہ سرورِ کونینؐ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ سنگدلی اور بدگوئی چھوڑ دے۔

یہ تو مسلم ہے کہ بی بی نے بدگوئی کی۔ اسی بدگوئی کو عربی میں فحش کہا جاتا ہے۔ اب بخاری شریف کی یہ حدیث جو بی بی کی اپنی بیان کردہ ہے کسی رافضی یا سباعی کی نہیں، کو سورۂ احزاب کی اس آیت کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے:

من یأت منکن بفاحشة

(اے ازواجِ رسولؐ) تم میں سے جس نے بھی فاحشہ کا ارتکاب کیا۔

جو نتیجہ ذات احدیت نے دیا ہے وہ خود ملاحظہ فرمالیں اور بی بی اپنی زبانی ارتکاب فاحشہ کا اقرار واعتراف بخاری میں پڑھ کر پھر آیت تطہیر میں بی بی کی شمولیت یا عدمِ شمولیت کا فیصلہ فرمائیں۔

لمحۂ فکریہ

اگر گراں نہ گزرے اور بار خاطر نہ ہو تو آیئے ہماری بھی مان لیجیے اور وہ یہ کہ نہ یہودی آئے۔ نہ بی بی نے ان کو جواب دیا۔ نہ تو توہینِ رسولؐ ہوئی بلکہ بی بی نے اپنے بھانجے عروہ کے ذریعہ محبت رسولؐ کے پردہ میں صرف اپنی بے باکی ہم تک پہنچائی ہے اور ہم جیسے سادہ لوح بندوں کو بتانے کی کوشش کی ہے کہ میں خانہ رسولؐ میں سرورِ کونینؐ کے ہوتے ہوئے بھی بے باک تھی۔

علاوہ ازیں بی بی نے مسلمان بیویوں کو بھی درس دینے کی کوشش کی ہے کہ شوہر کی موجودگی میں بی بی کے ذہن میں جو بھی آئے بلاخوف وخطر اُگل دینا چاہیے اور شوہر کی کسی نصیحت پر کان نہیں دھرنا چاہیے معاملہ خواہ مردوں کا ہو یا عورتوں کا مردوں کی بات میں ٹانگ اڑا دینا خلاف اسلام نہیں اور جو جو مسلمان عورت مجھے اپنی ماں سمجھتی ہے اسے اپنے شوہر کے ساتھ بات کرنے والے مردوں کو ترکی بہ ترکی جواب دینا اور شوہر کی پرواہ نہ کرنا میری سنت ہے۔

محترم دوستو! یہ ہے وہ اسلام جو بی بی عائشہ ہمیں دینا چاہتی ہے اب اسے اپنائیں یا نہ اپنائیں آپ کی مرضی۔

جہاں تک ہم غریب شیعوں کا تعلق ہے ہم تو اسے اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کی نہ صرف توہین سمجھتے ہیں بلکہ اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کے خلاف باقاعدہ منصوبہ بندی سمجھتے ہیں

اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسلام کے سلسلہ میں صرف ان افراد سے اسلام لینے کی کوشش کی ہے جو سرورِ کونینؐ کے ہر حکم کو حکمِ خدا سمجھتے رہے اور آپؐ کی موجودگی کسی سے فحش کلامی کی توہینِ رسول سمجھ کر مہر بلب رہے۔

روزہ پہلے غسل بعد

کُل چار احادیث ہیں:

* جلد اول، نمبر ۱۷۹۶، راوی ابوبکر ابن عبدالرحمٰن
* جلد اول، نمبر ۱۷۹۸، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۱۸۰۰ "
* جلد اول، نمبر ۱۸۰۱، راوی ابوبکر ابن عبدالرحمٰن

(۸۱) جلد اول، کتاب الصوم، ص ۶۸۴، حدیث ۱۷۹۶

ابوبکر ابن عبدالرحمن ابن الحارث ابن هشام ان اباه عبدالرحمٰن اخبر مروان ان عائشة و اُم سلمة اخبرتاه ان رسول اللّٰه كان يدرکه الفجر وهو جنب من اهله ثم يغتسل ويصوم وقال مروان بعبد الرحمٰن ابن الحارث اقسم باللّٰه لتفرعن بها ابا هريرة ومروان يومئذ على المدينة فقال ابوبكر فكره ذٰلك عبدالرحمٰن ثم قدرلنا ان نجتمع بذى الحليفة وكانت لابى هريرة هنالك ارض فقال عبدالرحمٰن لابى هريرة انى ذاكر لك امرًا لولا مروان اقسم على فيه لم اذكره فذكر قول عائشة و اُم سلمة

"ابوبکر ابن عبدالرحمٰن ابن حارث ابن ہشام نے اپنے والد

عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ میرے والد نے مروان کو بتایا کہ عائشہ اور اُم سلمہ نے مجھے روایت کی ہے کہ سرورِ کونینؐ پر صبح طلوع ہوجاتی تھی جبکہ آپ اپنی کسی زوجہ سے بحالت جنابت ہوتے تھے۔ طلوعِ صبح کے بعد آپ غسل کرتے، پھر روزہ رکھ لیتے۔ مروان نے عبدالرحمٰن ابن حارث سے کہا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ یہ حدیث ابوہریرہ کو سنا دینا۔ مروان ان دنوں مدینہ کا گورنر تھا۔ ابوبکر کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن کو یہ پسند نہ تھا۔ پھر اتفاق ایسا ہوا کہ ہم ذی الحلیفہ میں جمع ہوئے۔ ابوہریرہ کی وہاں زمین تھی۔ عبدالرحمٰن نے ابوہریرہ سے کہا: اگر مجھے مروان نے اللہ کی قسم نہ دی ہوتی تو قطعاً تجھے کچھ نہ بتاتا لیکن اب تجھے ایک بات یاد دلاتا ہوں۔ پھر عائشہ اور اُم سلمہ کو بات بتائی"۔

(۸۲) جلد اول، کتاب الصوم، ص ۶۸۵، حدیث ۱۷۹۸

هشام عن ابيه عن عائشة قالت ان كان رسول الله يقبل بعض ازواجه وهو صائم ثم ضحكت

"ہشام نے اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کی ہے کہ سرورِ کونینؐ اپنی بعض ازواج کو بحالتِ روزہ بوسہ دیتے تھے۔ پھر بی بی مسکرا دی"۔

(۸۳) جلد اول، کتاب الصوم، ص ۶۸۶، حدیث ۱۸۰۰

عن عروة و ابى بكر عن عائشة ان النبى يدرك الفجر فى رمضان من غير حلم فيغسل ويصوم

"عروہ اور ابوبکر بی بی عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ ماہ

رمضان کو سرورِ کونینؐ کو بغیر خواب میں احتلام ہونے کے بحالت جنابت صبح ہوجاتی تھی۔ آپ صبح کے بعد غسل کر کے روزہ رکھ لیتے تھے''۔

(۸۴) جلد اول، کتاب الصوم، ص ۶۸۶، حدیث ۱۸۰۱

ابوبکر ابن عبدالرحمٰن قال کنت انا وابی فذھبت معه حتٰی دخلنا علٰی عائشة قالت اشھد علی رسول اللّٰه ان کان لیصبح جنبا من جماع غیر احتلام ثم یصوم

''ابوبکر ابن عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ بی بی عائشہ کے پاس گئے۔ بی بی نے کہا: میں سرورِ کونینؐ کے لیے شہادت دیتی ہوں کہ آپ صبح ایسی حالت جنابت میں کرتے جو عالمِ خواب میں احتلام کی وجہ سے نہ ہوتی بلکہ اپنی کسی زوجہ سے جماع کی بدولت ہوتی۔ آپ صبح کے بعد (غسل کرتے) پھر روزہ رکھ لیتے''۔

چار احادیث ہیں، احادیث خود بتا رہی ہیں کہ ان میں تکرار نہیں۔ دو احادیث کا راوی ابوبکر ابن عبدالرحمٰن ہے اور دو احادیث عروہ سے مروی ہیں۔ تین احادیث کا تعلق غسلِ جنابت اور روزہ سے ہے۔ جب ایک حدیث بحالتِ روزہ بوسہ سے متعلق ہے۔

ہر چہار احادیث میں صرف سرورِ کونینؐ کا عمل بتایا گیا ہے۔ خلاصہ اور ماحصل احادیث یہ ہے کہ بقول بی بی عائشہ کے سرورِ کونینؐ ماہِ رمضان میں بوقتِ شب اپنی زوجہ سے جماع کر کے بحالتِ جنابت سو جاتے تھے، نہ نمازِ تہجد پڑھتے تھے، نہ تلاوتِ قرآن کرتے تھے۔ نیند ہی میں صبح صادق طلوع ہوجاتی تھی۔ آپؐ طلوع صبح صادق کے بعد بستر سے اُٹھتے، غسل فرماتے اور پھر روزہ رکھ لیتے۔

بی بی نے انتہائی وثوق اور احتیاط کے ساتھ سرورِ کونینؐ کا یہ عمل بتایا ہے۔ اتنی احتیاط کی ہے، ہر راوی کو کھلے لفظوں میں بتایا ہے کہ سرورِ کونینؐ کی جنابت نیند میں احتلام ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی بلکہ جنابت کا سبب صرف اور صرف جماع ہوتا تھا۔

ابوبکر ابن عبدالرحمٰن نے ایک حدیث میں تو تکلفاً بی بی کے ساتھ اُم المومنین اُم سلمہ کو بھی شریکِ داستان کر لیا ہے۔

جلد اول نمبر ۱۷۹۸ میں بی بی عائشہ اپنے بھانجے عروہ ابن زبیر کو مسئلہ بھی بتاتی ہے اور مسکراتی بھی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سرورِ کونینؐ ہر بی بی کو تو نہیں البتہ اپنی ازواج میں سے ایک بی بی کے بحالتِ روزہ بھی بوسے لیتے تھے۔ پھر مسکراتی ہے تاکہ بھانجا اور سننے والے میرے دوسرے بیٹے سمجھ جائیں کہ وہ خوش قسمت کوئی اور زوجہ نہیں تھی بلکہ عروہ بیٹے تیری بھی خالہ اماں تھی۔

اُم المومنین عائشہ کی نیک اولاد اور بی بی کے بکاؤ ایجنٹ بیٹے کتنے خوش نصیب ہیں کہ بی بی نے جنسی جذبات کو فرو کرنے، جاڑے کے موسم میں ماہِ رمضان کی طویل رات گزارنے اور دن میں روزہ کو مرطوب رکھنے کی کتنی کھلی چھٹی دے دی ہے اور ثبوت میں بانیٔ اسلام کا عمل پیش کر دیا ہے۔ امید ہے برادرانِ سوادِ اعظم اس سنت رسولؐ پر پوری طرح عمل کرتے ہوں گے۔ اگر نہیں کرتے تو انھیں کرنا چاہیے کیونکہ جب مسلک کا نام ہی اہلِ سنت ہے پھر کیوں نہ اس عمدہ اور قابلِ تحسین سنت پر عمل کیا جائے۔

ہر رات کو اطمینان سے جماع کریں، جماع کر کے مزے سے سو جائیں، حسبِ معمول صبح کو اُٹھیں غسلِ جنابت کریں، روزہ رکھ لیں۔ پھر تلاوتِ قرآن میں مصروف ہو جائیں۔ جب ذرا منہ خشک ہونے لگے تو ذائقہ بدلنے کے لیے بیوی کا بوسہ لے لیں، منہ کی خشکی بھی دُور ہو جائے گی اور سنتِ رسول کی اتباع بھی ہو جائے گی۔

شیعوں کو اس جرم میں بُرا کہہ لینا آسان ہے لیکن خدا شاہد ہے اگر اصحاب کے

بتائے ہوئے اسلام میں رتی بھر بھی دین پیغمبرؐ ہوتا تو شیعہ اسے اس حقارت سے نہ دیکھتے جس سے دیکھتے ہیں۔

بھلا بتایئے! کیا یہ اسلام اور پیغمبر اسلامؐ سے مذاق نہیں؟ کیا یہ سابقہ دورِ جاہلیت کی جانب رجوع نہیں۔ ذاتِ احدیت تو سرورِ کونینؐ سے فرماتے: قم اللیل الا قلیلًا "رات میں قیام کم کرو"۔

گویا آپؐ کی کثرتِ شب بیداری اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ خود خالق کو بھی ترس آ گیا۔ پھر اسی سورۂ مزمل میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ لیکن بی بی فرماتی ہے نہ آپؐ تہجد پڑھتے ہیں اور نہ رات میں عبادت کرتے ہیں بلکہ بیویوں کے ساتھ عیش کر کے سو جاتے ہیں۔ غسل طلوعِ صبح کے بعد کرتے ہیں اور روزہ بھی طلوعِ فجر کے بعد رکھتے ہیں۔

گویا بقول بی بی کے سرورِ کونینؐ نے ذات احدیت کے دو قرآنی احکام کی کھلی خلاف ورزی کی۔

نمبر ا: سورۂ مزمل میں نمازِ تہجد کا حکم دیا گیا۔ آپؐ نے نمازِ تہجد بھی چھوڑ دی۔

نمبر ۲: اتموا الصیام من الفجر الی الّیل "روزہ طلوعِ صبح سے رات تک مکمل کرو" کی بھی نافرمانی کی۔

بھلا آپ ہی بتایئے جو شخص طلوعِ فجر کے بعد اُٹھ کر غسل کرتا ہے پھر روزہ رکھتا ہے۔ کیا اس کا روزہ طلوعِ صبح سے رات تک ہوگا یا طلوعِ صبح کے بعد سے رات تک ہوگا۔

تعجب تو یہ ہے کہ بانیٔ اسلام طلوعِ صبح کے بعد غسل کا وقت نکال کر روزہ شروع کرتا ہے لیکن اُمت طلوعِ صبح سے روزہ شروع کرتی ہے۔

اب افضل کون ہے رسول یا ہم؟

میرے عزیز دوستو!

میں نے قبل ازیں بھی کئی مقامات پر گزارش کی ہے کہ بی بی کا مقصد دین دینا نہیں بلکہ پہنچے ہوئے دین سے کچھ لینا ہے۔ سرورِ کونین کا احترام بتانا بی بی کا مقصد نہیں بلکہ جو کچھ احترام تھا اس سے حتی المقدور کم کرکے آپ کو لوگوں کی نظروں میں گرانا ہے۔

اگر آپ مذہبی تعصب سے ہٹ کر بی بی کی احادیث کو دیکھیں تو آپ یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ بی بی نے ایسے لوگوں کے لیے راستہ صاف کیا ہے جو اپنے کو نبی کہلوانا چاہتے تھے اور ان لوگوں سے بھی بوجھ ہلکا کیا ہے جو فتحِ مکہ کے وقت نہ چاہتے ہوئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کی خواہش یہ رہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کے احکام سے جان چھوٹی رہے۔

آپ ملاحظہ فرمائیں۔ مروان نے عبدالرحمٰن کو اللہ کی قسم دے کر کہا کہ ابوہریرہ کو یہ حدیث ضرور سنانا۔ گویا ابوہریرہ اس کا قائل نہ تھا اور مروان کی خواہش کے باوجود ابوہریرہ نے مروان کو اس کی اجازت نہ دی ہوگی۔ جبھی تو مروان نے عبدالرحمٰن سے کہا ہے کہ ابوہریرہ کو بتا دینا کہ تم تو تیار نہ ہوتے تھے لیکن دیکھو ہمیں ہمارا مقصود مل گیا ہے۔ اب روزے جانیں اور ہم جانیں۔ پھر غور فرمایئے جب عبدالرحمٰن نے ابوہریرہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو ابوہریرہ نے نہ تصدیق کی نہ تردید کی۔ تردید اس لیے نہ کی کہ مروان معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا، اموی دور تھا۔ ابوہریرہ تردید کرکے اموی مظالم برداشت نہ کرسکتا تھا اور تصدیق کرنے کی کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی اس لیے خاموش ہو رہا۔

سجدہ گاہ رسولؐ

کُل چھ احادیث ہیں:

❊ جلد اول، نمبر ۲۷۲، راوی ابوسلمہ

* جلد اول، نمبر ۳۷۳، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۴۸۵ "
* جلد اول، نمبر ۴۸۶، راوی ابو سلمہ
* جلد اول، نمبر ۱۱۳۰ "
* جلد اول، نمبر ۳۷۴، راوی عروہ

(۸۵) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۲۰، حدیث ۳۷۲

ابوسلمة ابن عبدالرحمن عن عائشة انها قالت كنت انام بين يدى رسول الله ورجلاى في قبلته فاذا سجد غمزني فقبضت رجلي واذا قام بسطتهما قالت والبيوت يومئذ ليس فيها مصباح

"ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں رسولؐ خدا کے آگے لیٹی ہوتی تھی۔ میرے دونوں پیر آپؐ کے قبلہ (کی جانب) میں ہوتے تھے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تھے تو مجھے دبا دیتے تھے میں اپنے پیر سکوڑ لیتی تھی اور جب آپ کھڑے ہو جاتے تھے تو میں انھیں پھیلا دیتی تھی۔ عائشہ کہتی ہیں کہ اس وقت تک گھروں میں چراغ نہ تھے"۔

(۸۶) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۲۰، حدیث ۳۷۳

عروه عن عائشة ان رسول الله كان يصلي وهي بينه وبين القبله على فراش اهله اعتراض الجنازة

"عروہ ابن زبیر بی بی سے روایت کرتا ہے کہ رسولؐ خدا نماز پڑھتے ہوتے تھے اور وہ (عائشہ) آپ کے اور قبلہ کے درمیان آپ کے گھر کے فرش پر جنازہ کی مثل لیٹی ہوتی تھیں"۔

(۸۷) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۷، حدیث ۴۸۵

هشام عن ابیه عن عائشة قالت کان النبیؐ یصلی وانا راقدة معترضة علی فراشه فاذا اراد ان یوتر فایقظنی فاوترت

"ہشام اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ نبیؐ نماز پڑھتے تھے اور میں آپؐ کے سامنے فرش پر عرضاً سوئی ہوئی تھی۔ پھر جب آپ چاہتے کہ وتر پڑھیں تو مجھے جگا لیتے اور میں (بھی) وتر پڑھ لیتی تھی۔

(۸۸) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۷، حدیث ۴۸۶

ابوسلمة ابن عبدالرحمٰن عن عائشة انها قالت کان انام بین یدی رسول الله ورجلای فی قبلته فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی فاذا قام بسطتهما قالت والبیوت یومئذ لیس فیها مصابیح

"ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں رسولؐ خدا کے سامنے سوئی ہوتی تھی اور میرے پیر آپؐ کے قبلہ (کی جانب) میں ہوتے تھے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو مجھے دبا دیتے اور میں اپنے پیر سمیٹ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پیر پھیلا دیتی۔ عائشہ کہتی ہیں کہ اس وقت گھروں میں چراغ نہ (جلتے) تھے"۔

(۸۹) جلد اول، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، ص ۴۲۶، حدیث ۱۱۳۰

ابوسلمة عن عائشة قالت کنت امد رجلی فی قبلة

(۸۷) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۷، حدیث ۴۸۵

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان النبیؐ يصلي وانا راقدة معترضة على فراشه فاذا اراد ان يوتر فايقظني فاوترت

''ہشام اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ نبیؐ نماز پڑھتے تھے اور میں آپؐ کے سامنے فرش پر عرضاً سوئی ہوتی تھی۔ پھر جب آپ چاہتے کہ وتر پڑھیں تو مجھے جگا لیتے اور میں (بھی) وتر پڑھ لیتی تھی۔

(۸۸) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۷، حدیث ۴۸۶

ابوسلمة ابن عبدالرحمٰن عن عائشة انها قالت كان انام بين يدى رسول اللّٰه ورجلاى فى قبلته فاذا سجد غمزني فقبضت رجلى فاذا قام بسطتهما قالت والبيوت يومئذ ليس فيها مصابيح

''ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں رسولِؐ خدا کے سامنے سوئی ہوتی تھی اور میرے پیر آپؐ کے قبلہ (کی جانب) میں ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے دبا دیتے اور میں اپنے پیر سمیٹ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پیر پھیلا دیتی۔ عائشہ کہتی ہیں کہ اس وقت گھروں میں چراغ نہ (جلتے) تھے''۔

(۸۹) جلد اول، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، ص ۴۶۶، حدیث ۱۱۳۰

ابوسلمة عن عائشة قالت كنت امد رجلي في قبلة

النبیؐ وھو یصلی فاذا سجد غمزنی فرفعتھما فاذا قام مددتھما

''ابوسلمہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اپنا پاؤں رسولؐ کے سامنے دراز کیے رہتی اور آپؐ نماز پڑھتے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو میرا پاؤں دبا دیتے تو میں اس کو اٹھا لیتی۔ جب کھڑے ہوجاتے تو میں اس کو اٹھالیتی، جب کھڑے ہوجاتے تو میں پھر پھیلا دیتی''۔

(۹۰) جلداول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۲۱، حدیث ۳۷۴

عن عروۃ ان النبیؐ کان یصلی وعائشۃ معترضہ بینہ وبین القبلۃ علی الفراش الذی ینامان علیہ

''عروہ روایت کرتا ہے کہ نبیؐ نماز پڑھتے ہوتے تھے اور عائشہ آپؐ کے قبلہ کے درمیان میں اس فرش پر جس پر دونوں سوتے تھے بجانب عرض لیٹی ہوتی تھیں''۔

محترم قارئین! یہ چھ احادیث ہیں، تین احادیث کا راوی ابوسلمہ ہے اور تین عروہ ابن زبیر نے نقل کی ہیں۔

❁ جلداول، نمبر ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴ کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں جس باب کے ذیل میں درج کیا ہے وہ ہے: فرش پر نماز پڑھنا۔

ان تین احادیث میں سے دو حدیثیں بی بی عائشہ نے اپنی زبانی ابوسلمہ اور عروہ کو سنائی ہیں جبکہ تیسری حدیث عروہ نے بی بی عائشہ سے سنی نہیں بلکہ بی بی عائشہ اور سرورِ کونینؐ کا عمل بچشم خود دیکھا ہے۔ ملاحظہ ہو، جلداول، نمبر ۳۷۴

عروہ کہتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نماز پڑھتے تھے اور بی بی آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان

سوئی ہوئی ہوتی تھی۔ یہاں نقل یا روایت نہیں ہے بلکہ مشاہدہ ہے۔

- جلداول، نمبر ۴۸۵ کو امام بخاری نے جس باب میں لکھا ہے وہ ہے سوتے ہوئے آدمی کے سامنے نماز پڑھنا۔
- جلداول، نمبر ۴۸۶ کو امام بخاری نے دوسرے باب میں درج کیا ہے۔ عورت کے سامنے ہوتے ہوئے نفل نماز پڑھنا۔
- جلداول، نمبر ۱۱۳۰ کو امام بخاری علیحدہ باب میں ٹکایا ہے۔ نماز میں کون سا عمل جائز ہے۔

تکرار کہاں؟

اگر ان چھ احادیث میں تکرار ثابت کرنے کی کوشش کر کے انھیں ایک یا دو احادیث ثابت کیا جائے تو بالکل غلط ہوگا۔ بلکہ ہر حدیث علیحدہ اور مستقل حدیث ہے۔

- جلداول، نمبر ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۶ کو علیحدہ علیحدہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ایک باب میں مسلسل اور بلا فاصلہ ان کا تذکرہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ ہر حدیث دوسری سے جدا ہے۔ اگر تکرار ہوتا تو ایک باب میں تکرار کی ضرورت نہ تھی۔

اب دوسری تین احادیث میں غور کریں۔ اگر چہ امام بخاری نے ہر حدیث کو علیحدہ باب میں جگہ دی ہے لیکن بذاتِ خود احادیث میں فکر بتا رہا ہے کہ ہر حدیث دوسری سے جدا ہے۔

جلداول، نمبر ۴۸۵ کا راوی عروہ ہے اور بی بی بستر رسولؐ پر عرضاً سونے کا بتاتی ہے۔

جلداول، نمبر ۴۸۶ کا راوی ابوسلمہ ہے اور بی بی اپنے طولاً سونے کا ذکر کرتی ہے۔

جلداول، نمبر ۱۱۳۰ کا راوی بھی ابوسلمہ ہے۔ بی بی نے بتایا بھی طولاً سونے کا ہے

لیکن صرف اتنا بتایا ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے میرا پاؤں دباتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہوجاتے تو میں پاؤں پسار لیتی۔ جبکہ جلد اول، نمبر ۴۸۶ میں بی بی یہ بھی بتاتی ہے کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے۔

لمحۂ فکریہ

یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ ان چھ احادیث میں تکرار نہیں۔ ہر حدیث کی حیثیت جدا جدا ہے اور ہر حدیث مستقل علیحدہ مسئلہ کا مآخذ ہے۔ آیئے دیکھیں کہ بی بی بتانا کیا چاہتی ہے۔

بی بی اپنے سونے کی احادیث میں دو کیفیتیں بتاتی ہیں:

نمبر ۱: سرورِ کونینؐ جب نماز پڑھتے تو میں جنازہ کی مانند عرضاً آپؐ کے سامنے سوئی ہوئی ہوتی تھی۔

نمبر ۲: سرورِ کونینؐ جب نماز پڑھتے تھے تو میری ٹانگیں سرورِ کونینؐ کے قبلہ کی طرف ہوتی تھیں یعنی طولاً سوتی تھی۔

اہلِ سُنّت کے لیے سُنّت

* جو لوگ سنت سرورِ کونینؐ پر عمل کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں صبح و شام سرمہ لگاتے ہیں، عطر استعمال کرتے ہی، جمعہ کا غسل کرتے ہیں، مسواک کرتے ہیں، تراویح پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ انھیں بی بی عائشہ نے انتہائی دلربا سنت سرورِ کونینؐ سے مطلع فرمایا ہے۔
* مردوں کے لیے سرورِ کونینؐ کا عمل سنت ہے اور عورتوں کے لیے بی بی کا عمل قابلِ تقلید ہے۔ لیجیے دیر نہ کیجیے: شوہر اپنی بیوی کو اپنے سامنے کبھی طولاً اور کبھی عرضاً سلا لیں۔ نوافل کی نیت سے نماز شروع کردیں۔ پھر اندازہ کریں کہ یہ نماز کتنی مقبول ہوتی ہے۔ اس نماز میں کتنا رُوحانی کیف آتا ہے، کتنی لذت حاصل ہوتی ہے۔

شوہر کے بچوں کی ماں جو بچوں کے لیے جنت ہے، آخر بچوں کے باپ کے لیے بھی تو کچھ نہ کچھ ضرور ہوگی۔ نماز بھی پڑھو اور اس انھی جنت کی سیر بھی کریں۔

- خدا شاہد ہے دل تو بہت کرتا ہے لیکن آلِ محمدؐ کے بتائے ہوئے درسِ اخلاق آڑے آجاتے ہیں۔

- بی بی نے جس تہذیب اور اخلاق کا درس دیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ بی بی نے ابنائے اُمت کو یہ بتایا ہے کہ نماز کوئی اتنی اہم شے نہیں ہے بلکہ اہم شے میاں بیوی کا باہمی پیار ہے۔ آپ دیکھ لیں سرورِ کونینؐ نے بحالتِ نماز بھی میرے پیار کو مقدم رکھا۔ میں ٹانگیں پسارے رہتی تھی۔ سرورِ کونینؐ نماز پڑھتے تھے۔ جب آپؐ سجدہ پر جھکنے لگتے تو وہ میرا پاؤں دبا دیتے۔ ایک طرف لذت پیار اور دوسری طرف شوق عبادت دونوں حاصل ہو جاتے۔ یہ تو ایک عمومی درس ہے جو بی بی نے عورتوں اور مردوں دونوں کو مشترکہ طور پر دیا ہے۔
- انھی چھ احادیث میں ایک درس صرف مردوں کے لیے ہے اور وہ یہ ہے کہ بے شک نوافل پڑھتے ہوئے بیوی کو اپنے سامنے سلا لیں۔ خواہ بیوی کی ٹانگیں آپ کی طرف ہوں یا بیوی جنازہ کی مانند سوتی ہو۔ نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔
- ایک درس صرف عورتوں کے لیے ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کبھی آپ کے میاں نماز پڑھنے لگیں اور آپ کی ایک دو سوکنیں بھی ہوں، معاملہ باری کا ہو، آپ اپنی باری میں شوہر سے بحالتِ نماز بھی لطف اندوز ہو سکتی ہیں اور وہ یوں کہ آپ اپنے محبوب شوہر کے سامنے میری طرح سو جائیں۔ کبھی ٹانگیں شوہر کی طرف کر لیں اور کبھی جنازہ کی طرح سو جائیں۔ اگر جنازہ کی طرح سوئیں گی تو صرف اسی قدر لطف

حاصل ہو سکے گا کہ آپ شوہر کو دیکھتی رہیں اور شوہر آپ کی طرف دیکھ کر شوق نظارہ پورا کرتا رہے اور جب کبھی شوہر زیادہ متوجہ الی اللہ ہو اور آپ کی خواہش میں زیادہ گرمی ہو تو آپ ٹانگیں شوہر کی طرف کر لیجیے۔ کم از کم جب شوہر سجدہ کے لیے جھکے گا اس وقت تو اسے مجبوراً آپ کو چھونا پڑے گا کیونکہ اسے سجدہ کی جگہ فارغ کرنا ہوگی۔ اس لیے اور نہیں تو اس کے چھونے سے آپ کی گرمی آپ کے شوہر تک بھی پہنچتی رہے گی اور یوں یہ گرمی رفتہ رفتہ اپنا کام کر جائے گی۔ اگر شوہر کا ارادہ بیس رکعت نوافل پڑھنے کا ہوگا تو دو چار مرتبہ پاؤں کو چھو لینے کے بعد ارادہ میں کمی آ جائے گی اور شوہر اللہ میاں سے معذرت کر کے آخر لیٹ ہی جائے گا۔

میرے محترم دوستو!

- یہ ہے نظامِ مصطفیٰؐ جو بی بی عائشہ نے انتہائی محنت اور کاوش سے ہم تک پہنچایا ہے۔
- یہ ہے سرورِ کونینؐ کی راتوں کی داستانِ عبادت جو بی بی نے سنائی ہے۔
- یہ ہے درسِ اخلاق جو بی بی نے دیا ہے۔
- یہ ہے تہذیب اسلام جو بی بی نے بتائی ہے۔
- یہ ہے تصورِ اسلام جو بی بی نے پیش کیا ہے۔
- یہ ہے مقامِ مصطفیٰؐ جو بی بی نے بتایا ہے۔
- سابقاً آپ سرورِ کونینؐ کے روزے بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بحالت جنابت صبح ہو جاتی ہے۔ اب آپ کی نماز بھی دیکھ لیں اور بی بی کو دادِ تحسین دیں کہ بی بی نے کس خوش اسلوبی سے اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ بخاری شریف کی ان صحیح احادیث کو بھی پڑھ لینے کے بعد اگر آپ بی بی عائشہ۔ اس کے دیئے اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ بخاری شریف کی ان صحیح احادیث کو بھی پڑھ لینے کے بعد اگر آپ بی بی عائشہ، اس کے دیئے اسلام، اس کی پیش کی گئی تصویر، رسولؐ

اعظم اور بی بی کے دیئے گئے مقامِ مصطفیٰؐ سے بی بی کے ذہن میں جھانکنے کی کوشش نہ کریں تو پھر کوئی کیا کر سکتا ہے؟

بیت المال اور آلِ ابوبکر

* جلد اوّل، نمبر ۱۹۳۱، راوی عروہ

(۹۱) جلد اول، کتاب البیوع، ص ۷۲۸، حدیث ۱۹۳۱

عروۃ ابن الزبیر ان عائشۃ قالت لما استخلف ابوبکر الصدیق قال لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنته اھلی وشغلت بامرالمسلمین فسیاکل ال ابی بکر من ھذا المال ویحترف للمسلمین فیه

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا کہ میرے پیشے کی آمدنی اہل وعیال کی کفالت کے لیے ناکافی نہ تھی اور اب مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں تو ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور مسلمانوں کے لیے اس میں سے تجارت کریں گے''۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوبکر کا یہ ارشادِ گرامی کسی معمولی ہستی کا نہیں بلکہ آپ کی شریکِ کار اور عزیز بیٹی بی بی عائشہ کا ہے اور راوی بھی کوئی عام آدمی نہیں بلکہ بی بی کا بھانجا اور حضرت ابوبکر کا نواسہ عروہ ابن زبیر ہے۔

آپ فرماتے یہ ہیں کہ پہلے تو میں خود کماتا تھا اور اپنے عیال کی کفالت کرتا تھا لیکن اب چونکہ میں حکومت چلاؤں گا اس لیے میرے عیال کی کفالت رہ جائے گی، لہٰذا اب میری اولاد بیت المال سے کھائے گی اور تجارت بھی کرے گی۔

ابوبکر کے اس آرڈی نَنس کو عصرِ حاضر کے ایک مفکر، ابوبکر کے وکیلِ مخصوص اور

سواداعظم کے ترجمان مولانا ابوالوحید عبدالمجید خادم ایڈیٹر مسلمان کے نظریہ سے تطبیق دیجیے اور پھر بتائیے کہ بی بی عائشہ اور ابوبکر سچے ہیں یا ان کے وکلائے مخلصین۔

یہ کتاب ہے، اسلام اور دولت معہ دولت مند صحابہ۔ پریس کا نام تو نہیں لکھا البتہ ملنے کا پتا لکھا ہے اور وہ ہے دفتر مسلمان، سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ۔ دیباچہ کے اختتام پر تاریخ اشاعت غالباً لکھی ہوتی ہے۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء میں اس کتابچہ میں جو کچھ دیا گیا ہے من وعن نقل کر رہا ہوں۔ ص ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵

(۵) حضرت ابوبکر صدیق

حضرت ابوبکر صدیق کے دیگر بے شمار فضائل ومحامد کے علاوہ اگر آپ کی فیاضی، مہمان نوازی، مفلس و بے نواؤں کی دستگیری، مصیبت زدوں کی اعانت، قرابت داروں کی پاسداری وغیرہ اوصاف کو دیکھا جائے تو آپ یقیناً تمام صحابہ میں ممتاز نظر آئیں گے:

* آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے اور دوسرے ملکوں میں تجارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ ہزاروں روپے کا لین دین کرتے تھے۔ آپ کا قول ہے کہ میں قریش میں سب سے بڑا متمول تاجر تھا۔ (ابن ماجہ وابن سعد، ج ۳)
* حضرت ابوبکر صدیق کے پاس قبولِ اسلام کے وقت چالیس ہزار روپے نقد موجود تھے جو سب کے سب اسلام کی راہ میں خرچ ہوئے۔ حضورِ پُرنور جہاں ارشاد فرماتے آپ خرچ کرتے چلے جاتے تھے۔ (ابن سعد، ج ۴)
* آپ نے بیش بہا روپیہ غلاموں پر خرچ کیا۔ جب کسی غلام کو محض اسلام کی خاطر تکلیف پہنچتی اور حضورؐ کو ان کی تکلیف سن کر دکھ ہوتا تو آپ فوراً جاتے اور مالک کو منہ مانگی قیمت دے کر غلام خرید لیتے اور پھر آزاد کر دیتے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوتے۔ چنانچہ حضرت بلال، عامر ابن فہیرہ، نذیریہ،

جاریہ بنی موہل، نہدیہ بنت نہدیہ وغیرہ بیسیوں غلام محض حضورؐ ہی کے اشارے سے آزاد ہوئے تھے۔

* مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے لیے جو سب سے پہلے زمین خریدی اس کی قیمت اکیلے ابوبکر صدیق ہی نے ادا کی تھی۔ (فتح الباری، ج ۷، ص ۱۹۲)
* ۹ ہجری میں ایک بار سرورِ دو عالمؐ نے جنگ کے لیے چندہ کی اپیل کی تو سب صحابہ نے حسبِ ارشاد اس میں حصہ لیا مگر ابوبکر کے پاس جو کچھ موجود تھا وہ سب کچھ لا کر حاضر کر دیا۔ (ابوداؤد و مصری، ص ۱۹۲)
* حضورؐ نے اپنی وفات سے چند یوم قبل یہ فرمایا کہ ابوبکر اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا (یعنی اسلام کا) سب سے بڑا محسن ہے۔ میں نے قریباً اور سب کے احسان اُتار دیئے مگر ابوبکر کا احسان نہیں اُتار سکا۔ اس کا صلہ خود اللہ تعالیٰ ہی اسے دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جتنا روپیہ ابوبکر نے میری اور اسلام کی خاطر تنگی ترشی کے زمانہ میں خرچ کیا اتنا اور کسی نے خرچ نہیں کیا۔ (بخاری، ج ۱)

ایک حدیث کے لفظ یہ ہیں: ما نفعني ما ل ما نفعني مال ابي بكر یعنی ابوبکر کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لیے مفید ثابت نہیں ہوا۔ (کنز العمال، ج ۶، ص ۳۱۶)

* رسول اللہؐ کے قرضوں کا چکانا اور وعدوں کا پورا کرنا ابوبکر نے اپنے ذمّہ لے لیا تھا۔ چنانچہ جب بحرین سے آپ کے پاس بہت سا مال آیا تو آپ نے اعلان کر دیا کہ جس جس نے حضورؐ سے کوئی وعدہ کیا ہو وہ آئے اور مجھ سے لے لے۔ چنانچہ جابر نے عرض کیا کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے تین دفعہ دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ اسی طرح سے انھیں دیا۔ پھر ابوبشیر مازنی کے بیان پر ان کو چودہ سو درہم عطا فرمائے۔ (طبقات ابن سعد)

* آپ اپنے زمانہ خلافت میں بیت المال کا روپیہ بھی غرباء پر اس طرح خرچ کرتے تھے جس طرح اپنا ذاتی روپیہ خرچ کر دیتے تھے۔ جب آپ نے انتقال فرمایا تو بیت المال میں صرف ایک درہم باقی تھا۔ حضرت عمر نے خزانچی کو بلا کر پوچھا کہ شروع سے اس وقت تک خزانہ میں کس قدر مال آیا ہوگا جو حضرت ابوبکر نے صدقہ کیا تو اس نے کہا کہ "دولاکھ" دینار (پونڈ)۔ (طبقات ابن سعد، ج ۳)
* آپ اتنے فیاض تھے کہ اگر حاجت مند آتے اور بیت المال میں کچھ نہ ہوتا تو اپنے نام پر قرض لیتے اور ان کو دے دیتے۔ چنانچہ انتقال پر اپنے صاحبزادے کو فرمایا کہ مجھ پر بیت المال کا چھ ہزار درہم قرض ہے۔ میرا فلاں باغ بیچ کر سب سے پہلے بیت المال کا قرضہ ادا کیا جائے۔ (ابن سعد، ج ۳)
* آپ کے پاس خیبر میں ایک بہت بڑی جاگیر تھی اور اس کے علاوہ اطرافِ مدینہ اور بحرین میں بھی بہت سی جاگیریں تھیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۳۱)
* مقامِ سخ میں آپ کا ایک عظیم الشان کارخانہ بھی تھا جس میں اعلیٰ پیمانہ پر کپڑے کا کام ہوتا تھا۔ (ابن سعد)

محترم مولانا عبدالمجید نے گیارہ نکات طبقاتِ ابن سعد، ابن ماجہ، فتح الباری اور کنزالعمال سے جمع کیے ہیں اور ایک حدیث بخاری شریف سے بھی پیش کی ہے۔ مولانا عبدالمجید کے ان گیارہ نکات کے مطابق:

* ابوبکر کے پاس بوقت اسلام چالیس ہزار روپیہ نقد تھا۔
* ابوبکر غلاموں پر خرچ کرتے تھے۔
* مسجد نبوی ابوبکر کی خرید کردہ زمین ہے۔
* آپ بوقتِ وفات چھ ہزار درہم کے مقروض تھے۔

* مدینہ کے علاوہ بحرین میں بھی آپ کی جاگیر تھی۔
* مقامِ سنح میں آپ کا ایک عظیم الشان کارخانہ تھا۔
* آپ کا ایک باغ بھی تھا۔

محترم قارئین!

* قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر یہ سب کچھ تھا تو پھر اولاد کو بیت المال کا بوجھ بنانے کی وجہ کیا تھی؟
* کارخانہ چلتا رہتا، باغات پھل دیتے رہتے اور جاگیروں کی آمد آتی رہتی۔ ابوبکر حکومت میں مصروف۔
* ابوبکر نے یہ نہیں کہا کہ میں اپنی جاگیروں، باغات اور عظیم الشان کارخانوں کی نگرانی نہیں کرتا۔ بیٹے تھے، پوتے تھے، تقسیم کار کر دیتے اور کہہ دیتے لو بیٹو! آج تک نگرانی کی ہے، اب میں حکومت کی نگرانی کروں گا تم مجھے بھی کھلاؤ اور خود بھی کھاؤ۔ کاروبار جما ہوا ہے، باغات لگے ہوئے ہیں، جاگیریں موجود ہیں۔ صرف نگرانی کرنا ہوگی، نگرانی کرو۔ میں بھی کھاؤں گا اور تم بھی کھاؤ گے۔
* لیکن یہاں معاملہ کچھ ٹیڑھا ہے۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ دنیا جانتی ہے کہ میں جو محنت مزدوری کرتا تھا اس سے میرے اور میرے بچوں کی دال روٹی نکل آتی تھی۔ اب میں محنت مزدوری نہیں کر سکوں گا کیونکہ مجھے حکومت چلانا ہے۔ اب آلِ ابوبکر بیت المال سے کھائے گی بھی اور بیت المال ہی سے تجارت بھی کرے گی۔
* بے چارے مریدوں نے اڑانے کی کوشش تو بہت کی لیکن دروغ گورا حافظہ نباشد والی بات بن گئی۔ امام بخاری بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ لوگ کیا سوچ رہے ہیں۔ اگر امام بخاری کو ان حالات کی ذرا بھی بھنک پڑ جاتی تو قطعاً اس حدیث کو صحیح سمجھ کر درج نہ کرتے۔ دو رکعت نماز بھی بچ جاتی اور استخارہ بھی بچ جاتا۔

* اب اگر بی بی عائشہ اور امام بخاری کو سچا مانیں تو ماننا پڑتا ہے کہ یہ چھ ہزار کا قرض بیت المال سے صدقات کے لیے نہیں تھا بلکہ تجارت کے لیے لیا گیا پیسہ تھا اور اگر مولانا عبدالمجید جیسے علماء کی تحقیق مانیں تو بیچاری بخاری اور بی بی عائشہ کو جھوٹا ماننا پڑتا ہے۔ لہٰذا فائدہ اسی میں ہے کہ ابوبکر کی دولتمندی کی ڈینگیں مارنا چھوڑ دیں اور کھلے دل سے بی بی عائشہ، ابوبکر اور امام بخاری کی بات کو درست مان کر یہ تسلیم کرلیں کہ ابوبکر نے بیت المال سے خوب خوب خرچ کیا۔ خود بھی کھایا، آل ابوبکر کو بھی کھلایا اور دیگر اقرباء کو بھی سیر ہو کر نوازا۔

عورت یا کتا

کُل چار احادیث ہیں:

* جلد اول، نمبر ۴۸۱، راوی اسود
* جلد اول، نمبر ۴۸۴، راوی مسروق
* جلد اول، نمبر ۴۸۷، راوی مسروق
* جلد اول، نمبر ۴۹۲، راوی قاسم

(۹۲) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۵، حدیث ۴۸۱

اسود عن عائشة قالت اعدلتمونا بالكلب والحماد لقد رأتيني مضطجعةً على السرير فيجيئى النبيً فيتوسط السرير فيصلي فاكره ان اسخه فانسل من قبل رجلي السرير حتٰى انسل من لحافي

اسود بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ (ایک مرتبہ) انہوں نے کہا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کردیا۔ میں نے تو یہ دیکھا کہ نبی تشریف لاتے تھے تو تخت کے بیچ میں کھڑے ہو کر

نماز پڑھتے۔ (چونکہ تخت پر سامنے میں لیٹی ہوتی تو میں اس بات کو بُرا جانتی تھی) کہ (نماز میں) آپ کے سامنے رہوں لہٰذا میں تخت کے پایوں کی طرف نکل کر اپنے لحاف سے باہر ہو جاتی تھی"۔

(۹۳) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۷، حدیث ۴۸۴

مسروق عن عائشة انه ذکر عندها ما یقطع الصلوٰة فقالوا یقطعها الکلب والحمار والمرأة فقالت لقد جعلتمونا کلابًا ، لقد رأیت النبیؐ یصلی وانی بینه وبین القبلة وانا فصطجعة علی السریر فتکون لی الحاجة واکره استقبله فانسل انسلالًا

"مسروق بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ان کے سامنے ان اشیاء کا ذکر ہوا جو نماز کو فاسد کر دیتی ہیں تو لوگوں نے بیان کیا کہ کتا اور گدھا اور عورت نماز کو فاسد کر دیتی ہیں۔ حضرت عائشہ کہنے لگیں کہ بے شک تم نے ہم لوگوں کو کتا بنا دیا۔ میں نے نبی کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس حالت میں کہ میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان میں تخت پر لیٹی ہوتی تھی تو پر مجھے کچھ ضرورت ہوتی (چونکہ) میں اس بات کو بُرا جانتی تھی کہ آپ کے سامنے سے جاؤں تو میں آہستہ سے نکل جاتی تھی"۔

(۹۴) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۸، حدیث ۴۸۷

مسروق عن عائشة ذکر عندها ما یقطع الصلوٰة الکلب والحمار والمرأة فقالت شبهتمونا بالحمر والکلاب واللّٰه لقد رأیت النبیؐ یصلی وانی علی السریر بینه

وبین القبلة فصطجعة فتبدولی الحاجة فاکرہ او اجلس فاوذی النبیؐ فانسل من عند رجلیه

''مسروق بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر کیا گیا جو نماز کو فاسد کر دیتی ہیں یعنی کتے کا، گدھے کا اور عورت کا۔ بی بی عائشہ نے کہا کہ تم نے ہم لوگوں کو گدھوں اور کتوں کی مثل بنا دیا۔ واللہ میں نے نبی کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس حال میں کہ میں تخت پر آپ کے اور قبلہ کے درمیان میں لیٹی ہوتی تھی۔ پھر مجھے ضرورت درپیش ہوتی چونکہ میں اس بات کو بُرا جانتی تھی کہ اُٹھ بیٹھوں اور نبی کو تکلیف دوں، لہٰذا میں آپ کے پیروں کی جانب سے نکل جاتی تھی''۔

(۹۵) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۹، حدیث ۴۹۲

قاسم عن عائشة قالت بئسما عدلتمونا بالکلب والحمار لقد رأیتنی و رسول الله یصلی وانا فصطجعة بینه وبین القبلة فاذا اراد ان یسجد غمز رجلی فقبضتهما

''قاسم بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ بی بی نے کہا تم نے بُرا کیا جو ہم لوگوں کو کتے اور گدھے کے برابر کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا نماز پڑھتے ہوتے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتی تھی۔ جب آپ سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پیروں کو دبا دیتے تو میں ان کو ہٹا لیتی''۔

محترم قارئین!

❋ سابقاً سجدہ گاہ رسولؐ کے زیرِ عنوان آپ نے صحیح بخاری شریف سے چھ احادیث

ملاحظہ فرمائیں جن میں بی بی عائشہ اپنے سونے کا انداز بتاتی ہیں کہ کبھی تو میں عرضاً سرورِ کونینؐ کے سامنے سو جاتی تھی اور کبھی طولاً سو جاتی تھی جب آپ سجدہ کے لیے جھکتے میری ٹانگ دبا دیتے اور میں ٹانگیں سمیٹ لیتی۔

* اب عورت یا کتا کے زیرِ عنوان پھر صحیح بخاری کی چار احادیث ملاحظہ فرمائیے۔ جن میں الحمدللہ بی بی نے ایک بات تو یہ کی کہ سابقہ احادیث کی توثیق کر دی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ غلط یا ضعیف ہیں اور دوسرے ایک مسئلہ کی جانب بھی متوجہ کیا اور وہ ہے صحابہ کے ساتھ بی بی کا نزاع۔ اب دیکھتے ہیں کہ بی بی اور صحابہ کے مثلہ بے لوث وکلاء کس کی مانتے ہیں، صحابہ کی مانیں گے تو بی بی کو جھوٹا کہنا ہوگا اور اگر بی بی کی مانیں تو صحابہ کو جھوٹا کہنا ہوگا۔

نزاع

○ صحابہ کا موقف: تین چیزوں سے اگر کوئی ایک نمازی کے سامنے سے اگر گزر جائے تو نمازی کی نماز باطل ہو جاتی ہے: کتا، گدھا، عورت۔

○ بی بی کا موقف: کتا اور گدھا حالتِ نماز میں اگر کسی کے سامنے سے گزر جائے تو میں کچھ نہیں کہتی نماز رہتی یا جاتی ہے لیکن اگر عورت نماز کے سامنے سے گزر جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ میں خود سرورِ کونینؐ کے سامنے سوتی بھی رہی اور گزرتی بھی رہی جب رسولِ کونین کی نماز باطل نہیں ہوتی تو اور کون ہے جس کی نماز باطل ہوگی۔

میرے دوستو! یہ ہے نزاع جو صحابہ اور بی بی عائشہ کے درمیان رونما ہوا۔ آیئے پہلے ذرا ان احادیث کا تجزیہ کر لیں اور یہ دیکھ لیں کہ یہ چار احادیث ہیں یا ایک ہی حدیث کا تکرار کیا گیا ہے۔

کُل چار احادیث ہیں: ایک حدیث اسود کی روایت کردہ ہے، ایک کا راوی قاسم ہے اور دو مسروق نے نقل کی ہیں۔

* جلد اول، نمبر ۴۸۱ میں اسود نے بی بی سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ بی بی فرماتی ہے: اعدلتمونا بالکلب والحمار "تم نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے برابر کیا"۔

اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نماز کن چیزوں سے باطل ہوتی ہے صرف بی بی کا اظہارِ افسوس ہے۔

* جلد اول، نمبر ۴۸۴ میں مسروق نے یہ بتایا ہے کہ بی بی کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہوا جن کے سامنے سے گزرنے سے نماز باطل ہوتی ہے۔ ان میں کتے، گدھے اور عورت کا نام لیا گیا تو بی بی نے فرمایا: لقد جعلتمونا کلابا "تم نے ہم عورتوں کو کتا بنا دیا ہے"۔ اس موقع پر بی بی نے صرف کتے کا نام لیا ہے گدھے کا ذکر نہیں کیا۔

* جلد اول، نمبر ۴۸۷ میں مسروق نے بتایا ہے کہ بی بی کے سامنے جب ایسی چیزوں کا ذکر ہوا جو نمازی کے سامنے سے گزریں تو نماز باطل ہو جاتی ہے تو بی بی نے فرمایا: شبهتمونا بالحمر والکلاب "تم نے ہم عورتوں کو گدھوں اور کتوں سے تشبیہ دی ہے"۔

اس موقع پر بی بی مسروق سے فرماتی ہے کہ تم نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے سے تشبیہ دی ہے۔ یہاں دونوں نام استعمال کیے ہیں۔ سابقہ احادیث میں آپ کو بی بی کی قسم نہیں ملے گی لیکن یہاں بی بی قسم کھا کر سرورِ کونینؐ کے سامنے اپنا سونا بیان کرتی ہے۔

* جلد اول، نمبر ۴۹۲ میں بی بی قاسم کے سامنے جو کچھ بیان کرتی ہے وہ یہ ہے کہ بئسما عدلتمونا بالکلب والحمار "تم نے بہت بُرا کیا جو ہم عورتوں کو کتے اور گدھے سے تشبیہ دی"۔

قاسم کے سامنے بی بی نماز باطل کرنے والی چیزوں کا نام نہیں لیتی بلکہ اظہارِ افسوس کرتی ہے اور قاسم سے کہتی ہے کہ تم لوگوں نے یہ کام کوئی اچھا نہیں کیا بلکہ بُرا کیا ہے۔

میرے دوستو!

آپ نے سجدہ گاہ رسولؐ کے ذیل میں دی گئی احادیث دیکھ کر یہ ضرور سوچا ہوگا کہ شیعہ لوگ صرف بی بی کو بدنام کرنے کی خاطر اُوٹ پٹانگ احادیث تلاش کر کے پیش کر دیتے ہیں لیکن آپ یقین جانیں خدا بہتر جانتا ہے کہ ہمیں بی بی سے نہ کوئی ذاتی رنجش ہے نہ کوئی رقابت ہے۔ جس طرح آپ بی بی کا حرمِ رسولؐ ہونے کی وجہ سے احترام کرتے ہیں اسی طرح ہم بھی بی بی کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں۔

اگر ہمیں تکلیف ہوتی ہے تو بس صرف یہی کہ ہمیں بی بی کی ان جیسی احادیث اور ان جیسے احکام اسلام پسند نہیں، اسی لیے ہم بی بی کو واجب الاطاعت نہیں سمجھتے۔ ان احادیث میں بی بی نے اپنے سابقہ بیان اور میری پیش کردہ احادیث کی توثیق کر دی ہے اور اپنے عمل کو پیش کر کے صحابہ کے خلاف احتجاج کیا ہے۔

مقامِ فکر

* واقعۂ افک، گمشدگیٔ ہار، سقیفۂ بنی ساعدہ اور ایامِ جادو زدگی کے حالات میں جس طرح بی بی نے کسی مصلحت کے پیشِ نظر متعلقہ افراد کے ناموں کو پردۂ خفا میں رکھا ہے اور ہم بدنصیبوں کو نہیں بتایا کہ افک میں کون کون لوگ شریک تھے تاکہ ان سے تبرا کیا جائے۔ سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار کو لے جانے والے کون لوگ تھے اور مہاجرین کے ساتھ جھگڑا کرنے والے کون تھے تاکہ ان سے بچا جائے۔ جادو زدگی کے ایام میں اور چاہ زروان پر سرورِ کونینؐ کے ساتھ جا کر حمایت کرنے

والے کون سے لوگ تھے تاکہ ان سے اور ان کی احادیث سے تولّی کیا جائے۔

* اسی طرح ان احادیث میں بھی بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ: عورتوں کو کتا اور گدھا کہنے والے کون بدبخت ہیں تاکہ ان سے ہوشیار رہا جائے۔

* بہرصورت اتنا تو مسلّم ہے کہ جو بھی تھے بی بی کے اپنے گروپ سے متعلق تھے کیونکہ اگر اہلِ بیتؑ سے متعلق لوگ ہوتے تو بی بی ان کا نام لینے میں بھی دیر نہ لگاتی اور ان کے خلاف جذبات اُبھارنے میں بھی سُستی نہ کرتی، جس طرح جنگِ جمل اور نواسۂ رسولؐ مصلحِ اُمت امام حسنؑ کے جنازہ کو روضۂ رسولؐ میں دفن نہ ہونے کی خاطر بی بی نے تیراندازی کروادی تھی۔ اگر اہلِ بیتؑ کے گروپ سے متعلق کوئی ہوتا تو بی بی فوراً نام لے لیتی۔

علاوہ ازیں فقہ اہلِ بیتؑ جو فقہ جعفریہ کے نام سے معروف ہے اس میں کوئی حدیث بھی سرورِ کونینؐ یا آئمہ اہلِ بیتؑ سے نہیں ملتی جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ نمازی کے سامنے سے اگر گدھا گزر جائے یا کتا گزر جائے یا عورت گزر جائے تو نماز باطل ہوجاتی ہے کیونکہ:

سیدھی سی معقول بات ہے کہ کتا اور گدھا تو حیوان ہیں، انھیں کیا معلوم کی کوئی نماز پڑھ رہا ہے یا کوئی دوسرا کام کررہا ہے۔ جب ان میں شعور ہی نہیں تو ان کے سامنے سے گزرنے کی سزا انسان کو کیوں ملے؟ رہی عورت تو فقہ جعفرہ کے مطابق اگر کوئی شخص بھی نمازی کے سامنے سے گزرے تو گزرنے والے کو تو اچھا نہیں کہا گیا لیکن نمازی کی نماز میں کسی قسم کا حرج نہیں بتایا گیا۔

بات واضح ہے کہ نمازی کا کیا قصور ہے اگر غلط کیا ہے تو گزرنے والے نے کیا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو۔ نمازی بے چارہ تو اللہ کی بارگاہ میں حاضری دے رہا ہے، گزرے کوئی اور نماز کی محنت رائیگاں جائے نمازی کی، یہ انتہائی غیر معقول بات ہے اور

فقہ اہلِ بیتؑ میں کوئی بھی خلافِ عقل بات نہیں ملے گی۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں، عورتوں کو کتوں اور گدھوں سے تشبیہ دینے والے صحابہ میں سے وہ افراد ہوں گے جو عورت کی اسلامی حیثیت کو تسلیم نہ کرتے ہوں گے اور عورت کے متعلق اسلام کے پیش کیے گئے نظریہ کو نہ مانتے ہوں گے۔ انھی لوگوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے اور عورت سے انتقام لینے کی خاطر اپنے جذبات کی آگ کو اس طرح سرد کیا ہوگا کہ جس طرح اگر کتا اور گدھا نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نمازی کی نماز باطل ہوجاتی ہے اسی طرح اگر عورت بھی نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز باطل ہوجاتی ہے۔

اگر بی بی ان افراد میں سے کسی ایک کا نام بھی بتا دیتی تو پھر معاملہ کچھ آسان ہوجاتا اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر اندازہ کرلیا جاتا کہ یہ فلاں گروپ سے، لیکن اس طرح سے تو ہم قطعی طور پر بے بس ہیں۔ کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ ان احادیث میں بھی بی بی نے اسی تہذیب و اخلاق کا درس ضرور دیا ہے جس تہذیب و اخلاق کا درس سابقاً سجدہ گاہ رسولؐ کے زیرِ عنوان پیش کی جانے والی احادیث میں پیش کیا ہے۔

آپ صرف یہی سوچ لیں کہ بی بی کس قسم کا اسلام دینا چاہتی ہے اور کیسا مقامِ مصطفیٰؐ پیش کررہی ہے۔

جاہل صحابہ

کُل دو احادیث ہیں:

* جلد سوم، نمبر ۱۰۰۴، راوی عروہ
* جلد سوم، نمبر ۱۰۰۵، راوی ابن بکیر

(۹۶) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۲، حدیث نمبر ۱۰۰۴

عروہ عن عائشۃ قالت قال النبیؐ ما اظن فلانا وفلانا

يعرفان من ديننا شيئًا ، قال الليث كان رجلين من المنافقين

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ فلاں فلاں شخص ہمارے دین کی کوئی بات جانتے ہوں۔لیث نے بیان کیا کہ یہ دونوں منافق تھے''۔

(۹۷) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۲، حدیث ۱۰۰۵

حدثنا ابن بكير حدثنا الليث بهذا وقالت دخل على النبىؐ يومًا وقال ياعائشة ما اظن فلانا وفلانًا يعرفان ديننا الذى نحن عليه

''ابن بکیر لیث سے (اسی سند سے) یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ ایک دن میرے پاس نبیؐ تشریف لائے اور فرمایا: میں فلاں فلاں شخص کے متعلق نہیں گمان کرتا کہ ہم جس دین پر قائم ہیں، اس کے متعلق کچھ بھی جانتے ہوں''۔

یہ دو احادیث ہیں جنھیں امام بخاری نے ایک ہی باب میں لکھا ہے۔ امام بخاری کا ایک باب میں لکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں حدیثیں جدا جدا ہیں اور ان میں تکرار نہیں۔ ویسے بھی حدیثیں خود بھی بتاتی ہیں کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں کیونکہ ایک حدیث کا اندازِ بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کونینؐ بی بی کے پاس بیٹھے ہیں اور باتوں باتوں میں دو افراد کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے خیال کے مطابق یہ دونوں ہمارے دین کے احکام سے بے خبر ہیں جبکہ دوسری حدیث میں بی بی فرماتی ہیں کہ سرورِ کونینؐ میرے پاس تشریف لائے اور یہ جملہ فرمایا۔

پھر امام بخاری نے بھی ایک حدیث کے آخر میں لیث کی زبانی یہ تبصرہ کر دیا ہے کہ یہ دونوں منافق تھے جبکہ دوسری حدیث کے اختتام پر امام بخاری نے کوئی تبصرہ وغیرہ نہیں کیا۔

مقامِ فکر

یہ تو مسلّم ہے کہ سرورِ کونینؐ کو منافقین کا علم تھا۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ آپ نے ان منافقین میں سے دو کا نام بی بی کو بتایا۔ پھر بی بی نے عروہ سے بتایا کہ فلاں فلاں نفاق کی وجہ سے ہمارے دین سے بے خبر ہیں۔

یہ بھی مسلّم ہے کہ بی بی نے یا عروہ نے ہمیں ان دونوں میں سے کسی ایک کا نام نہیں بتایا۔ کاش بی بی کسی کا نام بتا دیتی۔ آخر اس اخفاء اور پردہ پوشی کا مطلب کیا ہوسکتا ہے، کہیں پردہ نشینوں کے نام تو نہ آتے تھے۔

منافقین کی پردہ پوشی

ان مسلمات کے بعد آیئے اور دیکھیں کہ بی بی یا عروہ نے ان منافقین کے نام کیوں چھپائے اگر ان منافقین کے نام بتا دیئے جاتے تو کون سا حرج تھا۔ ظاہر ہے کہ یا تو بی بی نے عروج کے نام بتا کر منع کر دیا ہے کہ یہ نام کسی کے سامنے نہ لینا اور یا عروہ نے از خود ان منافقین کے نام نہیں بتائے۔

قبل ازیں واقعہ افک، سرورِ کونینؐ کے حادثہ جادو زدگی اور ان جیسے دیگر حادثات میں آپ نے دیکھا ہے کہ راقم الحروف یہ نشان دہی کرتا رہا ہے کہ ایسے افراد کے نام سامنے آنا چاہیے تھے لیکن بی بی نے اپنی بعض مصالح کی بنا پر ایسے لوگوں کے نام نہیں بتائے۔

اب منافقین کی یہ پردہ پوشی خواہ کسی بھی مصلحت کے تحت کی گئی ہو۔ ممکن ہے

بی بی کے اپنے حق میں تو درست ہوگی لیکن اسلام کو جتنا نقصان پہنچا ہے اگر ان کے نام بتا دیئے تو ہر شخص ان سے ہوشیار رہتا۔ ان کے کردار پر کڑی نظر رکھی جاتی۔ ان کی بتائی گئی احادیث کو جانچا اور پرکھا جاتا تا کہ وہ اسلام کے لباس میں خلاف اسلام اقدام پر آمادہ نہ ہوسکیں۔

اب اگر ان لوگوں کے ذریعۂ اسلام کو کوئی نقصان پہنچا ہے اور یقیناً پہنچا ہے اور جتنے لوگوں نے ان کی احادیث کو صحیح سمجھ کر عمل کیا ہے کیا بی بی اس میں شریک ہوگی یا نہیں؟

قرآن کریم کی واضح شہادت اور بخاری شریف کی گواہی کے مطابق صحابہ کی اکثریت منافق تھی۔ قرآن تو محتاجِ بیان نہیں۔ ایک سو انتالیس آیات ہیں۔ پھر منافقین کے نام پر ایک سورت بھی موجود ہے۔

بخاری شریف، جلداول، ص۱۸۴، باب ۳۶ ملاحظہ فرمایئے:

خوف المومن ان یحبط عمله وهو لا یشعر قال ابراهیم الیتمی ما عرضت قولی علی عملی الا خشیت ان اکون مکذبا وقال ابن ابی ملیکة ادرکت ثلاثین من اصحاب النبیؐ کلهم یخاف النفاق علی نفسه

"مومن کا اس بات سے ڈرنا کہ اس کا عمل ضائع کر دیا جائے اور اسے خبر بھی نہ ہو۔ ابراہیم یتیمی نے کہا کہ جب میں اپنے گفتار اور کردار کو ملاتا ہوں تو مجھے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ (کہیں) میں جھٹلانے والوں میں نہ ہو جاؤں۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نبی اکرمؐ کے ۳۰ صحابہ سے ملا ان میں سب ا[illegible] منافق ہونے کا خوف کرتے تھے"۔

ملاحظہ فرمایئے: بی بی عائشہ نے امکانی حد تک تمام ان منافقین کے نام چھپائے جن کے نام بی بی کو سرورِ کونینؐ کے ذریعہ معلوم تھے یا اپنے وسائل کے ذریعہ بی بی کو معلوم تھے۔ ابن ابی ملیکہ نے منافقین کا دائرہ اور وسیع کر دیا ہے۔ بی بی نے صرف دو کے متعلق بتایا ہے یا واقعۂ افک میں ایک دو کا نام لیا ہے۔ ابن ابی ملیکہ ۳۰ اصحاب کا ذکر کر رہا ہے۔

یہ پردہ داری کسی منصوبہ کی غماز ہے۔ اگر کوئی منصوبہ نہ ہوتا تو ابن ابی ملیکہ، عروہ ابن زبیر اور بی بی عائشہ منافقین کے نام ضرور بتاتے۔ یہ کہنا غلط ہوگا کہ یہ پردہ داری سنت رسولؐ کے مطابق ہے۔ سنت رسولؐ کے مطابق تو جب ہوتی جب سرورِ کونینؐ بھی چھپاتے۔ حالانکہ آپؐ نے قطعاً نہیں چھپایا اور بی بی کو بتا دیا کہ فلاں فلاں شخص ہمارے دین سے بے خبر ہیں اور لیث نے اس بے خبری کی وجہ بتا دی ہے کہ یہ لوگ منافق تھے۔

اب سنت رسولؐ کا تقاضا تو یہ تھا کہ بی بی عائشہ بھی ان لوگوں کے نام بتا دیتی تاکہ پتہ چل جاتا کہ کون لوگ منافق ہیں۔ اور پھر سقیفہ بنی ساعد اور سقیفہ کے بعد پتہ کیا جاتا کہ یہ لوگ حزبِ اقتدار میں شامل رہے یا حزبِ اختلاف تھے۔

جہاں تک حقائق اور تاریخ کا تعلق ہے یہ لوگ حزبِ اقتدار کے نہ صرف ساتھی رہے بلکہ اچھے عہدوں اور مناصب پر فائز رہے اور بی بی ابن ابی ملیکہ اور عروہ ابن زبیر کی پردہ داری کی وجہ بھی یہی ہے۔

بی بی اور عبداللہ ابن زبیر

کُل دو احادیث ہیں:

* جلد دوم، نمبر ۷۱۹، راوی عروہ
* جلد سوم، نمبر ۱۰۰۹، راوی عوف ابن مالک

(۹۸) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۳۲۹، حدیث ۷۱۹

عن عروة الزبير قال كان عبدالله ابن الزبير احب البشر الى عائشة بعد النبيؐ وابى بكر وكان ابر الناس بها وكانت لا تمسك شيئًا لما جاء ها من رزق الله الّا تصدقت فقال ابن الزبير ينبغى ان يوخذ على يديها فقالت أيوخذ على يدى؟ على نذر ان كلمته۔

فاستشفع اليها برجال من قريش وباخوال رسول الله خاصةً فامتنعت فقال له الذهيريون اخول النبيؐ منهم عبدالرحمٰن ابن الاسود ابن عبد يغوث والمسور ابن محزمة اذا استاذنا فاقتحم الحجاب ففعل فارسل اليها بعشر رقاب فاعتقهم ثم لم تزل تعتقهم حتّٰى بلغت اربعين فقالت وددت انى جعلت حين حلفت عملًا اعمله فافزع

''عروہ ابن زبیر روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ اور ابوبکر کے بعد عبداللہ ابن زبیر بی بی کا محبوب ترین عزیز تھا۔ وہ حضرت عائشہ کی بہت خدمت کیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ کا معمول تھا کہ اللہ کے عنایت کردہ مال میں سے جس قدر ان کے پاس آتا تھا وہ اس کو جمع نہ کرتی تھی بلکہ خیرات کر دیا کرتی تھیں۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ بی بی کے ہاتھوں کو پابندی لگانا چاہیے۔ بی بی نے کہا: کیا میرے ہاتھ باندھے گا؟ اب اگر میں نے عبداللہ سے بات کی تو مجھ پر نذر ادا کرنا واجب ہوگا۔ عبداللہ ابن زبیر نے

قریش کے چند لوگوں سے خاص ہو کر آنحضرتؐ کے ننھالوں سے سفارش کرائی لیکن بی بی نہ مانی تو عبداللہ کے سفارشیوں نے جن میں عبدالرحمٰن ابن اسود ابن عبد یغوث اور مسور ابن مخزمہ تھے، نے عبداللہ سے کہا کہ جب ہم اندر جانے کی اجازت مانگیں تو تم بھی اندر چلے آنا۔ پھر ہم تمہاری ان سے صلح کرا دیں گے۔ چنانچہ عبداللہ نے ایسا ہی کیا۔ بی بی کے پاس دس غلام بھیجے۔ بی بی نے ان کو آزاد کر دیا۔ بی بی مسلسل غلام آزاد کرتی رہی حتیٰ کہ چالیس تک تعداد پہنچ گئی اور کہا کرتی تھی کہ کاش کوئی ایسا عمل مجھ سے ہو سکتا ہے جس کے بعد میری قسم کا کفارہ ادا ہو سکتا''۔

(۹۹) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۳، حدیث ۱۰۰۹

عوف ابن مالك ابن طفيل هو ابن الحارث وهو ابن اخي عائشة زوج النبيؐ لامها ان عائشة حدثت ان عبدالله ابن الزبير قال في بيع او عطاء اعطته عائشة والله لتنتهين عائشة اولا حجرن عليها فقالت أهو قال هذا؟ قالوا نعم قال هو لله علي نذر ان لا اكلم ابن الزبير ابدًا فاستشفع ابن الزبير اليها حين طالت الهجرة فقالت لا والله لا اشفع فيه ابدًا ولا اتحنث الى نذري فلما طال ذلك على ابن الزبير كلم المسور ابن مخرمة و عبدالرحمٰن ابن الاسود ابن عبد يغوث وهما من بني زهرة وقال لهما انشدكما بالله لما أدخلتماني على عائشة — وانها لا يحل لها ان تنذر

قطیعتی فاقبل به المسور و عبدالرحمٰن مشتملین بارديتهما حتى استاذنا على عائشة فقالا السلام علیك ورحمة الله وبركاته ، أندخل قالت عائشة ادخلوا كلكم ولا تعلم ان معهما ابن الزبير فلما دخلوا دخل ابن الزبير الحجاب فاعتنق عائشة وطفق يناشدها ويبكي طفق المسور و عبدالرحمٰن يناشد انها الا ما كلمته وقبلت منه ويقولان ان النبيؐ نهى عما قد علمت من الهجرة كانه لايحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث ليال فلما اكثروا على عائشة من التذكرة والتحريج طفقت تذكرهما وتبكي وتقول اني نذرت والنذر شديد فلم يزالا بها حتى كلمت ابن الزبير واعتقت في نذرها ذلك اربعين رقبةً وكانت تذكر نذرها بعد ذلك فتبكي حتى تبل دموعها خمارها

"عوف ابن مالک ابن طفیل ابن حارث (جو حضرت عائشہ کے برادر زادہ ہیں) روایت کرتا ہے کہ بی بی عائشہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کسی بیع کے متعلق یا کسی عطیہ کے متعلق جو بی بی عائشہ کی طرف سے کسی کو دیا گیا تھا۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا: قسم ہے خدا کی یا عائشہ، اس سے باز آ جائیں ورنہ میں اس پر سختی کروں گا۔ بی بی نے کہا: کیا واقعی عبداللہ نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ہاں! بی بی عائشہ نے کہا کہ میں اب سے عہد کرتی ہوں کہ عبداللہ ابن زبیر سے بات نہ کروں گی۔ جب اس جدائی کو بہت عرصہ

گزر گیا تو ابن زبیر نے سفارش کرائی۔ بی بی نے فرمایا: بخدا میں نے کسی کی سفارش قبول نہ کروں گی اور نہ میں اپنی قسم توڑوں گی۔

پھر جب ابن زبیر پر یہ بات شاق گزری تو مسور ابن مخزمہ اور عبدالرحمٰن ابن اسود ابن عبدیغوث (جو بنی زہرہ سے تھے) سے بات کی اور ان دونوں سے کہا کہ تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے میری خالہ اماں کے پاس لے چلو۔ کیونکہ میری قطع تعلقی کی قسم کھانا اس کے لیے جائز نہ تھا۔ مسور اور عبدالرحمٰن اپنی اپنی چادر اوڑھ کر ابن زبیر کو ساتھ لے چلے۔ دونوں نے بی بی عائشہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ دونوں نے کہا: السلام علیك ورحمة الله وبركاته۔ کیا ہم سب اندر آجائیں۔ بی بی نے کہا: ہاں آجاؤ۔ بی بی کو یہ معلوم نہ تھا کہ ابن زبیر بھی اندر آیا۔ پردہ کے اندر چلا گیا اور بی بی سے لپٹ کر اسے اللہ کا واسطہ بھی دیتا جاتا تھا اور روتا بھی جاتا تھا۔ مسور اور عبدالرحمٰن بھی بی بی کو اللہ کا واسطہ دیتے گئے کہ بی بی اس سے بات کرو اور اسے معاف کردو۔ کسی مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ ترکِ تعلق جائز نہیں ہے۔

جب دونوں نے بی بی عائشہ کو سمجھایا اور اصرار کیا تو وہ بھی رو کر سمجھانے لگی کہ میں نے قسم کھائی ہے، منت مانی ہے اور قسم شکنی بہت بُری بات ہے لیکن یہ دونوں اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ بی بی نے ابن زبیر سے بات کی اور نذر کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کیے۔ اس کے بعد جب بھی اپنی نذر کو یاد کرتیں تو اتنا روتیں

کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا"۔

محترم قارئین!

یہ دو احادیث ہیں۔ جلد دوم، نمبر ۱۹۷ کا راوی بی بی کا بھانجا اور جلد سوم، نمبر ۱۰۰۹ کا راوی بی بی کا بھتیجا ہے۔ دونوں ایک ہی گھر کے فرد، بی بی کے دونوں عزیز اور قریبی عزیز ہیں۔

دونوں حدیثوں میں مرکزی نقطہ: عبداللہ ابن زبیر سے ناراض ہو کر بی بی عائشہ کے نہ بولنے پر قسم ہے۔ مسور ابن مخزمہ اور عبدالرحمٰن ابن اسود بی بی کو مناتے ہیں۔

ناراضگی کیوں؟

* عروہ کی حدیث میں بی بی کی بے انتہا سخاوت پر عبداللہ ابن زبیر کی برہمی ہے۔
* عوف ابن مالک کی حدیث میں کسی چیز کو کسی کے ہاتھ فروخت کرنے یا عطیہ دینے پر عبداللہ ابن زبیر کی ناراضگی ہے۔
* عروہ کی حدیث میں عبداللہ ابن زبیر ناراض ہو کر صرف ہاتھ روکنے کا کہتا ہے جبکہ عوف کی حدیث میں عوف نے خاصے ترش الفاظ استعمال کیے ہیں۔
* عروہ کی حدیث میں بی بی جلدی مان جاتی ہے، نہ عبداللہ ابن زبیر روتا ہے اور نہ بی بی روتی ہے، جبکہ عوف کی حدیث میں عبداللہ بھی روتا ہے اور بی بی بھی روتی ہے۔ مسور اور عبدالرحمٰن بڑی منّت سماجت کرتے ہیں جب کہیں جا کر بی بی راضی ہوتی ہے۔
* عروہ کی حدیث میں بس چپ چاپ بی بی مان جاتی ہے جبکہ عوف کی حدیث میں مسور اور عبدالرحمٰن بی بی کو حدیث رسولؐ سناتے ہیں۔ مسئلے بتاتے ہیں پھر بی بی مانتی ہے۔

عروہ کی حدیث میں پہلے کفارہ قسم کے لیے پہلے دس غلام عبداللہ ابن زبیر بھیجتا ہے

جبکہ عوف کی حدیث میں عبداللہ ابن زبیر کے غلام بھیجنے کا ذکر نہیں ہے۔

عروہ کی حدیث میں بی بی کی ساری زندگی اس قسم شکنی پر صرف اظہارِ افسوس ہے

جبکہ عوف کی حدیث میں بی بی کا قسم شکنی پر ساری زندگی رونا ہے۔

یہ تھا دونوں حدیثوں میں فرق جو میں نے عرض کیا ہے۔ اب آیئے ذرا غور کیجیے کہ کیا کسی بی بی کا کسی مومن سے قطع تعلقی پر قسم کھانا بذاتِ خود جائز تھا؟

عوف کی حدیث ملاحظہ فرمایئے، عبداللہ ابن زبیر کہتا ہے:

لا یحل لھا ان تنذر قطیعتی

"خالہ اماں کے لیے مجھ سے قطع تعلقی کی قسم کھانا جائز نہیں"۔

مسور اور عبدالرحمٰن بی بی کو ارشادِ رسولؐ سناتے ہیں:

لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال

"کسی مسلمان کے لیے تین رات سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلقی جائز نہیں"۔

سرورِ کونینؐ کے ارشاد گرامی اور عبداللہ ابن زبیر کے فتویٰ کے پیشِ نظر بی بی عائشہ نے عبداللہ ابن زبیر سے قطع تعلقی کی قسم کھا کر غلطی کی ہے۔ قبل ازیں نظامِ مصطفیٰؐ حصہ اول میں حضرت علیؑ اور بی بی عائشہ کے زیرِ عنوان بخاری شریف ہی سے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بی بی عائشہ حضرت علیؑ کا نام تک لینا گوارا نہ کرتی تھی۔ عبداللہ ابن زبیر سے نہ بولنے کی قسم، حضرت علیؑ کے نام نہ لینے، اسی حصہ میں سابقاً بی بی کی خودکشی کے زیرِ عنوان آپ دیکھ چکے ہیں کہ صرف اُم المومنین حفصہ سے رسول اکرمؐ کے بولنے پر بی بی نے گھاس میں پاؤں دے ڈالے تھے تاکہ کوئی سانپ وغیرہ کاٹ کھائے۔ ان صحیح احادیث کی روشنی میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ بی بی مغلوب الغضب تھی اور اپنے غصہ اور

انتقام کے معاملہ میں بی بی نہ تو سرورِ کونینؐ کے ارشادگرامی کا پاس کرتی تھی، نہ احکامِ اسلام کا لحاظ کرتی تھی اور نہ رشتہ دار قرابت کا خیال رہتا تھا۔ جب سرورِ کونینؐ نے صراحت سے منع فرمادیا تھا کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع تعلق نہ کرے تو اس ارشادگرامی کا علم ہو جانے کے بعد حق تو یہ تھا کہ بی بی اپنی کھائی ہوئی قَسم پر آنسو بہاتی کہ میں نے قَسم ہی غلط کھائی تھی جو قَسم حکمِ رسولؐ کے خلاف ہو وہ کیسی قَسم ہے اور اس کی کیا قیمت ہے لیکن آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ بی بی نے حکمِ رسولؐ کے خلاف قَسم بھی کھائی اور پھر کبھی اس فعل پر پشیمانی کا اظہار بھی نہ کیا۔ بلکہ ساری زندگی قَسم شکنی پر آنسو بہاتی رہی۔

میرے دوستو!

یہاں دو ہی صورتیں ہر عقلِ سلیم کے سامنے آئیں گی:

(الف) یا تو بی بی نے سرورِ کونینؐ کا ارشادگرامی سنا ہوا تھا یا سنا ہوا نہیں تھا۔ اگر سنا ہوا نہیں تھا تو جہاں ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بی بی کا علمی حدود اربعہ انتہائی محدود تھا۔ وہاں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس حدیث کو سننے کے بعد بی بی کا قَسم شکنی پر ساری زندگی آنسو بہانا اس بات کی دلیل ہوگا کہ بی بی کی نگاہ میں سرورِ کونینؐ کے ارشادگرامی اور احکامِ اسلام کی کوئی وقعت نہ تھی بلکہ بی بی کے دین پر خواہشات اور نفسیاتی جذبات غالب تھے۔

اور اگر بی بی نے پہلے بھی سنا ہوا تھا تو پھر یہ ماننا ہوگا کہ بی بی نے عمداً حکمِ خدا اور رسولؐ سے انحراف کیا ہے اور بی بی نے سرورِ کونینؐ کے ارشادگرامی کو نہ پہلے کبھی اہمیت دی تھی نہ سننے کے بعد اسے اہم سمجھا۔

جاہلانہ سبق

بی بی کا یہ عمل نہ صرف ارشادِ سرورِ کونینؐ سے انحراف ہے بلکہ کھلے عام اپنے عمل

سے دورِ جاہلیت کے سبق کو دہراتا ہے اور خانۂ رسولؐ میں بیٹھ کر مشنِ رسولؐ عالمین کے خلاف تبلیغ و ترویج کرتا ہے کیونکہ دورِ جاہلیت میں ہر قسم کی قسم کھا لینا درست تھا اور جس قِسم کی قَسم بھی کھالی جاتی تھی اس کا نبھانا فرض اور لازم ہو جاتا تھا۔ بی بی کا عمل بھی اسی دور کا اعادہ ہے خواہ جائز یا ناجائز جیسی بھی تھی، تھی تو قسم، اسے نباہنا ضروری ہے۔ ورنہ اسلام میں اس قِسم کی قَسم کی کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی اور خلافِ اسلام قسم کھانا یونہی ایک لغو اور بے سود کام کے سوا کچھ نہیں۔

جیسا کہ سابقاً میں نے عرض کیا ہے کہ بی بی نے سرورِ کونینؐ کے گھر بیٹھ کر ایک طرف منافقین کی پردہ پوشی کی ہے اور دوسری طرف خود بھی اس کوشش میں رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کے صحیح احکام رواج نہ پا جائیں۔

بی بی کا نیا دین

(۱۰۰) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۳، حدیث ۱۰۰۹

عن عوف ابن مالك ابن طفيل هو ابن الحارث وهو ابن اخي عائشة زوج النبي لامها ان عائشة حدثت ان عبدالله ابن الزبير قال في بيع او عطاء اعطته عائشة لتنهين عائشة اولا حجرن عليها فقالت أهو قال هذا قالوا نعم قال هو لله علي نذر ان لا اكلم ابن الزبير ابدًا فاستشفع ابن الزبير عليها حين طالت الهجرة فقالت لا والله لا اشفع فيه ابدًا ولا اتحنث الى نذري فلما طال ذلك على ابن الزبير كلم المسور ابن مخرمه وعبد الرحمٰن ابن الاسود ابن عبد يغوث وهما من بني زهرة وقال لهما انشدكما بالله لما او خلتماني على عائشة

وانها لاتحل لها ان تنذر قطيعتي فاقبل به المسور و عبدالرحمٰن مشتملين بارر وينهما حتٰى استاذنا على عائشة فقالا السلام عليك ورحمة الله وبركاته أندخل قالت عائشة ادخلوا قالوا كلنا قالت نعم ادخلوا كلكم ولا تعلم ان معهما ابن الزبير فلما دخلوا دخل ابن الزبير الحجاب واعتنق عائشة وطفق نياشدها ويبكي وطفق المسور و عبدالرحمٰن نياشد انها الا ما كلمته وقبلت منه ويقولان ان النبي نهى عما قد علمت من الهجرة فانه لا يحل لمسلم ان تهجر اخاه فوق ثلاث ليال فلما اكثروا على عائشة من التذكره والتخريج طفقت تذكرهما وتبكي وتقول اني نذرت والنذر شديد فلم يزالا بها حتٰى كلمته ابن الزبير واعتقت في نذرها ذٰلك اربعين رقبةً وكانت تذكر نذرها بعد ذٰلك فتبكي حتٰى تبل دموعها خمارها

''اُمّ المومنین کا مادری بھتیجا عوف ابن مالک بی بی سے روایت کرتا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے کسی بیع یا عطیہ کے سلسلہ میں جو بی بی نے کیا تھا، کہا عائشہ کو ایسے معاملات سے رُک جانا چاہیے ورنہ میں اس پر پابندی لگا دوں گا۔ بی بی نے پوچھا: کیا ابن زبیر نے ایسا کہا ہے؟ جواب دیا گیا کہ اس نے ایسا کہا ہے۔ بی بی نے کہا: میں منت مانتی ہوں کہ آج کے بعد ابن زبیر سے تاحیات بات نہیں کروں گی۔ جب بی بی کا فراق طویل ہوگیا تو ابن زبیر

نے سفارش کروائی۔ بی بی نے جواب دیا کہ میں نہ تو سفارش قبول کروں گی اور نہ ہی قسم توڑوں گی۔ جب عرصہ فراق اور طویل ہوگیا تو ابن زبیر نے بنی زہرہ کے مسور ابن مخزمہ اور عبدالرحمٰن ابن اسود ابن عبدیغوث سے بات کی اور انہیں کہا کہ تمہیں اللہ کی قسم ہے۔ مجھے ایک مرتبہ عائشہ کے روبرو لے جاؤ۔ عائشہ کے لیے شرعاً یہ جائز نہیں ہے کہ وہ میری قطع کلامی کی منت مانے۔ چنانچہ مسور اور عبدالرحمٰن، ابن زبیر کو اپنی چادروں میں چھپا کر لائے گا۔ عائشہ سے اجازت مانگیں۔ انہوں نے کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کیا ہم اندر آجائیں۔ عائشہ نے کہا: آجاؤ۔ انھوں نے کہا: ہم سب آجائیں۔ بی بی نے کہا: ہاں سب آجاؤ۔ بی بی کو یہ علم نہیں تھا کہ ابن زبیر بھی ان کے ساتھ ہے۔ جب وہ دونوں داخل ہوئے تو ابن زبیر بھی پردہ کے اندر داخل ہوگیا اور بی بی سے لپٹ کر واسطے دینے لگا اور رونے لگا۔ مسور اور عبدالرحمٰن بھی بی بی کو واسطے دینے لگے کہ آپ ابن زبیر سے بات کریں۔ ان دونوں نے کہا کہ ہماری نسبت آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ سرورِ کونینؐ نے قطع کلامی سے منع فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے تین رات سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع کلامی ناجائز ہے۔ جب ان لوگوں نے احادیث اور سفارشات کا بہت زیادہ اصرار کیا تو بی بی نے ان دونوں سے روتے ہوئے کہا۔ میں نے منت مانی ہے اور منت بہت سخت ہوتی ہے لیکن وہ دونوں برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ بی بی نے ابن زبیر سے

بات کی اور بطور کفارہ نذر چالیس غلام آزاد کیے۔ بعد میں جب بھی کبھی بی بی اس منت کو یاد کرتی تو اتنا روتی تھی کہ آنسوؤں سے بی بی کی چادر بھیگ جاتی تھی"۔

(۱۰۱) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۷۰، حدیث ۹۶۹

عروہ عن عائشة ان رجلًا استاذن علی النبی فلما رأہ قال بئس اخوہ العشیرۃ وبئس ابن العشیرۃ فلما جلس تطلق النبی فی وجھه وانبسط الیه فلما انطلق الرجل قالت له عائشة یارسول الله حین رأیت الرجل قلت له کذا وکذا ثم تطلقت فی وجھه وانبسطت الیه فقال رسول الله یاعائشة متی عھدتنی فحاشًا ان شرالناس عندالله منزلةً یوم القیامة من ترکه الناس اتقاء شرہ

"عروہ بی بی سے روایت کرتا ہے کہ ایک شخص نے سرورِ کونینؐ سے اجازت مانگی۔ جب آپؐ نے آنے کی اجازت دی اور اسے دیکھا تو فرمایا: یہ شخص قبیلہ کا بدترین بھائی اور بدترین بیٹا ہے۔ جب وہ آپؐ کے سامنے بیٹھا تو آپ حُسنِ اخلاق اور خوش روئی سے پیش آئے۔ جب وہ چلا گیا تو بی بی نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! جب آپؐ نے اس شخص کو دیکھا تھا آپؐ نے اس طرح فرمایا، جب وہ آکر بیٹھ گیا تو آپؐ نے حسنِ ظن کا مظاہرہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ تو نے کبھی مجھے بداخلاق بھی دیکھا ہے۔ قیامت میں بارگاہِ توحید میں بدترین وہ شخص ہوگا جسے لوگ اخلاقِ قبیحہ کی بدولت چھوڑ جائیں"۔

(۱۰۲) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۴۰۱، حدیث ۱۰۶۳

عروة ابن الزبير ان عائشة اخبرته انه استاذن على النبى رجل فقال ائذ نواله فبئس ابن العشيرة او بئس اخو العشيرة فلما دخل لان له الكلام فقلت له يارسول الله قلت ما قلت ثم لنت له فى القول فقال اى عائشة ان شر الناس منزلة عند الله من تركه اوودعه الناس اتقاء فحشه

''عروہ ابن زبیر بی بی سے روایت کرتا ہے کہ ایک شخص نے سرورِ کونینؐ سے اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا: اسے آنے کی اجازت دے دو۔ بدترین برادر قبیلہ ہے جب وہ آ گیا تو آپ نے انتہائی حسنِ اخلاق سے باتیں کیں۔ میں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! پہلے تو آپ بہت کچھ فرما رہے تھے۔ پھر نرم پڑ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کے ہاں وہ شخص بدترین خلائق ہے جسے لوگ اس کی بدکلامی کے ڈر سے چھوڑ جائیں''۔

خلاصہ

پہلی حدیث میں بی بی کوئی چیز بیچتی ہیں یا کسی کو بخشتی ہیں۔ عبداللہ ابن زبیر کو جب اس فروخت یا بخشش کا علم ہوتا ہے تو چیں بچیں ہو کر کہتا ہے کہ اگر عائشہ اس فعل سے باز نہ آئی تو میں اس پر پابندی لگوا دوں گا۔ جب بی بی کو بتایا گیا تو بی بی نے بتانے والے سے بطور تصدیق پوچھا کیا واقعاً عبداللہ ابن زبیر نے ایسا کہا ہے۔ بتانے والے نے وہی بات دہرائی تو بی بی نے منت مانی کہ آج کے بعد سے تا زندگی ابن زبیر سے نہ بولوں گی۔ جب بی بی نے ابن زبیر سے قطع کلامی کر لی۔ ابن زبیر کو معلوم ہو گیا اور کافی

دن گزر گئے تو ابن زبیر نے سفارش بھجوائی کہ خالہ جان اب بھانجے کی خطا معاف کر دو اور بولنا شروع کر دو۔ بی بی نے کہا کہ اس سلسلہ میں، میں نہ کوئی سفارش قبول کروں گی اور نہ ہی اپنی منت کو توڑوں گی۔ جب عرصہ اور زیادہ گزرا تو ابن زبیر کی بے چینی بھی بڑھ گئی۔ چنانچہ اس نے مسور ابن مخزمہ اور عبدالرحمٰن ابن اسود کو قسم دی کہ مجھے ایک مرتبہ میری خالہ اماں کے پاس پہنچا دیں۔ پھر میں جانوں اور وہ ـــــ مسور ابن مخزمہ اور عبدالرحمٰن نے ابن زبیر کو اپنی چادروں میں چھپا لیا اور بی بی کے دروازہ پر آئے، دق الباب کیا۔ یہ دونوں بنی زہرہ سے تھے۔ بی بی نے اندر آنے کی اجازت دی۔ انہوں نے پوچھا کہ ہم سب کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ بی بی کو معلوم نہیں تھا کہ ابن زبیر بھی ان کے ساتھ ہے۔ بی بی نے کہا: سب کے سب اندر آ جاو۔ جب یہ تینوں اندر داخل ہوئے تو عبداللہ ابن زبیر روتے ہوئے بی بی سے لپٹ گیا اور معافی مانگنے لگا۔ ادھر مسور اور عبدالرحمٰن بھی بی بی کے سامنے حدیث خوانی کرنے لگے کہ بقول سرورِ کونینؐ کسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے مومن سے تین راتوں سے زیادہ بائیکاٹ کرے۔ جب ابن زبیر کا گریہ اور دونوں سفارش کنندگان کی حدیث خوانی مقام اصرار تک پہنچ گئی تو بی بی نے رو کر کہا: آپ بھی سچ کہتے ہیں۔ منت بھی بہت سخت ہے۔ بالآخر بی بی نے ہتھیار پھینک دیئے اور ابن زبیر سے بات کرنے لگی اور اس منت کی مخالفت کو بطور کفارہ دیا۔ پھر بی بی اس منت شکنی کو یاد کر کے اتنا روتی تھی کہ بی بی کی اوڑھنی آنسوؤں میں بھیگ جاتی۔

دوسری حدیث کا خلاصہ

کوئی شخص سرورِ کونینؐ کے پاس آنا چاہتا تھا۔ اس نے اجازت مانگی۔ آپؐ نے اجازت تو دے دی لیکن فرمایا: یہ شخص اپنے قبیلہ! بھائی ہونے کی حیثیت میں بھی اور بیٹا ہونے کی حیثیت میں بھی بدترین ہے۔ جب وہ آ گیے تو آپ نے انتہائی خوشروئی سے باتیں کیں۔ جب وہ واپس چلا گیا تو بی بی نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! پہلے تو آپ اس

شخص کے لیے بڑے گرم گرم الفاظ فرما رہے تھے۔ جب آ گیا تو آپؐ اس کے سامنے بچھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! بھلا تو نے مجھے کبھی بداخلاق بھی دیکھا ہے۔ یاد رکھ دربارِ الٰہی میں وہ شخص انتہائی ملعون ہوگا جسے لوگ اس کی بدکلامی اور بداخلاقی کی بدولت چھوڑ گئے ہوں۔

تیسری حدیث کا خلاصہ

یوں تو تیسری حدیث میں بھی دوسری حدیث جیسی ہے البتہ صرف اتنا فرق ہے کہ راوی کو اس بات میں شک ہے کہ سرورِ کونینؐ نے ابن العشیر کہا ہے یا اخو العشیرہ کہا ہے۔ علاوہ ازیں بھی لفظی ایک دو فرق ہیں۔ معنوی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔

جائزہ

- حدیث اوّل: بی بی عائشہ اور عبداللہ ابن زبیر کا باہمی معاملہ ہے اور بی بی کا ذاتی عمل ہے لہٰذا اس کو حدیث نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ بی بی کا روٹھ جانا نہ قولِ رسولؐ ہے اور نہ عملِ رسولؐ ہے۔
- دوسری اور تیسری حدیث میں بی بی عملِ رسولؐ کی حکایت فرماتی ہیں۔
- گویا دینِ رسولؐ اور دینِ اُم المومنین کا آپس میں تصادم ہے۔
- دینِ رسولؐ کے مطابق خواہ کوئی شخص کتنا ہی برا کیوں نہ ہو اس سے نہ تو قطع کلامی کرنا چاہیے اور نہ ہی اس کے سامنے ترش روئی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔
- جبکہ بی بی کا دین یہ ہے کہ اگر کوئی چغل خور چغلی کھائے، کسی کی غیبت کرے تو اس کی بات مان کر ایک مسلمان سے خواہ وہ بھانجا ہی کیوں نہ ہو، قطع کلامی کی منت مان لینا نہ صرف جائز ہے بلکہ اُم المومنین عائشہ کی سیرت و سنت ہے۔
- کاش بی بی نے زوجیت رسولؐ میں اسلام کے معاشرتی تقاضوں کو ہی سمجھ لیا ہوتا۔

چند سوالات

* راوی بی بی کے مادری بھائی کا بیٹا ہے۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کون سی ایسی چیز تھی جس کی فروخت یا ہبہ پر عبداللہ ابن زبیر اتنا سیخ پا ہوگیا؟
* بی بی اپنے مال کی خود مالک تھی، عبداللہ ابن زبیر کو کیا حق پہنچتا تھا کہ وہ کسی کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روکے؟
* کہیں کوئی ایسی چیز تو نہ تھی جو بی بی کی وفات کے بعد عبداللہ کو بطور وراثت ملنے والی تھی؟
* جن لوگوں نے بی بی کو عبداللہ کی ناراضگی سے مطلع کیا وہ بی بی کے وظیفہ خوار جاسوس تھے یا کوئی اور؟
* اگر باقاعدہ ان کا تعلق سی آئی ڈی کے شعبہ سے نہ تھا تو انھیں کیا حق پہنچتا تھا کہ وہ ایک مسلمان کی غیبت کریں؟
* بی بی نے انھیں غیبت کرتے وقت ڈانٹ کر منع کیوں نہ کردیا کہ خبردار غیبت کرنا خلافِ اسلام ہے۔
* بی بی کانوں کی اتنی کچی کیوں تھی؟
* بی بی نے ابن زبیر سے بذاتِ خود اس بات کی تصدیق کیوں نہ کرلی؟
* کیا ازروئے اسلام و اخلاق بی بی کا یہ حق نہ تھا کہ براہِ راست عبداللہ ابن زبیر سے پوچھتیں کہ بیٹے تو نے ایسی بات کی ہے یا نہیں۔ اگر کی ہے تو کس بنیاد پر؟
* کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ جو بات جس آدمی سے سُن لو بلا چون و چرا اس پر عمل کرلو اور تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں۔
* کیا اسلامی نقطۂ نگاہ سے کوئی شخص کسی غلط بات کی منت مان سکتا ہے؟
* کیا کوئی یہ منت مان سکتا ہے کہ میں فلاں سے ناراض ہوکر نماز نہیں پڑھوں گا۔ یا

روزہ نہیں رکھوں گا یا فلاں جرم کروں گا؟

* جب بقول مسور اور عبدالرحمٰن کے کہ سرورِ کونینؐ نے تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع کلامی کی اجازت نہیں دی تو بی بی نے اس ارشادِ نبویؐ کو کیوں بھلا دیا؟
* کیا یہ بھی اسلام ہی کا کوئی رکن ہے کہ اپنے جذبات کو سامنے رکھو، دین نبی رہے یا نہ رہے؟
* ازروئے اسلام بی بی کی یہ منت گناہ ہے ___ یا
* اگر ثواب ہے تو کیسے؟
* اگر گناہ ہے کیا اس کی کوئی تعزیر بھی ہوگی۔ اگر ہوگی تو کون سی؟ اگر نہ ہوگی تو کیوں؟
* اگر سرے سے یہ منت ہی غلط تھی تو بی بی نے یہ کفارہ کیوں ادا کیا؟
* بی بی کا یہ کفارہ کسی آیت کے مطابق ہے یا حدیث کے مطابق؟
* اگر آیت کے مطابق ہے تو وہ کون سی آیت ہے اور اگر حدیث ہے تو کون سی حدیث ہے؟
* جب منت شکنی کا کفارہ ادا ہو گیا تو پھر کیا وجہ تھی کہ بی بی اپنے اس گناہ سے مطمئن نہ رہیں؟
* وہ کون سی چیز تھی جس کی بنیاد پر بی بی ہمیشہ اس منت شکنی کو یاد کر کے اتنا روتی تھیں کہ چادر بھیگ جاتی تھی؟
* کیا خلافِ اسلام منت ماننا، اسے پورا کرنا، پھر کفارہ ادا کرنا اسلام میں بدعت نہیں؟

عملِ رسولؐ کے سلسلہ میں چند سوالات

* وہ شخص کون تھا جس نے سرورِ کونینؐ سے اجازت مانگی؟

* بی بی نے اس کا نام صیغہ راز میں کیوں رکھا؟
* آخر اتنا تو یقین ہے کہ وہ شخص صحابہ ہی میں سے تھا۔ جب صحابی تھا تو وہ کون صحابی تھا جس کے متعلق سرورِ کونینؐ کے اتنے سخت ریمارکس تھے؟
* تاریخ صحابہ میں زیادہ سے زیادہ دو یا تین ایسے افراد مل سکتے ہیں جن کے متعلق آپ کے ریمارکس ایسے ہوں، بی بی نے نام کیوں نہیں بتایا؟
* ان احادیث صحیحہ کے مطابق کہ وہ شخص مبغوض بارگاہ احدیت ہے جس کی بدکلامی سے لوگ ڈرتے رہیں۔ حضرت عمر کا کیا بنے گا جس کے تشدد کو عدالت کے غلاف میں چھپایا جاتا ہے۔
* اگر حضرت عمر اپنے تشدد میں عادل تھے تو سرورِ کونینؐ کے متعلق کیا حکم ہوگا؟
* کیا ہم حضرت عمر کے مقابلہ میں سرورِ کونینؐ کو غیر عادل کہہ سکتے ہیں؟
* بی بی کی ان روایت کردہ احادیث کے پیش نظر ان روایات کا کیا بنے گا جو نظامِ مصطفیؐ حصہ اول میں حضرت علی اور اُم المومنین عائشہ کے زیرِ عنوان بخاری شریف سے پیش کی گئی ہیں؟
* حضرت علیؑ کا کوئی قصور جس کی بنیاد پر بی بی حضرت علیؑ کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتی تھی؟
* اگر کوئی قصور ہے تو بتایا جائے؟
* اگر کوئی قصور نہیں تو بی بی کی وکالت میں جو کچھ کہا جائے ہمیں بھی نوازا جائے کہ کیا ہے؟
* اگر حضرت علیؑ کا کوئی قصور بھی نہ ملے اور بی بی کی طرف سے وکالت بھی نہ ہو سکے تو پھر کیا یہ اعتراف کیا جا سکتا ہے کہ بی بی کی آلِ محمدؐ سے عداوت ڈھکی چھپی نہ تھی؟

※ کیا یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ فدک سے لے کر سانحۂ کربلا تک آلِ محمدؐ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں بی بی بھی برابر کی شریک تھی؟

تحریفِ قرآن اور بی بی

اہم گزارش

تحریف قرآن اور بی بی کے زیرِ عنوان کچھ احادیث لکھنے سے قبل ضروری ہے کہ ایک درخواست کرتا چلوں۔ درخواست یہ ہے کہ دو سال ہونے کو ہیں۔ غلہ منڈی جھنگ صدر کے خطیب محترم بخاری صاحب نے ایک پمفلٹ شائع فرمایا تھا جس میں بیسیوں علماء علمائے سوادِ اعظم کے فتاویٰ تھے اور ان فتاویٰ میں شیعہ کو کافر اور مرتد لکھا گیا تھا۔ راقم الحروف نے وقتی طور پر تو ''کافر کون؟'' کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کر کے بھیجا تھا۔ اس انتظار میں رہا کہ محترم خامہ فرسائی فرمائیں گے اور جواب سے نوازیں گے لیکن آج مورخہ ۱۵ جون ۱۹۸۵ء تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

اپنے مقام پر یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ محترم نے شیعہ کو کافر یا مرتد کس بناء پر کہا ہے؟

※ یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا محترم جذبات کی رو میں بہہ گئے ہوں اور انھوں نے کافر و مرتد کے معنی پر توجہ نہ دی ہو۔

※ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا کافر و مرتد کے معانی سے ناواقف ہوں۔

※ اور یہ بھی امکان ہے کہ مولانا کا یہ خیال ہو کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں کون ہے جو مجھ سے اس کا محاسبہ کرے۔

بہرصورت حقیقت جو بھی ہو، مولانا نے شیعہ کے لیے کافر یا مرتد کا لفظ استعمال کر کے اپنے علمی مقام کو گرا دیا ہے کیونکہ:

○… کافر وہ ہوتا ہے جو سرورِ کونینؐ کو سرے سے نبی ہی نہ مانے ـــــ جبکہ

شیعہ تاریخ اور مولانا کا لٹریچر چودہ صدیوں سے شاہد ہے کہ شیعہ نے کبھی نبوت سرورِ کونینؐ سے انکار نہیں کیا بلکہ ہمارا آج تک کا لٹریچر اس بات کا بھی گواہ ہے کہ شیعہ لٹریچر میں سے کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ایسی نہ ملے گی جو نظریۂ ختم نبوتؐ کے منافی ہو۔ جبکہ مولانا کا اپنا لٹریچر چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ جو بھی ختم نبوتؐ سے انکار کرنا چاہے میں اس کی پشت پناہی کو موجود ہوں ___ یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی بھی شیعہ مذہب رکھنے والا دعوائے نبوت نہ کرسکا جبکہ مولانا کے ہم مسلک مدعیانِ نبوت کی ایک طویل فہرست ہے جس سے مولانا بے خبر نہیں ہوں گے۔ ان حقائق کے پیش نظر شیعہ کو کافر کہنا مولانا کی اپنی علمی کمزوری کی دلیل کے سوا کچھ نہیں۔

○..... مرتد وہ ہوتا ہے جو سرورِ کونینؐ کو نبی مان کر آپؐ کی نبوت سے انکار کردے۔
مثال کے طور پر بھی مولانا کو ہمارے چودہ صد سالہ لٹریچر میں ایسا کوئی اشارہ یا ایسی کوئی گنجایش نہ ملے سکے گی جسے بنیاد بنا کر ہمیں مرتد کہا جاسکے ___ ہاں اگر حضرت ابوبکر کو خلیفۂ اول تسلیم نہ کرنے والے مرتد کہلائیں تو پھر یہ تخصیص حضرت ابوبکر سے نہیں ہوگی بلکہ حضرت عمر کی بیعت نہ کرنے والوں کو بھی مرتد کہنا ہوگا۔ حضرت عثمان کی بیعت نہ کرنے والوں کو بھی مرتد کہنا ہوگا اور حضرت علیؑ کی بیعت نہ کرنے والوں کو بھی مرتد ہی کہنا ہوگا۔
اب فیصلہ مولانا خود فرمائیں گے!

حضرت ابوبکر کی بیعت نہ کرنے والوں میں سرفہرست دختر رسولؐ ہے جس نے آخر دم تک بقول بی بی عائشہ حضرت ابوبکر سے بیعت تو کجا بات کرنا تک گوارا نہ کیا اور دوسرے نمبر پر مولانا کا چوتھا خلیفہ راشد ہے جس نے بقول مولانا کے چھ ماہ تک حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔ کیا دختر رسولؐ اور حضرت علیؑ کو بھی مرتد کہا جائے گا؟ اور حضرت علیؑ کی بیعت نہ کرنے والوں میں اُم المومنین عائشہ اور خال المومنین معاویہ شامل ہیں۔ کیا مولانا ہمت سے کام لے کر شیعوں کی طرح ان کے لیے بھی ارتداد کا فتویٰ

صادر فرما سکیں گے؟

بہرطور یہ ایک علیحدہ بات ہے جو میں یہاں کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ میں تو تحریفِ قرآن کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنے چلا تھا۔ تو اس پمفلٹ میں مولانا نے شیعہ کے کفر وارتداد کے جو اسباب بتائے تھے ان میں دو اسباب یہ بھی تھے:

* شیعہ چونکہ قذف اُم المومنین عائشہ کے قائل ہیں لہٰذا کافر ہیں۔ الحمدللہ نظامِ مصطفیٰؐ (حصہ دوم) میں بخاری شریف سے بی بی عائشہ کی زبانی احادیث قذف پیش کر کے میں واضح اور چیلنج کر چکا ہوں کہ شیعہ قطعاً کسی بھی زوجۂ نبی کو فاجرہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اور اگر شیعہ لٹریچر میں قذف عائشہ کا واقعہ مل جائے تو مولانا نشاندہی فرما سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے نظامِ مصطفیٰؐ (حصہ دوم) ملاحظہ فرما لیا ہے کہ واقعۂ قذف کی بنیاد اس شخص نے رکھی جو حضرت ابوبکر کے دسترخوان پر کھاتا تھا یعنی مسطح ابن اثاثہ، یا واقعۂ قذف میں ملوث حسان ابن ثابت اور ابن بن کعب جیسے افراد تھے ـــــ اور تاریخ شاہد ہے کہ شیعہ لٹریچر نے ان افراد کو کبھی منہ تک نہیں لگایا۔ البتہ مولانا محترم کے اپنے لٹریچر میں ان لوگوں کا ایک خاص مقام ہے اور دربارِ اقتدار میں بھی ان کا خاصا اثرورسوخ نظر آتا ہے۔
* دوسرا سبب مولانا نے یہ لکھا تھا کہ چونکہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ اس لیے کافر و مرتد ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ اس عنوان میں، مَیں صرف اُم المومنین عائشہ تک محدود نہ رہوں بلکہ برادرانِ اہلِ سنت کے سامنے صحاح ستہ کا شفاف آئینہ پیش کر دوں تاکہ مولانا کا یہ فائر بھی آپ کی اپنی چار دیواری میں دھماکہ کر کے رہ جائے۔

تحریفِ قرآن کا عمل کیسے ہوا؟

جہاں تک ملتِ شیعہ کا تعلق ہے تو ہم یہ بات کہنے کی پوزیشن میں ہیں کہ سرورِ

کونینؐ کے یومِ وفات سے آج تک ہم ہمیشہ محرومِ اقتدار رہے۔ صرف اتنا ہی نہیں سوادِ اعظم کی تاریخ شاہد ہے کہ سوادِ اعظم کے اولیائے اقتدار نے شیعہ کو نابود کرنے کی کیسی کیسی اسکیمیں تیار کیں؟ کس طرح ہمیں صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ درِ دخترِ رسولؐ سے لے کر محرم ۱۹۸۵ء تک ہماری مساجد اور عزاخانوں کو نذرِ آتش کرنے کی ایک تاریخ ہے۔ مولانا خود اس بات کی گواہی دیں گے کہ شیعہ کو کبھی یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، سکھوں اور ہندوؤں سے نقصان نہیں پہنچا جو سوادِ اعظم کے دستِ جبر و ظلم سے پہنچا ہے۔

ان مظلومانہ حالات میں اگر ہمارے درمیان بھی مسطح ابن اثاثہ اور حسان ابن ثابت جیسے راوی گھس آئے ہوں اور انھوں نے حزبِ اقتدار کی خوشنودی کے لیے ہمارے مذہبی مسلمات کو تارپیڈو کرنے کی کوشش کی ہو تو اس میں ہم معذور رہے ہیں۔ چونکہ ایسے افراد کو نہ گلے لگایا جا سکتا ہے اور نہ دھکیلا جا سکتا ہے۔

جبکہ سوادِ اعظم کے پاس نشر و اشاعت، تنقیح و تہذیب اور اختیار و اقتدار کے سارے مواقع میسر تھے۔ حضرت ابوبکر سے لے کر پاکستان کے موجودہ اربابِ اقتدار تک ہر حکومت نے سوادِ اعظم کے مسلک کی نشر و اشاعت کو اپنا ایمان سمجھا۔

ان حقائق کے پیشِ نظر اگر شیعہ لٹریچر میں تحریفِ قرآن کی روایات مل جائیں تو ہماری مجبوری ہوگی البتہ ہمارا اختیار یہ ہے کہ ہم نے کبھی ان جیسی روایات کو آج تک تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی آیندہ کریں گے کیونکہ اس قسم کی روایات ہمارے مسلمات کے قطعی خلاف ہیں۔

لیکن اگر تحریفِ قرآن کی روایات سوادِ اعظم کے لٹریچر میں ملیں اور پھر صحاحِ ستہ جیسے ریڑھ کی ہڈی لٹریچر میں دستیاب ہوں تو ہر دانش مند کے لیے مقامِ فکر ہوگا کہ جن

کے پاس دولت رہی، اقتدار رہا، ذرائع ابلاغ رہے، عدلیہ رہی، پھر تحریف قرآن کی روایات یہاں کیوں آ گئیں؟

یہی جواب دیا جائے گا کہ سوادِاعظم کے لٹریچر میں تحریفِ قرآن لانے والے شیعہ تھے لیکن جب ایک ایک راوی کی ہسٹری شیٹ کھلے گی اور ہر علم رجال کی کتب کو کھنگالا جائے گا تو ان تمام راویوں میں ایک بھی شیعہ راوی نہ ملے گا۔ تمام کے تمام حضرت ابوبکر کے دسترخوان سے لے کر بنی عباس کے آخری تاجدار کے دسترخوان تک سرکاری اور درباری وظیفہ خوار نظر آئیں گے۔

لہٰذا یہ ماننا ہوگا کہ جب سوادِاعظم کے حزبِ اقتدار نے ایک طرف ترتیب قرآن کو دیکھا تو ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ عملاً تحریفِ قرآن کو تسلیم کر لیں یا ان راویوں کو جھٹلا دیں جو تحریف قرآن کے راوی تھے۔ چونکہ سوادِاعظم کی بنیاد شخصیت پرستی پر تھی اس لیے راویوں کو جھٹلانا ان کے بس سے باہر تھا لہٰذا چپ کر کے تحریف قرآن کو تسلیم کر لیا اور الزام شیعہ کے سر تھوپ دیا کہ شیعہ تحریفِ قران کے قائل ہیں۔ اگر تحریفِ قرآن کا قائل کافر و مرتد ہے تو اب صحاحِ ستہ کی ان احادیث کا مطالعہ فرمائیے اور پھر فیصلہ کیجیے کہ کتنے بڑے بڑے بت پاش پاش ہوئے ہیں۔

تحریفِ قرآن کیا ہے؟

احادیث تحریفِ قرآن پیش کرنے سے قبل مختصر الفاظ میں یہ سمجھ لیں کہ تحریفِ قرآن ہے کیا چیز؟

- ترتیب قرآن کو بدلنا تحریفِ قرآن ہے یعنی مکی سورتوں کو بعد میں اور مدنی سورتوں کو پہلے لکھنا یہ بھی تحریفِ قرآن ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں جو قرآن ہے وہ حضرت عثمان کا جمع کردہ ہے۔ ہر سورۃ کے ساتھ مکی اور مدنی لکھا ہوا ہے۔ انصاف کا ترازو ہاتھ میں لے کر اُٹھیے، کسی مسجد سے قرآن اٹھایئے اور ورق گردانی شروع کیجیے۔

پھر دیکھئے کہ ترتیبِ قرآن کا حلیہ کس طرح بگڑا ہوا ہے ـــــ اور یہ حلیہ کس نے بگاڑا ہے؟ حضرت عثمان نے اگر تحریفِ قرآن کا قائل کافر و مرتد ہے تو کیا تحریفِ قرآن کا عامل مسلمان ہوگا؟ اگر مسلمان ہوگا تو قائل کس طرح کافر یا مرتد کہلائے گا؟ ـــــ اگر تحریفِ قرآن کا عامل بھی کافر و مرتد ہوگا تو کیا مولانا محترم اتنی اخلاقی جرأت فرما سکیں گے کہ اپنے فتویٰ میں شیعہ کے ساتھ حضرت عثمان کی مقرر کردہ کمیٹی کو بھی شامل فرمالیں؟ اگر اتنی ہمت ہوجائے تو ہم خوش آمدید کہیں گے۔

● قرآن میں کمی بیشی بھی تحریفِ قرآن ہے۔ میرے سامنے اس وقت تفسیر اتقان جلد اوّل ہے جو مصر مطبع میمنیہ سے چھپی ہے، ملاحظہ ہو: تفسیر اتقان، جلد اول، ص ۶۰..... ان عمر آتٰی بایة الرجم فلم یکتبها لانه کان واحدًا ـــــ عمر آیۂ الرجم لایا۔ زید نے آیۂ رجم کو قرآن میں درج کرنے سے انکار کردیا کیونکہ عمر تنہا تھا اور زید نے دو گواہوں کے ساتھ آیت کو درج کرنے کی شرط لگا رکھی تھی۔ چودہ صدیوں سے موجودہ قرآن آیت رجم سے محروم ہے ـــــ کیا یہ کمی نہیں؟ اگر کمی ہے تو کیا تحریف نہیں؟ ـــــ اگر تحریف ہے تو کیا اس کا قائل مرتد ہے ـــــ اگر قائل مرتد ہے تو کیا اس کا عامل بھی مرتد ہے؟ اگر قائل اور عامل دونوں مرتد ہیں تو کیا آج پوری اُمت مسلمہ میں کوئی مسلمان ہے؟ جبکہ کوئی بھی مسلمان اس آیت کو قرآن میں نہیں دیکھتا؟

● تفسیر اتقان، جلد اوّل، ص ۶۷ نقل صاحب الاقناع ان البسلمة ثابتة براءة فی مصحف ابن مسعود ـــــ صاحب اقناع نے لکھا ہے کہ ابن مسعود کے مصحف میں سورۂ برات کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی ہے، جبکہ موجودہ مصحف عثمان میں یہ آیت نہیں ہے۔ کیا یہ کمی نہیں؟ اگر کمی ہے تو کیا تحریف اسی کو نہیں کہتے؟ اگر تحریف ہے تو کیا اس کا قائل اور عامل مرتد ہوں گے؟

● تفسیر اتقان، جلد اوّل، ص ۶۷ فی مصحف ابی مأة ست عشرة

سورۃ لانہ کتب فی اٰخر سورۃ الحفد اور سورہ خلع ـــــ ابی کے مصحف میں قرآن کی ایک سو سولہ سورتیں ہیں جبکہ موجودہ مصحف عثمان میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ مصحف ابی میں سورۃ حفد اور سورہ خلع زائد ہیں۔ اگر مصحف ابی درست ہے تو مصحف عثمان میں کمی ہے۔ اور اگر مصحف عثمان درست ہے تو مصحف ابی میں بیشی ہے کیا یہ تحریف نہیں۔ اگر قائل تحریف مرتد ہے تو حضرت عثمان اور ابی میں سے کون مسلمان ہوگا۔

● تفسیر اتقان، جلد اول، ص ۶۷ عن عبداللہ ابن زریر الغافقی قال قال عبدالملك ابن مروان لقد علمت ما حملك علی حب ابی تراب الا انك اعرابی جان فقلت واللہ لقد جمعت القرآن من قبل ان یجمع ابواك ولقد علمنی منه علی ابن ابی طالب سورتین علمهما ایاہ رسول اللہ ما علمتهما انت ولا ابواك ـــــ عبداللہ ابن زریر غافقی کہتا ہے کہ مجھے عبدالملک ابن مروان نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تو ابوتراب سے محبت کیوں کرتا ہے تو ایک کٹھور دیہاتی ہے۔ میں نے کہا: بخدا میں نے اس وقت قرآن جمع کیا جب تیرے والدین قرآن سے ناآشنا تھے اور مجھے اس وقت ابوتراب نے سرورِ کونینؐ کا تعلیم کردہ قرآن پڑھایا۔ جب نہ تو قرآن پڑھا تھا اور نہ ہی تیرے والدین قرآن پڑھتے تھے اور وہ دو سورتیں تھیں جو یہ ہیں: اللّٰهم انا نستعینك ونستغفرك ونثنی علیك ولا نكفرك ونخلع ونترك من یفجرك الخ[1] ـــــ اگر یہ درست ہے تو پھر اب مصحف عثمان میں یہ کہاں ہیں؟ کیا اسی کا نام تحریف نہیں؟

● تفسیر اتقان، جلد دوم، ص ۳۵، عن ابن عمر قال لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن وما یدریه ما کله قد ذهب منه قران کثیر ولکن لیقل قد اخذت منه ما ظهر، عبداللہ ابن عمر نے فرمایا کہ خبردار کوئی شخص تم سے یہ نہ کہے مت کہے کہ مجھے پورا قرآن حفظ ہے، اسے کیا علم کہ پورا قرآن کتنا تھا۔ قرآن کا اکثر

حصہ تو ضائع ہو گیا ہے البتہ یہ کہہ سکتے ہو جو مل سکا ہے وہ لے لیا ہے۔

اگر تحریفِ قرآن کا قائل کافر و مرتد ہے تو حضرت عمر کے اس فرزند ارجمند کا کیا بنے گا جو کھلے لفظوں میں اعتراف کر رہا ہے کہ اکثر قرآن ضائع ہو گیا ہے۔ اگر شیعہ کے ہاں کوئی روایت ملے گی تو ایک سورۃ یا ایک آیت کی تحریف کے متعلق ہو گی جبکہ حضرت عمر کا لائق فرزند اور خال المومنین کہہ رہا ہے کہ اکثر قرآن ضائع ہو گیا ہے۔ کیا مولانا محترم اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت عمر کے اس فرزند عزیز کو بھی شیعوں کے ساتھ شامل کریں گے؟

● تفسیر اتقان، جلد دوم، ص ۳۵، عروة ابن الزبير عن عائشة قالت كانت سورة الاحزاب تقرأني زمن النبي مائتي آية فلما كتب عثمان المصحف لم نقدر منها الا ما هو الان ____ سچی اور صدیقہ ماں فرماتی ہیں کہ زمانہ سرورِ کونینؐ میں سورۂ احزاب کی دو سو آیات کی تلاوت کی جاتی تھی۔ جب عثمان نے قرآن جمع کیے تو ہمیں یہ سورہ صرف اتنی ہی مل سکی جو اس وقت موجود ہے۔

اب خدا کے لیے اٹھائیے قرآن اور سورۂ احزاب کی آیات شمار کیجیے۔ اب قرآن میں آپ کو صرف اور صرف تہتر آیات مل سکیں گی۔ یہ ایک سو تیں آیات کہاں جائیں گی۔ کیا یہ روایت بیان کر کے اُم المومنین عائشہ تحریفِ قرآن کی قائل نہیں ہو گئی۔ اگر ہو گئی ہے تو کیا مولانا محترم شیعہ کے ساتھ ساتھ تحریفِ قران کے قائل ہونے کے جرم میں اُم المومنین عائشہ پر بھی کفر و ارتداد کا فتویٰ صادر فرماسکیں گے۔ اگر ہو جائے تو بڑی اچھی بات ہو گی؟

بی بی کی تائید میں اسی صفحہ پر ذرا آگے ملاحظہ فرمائیں:

● عن زر ابن جيش قال قال لی ابی ابن كعب كاين تعد سورة الاحزاب قلت اثنتين وسبعين اية او ثلاثه وسبعين آية قال انكانت

لتعدل سورة البقرة وان کنا لنقر فیھا ایة الرجم قال ، اذا زنا الشیخ والشیخة فارجمواھما البتة نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم ”زر ابن جیش کہتا ہے کہ مجھ سے ابن ابی کعب نے پوچھا: سورہ احزاب کی کتنی آیات شمار کرتے ہو۔ میں نے کہا: یہ سورۃ سورۂ بقرہ کے برابر تھی اور اسی میں ہم آیۃ الرجم بھی پڑھا کرتے تھے۔ میں نے کہا: وہ آیۂ رجم کیا ہے۔ اس نے کہا: الشیخ والشیخہ فارجموھا نکالًا من اللہ واللہ عزیز حکیم“۔

اگر مولانا آنکھیں کھول کر دیکھیں تو ان کے فتوے کفر و ارتداد میں شیعوں سے پہلے ان کے اپنے ایسے ایسے افراد آئیں گے جنھیں دائرۂ کفر میں دیکھ کر انھیں اپنا اسلام تلاش کرنا پڑے گا۔

حمیدہ بنت ابی یونس قالت قرأ علی ابن ابی وھو ابن ثمانین ستة فی مصحف عائشة ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی ، یایھا الذین امنوا صلّوا علیه وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول قالت قبل ان یغیر عثمان المصاحف ”حمیدہ بنت ابی یونس کہتی ہے کہ ابی ابن کعب نے میرے سامنے اس وقت تلاوتِ قرآن کی جب وہ اسّی برس کا تھا اور اس کے پاس مصحف عائشہ تھا۔ اس نے یہ آیت اس طرح پڑھی ـــــ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلّوا علیه وسلّموا تسلیمًا وعلی الذین یصلون الصفوت الاول۔ لیکن یہ آیت اس طرح اس وقت پڑھی جاتی تھی جب عثمان نے قرآن کو بدلا نہیں تھا۔“

اب مولانا کا کیا خیال ہے صرف شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں یا یہ لوگ جو آیات پیش کر رہے ہیں اور کھلے لفظوں میں اعلان کر رہے ہیں کہ عثمان نے قرآن کو بدل ڈالا ہے۔

● عن عطاء ابن یسار عن ابی واقد اللیثی قال کان رسول اللّٰہ اذا اوحی الیہ ایتناہ مغلمنا مما اوحی الیہ قال نجئت ذات یوم فقال ان اللّٰہ یقول انا انزلنا المال لاقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ولو ان لابن اٰدم وادیا لاحب ان یکون الیہ الثانی ولو کان الیہ الثانی لاحب ان یکون الیھما الثالث ولا یملاء جوف ابن اٰدم الا اتراب ویتوب اللّٰہ علی من تاب "عطاء ابن یسار ابو واقد لیثی سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ پر وحی آتی تھی تو ہم آپ کے پاس آتے، آپؐ ہمیں وہ تعلیم دیتے۔ ایک دن میں آیا تو آپؐ نے یہ آیت پڑھی:

انا انزلنا المال لاقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ولو ان لابن آدم وادیا لاحب ان یکون الیہ الثانی ولو کان الیہ الثانی لاحب ان یکون الیھما الثالث ولا یملا جوف ابن اٰدم الا اتراب ویتوب اللّٰہ علی من تاب.

کیا یہ لوگ تحریفِ قران کے قائل نہیں تھے؟ اگر تھے تو کیا ان کا شیعہ سے کوئی واسطہ ہے؟ اگر ان کا شیعہ سے کوئی واسطہ نہیں تو کیا ان کا سوادِ اعظم کے حزبِ اقتدار سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ اگر نہیں تو مولانا ان سے تبرا فرمائیں۔ اگر ان کا حزبِ اقتدار کی جڑوں سے رشتہ ہے تو پھر مولانا شیعہ کے ساتھ انھیں بھی کافر و مرتد کہہ لیں، ہم خوش آمدید کہیں گے۔

ابن ابی ملیکہ عن مسور ابن مخزمہ قال قال عمر لعبد الرحمٰن ابن عوف الم تجد فیما انزل علینا ان جاھدوا کما جاھدتم اوّل مرۃ فانا لانجدھا قال اسقطت مما اسقط من القراٰن

"ابن ابی ملیکہ سے منقول ہے کہ عمر نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے پوچھا کہ یہ آیت جب پہلی مرتبہ نازل ہوئی تو کیا اس طرح نہ تھی ـــــ ان جاهدوا كما جاهدتم لیکن اب اس طرح نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا: یہ بھی اسی طرح ساقط کردی گئی ہے جس طرح قرآن کی دوسری آیات ساقط کردی گئی ہیں۔

اب مولانا ہی فرمائیں یہ سائل کون ہیں ـــــ کیا پوچھنے والا اور جواب دینے والا دونوں تحریفِ قرآن کے قائل نہیں ہیں؟ اگر تحریفِ قرآن کے قائل ہیں تو کیا کفروارتداد صرف شیعہ کے لیے ہے؟ آیئے اور اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرکے انھیں بھی شیعہ کے ساتھ کافرومرتد کہیے۔ پھر حضرت عثمان کے دستِ دولت میں اقتدار کی چابی دینے والے عبدالرحمٰن ابن عوف اور شوریٰ کی چھ رکنی کمیٹی بنانے والے حضرت عمر کو بھی شیعوں کے کافرومرتد کہیے اور ان دونوں خلفاء کو خلافت راشدہ کی گدی سے ہٹایئے تاکہ صرف حضرت ابوبکر کو مسندِ اقتدار سے علیحدہ کرنا ہم غریب شیعوں کے لیے ذرا اور آسان ہوجائے۔

عن ابی سفیان الكلاعی ان مسلمة ابن مخلد الانصاری قال لهم ذات يوم أخبرنی بايتين فی القران لم يكتب فی المصحف فلم يخبروه وعندهم ابوالكنود سعد ابن مالك فقال ابن مسلمة ـــــ ان الذين امنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبيل الله باموالهم وانفسهم الا البشروا انتم المفلحون ـــــ والذين اووهم ونصرو وهم جادلوا عنهم القوم الذين غضب الله عليهم اولئك لا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعين جزاء بما كانوا يعملون

"ابوسفیان کلاعی کہتا ہے کہ ایک دن مسلمہ ابن مخلد انصاری نے ہمیں ابوالکنو دسعد ابن مالک کی موجودگی میں کہا کہ مجھے ایسی دو آیتیں بتاؤ جو قرآن میں آئی تو ہیں مگر مصحف میں انہیں لکھا نہیں گیا۔ کسی نے اسے نہ بتایا۔ پھر اس نے خود کہا: وہ دو آیتیں یہ ہیں: ان الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللّٰہ باموالھم وانفسھم الا البشروا انتم المفلحون ــــ والذین اووھم ونصروھم جادلوا عنھم القوم الذین غضب اللّٰہ علیھم اولٰئك لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون○"

مولانا بتائیں یہ لوگ کون ہیں؟ کیا یہ حضرت علیؑ کو خلیفۂ اول ماننے والے شیعہ یا کہ بزمِ اقتدار میں آپ کے کلاس فیلو اور حضرت علیؑ کو خلیفۂ چہارم ماننے والے ہیں۔ یہ کیسی آیات پیش کر رہے ہیں کیا یہی تحریف نہیں؟

فی المستدرك عن حذیفۃ قال ما تقرؤون ولعبھا یعنی براۃ ــــ مستدرک میں حذیفہ سے مروی ہے کہ سورۃ برأت کا تمہیں صرف ۱/۴ حصہ ملا ہے، گویا سورۃ برأت میں سورۂ احزاب کی طرح جامعین قرآن کی قینچی سے نہ بچ سکی۔ کیا یہ تحریف نہیں؟

میرے محترم قارئین! اس مختصر سی تمہید کے بعد آیئے اب صحاحِ ستہ کی سیر کریں اور دیکھیں کہ حزبِ اقتدار کس طرح اپنا کوڑا کرکٹ شیعہ کے ہاں پھینکنے میں مکاری اور عیاری سے کام لیتا ہے ــــ یہ بھی بتا دوں کہ اس وقت بخاری شریف کا جو نسخہ میرے سامنے ہے، یہ وہ نہیں جو قبل ازیں تھا۔ وہ بخاری شریف تین جلدوں پر مشتمل ہے، اس کا ترجمہ قاری محمد عادل وغیرہ نے کیا ہے اور وہ اس وقت جناب حامد عبداللہ صاحب ایڈووکیٹ

جھنگ صدر کے پاس ہے۔ اس وقت جو نسخہ میرے پاس ہے یہ مولانا وحید الزماں صاحب کا ترجمہ کردہ ہے۔ تاج کمپنی نے شائع کیا ہے بلکہ تا حال شائع ہو رہا ہے۔ اس وقت تک میرے پاس اس کی سات جلدیں پہنچی ہیں اور میرے سامنے چھٹی جلد ہے۔

✱ صحیح بخاری، جلد ۶، پارہ ۲۰، ص ۴۳۹، حدیث ۲۴۴۶، کتاب التفسیر:

حدثنا یحییٰ قال سئالت ابا مسلمة ای القراٰن انزل اول؟ فقال یایھا المدثر فقلت انبئت انه اقرا باسم ربك الذی خلق فقال ابوسلمة سئالت جابر ابن عبداللّٰه ـــ ای القراٰن انزل اوّل فقال یایھا المدثر فقلت انبئت انه اقراء باسم ربك الذی خلق فقال لا اخبرك الا بما قال رسول اللّٰه ـــ قال رسول اللّٰه جاورت فی حراء فلما قضیت جواری ھبطت فاستبطنت الوادی فنودیت فنظرت امالی وخلفی وعن یمینبی وعن شمالی فاذا ھوا جالس علی عرش بین السماء والارض فاتیت خدیجة فقلت وثرونی وصبوا علی ماءً باردًا وانزل علی یایھا المدثر قم فانذر وربك فکبر

"یحییٰ ابن کثیر نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے پوچھا: قرآن شریف میں کون سی آیت پہلے اُتری ہے۔ انہوں نے کہا: یایھا المدثر، میں نے کہا: لوگ تو مجھ سے کہتے ہیں: اقرا باسم ربّك الذی خلق پہلے اتری ہے۔ انھوں نے کہا: میں تجھ سے بیان کرتا ہوں جو آنحضرتؐ نے خود فرمایا ہے، آپؐ نے فرمایا: میں حرا پہاڑ میں اعتکاف کر رہا تھا۔ جب میرا اعتکاف ختم ہو چکا

تو میں پہاڑ سے نیچے اُترا۔ نالہ کے اندر گیا۔ اس وقت ایک آواز آئی۔ میں نے آگے پیچھے دائیں اور بائیں سب طرف دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں وہی فرشتہ آسمان وزمین کے بیچ ایک تخت پر بیٹھا ہے۔

میں وہاں سے خدیجہ کے پاس آیا۔ میں نے کہا: ایک کپڑا مجھ پر اوڑھادو اور ٹھنڈا پانی اُوپر سے ڈال دو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یاایھا المدثر قم فانذر وربك فكبر۔

ہاں تو یہ ہے صحیح بخاری شریف جس میں ایک حدیث بھی غلط نہیں، ہمارے لیے کوئی فرق نہیں کہ پہلے اُترنے والی آیت اقراء باسم ربك الذی خلق ہو۔ یا یاایھا المدثر ہو۔ اس وقت جو مصحفِ عثمان اُمت مسلمہ کے درمیان موجود ہے اس میں نہ پہلی آیت یاایھا المدثر ہے اور نہ ہی اقراء باسم ربك الذی خلق ہے۔ اگر یہ تحریف نہیں تو کیا ہے؟ اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ___ کیا جامعین قرآن میں کوئی شیعہ تھا؟ اگر تحریف کا قائل ہونا کفر وارتداد ہے تو امام بخاری اور ان محدثین کے لیے کیا فتویٰ ہوگا؟ (صحیح بخاری، ج ۶، پارہ ۲۰، کتاب التفسیر ص ۵۰۲، حدیث ۵۱۴)

نوٹ: یہی حدیث لفظی اور معنوی ہر لحاظ سے متحد انداز میں دیگر صحاح خمسہ میں بھی موجود ہے۔

عن عروة ابن الزبير ان المسور ابن مخزمه وعبد الرحمٰن ابن عبدالقادی حدثاه انهما سمعا عمر ابن الخطاب يقول سمعت هشام ابن حكيم يقرأ سورة الفرقان حياة رسول الله فاستمعت لقرأة فاذا هو يقرأ على حروف كثيرة لم يقرئينها رسول الله فكدت اساوره في الصلٰوة فتصبرت حتٰى سلم فليته بردائه

فقلت من اقرأك هذه السورة التي سمعت تقراء قال اقراء ينها رسول الله فقلت كذبت فان رسول الله قد اقراء ينها علي غيره قرأت فانطلقت به اقوده الى رسول الله فقلت انى سمعت هذا يقرأ بسورة الفرقان على حروف لم تُقرأينها فقال رسول الله ارسله اقراء ياهشام فقراء عليه القرأة التي سمعته يقراء فقال رسول الله كذلك انزلت ثم قال اقرأ ياعمر فقرأت القرأة التي اقرانى فقال رسول الله كذلك انزلت ان هذا القرآن انزل علي شبعة احرف فاقرء واما تيسر منه

"عروہ ابن زبیر نے بیان کیا ان سے مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمٰن ابن عبدالقادری نے، ان دونوں حضرات عمر ابن خطاب سے سناوہ کہتے تھے: میں نے ہشام ابن حکیم کو آنحضرتؐ کی زندگی میں سورۃ فرقان پڑھتے سنا، میں سنتا رہا، دیکھا تو وہ ایسے کثرت حروف کے ساتھ پڑھ رہے ہیں جو آنحضرتؐ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ میں تو عین نماز ہی میں اس پر حملہ کرتا مگر خیر میں نے نماز سے فراغت تک صبر کیا۔ جب انہوں نے سلام پھیرا، میں نے چادر ان کے گلے میں ڈالی، ان سے پوچھا: یہ سورت تم کو کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا: آنحضرتؐ نے ـــ میں نے کہا: نہیں تم جھوٹے ہو، آنحضرتؐ نے تو خود مجھ کو یہ سورت اور طرز پر پڑھائی تم کو اس کے خلاف کیسے پڑھا سکتے ہیں؟ آخر میں ان کو کھینچتا ہوا آنحضرتؐ کے پاس لایا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! یہ سورۃ

فرقان کو اور طرح سے پڑھتا ہے جس طرح آپؐ نے مجھ کو نہیں پڑھائی۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا: اچھا ہشام کو چھوڑ دو۔ پھر فرمایا کہ ہشام پڑھ۔ انھوں نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں پہلے میں نے ان کو پڑھتے سنا تھا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح اُتری ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا اب تو پڑھ۔ میں نے اس طرح پڑھی جس طرح آپؐ نے مجھے سکھائی تھی جب میں پڑھ چکا تو آپؐ نے فرمایا: ہاں اسی طرح اُتری ہے پھر فرمایا دیکھو یہ قرآن سات محاوروں پر اُترا ہے جو محاورہ تم پر آسان معلوم ہو اسے پڑھو"۔

مولانا وحید الزمانؒ کا تبصرہ

بعضوں نے اس حدیث سے یہ مطلب نکالا ہے کہ قرآن میں ایک لفظ کی جگہ اور دوسرا لفظ اس کا ہم معنی پڑھ لے تو درست ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جو لفظ آنحضرتؐ سے ثابت ہے اس کے سوائے نیا لفظ پڑھنا درست نہیں اور بعد میں علماء کا اس پر اجماع ہو گیا۔

○ جائزہ: اس حدیث کا مطالعہ کئی پہلوؤں سے کیا جانا چاہیے کیونکہ اس میں صرف تحریفِ قرآن نہیں بلکہ بہت کچھ ہے۔ ● اخلاقِ حضرت عمر ● تحریفِ قرآن ● سرورِ کونین کا تحریفِ قرآن کی حمایت کرنا۔

نظامِ مصطفیٰ حصہ اول اور دوم میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جہاں کہیں بھی ایسا مقام آیا کہ کسی فرد کے تعین کی ضرورت محسوس ہوئی تو اُم المومنین عائشہ نے اس شخص کا نام گول کر دیا اور ہم آج تک لٹکتے پھر رہے ہیں۔ بی بی کی طرح حضرت عمر نے بھی زیرِ نظر حدیث میں وہی انداز اختیار کیا ہے۔ یہ تو فرمایا کہ ہشام حروفِ کثیرہ سے پڑھ رہا

تھا ـــــ اب ظاہر ہے کہ حروفِ کثیرہ کے مقابلہ میں حروفِ قلیلہ ہوں گے تو گویا حضرت عمر سورۃ فرقان کو حروفِ قلیلہ سے پڑھتے تھے ـــــ مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ حضرت عمر نے ہشام کے حروفِ کثیرہ بتائے نہیں کہ وہ کون کون سے تھے جو قرأت ہشام میں زائد تھے۔

اخلاق حضرت عمر یا رحماء بینھم کا مثالی نمونہ

بخاری شریف کی حدیث اور مولانا وحید الزمان کا ترجمہ دونوں آپ کے سامنے ہیں۔ ہشام حضرتِ عمر کے خیال کے مطابق سورۂ فرقان غلط پڑھ رہا ہے:

* حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہشام نماز پڑھ رہا تھا۔
* یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نماز سے فارغ ہو چکے تھے یا نماز ابھی شروع نہیں کی تھی یا ویسے ہشام کی نگرانی کر رہے تھے۔
* حضرت عمر نے یہ نہیں بتایا کہ یہ نماز کون سے وقت کی تھی؟ اور سرورِ کونین کہاں تھے؟ کیونکہ یہ تو یقین ہے کہ آنحضرتؐ وہاں موجود نہ تھے۔ اگر ہوتے تو حضرت عمر ہشام کے گلے میں کپڑا ڈال کر کشاں کشاں کھینچ نہ لاتے۔
* حضرت عمر نے سورۂ فرقان سنتے ہی اپنا موڈ بنا لیا اور ارادہ کر لیا کہ اسے نماز ہی میں دبوچ لوں لیکن خدا معلوم کیوں ترس آ گیا کہ نماز تک انتظار میں بیٹھے رہے۔
* جب ہشام نے نماز ختم کر لی تو بس پھر کیا تھا۔ چادر بھی ہشام کی اپنی اور گلا بھی ہشام کا اپنا، حضرت عمر نے ہشام کے گلے میں چادر ڈالی اور پوچھا: یہ سورۃ تجھے کس نے پڑھائی ہے؟
* ہشام کا جواب سنا اور کہا تو جھوٹا ہے۔ پھر کشاں کشاں سرورِ کونینؐ کے پاس لے آیا اور جب تک آپ نے نہ فرمایا، اس وقت ہشام کی گلوخلاصی نہ ہوئی گویا یہ اختلاف فقط قرأت کا نہ تھا۔ اختلاف بہت بڑا تھا۔ اگر صرف قرأت کا اختلاف

ہوتا تو حضرت عمر اتنے جذبات سے کام نہ لیتے اور ایک اچھے خاصے صحابی کو جھوٹا کہہ کر سرورِ کونینؐ کے پاس نہ پہنچاتے۔ راوی نے اگرچہ حضرت عمر کی وکالت کی خاطر اختلاف صرف قرأت کا بتایا ہے لیکن حالات بتاتے ہیں کہ یہ اختلاف صرف قرأت کا نہ تھا۔

علمائے اُمت سے چند سوال

* حضرت عمر نے ہشام سے ایسا سلوک کیوں کیا؟
* کیا اسلامی اخلاق ایسا سلوک کرنے کی اجازت دیتا ہے؟
* حضرت عمر نے اپنا یہ رعب اور دبدبہ کسی جنگ میں کیوں نہ استعمال کیا؟
* حضرت عمر کے اس فعل کو شجاعت کہا جائے گا یا کچھ اور؟
* حضرت عمر نے سرورِ کونینؐ کے سامنے جا کر آپؐ کی عظمت کے پیشِ نظر ہشام کو ازخود کیوں نہ چھوڑا؟
* کیا حضرت عمر کے دل میں سرورِ کونینؐ کی عظمت تھی؟
* اگر تھی تو کیا یہ اسی کا مظاہرہ تھا؟
* رحمۃ للعالمینؐ کے زیرِ تربیت رہنے والے سے ایسے اخلاق کی اُمید کیسے کی جا سکتی ہے؟
* کیا حضرت عمر اتنا آزاد منش تھا کہ اس کے ذہن میں کسی کی عزت عزت نہ تھی۔
* کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت عمر ایسے اخلاق سے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ خود سرورِ کونینؐ کو بھی مرعوب کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے؟
* کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت عمر سرورِ کونینؐ اور اسلام کی نسبت خود سازی میں مصروف تھے؟
* کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت عمر نے ثقیفۂ بنی ساعدہ میں بھی اپنے اسی "حسنِ

اخلاق" کی بناء پر خلافت کی بازی جیتی تھی؟

* حضرت عمر کے اس کردار کے پیشِ نظر جو سرورِ کونینؐ کی بزم میں رونما ہوتا رہتا تھا کیا یہ حقیقت نہیں کہ دخترِ رسولؐ کے دروازہ کو آگ لگائی گئی تھی؟

تحریفِ قرآن

ہشام کی قرأت اور حضرت عمر کی قرأت میں فرق تھا۔ قرأت ہشام میں حروف کی کثرت تھی اور قرأت حضرت عمر میں حروف کی قلت تھی۔ اگر ہشام کی قرأت درست تھی تو حضرت عمر کی قلیل حروف والی قرأت کیسے ہوسکتی ہے؟ اور اگر حضرت عمر کی آخری حروف والی قرأت درست تھی تو ہشام کی کثرت حروف والی قرأت کو کیسے درست کہا جاسکتا ہے؟

شیعہ کو تحریفِ قرآن کا قائل بتلا کر کافر و مرتد کہنے والے اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھتے۔ اگر تھوڑی سی گردن نیچی کر کے اپنے گریبان میں جھانک لیں تو انہیں نظر آجائے گا کہ تحریفِ قرآن کا راستہ صاف کرنے کی خاطر زمانۂ رسالت تک ہاتھ دراز کیے جاچکے تھے اور ایسا کرنے والا کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ حضرت عمر خود تھے ـــــ مولانا وحید الزمان کا ذاتی تبصرہ دیکھیے اس سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ یہ حضرت عمر اور ہشام کی قرأت میں اختلاف زبر زیر یا قبائلی لغت کا اختلاف نہ تھا بلکہ اختلاف الفاظ کا تھا۔ ہشام کے پاس جو سورت تھی اس کے الفاظ زیادہ تھے اور حضرت عمر کے پاس جو سورۃ تھی اس کے الفاظ کم تھے۔ اب موجودہ مصحف عثمان میں خدا معلوم ہشام سے نقل کردہ سورۂ فرقان ہے یا حضرت عمر سے منقول سورۂ فرقان ہے۔ جو بھی ہو تحریف ثابت ہے۔ اگر حضرت عمر کی نقل کردہ ہے تو یقیناً کم ہے اور کمی بھی تحریف کہلاتی ہے اور اگر ہشام کی نقل کردہ سورت ہے تو یقیناً بیشی ہے اور بیشی بھی تحریف ہی کہلاتی ہے۔

اب میں درخواست کروں گا کہ تحریفِ قرآن کے قائل کو مولانا کافر و مرتد کہتے

ہوئے شیعوں کے ساتھ حضرت عمر کو کبھی نہ بھولیں۔

سرورِ کونینؐ کا تحریفِ قرآن کی حمایت کرنا

کتنا تعجب ہے کہ بقول حضرت عمر سرورِ کونینؐ نے سورۂ فرقان کی دونوں روایتوں کو درست تسلیم کرلیا۔ حضرت عمر کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ مجھے رسولؐ نے پڑھائی تھی اور ہشام کا دعویٰ بھی یہ ہے کہ مجھے آپ ہی نے تعلیم دی ہے۔ پھر دونوں سناتے بھی ہیں۔ آپ دونوں سے سن کر دونوں کو کہتے ہیں کہ اللہ نے اسی طرح نازل کی ہے گویا بالفاظِ دیگر سرورِ کونینؐ خود اختلاف کی اجازت دے رہے ہیں اور کمی بیشی کی نسبت اللہ کی طرف جارہی ہے ــــ حدیث کا مفہوم اور سرورِ کونینؐ کی تصدیق یہ بتاتی ہے کہ سورۂ فرقان دو مرتبہ نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ کی نازل کردہ سورہ ہشام نے پڑھی جو کثیر الحروف تھی اور دوسری مرتبہ کی نازل کردہ حضرت عمر کو پڑھایا جو قلیل الحروف تھا۔ اگر ایک مرتبہ نازل ہوا ہوتا تو یقیناً سرورِ کونینؐ یا حضرت عمر کو کہتے کہ تیری قرأت درست ہے اور ہشام کو کہتے کہ تو ویسے پڑھ رہا ہے جیسے نازل ہوا ہے لیکن یہاں حضرت دونوں سے فرماتے ہیں کہ تم دونوں درست پڑھ رہے ہو یعنی جس کی قرأت میں حروف کم ہیں وہ بھی ٹھیک ہے اور جس کی قرأت میں حروف زیادہ ہیں وہ بھی ٹھیک ہے۔ کیا کہنے اس رسولِ اعظمؐ کے، کیا بات ہے اس خلیفۂ راشد کی ــــ اور کیا عقیدت ہے مولانا بخاری کی ــــ تضاد واضح ہے لیکن سب اچھا۔

✸ صحیح بخاری، پارہ ۲۰، کتاب التفسیر، ج ۶، ص ۵۰۳، حدیث ۵۱۵:

یوسف ابن مالك قال انی عند عائشة اُم المؤمنين اذ جاء ها عراقی فقال ای الکفن خير قالت ويحك وما يضرك قال يا اميرالمؤمنين ارینی مصحفك قالت ولم قال لعلی اولف القران عليه فانّه يقرأ غير مؤلف قالت

وما یضرك ایه قرأت قبل انما نزل اوّل ما نزل منه سورۃ من المفصل فیها ذکر الجنة والنّار حتّٰی اذا ثاب النّاس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اوّل شیئی ـــــ لا تشربوا الخمر لقالوا الا ندع الخمر ابدًا۔ ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدًا لقد نزل بمکة علی محمد وانی جاریة العب ـــــ بل الساعة موعدهم ادهی وامر وما نزلت البقرۃ والنساء الا وانا عنده – قال فاخرجت له المصحف فاملّت علیه ای السور

''یوسف ابن مالک نے کہا کہ میں حضرت عائشہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں عراق کا ایک شخص آیا۔ وہ پوچھنے لگا: کفن کیسا ہونا چاہیے۔ انھوں نے افسوس! اس سے کیا مطلب کس طرح کا بھی کفن ہو۔ تجھے کیا نقصان ہوگا پھر وہ کہنے لگا: اُم المومنین! ذرا اپنا مصحف تو مجھے دکھلایئے۔ انہوں نے کہا: کیوں؟ اس نے کہا: میں آپ کا مصحف دیکھ کر سورتوں کی ترتیب پہچان لو۔ بعض لوگ اس کو بے ترتیب پڑھتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: پھر اس میں کیا قباحت ہے جون سی سورت تو چاہے پہلے پڑھ جون سی سورت تو چاہے بعد میں پڑھ۔ اگر اُترنے کی ترتیب دیکھتا ہے تو پہلے تو مفصل کی ایک سورت اُتری: اقراء باسم ربك جس میں بہشت کا ذکر ہے۔ جب لوگوں کا دل اسلام کی طرف رجوع ہوگیا۔ اس کے بعد حلال حرام کے احکام اُترے اگر کہیں شروع ہی میں یہ اُترتا کہ شراب نہ پینا تو لوگ کہتے ہم تو کبھی شراب پینا

نہ چھوڑیں گے۔ اگر شروع ہی میں یہ اترتا کہ دیکھو زنا نہ کرنا تو
لوگ کہتے ہم تو زنا نہ چھوڑیں گے۔ میں بالکل چھوٹی بچی کھیل
رہی تھی اس وقت مکہ میں آنحضرتؐ پر یہ آیت اُتری: بل
الساعة موعدهم (جو سورۃ قمر میں ہے) اور سورۂ بقرہ اور
سورۂ نساء اس وقت اُتریں جب میں آنحضرتؐ کے پاس تھی۔

● جائزہ: حدیث آپ کے سامنے ہے، کتنی عجیب حدیث ہے۔ سائل کفن کے متعلق پوچھتا ہے کہ کیسا ہونا چاہیے۔ بی بی فرماتی ہیں جیسا بھی ہو۔ تجھے کیا نقصان ہے یعنی حلال ہو یا حرام ہو، پاک ہو نجس ہو، مباح ہو، غصبی ہو، کوئی فرق نہیں۔

سائل فوراً اپنے پہلے سوال کا جواب چھوڑ کر عرض کرتا ہے مجھے اپنا مصحف دکھائیں۔ بی بی کہتی ہے وہ کیوں؟ سائل کہتا ہے کہ میں اپنے قرآن کی ترتیب کو آپ کے مصحف کی ترتیب کے مطابق کرنا چاہتا ہوں۔ بی بی کہتی ہے اگر ترتیب نہ ہو تو کیا فرق پڑتا ہے، یہ تیری مرضی ہے جو سورۃ پہلے پڑھ اور جو بعد میں پڑھے۔

دیکھ لیا ہے آپ نے بی بی خود تحریف کی ترغیب دے رہی ہے۔ گویا بی بی کے اسلام میں قرآن کی کوئی ترتیب نہیں۔ جسے جس کا جی چاہے پڑھ لے۔ علمائے سوادِ اعظم تو اس بات کے روادار نہیں کہ ہم صرف اتنا کہہ سکیں کہ مصحفِ عثمانی ازروئے ترتیب تحریف شدہ ہے۔ جونہی ہم کہتے ہیں فوراً دھاریں مارنے لگتے ہیں کہ وہ دیکھو شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے لہٰذا یہ کافر ہیں۔ بھلا اب کفر کون کر رہا ہے۔ بی بی تو سرے سے ترتیب کی قائل ہی نہیں اور اپنے بچوں سے فرماتی ہیں کہ بیٹو! کوئی فرق نہیں پڑتا جیسے چاہو پڑھ لو ـــــ اگر یہ تحریف ہے تو ہمارے ساتھ بی بی بھی قائل تحریف اور فتوے کفر وارتداد میں برابر کی شریک ہیں ـــــ اور اگر یہ تحریف نہیں تو پھر شیعہ کی تحریفِ قرآن کہنا چھوڑ دیا جائے۔ اگر آپ ذرا عقیدت کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر سوچیں تو

بی بی کے اس جملہ میں کہ جو چاہو پڑھو اور جیسے چاہو پڑھو، آپ کو بہت کچھ مل سکتا ہے اور اس کی تائید بی بی کی وہ تمام احادیث کرتی ہیں جو نظامِ مصطفیٰ حصہ اول، دوم اور زیر نظر حصہ سوم میں موجود ہیں۔

اگر بی بی کی احادیث کے پیش نظر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ

* جو زوجہ سرورِ کونین کو خودکشی کا مرتکب قرار دیتی ہے۔
* جو بی بی سرورِ کونین کو دوسری ازواج سے روکنے کی خاطر گھٹیا قسم کے پلان بناتی ہے۔
* جو بی بی خانۂ رسولؐ میں گروہ بندی کی سرپرستی کرتی ہے۔
* جو بی بی سرورِ کونین کو جادو زدہ بتلاتی ہے۔
* جو بی بی سرورِ کونینؐ کے قرآن بھول جانے کا پروپیگنڈہ کرتی ہے۔
* جو بی بی سرورِ کونینؐ کے شب قدر کے بھول جانے کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے۔
* جو بی بی آیت تیمم کو اپنی طرف منسوب کرنے کی خاطر ہار کی گمشدگی کا فسانہ بناتی ہے۔
* جو بی بی آیات افک کو اپنے ساتھ منسوب کرنے کی خاطر اتنے طویل قصے تراشتی ہے۔
* جو بی بی دم رگ وصیت کرتی کہ مجھے روضۂ رسولؐ میں دفن نہ کیا جائے میں وہاں پاک نہیں ہوسکوں گی۔
* جو بی بی سرورِ کونین کو ایک عام انسان سے بھی پست کر کے پیش کرتی ہے۔
* جو بی بی آتشِ حسد میں جل کر خودکشی کی کوشش کرتی ہے۔

وہ اسلام، بانیٔ اسلام اور ضابطۂ اسلام کو کیا سمجھتی ہے؟ اور اس کی نظروں میں اس کی کیا اہمیت ہے۔ کیا ترتیب قرآن کی اہمیت گھٹانا، یہ نہیں بتاتا کہ بی بی دل و جان سے یہ چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح بانیٔ اسلام کی طرح آئینِ اسلام کی عظمت بھی پارہ پارہ ہوجائے۔

* صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۷۹، مطبوعہ مکتبہ ایوبیہ، ارٹلری میدان نمبر ۱، کراچی نمبر ۱

عن علقمه قال قدمنا الشام ابوالدرداء فقال فيكم احديقه على قرأة عبدالله فقلت نعم انا قال فكيف سمعت عبدالله يقرء والليل اذا يغشى والذكر والانثى قال وانا والله هكذا سمعت رسول الله يقرتها ولكن هؤلاء يريدون ان اقرأ وما خلق فلا اتابعهم

''علقمہ نے کہا: ہم شام کو گئے تو ابودرداء ہمارے پاس آئے اور کہا تم میں کوئی عبداللہ کی قرأت پڑھنے والا ہے۔ میں نے کہا: ہاں میں ہی ہوں۔ انہوں نے کہا کیونکر سنا تم نے اس آیت کو عبداللہ کو پڑھتے ہوئے، واللیل اذا یغشی والذکر والانثی۔ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے بھی رسول اللہ سے یونہی پڑھتے سنا ہے اور یہاں کے لوگ چاہتے ہیں کہ میں پڑھوں: ماما خلق الذکر والانثی۔ تو میں ان کی نہیں مانتا۔

● جائزہ: لیجیے یہ ہیں امام مسلم، فرماتے ہیں کہ مصحفِ عثمان اور مصحفِ ابن مسعود میں کافی اختلاف تھا۔ مصحفِ عثمان میں کچھ اضافے کیے گئے اور مصحف ابن مسعود میں کچھ کمیاں رہ گئیں۔ جب زیادتی ثابت ہوجائے تو کمی کا امکان بھی ہوتا ہے۔ ممکن ہے اس آیت میں مصحفِ عثمانی میں اضافہ ہو اور دوسرے کسی مقام پر مصحفِ عثمانی میں کمی ہو۔ اب مقامِ فکر یہ ہے کہ کیا علقمہ، ابوالدرداء اور امام مسلم وغیرہ بھی تحریفِ قرآن کے قائل ہوکر ہمارے ساتھ دائرۂ کفرِ اعظم کو جواب دینا ہوگا کہ وہ کیوں ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔

* صحیح ترمذی، جلد دوم، ص ۳۴۷، حدیث ۸۴۰

انس ابن مالك ان النبي قرأ ، ان النفس بالنفس
والعين بالعين

''انس ابن مالک کہتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے اس آیت کو یوں
پڑھا ہے:ان النفس بالنفس والعین بالعین۔

جبکہ موجود مصحف عثمانی میں لفظ 'ان' موجود نہیں ہے کیا یہ تحریف نہیں؟ اگر تحریف نہیں تو کیسے؟ جبکہ ایک پورا لفظ موجود نہیں ہے اور اگر تحریف ہے تو پھر تحریفِ قرآن کے قائل ہونے کے جرم میں شیعہ پر جو کفر وارتداد کا فتویٰ ہے اس میں انس ابن مالک اور امام ترمذی شامل ہوں گے یا نہیں؟

٭ صحیح ترمذی، جلد دوم، ص ۳۵۰، حدیث ۸۵۰

عبدالرحمٰن ابن يزيد عن عبدالله ابن مسعود قال
اقرأني رسول الله انّي انا الرزاق ذوالقوة المتين

''عبدالرحمٰن ابن یزید، عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتا ہے کہ
سرورِ کونینؐ نے مجھے یہ آیت اس طرح پڑھائی تھی ــــ انی انا
الرزاق ذو القوۃ المتین۔

بھلا اب مصحفِ عثمانی میں ملاحظہ فرمایئے کیا آیت اسی طرح ہے؟ دو ہی صورتیں ہوں گی یا ماننا ہوگا کہ عبداللہ ابن مسعود تحریفِ قرآن کا قائل تھا اور یا حضرت عثمان کی جامع کمیٹی تحریفِ قرآن کی قائل تھی کیونکہ اگر عبداللہ کی آیت درست ہے تو موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے۔ اور اگر موجودہ قرآن درست ہے تو عبداللہ کا قرآن تحریف شدہ ہے۔ علمائے سوادِاعظم تحریفِ قرآن کے قائل پر جو فتویٰ بھی صادر کریں ہم خوش آمدید کہیں گے۔

حرفِ آخر

میرے محترم قارئین! ــــ یہ مشتے نمونہ از خروارے کے بطور چند ایک کتب صحاح سے چند ایک احادیث پیش کی گئی ہیں جہاں تک روایات کا تعلق ہے وہ دونوں طرف موجود ہیں۔ اگر یہی چیز موجب کفر وارتداد ہے تو پھر اس حمام میں سب ہی ننگے ہیں ــــ میں نے آغازِ بحث میں بھی عرض کیا تھا کہ ہماری داستان مظلومیت کے پیشِ نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے اندر ایسے افراد گھسا دیئے گئے جنھوں نے ہمارے مسلمات کو پامال کرنے اور ہمیں بدنام کرنے کی خاطر ایسی روایات اپنی طرف سے جمع کرتے گئے۔ لیکن چونکہ سوادِ اعظم وفات سرورِ کونینؐ سے تادم تحریر ہمیشہ مسند اقتدار پر براجمان رہا ہے اس لیے ان کے پاس ایسا کوئی عذر نہیں۔ پھر سوادِ اعظم کے اساطین تحریفِ قرآن کے قائل نظر آتے ہیں اور جہاں تک ایمان واعتقاد کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ تمام اُمت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ جو کچھ بھی موجود ہے یہ کلامِ خدا اور قرآن ہے۔ اس میں قطعی کوئی تحریف نہیں ہوئی۔

لہٰذا معقولیت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ فریقین اپنی روایات سے قطع نظر اپنے اصول وایمان کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلہ تحریفِ قران کو قطعی طور پر ختم کردیں اور ایک دوسرے کے خلاف اس سلسلہ میں نہ کوئی کیچڑ اُچھالیں اور نہ ہی سستے فتوے شائع کر کے سستی شہرت خریدنے کی کوشش کریں۔ اس میں اُمت کا بھلا ہے، اسلام کا بھلا ہے، ملک کا بھلا ہے اور ملّت وقوم کی خیر خواہی ہے۔ بصورت دیگر ہم مجبور ہوں گے کہ آئندہ جواب ہمارا انہی الفاظ وانداز میں جن الفاظ کی زبان سے خود واقف ہیں اور جس انداز کو وہ کبھی بھول نہیں سکتے۔

نظامِ مصطفیٰؐ

لیجیے ارشادات اُم المومنین عائشہ سے ہمیں جو روزمرہ پیش آنے والے امور میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے، بطور خلاصہ وہ بھی نوٹ کر لیں۔

- نبیؐ کے والدین کافر ہو سکتے ہیں۔
- غیر مسلم کی امان قبول کی جا سکتی ہے۔
- غیر مسلم سے شعائر اسلامی بظاہر ادا نہ کرنے کا وعدہ کیا جا سکتا ہے۔
- غیر مسلم سے عہد شکنی کی جا سکتی ہے۔
- اسلام کی خاطر ہجرت کرنے کے بعد انسان اپنے وطن کو یاد کر سکتا ہے۔
- آج کل ہجرت کا زمانہ نہیں ہے۔
- بیوی اپنے شوہر کے عیوب بتا سکتی ہے۔
- بیوی شوہر کے بخل کے باوجود نان ونفقہ کے لیے شوہر کی چوری کر کے خرچ کر سکتی ہے۔
- بیوی شوہر سے کہہ سکتی ہے کہ تو میرے مرنے پر خوش ہوگا۔
- اگر مومنین کا خطرہ ہو تو نبیؐ اپنی مرضی کے مطابق کچھ بھی نہیں کر سکتا۔
- خلاف اسلام کرنے والوں پر لعنت جائز ہے۔
- قبورِ انبیاءؑ کو عبادت خانہ بنانے والے ملعون ہیں۔
- نبیؐ کسی کی نامحرم بیٹی کو اُٹھوا کر منگوا سکتا ہے۔
- نبیؐ کسی نامحرم عورت سے اپنی خواہش کا اظہار کر سکتا ہے۔
- عورت کے راضی نہ ہونے کے باوجود نبیؐ اس کی طرف ہاتھ بڑھا سکتا ہے۔

- اُٹھوا کر منگوائی گئی عورت رسولؐ کو بازاری مرد کہہ سکتی ہے۔
- ایک شخص کسی کو دوسرے کے خلاف بھڑکا سکتا ہے۔
- صحابہ سے بُغض بی بی عائشہ کی سنت ہے۔
- سکون سے رقابت کی بنا پر سوکن جیسے کام کی خواہش کی جا سکتی ہے۔
- بیوی سوکن کے خلاف اپنے شوہر کو بھڑکا سکتی ہے۔
- اُمتی ازواج نبی کو بآوازِ بلند پکار کر شرمندہ کر سکتے ہیں۔
- اُمتی اپنے نبیؐ کے عمل سے پہلوتہی کر سکتے ہیں۔
- شوہر اور بیوی ایک برتن سے بیک وقت غسل کر سکتے ہیں۔
- ہر ایسی عورت جو عالمہ ہو، اپنے بھائی اور کسی نامحرم کو عملی طور پر غسل کر کے دکھا سکتی ہے۔
- غسلِ جنابت سے قبل وضو کر لینا چاہیے۔
- غسلِ جنابت کے وقت بالوں میں خلال کرنا چاہیے۔
- خون خواہ ماہواری کا ہو یا دوسرا، اس پر تھوک کر اسے ناخن سے رگڑ دیا جائے تو کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔
- ماہواری والی عورت سے مباشرت کی جا سکتی ہے۔
- بحالت اعتکاف مرد مسجد سے سر باہر نکال کر ماہواری والی عورت سے سر دھلوا سکتا ہے۔
- ماہواری خون اگر کپڑے پر لگ جائے تو اسے کاٹ دینا چاہیے۔
- زمانۂ جاہلیت کے زنا سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنا بچہ کہا جا سکتا ہے۔
- بچہ میں علامات خواہ کسی کی کیوں نہ ہوں وہ اسی کا بیٹا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔

- سرورِ کونینؐ ابتدائے اسلام میں جاہلیت کے مراسم پر عمل کرتے رہے۔
- صوم وصال رکھنا جائز نہیں۔
- نبیؐ صوم الوصال رکھ سکتا ہے۔
- نبیؐ اُمت جیسا نہیں ہوتا۔
- غیر مسلموں سے ملا ہوا گوشت اللہ کا نام لے کر کھایا جا سکتا ہے۔
- شوہر کی موجودگی میں بیوی غیر محرموں سے ترش گفتگو کر سکتی ہے۔
- اگر شوہر بیوی کو منع کرے تو بیوی شوہر سے بھی ترش بات کر سکتی ہے۔
- زوجۂ نبیؐ فحش گو اور ترش کلام ہو سکتی ہے۔
- شوہر اپنی بیوی کو فحش گوئی اور ترش کلامی سے روک سکتا ہے۔
- ماہِ رمضان میں طلوعِ صبح کے بعد غسلِ جنابت کر کے روزہ رکھا جا سکتا ہے۔
- بحالت روزہ شوہر کا بیوی کے بوسے لینا سنتِ رسولؐ ہے۔
- اگر شوہر نماز پڑھ رہا ہو اور کبھی طولاً اور عرضاً بیوی شوہر کے سامنے سو جانا بی بی عائشہ کی سنت ہے۔
- اگر بیوی طولاً سو رہی ہو تو سجدہ پر جاتے ہوئے شوہر کا بی بی کی ٹانگ دبا دینا سنتِ رسولؐ ہے۔
- مسندِ رسالتؐ پر بیٹھنے والے کے اہل وعیال کا بوجھ بیت المال کے کندھوں پر ہوگا۔
- اسلامی حکمران کے اہل وعیال اسلامی خزانہ سے تجارت کر سکتے ہیں۔
- عورت، کتا اور گدھا اگر نمازی کے آگے سے گزر جائیں تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔
- منافقین کی پردہ پوشی بی بی عائشہ کی سنت ہے۔
- ہر مسلمان ذاتی عناد کی بدولت دوسرے مسلمان سے قطع تعلق پر قسم کھا سکتا ہے۔

بخاری شریف جلد اول سے احادیث

راوی کا نام	حدیث نمبر
عروہ	۴۵۹
"	۲۱۳۸
"	۱۷۶۱
"	۱۹۹۵
"	۲۲۸۵
عبیداللہ ابن عبداللہ	۴۲۰
عروہ	۱۲۴۳
عبدالرحمٰن	۱۵۶۷
قاسم	۱۵۶۸
عمرہ بنت عبدالرحمٰن	۲۴۵۸
عروہ	۲۴۵
ابوبکر بن حفص	۲۴۶
قاسم	۲۵۶
"	۲۵۷
عروہ	۲۵۸
"	۲۶۷
مجاہد	۳۰۳
اسود	۲۹۲
قاسم	۲۹۹
عروہ	۱۹۱۶
	۲۰۶۶
	۲۲۴۸

راوی کا نام	حدیث نمبر
عروہ	۱۴۹۱
"	۱۷۶۵
"	۱۸۶۷
"	۱۸۶۸
"	۱۸۴۳
علقمہ	۱۸۰۶
عبدالرحمٰن	۲۹۳
عروہ	۱۹۲۰
ابوبکر ابن عبدالرحمٰن	۱۷۹۶
عروہ	۱۷۹۸
"	۱۸۰۰
ابوبکر ابن عبدالرحمٰن	۱۸۰۱
ابوسلمہ	۳۷۲
عروہ	۳۷۳
"	۴۸۵
ابوسلمہ	۴۸۶
"	۱۱۳۰
عروہ	۳۷۴
"	۱۹۳۱
اسود	۴۸۱
مسروق	۴۸۴
مسروق	۴۸۷

راوی کا نام	حدیث نمبر
"	۲۳۵۴
عمرہ بنت عبدالرحمٰن	۲۵۱۲
قاسم	۴۹۲

بخاری شریف جلد دوم سے احادیث

راوی کا نام	حدیث نمبر
عروہ	۷۴۳
"	۱۰۸۷
"	۱۲۶۴
"	۱۴۴۵
"	۴۳۷
"	۱۵۶۶
عبیدہ ابن عبداللہ	۱۵۶۷
"	۶۷۱
"	۱۵۶۱

راوی کا نام	حدیث نمبر
مسروق	۱۸۶۶
"	۱۸۶۶
عروہ	۱۸
"	۱۴۳۹
"	۷۶۷
"	۹۲۳
"	۱۰۱۳
یحیٰی	۱۶۲۱
عروہ	۷۱۹

بخاری شریف جلد سوم سے احادیث

راوی کا نام	حدیث نمبر
عروہ	۱۰۸۲
"	۶۱۴
"	۶۳۷
"	۷۵۳
"	۱۰۱۳
"	۳۲۷
"	۳۳۲
"	۳۳۸

راوی کا نام	حدیث نمبر
مسروق	۲۱۶۱
عروہ	۱۶۷۴
"	۱۶۷۰
"	۱۷۲۰
"	۲۰۵۰
"	۱۶۷۵
"	۴۷۰
عروہ	۲۲۵۱

"	۲۰۴۸
قاسم	۲۰۸۱
"	۶۲۶
عبیداللہ ابن عبداللہ	۷۶۱
عروہ	۲۳۷
اسید ابن حضیر	۲۳۸
عمرہ بنت عبدالرحمٰن	۹۰
عروہ	۲۲۱
"	۱۱۷۰
مسروق	۱۰۳۴

"	۹۶۲
"	۹۶۷
"	۱۱۸۶
"	۱۳۱۸
عبداللہ ابن ابی ملیکہ	۱۳۲۴
عروہ	۱۸۱۸
"	۱۰۰۴
ابن بکیر	۱۰۰۵
عوف بن مالک	۱۰۰۹

***

حصہ چہارم

انتساب

میں اس کتاب کو

مفسرِ قرآن حجۃ الاسلام

علامہ حسین بخش جاڑا مرحوم

حجۃ الاسلام علامہ کاظم حسین اثیر جاڑوی شہید

کوثر رضا جاڑا شہید

عمار کاظم جاڑا شہید

سے منسوب کرتا ہوں

پیش لفظ

آج آپ نظامِ مصطفیٰؐ بزبانِ زوجہ سید الانبیاء کا حصہ دوم یعنی جلد سوم و چہارم پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو اس کتاب کا انتظار تھا۔ کتاب تو آپ کے ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے لیکن آپ اس کتاب کے مصنف اور محققِ وقت کو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔ جن کی شب و روز کی محنت نے نظامِ مصطفیٰؐ لکھ کر بہت سی باتوں سے پردہ اٹھایا اور شیعیت پر ایک عظیم احسان کیا۔

حجۃ الاسلام استاد العلماء علامہ کاظم حسین اثیر جاڑوی جنہیں اپنے جوان سال بیٹے کوثر رضا کے ساتھ ۲۸ مارچ ۹۲ء بمطابق ۲۳ رمضان المبارک کو شہید کر دیا گیا اور اس حادثہ سے بچ جانے والے آپ کے ایک اور معصوم فرزند عمار کاظم بھی اپنے باپ اور بھائی کی مظلومانہ شہادت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے کے تین ماہ بعد ۱۶ جولائی ۹۲ء کو اپنی جان خالقِ حقیقی کے سپرد کر کے اپنے باپ اور بھائی سے جا ملے اور شہادت کا رتبہ پایا۔ علامہ اثیر جاڑوی شہید اپنی وصیت جو انہوں نے ۱۹۹۰ء میں لکھی تھی، لکھتے ہیں:

> ''جب سے میں نے نظامِ مصطفیٰؐ لکھی ہے کیونکہ اس کتاب کا تحریری جواب تو ان لوگوں کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی قیامت تک وہ اس کا جواب دے سکتے ہیں، لیکن وہ لوگ مجھے قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ میں اُن کے ہاتھوں کسی موڑ پر قتل ہو جاؤں''۔

اور دو سال پہلے لکھی ہوئی وصیت کے یہ الفاظ ۹۲ء میں حقیقت بن گئے۔ جب

وہ ۲۳ رمضان المبارک کو لاہور سے دریا خاں جا رہے تھے۔ اُن کے ساتھ ان کے دو فرزند کوثر رضا اور عمار کاظم تھے۔ جوہر آباد کے قریب شام ۷:۳۰ بجے اُن ظالموں سے نہ بچ سکے۔

یہ ایک عالمی حقیقت ہے کہ اگر کسی بات کا جواب آپ کے پاس نہ ہو تو پھر بات لڑائی تک پہنچتی ہے، تشدد ہوتا ہے۔ ہاں! انھوں نے اس ذہن کو تو سلا دیا جس نے بخاری شریف سے احادیث چن کر عام لوگوں تک پہنچائیں اور بتایا کہ وہ اُمہات المومنین جن کے بارے میں ہمارے بھائی ہمیں کافر کہتے ہیں وہ نبیوں کے سلطان کو کیا سمجھتی تھیں اور اُن کا رسالت کے بارے میں نظریہ کیا تھا؟

لیکن انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ شہید کی یہ تحقیق قیامت تک رہے گی اور جھوٹوں کے لیے اعلانِ حق ہوتا رہے گا۔

نظامِ مصطفیٰؐ کے اس حصے کی اشاعت آپ کی ایک دیرینہ آواز تھی۔ لیکن مالی کمزوریوں کی وجہ سے آپ اسے شائع نہ کرا سکے کیونکہ ایک کتاب کو چھپوانا بہت بڑا کام ہوتا ہے جس کے لیے ایک معقول سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کتاب کے علاوہ بھی آپ نے کچھ کتابیں لکھیں، لیکن وہ بھی طبع ہونے سے رہ گئیں۔

اب آپ کے سامنے آپ کی ایک عظیم تصنیف ہے۔ اسے پڑھیں اور علامہ شہید کے لیے ہدیہ کریں تاکہ خداوند قدوس آپ کے درجات بلند فرمائے۔

یونس رضا جاڑا

ابنِ شہید علامہ اثیر جاڑوی

بیاد

علامہ کاظم حسین اثیر جاڑوی شہید

چراغ علم و عمل اے شعاع فکر و نظر!
تجھے اجل کی ہوا نے بجھا دیا کیسے؟
ابھی زمیں کو ضرورت تھی روشنی تیری
قضا نے تجھ کو لحد میں چھپا دیا کیسے؟
تو اپنی ذات میں اِک کارواں تھا سب کے لیے
کسے بتائیں کہ اب کارواں اُجڑ بھی گیا!
کسے کہیں تیری فرقت کی داستاں کہ ابھی
یقین ہی نہیں آتا کہ تو بچھڑ بھی گیا!
کسے خبر کہ تیرے بعد اب رُکے گا کہاں؟
وہ سیل درد کہ دل کی تہوں سے پھوٹ پڑا
ترے فراق میں یوں سوگوار بیٹھے ہیں
کہ جیسے ہم پہ کوئی آسمان ٹوٹ پڑا!!
تری زباں پہ رہی مدح آلِ پیغمبرؐ
ترا قلم ترے سچ کی دلیل بن کے رہا!

نہ پوچھ مرتبہ اپنا کہ تو زمانے میں
علیؑ ولی کا حقیقی وکیل بن کے رہا
تجھے تو خیر شہادت کا روپ راس آیا
وقارِ دیں پہ نچھاور کیا لہو تُو نے
تو وہ خطیب کہ جس نے ہر ایک محفل میں
درِ مودت آلِ رسولؐ باز کیا!
بلند کر کے قلم کا علم لبفیض جنوں
حسینیتؑ کو زمانے میں سرفراز کیا!
بھرے جہاں میں ابوذر مزاج تیرا خمیرا
کہ بابِ زر پہ جھکائی نہ تو نے اپنی جبیں
ترے لہو کی بکھرتی ہوئی شعاعوں سے
دمک رہی ہے تری قتل گاہ کی سرخ زمیں
"اثیر" تیرے نقوش قدم کے ذرّوں سے
سراغ منزلِ صد انقلاب ہم لیں گے
ہمیں قسم ہے ترے منصب شہادت کی
ترے لہو کا جہاں سے حساب ہم لیں گے

حمادِ اہلِ بیت
سید محسن نقوی شہید

عرضِ ناشر

قارئین محترم!

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت آپ کے ہاتھ میں نظامِ مصطفیٰؐ بزبان زوجہ باصفا کی جلد چہارم ہے۔ قبل ازیں آپ اس کتاب کی تین جلدیں ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں آپ کی فکر سلیم نے یہ فیصلہ دیا ہوگا کہ عمدۃ المحققین حضرت علامہ اثیر جاڑوی نے اپنی شب و روز کی محنت شاقہ دن رات کی عرق ریزی سے ہمیں صرف صحیح بخاری شریف سے حضرت عائشہ کے ان تصورات سے متعارف کرایا جو انھوں نے رسولؐ اور رسالت کے سلسلہ میں پیش کیے ہیں۔

ہم مصنف علامہ کے مشکور ہیں کہ انھوں نے نظامِ مصطفیٰؐ بزبانِ زوجہ باصفا کی جلد چہارم کی اشاعت کا ہمیں شرف بخشا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نظامِ مصطفیٰؐ کی پہلی تین جلدوں میں مصنف علامہ نے جن نئے گوشوں سے نقاب کشائی کی ہے وہ ان کا مخصوص اور منفرد حصہ ہے۔ ہمیں یہ اعتراف کرتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ مصنف موصوف نے زیرِنظر جلد میں ذرا وسعت نظر پیدا کر کے حضرت عائشہ کے ساتھ ساتھ خلفائے ثلاثہ، دیگر ازواج اور ابنائے خلفائے ثلاثہ سے منقول احادیث سے بھی متعارف کرانے کے علاوہ ان احادیث پر نئے انداز میں تبصرہ فرمایا ہے اور حضرت عائشہ اور دیگر نام بردہ محترم احادیث کو اسلام اور قرآن کی کسوٹی پر پرکھا ہے۔

امید ہے قارئین محترم ہمیں دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

صرف ایک نظر

میرے دوستو! اپنے مخلص قارئین کی نسبت مجھے ان افراد کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جن افراد نے "نظامِ مصطفیٰ" کی پہلی تین جلدوں کو تعصب اور فرقہ واریت سے بالا ہو کر دیکھا ہے، پڑھا ہے، اطمینانِ قلب کے لیے بخاری شریف سے احادیث کو منطبق کیا ہے اور پھر انھیں صراطِ مستقیم بھی نظر آ گئی۔

اس وقت پہلی تین جلدوں کا پہلا ایڈیشن بالکل ختم ہو چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے قارئین جلد چہارم کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں کیونکہ جو خطوط مجھے اپنے شریف قارئین سے موصول ہوتے ہیں ان میں ہی پوچھا جاتا ہے کہ چوتھی جلد کب آ رہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ میرے قارئین کی دعاؤں نے مجھے کافی حوصلہ اور ہمت عطا کی ہے جس کی وجہ سے تبلیغ اور تدریس کی بہت زیادہ مصروفیات کے باوجود میں اس قابل ہوا کہ "نظامِ مصطفیٰ" کی جلد چہارم ان کی نذر کر سکوں۔

میں اپنے اُن علمائے اُمت کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے میری اس مخلصانہ، سنجیدہ اور بے ضرر پیش کش کو مخالفت برائے مخالفت کے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش فرمائی۔

امید ہے ایسے اذہان اب یہ حقیقت سمجھ گئے ہوں گے کہ نہ تو بخاری شریف کی صحت پر زبانِ طعن دراز کی جا سکتی ہے، نہ حضرت عائشہ کے بیانات بخاری شریف سے حذف کیے جا سکتے ہیں اور نہ اثیر جاڑوی کے خلاف کچھ کہا جا سکتا ہے۔

میں اپنے ان نادان دوستوں کی خدمت میں عرض کروں گا کہ کسی کو کافر کہہ دینے

سے نہ اسلام کی خدمت ہوتی ہے اور نہ ملک کو فائدہ ہوسکتا ہے۔ منبروں پر مجمع بازی کر کے امن عامہ کو نقصان پہنچانے سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ میں جھنگ میں کم وبیش بارہ برس موجود رہا۔

اگر ہمارے خلاف کوئی شکوہ ہو تو براہِ راست ہم سے شکوک وشبہات رفع کیے جاسکتے ہیں۔

تشدد اور جارحیت شکست خوردہ ذہنیت کی مذبوحی حرکات کہلاتی ہیں جو اہلِ علم کو ہرگز زیبا نہیں۔ امید ہے سوادِ اعظم کا معتدل طبقہ ایسے افراد کو کچھ سمجھانے کی کوشش کرے گا۔

وما علینا الا البلاغ

کتاب الوحی

کُل احادیث چھے ہیں۔ راویوں کے مطابق تفصیل:

① حضرت عمر، حدیث نمبر ۱

② ابوسفیان، حدیث نمبر ۶

③ حضرت عائشہ، حدیث نمبر ۲ و ۳

④ عبداللہ ابن عباس، حدیث ۴ و ۵

حضرت عمر اور آغازِ وحی

بخاری شریف کا حرفِ اول حضرت عمر کی حدیث ہے۔ اس حدیث کا تعلق کتاب الوحی سے نہیں ہے بلکہ اس میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ: الاعمال بالنیات۔

کتاب الوحی سے بالکل غیر متعلق حدیث سے آغاز کا مطلب صرف ایک ہی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ امام بخاری تبرکاً اپنی کتاب کا آغاز حضرت عمر کے نام سے کرنا چاہتے تھے۔

امام بخاری یہ حدیث نقل کر کے حضرت عمر کے فضائل میں اضافہ کرنا چاہتے تھے کہ حضرت عمر ایسی فضیلت کے حامل ہیں کہ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کا آغاز حضرت عمر کی حدیث سے کیا ہے۔ حالانکہ اگر حقیقت پسندی سے دیکھا جائے تو امام بخاری نے حضرت عمر کے فضائل میں اضافہ نہیں فرمایا بلکہ حضرت ابوبکر کی توہین کی ہے کیونکہ بخاری شریف کے مطابق حضرت ابوبکر کے اتنے احسانات تھے جن کا اعتراف

آنحضورؐ نے کئی بار کیا جبکہ حضرت عمر کے ایک احسان کا ذکر بھی نبی کریمؐ نے کبھی نہیں کیا۔

علاوہ ازیں خود حضرت عمر نے بوجوہ ستارِ خلافت حضرت ابوبکر کے سر پر سجائی تھی۔ حق تو یہ تھا کہ امام بخاری تبرکاً اپنے خلیفۂ اول کے نام سے شروع کرتے۔

اگر امام بخاری نے ایسا نہیں کیا تھا تو کم از کم ہمارے برادران سوادِاعظم امام بخاری کے اس توہین آمیز رویہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے۔ لیکن خدا معلوم کیا وجہ ہوئی کہ نہ تو امام بخاری نے خلیفۂ اول کو اپنی کتاب میں مناسب مقام دیا اور نہ ہی ہمارے بھائیوں نے اس کے خلاف کوئی احتجاج کیا۔

ویسے آغازِ کتاب حضرت عمر کے نام سے ہو یا کسی اور نام سے یہ کوئی فضیلت کا پیمانہ بھی نہیں۔ اگر اسے فضیلت کا پیمانہ سمجھ لیا جائے تو دوسرے صحاح کے مؤلفین کا معاملہ بگڑ جائے گا۔ اسے امام بخاری کی حضرت عمر سے عقیدت تو کہا جاسکتا ہے حضرت عمر کی فضیلت نہیں کیونکہ کتاب کی ابتداء ہر مصنف کی اپنی صوابدید پر ہوتی ہے۔ جس لفظ سے اور جس نام سے چاہے کرسکتا ہے نہ اسے کوئی روکنے والا ہوتا ہے اور نہ کوئی مؤلف یا مصنف کسی کے روکے رُکتا ہے۔

ابوسفیان اور آغاز وحی

جہاں تک ابوسفیان کے کلام کو حدیث بنا دینے کا تعلق ہے یہ بھی امام بخاری کے کمالات میں سے ایک کمال ہے ورنہ آپ حدیث ۶ کے عنوان سے ابوسفیان کا کلام دیکھیں۔ نہ تو اس میں قولِ رسولؐ ہے نہ عملِ رسولؐ ہے اور نہ کیفیت وحی سے تعلق ہے۔

ویسے آغازِ اسلام سے فتح مکہ تک ابوسفیان کا جو کردار رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور اسلامی جمعیت و غیرت کے تقاضا کے مطابق صحیح بخاری میں ابوسفیان کا نام تک نہیں آنا چاہیے تھا چہ جائیکہ ابوسفیان کو محدثین کی پاکیزہ فہرست میں شمار کردیا گیا۔

* کہیں امام بخاری یہ تاثر تو نہیں دینا چاہتے ہیں کہ میری صحیح میں معدودے چند محدثین کے سوا باقی تمام ابوسفیان مزاج تھے؟
* اگر امام بخاری واقعاً یہی تاثر دینا چاہتے ہیں تو یقیناً ناقابلِ عفو توہینِ صحابہ ہوگی۔
* یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اموی حضرات کی رضاجوئی کے لیے امام بخاری نے ابوسفیان کو نانائے اُمت سمجھ کر ان کے بیان کو حدیث کا رنگ دے کر تبرکاً اپنی صحیح میں درج کر دیا ہو۔

بہرصورت وجہ خواہ کوئی بھی ہو، بخاری کی حدیث ۶ نہ حدیث ہے اور نہ ہی کتاب الوحی سے متعلق کوئی بات۔ اگر اس میں کوئی فضیلت ہے تو وہ صرف اور صرف اس بات میں ہے کہ امیر معاویہ کے باپ یزید کے دادا اور سیدالشہداء امیر حمزہ کا جگر چبانے والی اُم معاویہ کی ماں، یزید کی دادی اور ابوسفیان کی زوجہ ہند کے شوہر کا بیان ہے۔

اگر اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ کے ناطے سے اسے اپنی صحیح میں درج کیا گیا ہوتا تو دیگر اُمہات المومنین کے آباء کے بیانات بھی ضرور درج صحیح کیے ہوتے۔

عبداللہ ابن عباس اور آغازِ وحی

اب انہیں جناب عبداللہ ابن عباس کی حدیث نمبر ۱ و ۵ تو وہ بھی اس قابل نہیں کہ انھیں درخورِ اعتنا سمجھا جائے۔

اولاً ــــ عبداللہ ابن عباس کی احادیث کا تعلق بدء الوحی (آغازِ وحی) سے نہیں بلکہ علی الاطلاق وحی سے ہے جبکہ صحیح بخاری کا عنوان ــــ بدء الوحی (آغازِ وحی) سے ہے۔ ابن عباس نے صرف اتنا بتایا ہے کہ ــــ وقت وحی آپؐ کے لیے نہایت سنگین ہوتا تھا۔ بوقتِ وحی آپؐ صرف زبان ہلایا کرتے تھے اور جبریل ماہِ رمضان میں ہر شب آپؐ کے پاس آتا تھا ــــ آپ احادیث دیکھ کر ہماری بات کی تصدیق فرما سکتے ہیں۔

ثانیاً ــــ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی مترجم حافظ محمد اسحاق مطبوعہ اسلامک پبلشنگ

ہاؤس، لاہور جلد اول، ص ۵۳ کے مطابق آنحضرتؐ کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔

علامہ ذہبی کی اس وضاحت کے بموجب ابن عباس لی ولادت نبوت کے دسویں برس بنتی ہے یعنی کفیل رسول اور محسن اُمت حضرت ابوطالبؑ کے سالِ وفات ابن عباس کی ولادت ہوئی۔

گویا جب وحی کا آغاز ہوا اس وقت ابن عباس اس دنیا میں موجود ہی نہ تھے۔ جب ایک شخص بوقتِ آغاز وحی کی کیفیت اور اس سے متعلق دیگر حالات کیا بتا سکتا ہے اور اگر وہ بتائے تو وہ قابلِ اعتماد کس طرح ہو سکتے ہیں۔

جب آج کسی تیرہ سالہ بچے کی بات کو بالخصوص دین کے معاملہ میں قابلِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا تو آج سے چودہ صدیاں قبل کیسے قابل اعتماد ہو سکتا ہے۔ البتہ ایک بات ہے اور وہ یہ ہے کہ غالباً امام بخاری کو بنی عباس کے آغازِ حکومت میں وقت ملا ہے اس لیے بنی عباس کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ان کی ہر بات کو حدیث کا درجہ دے کر صحیح میں شامل کرتے چلے گئے تا کہ حکومت وقت کی نظر میں پذیرائی رہے۔

حضرت عائشہ اور آغازِ وحی

حضرت عائشہ کی دو احادیث ۲ و ۳ یقیناً مفصل ہیں۔ ان میں بی بی نے آغازِ وحی کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے۔ ہم نظامِ مصطفیٰؐ جلد اول میں دونوں احادیث پیش کر چکے ہیں اور ان پر مناسب ترجمہ بھی کر چکے ہیں۔ یہاں دہرانا بیکار ہے، شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

یہاں صرف ایک بات عرض کریں گے اور وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں بی بی کے اپنے بقول جب بی بی کی شادی ہوئی اس وقت بی بی کی عمر نو برس تھی اور ہجرت کے پہلے سال بی بی کی شادی ہوئی۔ نبوت کے تیرہ برس مکہ میں گزر چکے تھے۔

گویا بی بی کی ولادت سے چار سال قبل وحی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ایسی صورت میں بی بی کا آغازِ وحی کے متعلق کیسے کچھ بتا سکتی ہیں؟

حقیقت امر یہ ہے کہ آغازِ وحی کے متعلق اگر کچھ بتا سکتے تھے تو وہ صرف چار افراد تھے جنہوں نے آغازِ وحی کے وقت نہ صرف آپؐ کی کیفیت آپؐ کی زبان سے سنی تھی بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھی بھی تھی اور بقول حضرت عائشہ کسی حد تک آپؐ کو سنبھالا بھی تھا۔

یہ چار افراد ہیں: حضرت ابوطالبؑ حضرت خدیجۃ الکبریٰ بقول سوادِ اعظم مسلم اول حضرت ابوبکر اور مسلم اول حضرت علیؑ۔ ان چار میں سے جس سے بھی پوچھا جاتا اور آغازِ وحی اور کیفیت وحی بتا سکتے تھے لیکن

* بدقسمتی سے بعض سیاسی مصالح کی بنا پر حضرت ابوطالب جو صحابی اول بھی تھے کفیلِ سرورِ انبیاء بھی تھے اور مومن اول بھی تھے، کو بعض سیاسی مصالح کی بنا پر سوادِ اعظم کے اربابِ اقتدار دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔
* اُم المومنین حضرت خدیجہ جو بلا اختلاف اسلام کی پہلی خاتون ہیں، محسنہ اسلام بھی ہیں اور امینہ نسلِ رسول بھی ہیں کو صرف اس جرم کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھا جاتا کہ وہ دخترِ رسولؐ کی ماں ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ نے اپنی اس ناپسندیدگی کا کھلا اظہار کیا ہے۔ نظامِ مصطفیٰ جلد اول میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔
* حضرت علیؑ کی بھی کچھ یہی کیفیت ہے۔ حضرت علیؑ کا ایک قصور تو یہ ہے کہ آپ حضرت ابوطالبؑ کے بیٹے تھے۔ دوسرا قصور یہ ہے کہ آپؑ دخترِ رسولؐ کے شوہر تھے۔ تیسرا قصور یہ ہے کہ آپؑ صحابی اول تھے۔ چوتھا قصور یہ ہے کہ آپؑ مومن اول تھے اور سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ بنی اُمیہ کے بڑے بڑے چوہدری جنگِ بدر میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوئے اس لیے حضرت عائشہ اور دیگر

ارباب اقتدار کی نظر میں حضرت علیؑ اس قابل نہ تھے کہ ان سے آغازِ وحی کے متعلق کچھ پوچھا تھا۔ حضرت علیؑ سے حضرت عائشہ کی نفرت نظامِ مصطفیٰؐ جلد اول میں بخاری شریف میں ''حضرت علیؑ اور ام المومنین عائشہ'' کے زیرِ عنوان ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

حضرت ابوبکر اور آغازِ وحی

چوتھی ہستی جس سے آغازِ وحی کے متعلق کچھ معلوم ہوسکتا تھا وہ ہیں سوادِ اعظم کے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر۔ لیکن خدا معلوم انہوں نے کس بناء پر نہ تو صحبت نبویؐ میں اور نہ اپنے دورِ اقتدار میں اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش فرمائی بلکہ انہوں نے آغازِ وحی کے سلسلہ میں تو کیا کسی بھی اسلامی حکم کے سلسلہ میں آنحضورؐ سے سنی گئی باتوں میں سے ایک بات تک گوارا نہ کیا۔

البتہ اس سلسلہ میں علامہ ذہبی کا بیان ممکن ہے۔ کسی تاریک ذہن میں کوئی چمک پیدا کر دے۔ ہم من وعن پیش کیے دیتے ہیں۔ زیادہ تبصرہ تو ہم نہ کرسکیں گے۔ ممکنہ حد تک ہم صرف آپ کی توجہ مبذول کرائیں گے۔

تذکرہ الحفاظ، ج ۱، مترجم شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق، ص ۲۷...... آنحضرتؐ کی وفات کے بعد صدیق اکبر نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: تم رسولؐ اللہ کی احادیث بیان کرتے ہو تو اس میں اختلاف کرتے ہو۔ تمہارا یہ حال ہے تو تمہارے بعد آنے والے لوگ تو اس سے بھی زیادہ اختلاف کریں۔ اس سے بہتر ہے کہ تم آنحضرتؐ کی احادیث بیان نہ کرو۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھے تو کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے۔ اس کی حلال کی ہوئی چیز کو حلال جانو اور حرام کی ہوئی چیز کو حرام سمجھو۔

ص ۲۹...... اُم المومنین عائشہ کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت صدیق اکبر کے پاس آنحضرتؐ کی پانچ سو احادیث کتابی صورت میں جمع تھیں۔ ایک رات وہ بستر پر

ارباب اقتدار کی نظر میں حضرت علیؑ اس قابل نہ تھے کہ ان سے آغازِ وحی کے متعلق کچھ پوچھا جاتا۔ حضرت علیؑ سے حضرت عائشہ کی نفرت نظامِ مصطفیؐ جلد اول میں بخاری شریف میں "حضرت علیؑ اور ام المومنین عائشہ" کے زیرعنوان ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

حضرت ابوبکر اور آغازِ وحی

چوتھی ہستی جس سے آغازِ وحی کے متعلق کچھ معلوم ہوسکتا تھا وہ ہیں سوادِاعظم کے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر۔ لیکن خدا معلوم انہوں نے کس بناء پر نہ تو صحبت نبویؐ میں اور نہ اپنے دورِ اقتدار میں اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش فرمائی بلکہ انہوں نے آغازِ وحی کے سلسلہ میں تو کیا کسی بھی اسلامی حکم کے سلسلہ میں آنحضورؐ سے سنی گئی باتوں میں سے ایک بات تک گوارا نہ کیا۔

البتہ اس سلسلہ میں علامہ ذہبی کا بیان ممکن ہے۔ کسی تاریک ذہن میں کوئی چمک پیدا کردے۔ ہم من وعن پیش کیے دیتے ہیں۔ زیادہ تبصرہ تو ہم نہ کرسکیں گے۔ ممکنہ حد تک ہم صرف آپ کی توجہ مبذول کرائیں گے۔

تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، مترجم شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق، ص ۲۷..... آنحضرتؐ کی وفات کے بعد صدیق اکبر نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: تم رسولؐ اللہ کی احادیث بیان کرتے ہو تو اس میں اختلاف کرتے ہو۔ تمہارا یہ حال ہے تو تمہارے بعد آنے والے لوگ تو اس سے بھی زیادہ اختلاف کریں۔ اس سے بہتر ہے کہ تم آنحضرتؐ کی احادیث بیان نہ کرو۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھے تو کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے۔ اس کی حلال کی ہوئی چیز کو حلال جانو اور حرام کی ہوئی چیز کو حرام سمجھو۔

ص ۲۹...... اُم المومنین عائشہ کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت صدیق اکبر کے پاس آنحضرتؐ کی پانچ سو احادیث کتابی صورت میں جمع تھیں۔ ایک رات وہ بستر پر

پریشانی کے ساتھ کروٹیں بدلنے لگے۔ میں نے گھبرا کر پوچھا: ابا جان! آپ بیماری کی وجہ سے کروٹیں بدل رہے ہیں یا کسی خوش گوار خبر نے پریشان کردیا ہے؟ اس وقت تو خاموش رہے۔ صبح ہوتے ہی مجھ سے کہنے لگے: بیٹی! احادیث کا جو مجموعہ تمہارے سپرد کیا تھا وہ لے آؤ۔ چنانچہ میں نے وہ حاضر کردیا۔ آپ نے آگ منگوائی اور مجموعہ کو جلا کر راکھ کردیا۔ میں نے پوچھا: ابا جان! آپ نے اس کو کیوں جلایا ہے؟

فرمایا: مجھے خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں میں مرجاؤں اور یہ میرے گھر میں پڑی رہیں۔ ممکن ہے ان میں ایسی احادیث ہوں جو میں نے کسی آدمی سے اسے ثقہ اور قابلِ اعتماد جان کر لی ہوں اور اس نے صحیح بیان نہ کی ہوں اس طرح ان کے نقل کرنے کی ذمہ داری مجھ پر آپڑے۔

یہ ہے حضرت ابوبکر کا بیان ـــــ ایک بیان میں انہوں نے صحابہ کو جمع کرکے فرمایا کہ احادیث پیغمبرؐ چھوڑ دو کیونکہ تم اختلاف کرتے ہو۔

سوال یہ ہے کہ:

* حضرت ابوبکر نے صحابہ کو جمع کرکے یہ کیوں نہ فرمایا کہ تم سب بعد میں مسلمان ہوئے ہو، میں مسلم اول ہوں۔ آنحضرتؐ کے ساتھ مکہ میں رہا۔ ہجرت کے دوران رہا اور ہجرت کے بعد مدینہ میں رہا۔ لہٰذا جب کبھی اختلاف ہوجائے تو مجھ سے پوچھ لیا کرو۔
* میں نے آنحضرتؐ کو اعمال کرتے دیکھا بھی ہے اور سنا بھی ہے؟

دوسرے بیان میں حضرت ابوبکر نے مجموعہ احادیث کو اس لیے جلادیا کہ ممکن ہے میں نے کسی کو قابلِ اعتماد سمجھ کر حدیث لکھی ہو اور وہ قابلِ اعتماد نہ ہو۔

مقامِ فکر یہ ہے کہ پانچ سو احادیث میں سے:

* کیا کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہ تھی جو حضرت ابوبکر نے خود سنی ہو۔

* جب آپ نے سنی ہوئی احادیث ہی جمع کی تھیں تو کیا حضرت ابوبکر آنحضرتؐ سے ان احادیث کی تصدیق نہیں کرسکتے تھے؟
* اگر ۲۳ برس میں پانچ سو احادیث سنی اور وہ بھی دوسرے افراد سے پھر ان کی صحت یا درستی کی تصدیق کرانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ آنحضرتؐ کی زندگی تک انہیں رکھے رہے اور آپؐ کے بعد انھیں نذرِ آتش کردیا تو عام آدمی اس سے کیا سمجھیں گے؟
* ہماری طرح یہ تو حضرت ابوبکر کو بھی معلوم ہوگا قرآن میں ہر مسئلے کا حل موجود نہیں مثلاً قرآن میں کہیں لکھا ہوا نہیں کہ کتا کھانا حرام نہیں لیکن کوئی مسلمان بھی کتے کو حلال نہیں سمجھتا۔ آخر حدیث ہی سے کتے کی حُرمت معلوم ہوگی۔
* حضرت ابوبکر نے اپنے جمع کردہ سرمایہ احادیث کو نذرِ آتش کردیا اور دوسروں کو نقلِ حدیث سے منع کردیا۔ اس کے مضرات کیا ہوسکتے ہیں؟ ہم اس سے زیادہ کچھ بھی عرض نہیں کرسکتے۔
* علامہ ذہبی نے حضرت عائشہ کا مجموعہ احادیث جلانے والا واقعہ لکھ کر آخر میں لکھتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔
* علامہ ذہبی کے کسی بات کو غلط کہہ دینے سے تو کوئی بات غلط نہیں ہوجاتی جب تک اس کی دلیل نہ ہو۔ حضرت عائشہ کے واقعہ کی تصدیق تو صحاح ستہ بالعموم اور صحیح بخاری سے بالخصوص ہوجاتی ہے کہ حضرت ابوبکر سے نہ ہونے کے برابر احادیث منقول ہیں لیکن علامہ ذہبی کے دعویٰ کی تصدیق کہیں سے بھی نہیں ہوسکتی۔ احادیث جلانے کا واقعہ صحیح تاریخ ہے۔ علامہ ذہبی کا غلط کہنا علامہ ذہبی کا ذاتی نظریہ ہے۔ ہم ان کی تاریخی روایت کو صحیح سمجھتے ہیں۔
* حضرت ابوبکر کی احادیث میں اختلاف پر تشویش، نقل احادیث پر پابندی اور اپنے مجموعہ احادیث کو جلانے سے ایک چیز جو واضح ہوجاتی ہے وہ یہ ہے کہ:

زمانۂ رسالت ہی میں کچھ ایسے راوی پیدا ہوگئے تھے جو جھوٹے تھے اور انھوں نے جھوٹ موٹ نقل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس حقیقت کے پیش نظر ابوبکر کا مملکت اسلامیہ کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے پہلا فرض یہ بنتا تھا کہ وہ سچے اور جھوٹے راویوں کی فہرست مرتب کر کے اُمت میں تقسیم کرا دیتے یا کم از کم قرآن کریم کی طرح ایک مجموعۂ احادیث صحیحہ ہی جمع کرا کے جہاں جہاں قرآن کریم کا ایک ایک نسخہ بھی بھجوایا تھا وہاں وہاں احادیث کا ایک ایک نسخہ بھی پہنچا دیتے تا کہ لوگ غلط راویوں اور غلط روایات سے محفوظ رہ جاتے۔

ہمارے خیال میں اسلامی حدود کے تحفظ، اسلامی مملکت کی وسعت اور اسلامی تبلیغ میں سے ہر ایک کی نسبت سب سے اہم کام قرآن کی طرح مجموعہ احادیث کا تھا۔ لیکن تاریخ اور حالات شاہد ہیں کہ حضرت ابوبکر کے دورِ حکومت کے آغاز سے لے کر حضرت عثمان تک کسی سربراہ مملکت نے اس طرف معمولی سی توجہ بھی نہیں دی۔ بلکہ اس کے خلاف حضرت ابوبکر نے پہلی فرصت میں نقل حدیث پر پابندی عائد کر دی۔ اپنے پاس جمع شدہ احادیث کو جلا ڈالا۔ حضرت عمر نے چند صحابہ کو جھوٹی احادیث نقل کرنے پر سزا دی اور نقل حدیث پر پابندی عائد کی۔ لیکن اصلاح کی طرف کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا گیا۔ حالانکہ پابندی عائد کرنا علاج نہیں تھا۔ غلط روایات و احادیث کے مقابلہ میں صحیح احادیث پیش کرنا حقیقی اور سود مند علاج تھا۔

خدا معلوم ایسا عمداً کیا گیا ہے یا قلتِ وقت مانع تھی، جہاں تک قلتِ وقت کا تعلق ہے۔ یہ محض عذر لنگ ہوگا کیونکہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر یا حضرت عثمان کو خود تو کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔ قرآن کمیٹی کی طرح حدیث کمیٹی تشکیل دے کر اس کے ذمہ اس کے یہ کام سپرد کر دیا جاتا جو زیادہ سے زیادہ دو تین برس تک مکمل ہو جاتا اور آج اُمت مسلمہ فرقہ واریت کی دلدل میں نہ پھنسی ہوتی۔

جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، ایسا عمداً کیا گیا ہے خواہ اس میں سیاسی مصالح تھیں یا کچھ اور؟

حضرت عمر اور آغازِ وحی

حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر کا حق تھا کہ وہ آغازِ وحی کے سلسلہ میں نقاب کشائی کرتے ہیں لیکن جیسا کہ ـــــ کتاب بدء الوحی ـــــ کا تمام ترکہ آپ کے سامنے ہے۔ حضرت عمر بھی خاموش ہیں اور اس سلسلہ میں ان سے ایک روایت تک نہیں ملتی۔

آخر کیا وجہ ہے؟

حضرت عثمان اور آغازِ وحی

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی طرح حضرت عثمان بھی اس سلسلہ میں قطعی خاموش رہے۔

- ہم نے حقیقتِ حال آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔

اب یہ سوچنا کہ:

- ایسا کیوں ہوا؟ کیوں کیا گیا؟ اس کا ذمہ دار کون ہے؟
- اس کے مضمرات کیا ہیں؟

اگر دفعہ ۲۹۵ الف کا ڈر نہ ہوتا تو شاید ہم کچھ عرض کر دیتے لیکن اب تعزیرات پاکستان کا تحفظ جو شاید مخصوص مقاصد کے لیے مخصوص افراد کو فراہم کیا گیا ہے اس لیے ہم اتنا ہی عرض کر سکتے تھے جتنا عرض کر دیا۔ مزید سوچنا آپ کا کام ہے ـــــ امید ہے نظامِ مصطفیٰؐ کی پہلی تین جلدوں کی طرح ان حضرات پر سوچنے کے لیے بھی چند ایک ذہن جمع ہو جائیں گے اور انہیں راہِ حق مل جائے گی۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

کتاب الایمان

* کُل احادیث: ۵۰...... * کُل محدثین: ۱۸

راویوں کی تفصیل بمع حدیث نمبر

* حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۸، ۱۳، ۲۵، ۳۲، ۳۴ تا ۳۸، ۴۰، ۴۵، ۴۸
* حضرت عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۷، ۹، ۱۱، ۲۳، ۲۴، ۲۷، ۳۳
* حضرت انس ابن مالک، حدیث نمبر: ۱۲، ۱۴ تا ۱۶، ۲۰، ۴۲
* حضرت ابوسعید خدری، حدیث نمبر: ۱۸، ۲۱، ۲۲
* حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۲۸، ۴۸، ۵۰
* حضرت سعد بن ابی وقاص، حدیث نمبر: ۲۶، ۵۳
* حضرت عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۳۱، ۴۶
* حضرت عمر، حدیث نمبر: ۴۳، ۵۱
* حضرت جریر بن عبداللہ، حدیث نمبر: ۵۴، ۵۵
* حضرت براء ابن عازب، حدیث نمبر: ۳۹
* حضرت طلحہ ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۴۴
* حضرت نعمان ابن بشیر، حدیث نمبر: ۴۹
* حضرت ابومسعود، حدیث نمبر: ۵۲
* حضرت ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۱۰

* حضرت عبادہ بن صامت، حدیث نمبر: ۷، ۱۷، ۴۷
* حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۱۹، ۴۱
* حضرت ابوبکر، حدیث نمبر: ۲۹
* حضرت ابوذر، حدیث نمبر: ۳۰

حضرت عائشہ اور کتاب الایمان

محدثین اور ان سے منقول احادیث کی تفصیل تو آپ نے دیکھ لی ہے۔ ان اٹھارہ محدثین میں سے سولہ عام صحابی ہیں۔ ایک حضرت عائشہ اُم المومنین ہے اور ایک خلیفۂ دوم حضرت عمر ہیں۔

چونکہ ہمارا موضوع صرف حضرت عائشہ کی احادیث ہیں۔ اس لیے دیگر اصحاب کی احادیث کے متعلق بالعموم یہی عرض کر دینا کافی ہوگا کہ ان احادیث ایمان کسی ایک حدیث میں بھی ـــــ خیرہ وشرہ من اللّٰہ (نیکی و بدی طرفوں اللہ تعالیٰ دے) نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان نے ایمان کے بارے میں اُمت کو ایک لفظ بھی نہیں دیا، نہ اپنی طرف سے اور نہ آنحضورؐ کی طرف سے۔

* یا تو ان ہر دو حضرات نے آنحضورؐ سے کچھ سنا نہیں اور یا ان سے ایمان کے سلسلہ میں کسی راوی نے کچھ نہیں سنا۔
* لکھا، سوچا اور کہا تو بہت کچھ جا سکتا ہے کہ آخر اُمت کا خلیفۂ اول اسلام میں بقول سوادِ اعظم، مسلم اول اور اتنے عظیم شخص سے ایمان کے سلسلہ میں ایک لفظ بھی منقول نہیں، کیوں؟

لیکن ہم یہ سب کچھ قارئین کی فکر پر چھوڑتے ہیں کیونکہ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

خلیفۂ سوم حضرت عثمان کو بھی آنحضورؐ کے بعد کافی وقت ملا تھا لیکن ایمان کے سلسلہ میں اُمت مسلمہ ان کے بھی کسی بیان سے محروم ہی رہی ہے ـــ کیوں؟

البتہ تبرکاً حضرت عمر کی کتاب الایمان میں منقول ہر دو احادیث پیش کیے دیتا ہوں۔ آپ پڑھیں اور سوچیں بھی:

(1) صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۰، حدیث ۴۳، کتاب الایمان۔ باب ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے کے بیان میں:

عن عمر ابن الخطاب ان رجلًا من الیهود قال له یا امیرالمومنین ایة فی کتابکم تقرؤنها لو علینا معشر الیهود نزلت لا تخذنا ذٰلك الیوم عیدًا

قال ای ایة؟ قال اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ـ

قال قد عرفنا ذٰلك الیوم والمكان الذی نزلت فیه علی النبی وهو قائم بعرفة یوم جمعة

"حضرت عمر سے ہے، ایک یہودی ان سے کہنے لگا: اے امیرالمومنین تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے رہتے ہو۔ اگر وہ آیت ہم یہودی لوگوں پر اُترتی تو ہم اس دن کو عید کا دن ٹھیرا لیتے۔

حضرت عمر نے کہا: وہ کون سی آیت ہے؟

یہودی نے کہا: یہ آیت ـــ "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کیا اور اپنا احسان تم پر تمام کردیا اور اسلام کا دین تمہارے لیے پسند کیا"۔

حضرت عمر نے کہا: ہم اس دن کو جانتے ہیں اور اس جگہ کو بھی جس میں یہ آیت اُتری تھی۔ جمعہ کے دن آپؐ عرفات میں کھڑے تھے۔

(۲) بخاری، ج ا، کتاب الایمان، حدیث ۵۱، ص ۴۹۔ باب اس بات کا بیان کہ عمل بغیر نیت اور خلوص کے صحیح نہیں ہوتا:

عن عمر ان رسول اللّٰہ قال الاعمال بالنیته ولکل امرءٍ ما نوٰی فمن کانت هجرته الی اللّٰہ ورسوله ومن کانت هجرته لدینا یصیبها او امرأة یتزوجها فهجرته الی ما هاجر الیها

"حضرت عمر نے فرمایا: آنحضورؐ نے فرمایا: عمل نیت ہی سے ہوتے ہیں اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے۔ پھر جو کوئی اپنا دیس اللہ اور رسولؐ کے لیے چھوڑے گا اس کی ہجرت اللہ اور رسولؐ کی طرف ہوگی اور جو کوئی دنیا کمانے کے لیے یا کسی عورت کو بیاہنے کے لیے چھوڑے گا تو اس کی ہجرت انہی کاموں کے لیے ہوگی۔

دونوں حدیثیں آپ کے سامنے ہیں۔ کسی بھی حدیث میں ایمان کی بات نہیں کی گئی۔ کعب نے حسرت سے اکمال دین کی آیت پڑھی۔ حضرت عمر نے صرف اتنا کہا کہ ہمیں وہ دن اور مقام دونوں معلوم ہیں۔

پھر اس حدیث کو اس باب کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیے جس باب میں دی گئی ہے تو اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ بخاری اپنے عنوان کو بھی نہ نبھا سکا۔

باب میں ایمان کا گھٹنا بڑھنا ہے اور حدیث میں گھٹنے بڑھنے کا لفظ تک استعمال نہیں۔

حضرت عمر کی دوسری حدیث کا تعلق اعمال سے ہے جبکہ ایمان کا تعلق اصول سے ہے اور اعمالِ فروع سے متعلق ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کا تعلق کتاب الایمان میں ہونے کے باوجود کتاب الایمان سے نہیں۔ پھر بھی اس حدیث میں چند امور توجہ طلب ضرور ہیں:

① یہ حدیث حضرت عمر کے دورِ اقتدار میں منقول ہے۔

② آپ نے دورانِ خطبہ یہ حدیث لوگوں کو سنائی ہے۔

③ حضرت عمر کی اس حدیث سے بہت کچھ گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔

④ بقول حضرت عمر آنحضورؐ نے مہاجرین کو تین اقسام میں بانٹا ہے:

ا: ایسے مہاجر جن کا نصب العین اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی تھی۔

ب: ایسے مہاجرین جن کا مقصدِ ہجرت کسی مخصوص عورت کا حصول تھا۔

ج: ایسے مہاجرین جو دولت کے لیے ہجرت کر کے آئے تھے۔

⑤ گویا تمام مہاجرین نہ تو اسلام میں مخلص تھے اور نہ ہجرت میں مخلص تھے۔

⑥ حضرت عمر نے اپنے دورِ اقتدار میں برسرِ منبر یہ کہا تو آخر ایسے ہی تو نہ کہا ہوگا۔ ان کی نگاہ میں اس وقت کچھ ایسے افراد ہوں گے جو عورت اور دولت کے لیے مکہ چھوڑ کر آئے ہوں گے اور حضرت عمر انہی کو تنبیہ کرنا چاہتے ہوں گے۔

⑦ یقیناً حضرت عمر کی اس نقل کردہ حدیث سے متعلق تمام افراد مہاجر صحابہ ہوں گے اور آنحضورؐ نے حضرت عمر کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے انہی صحابہ کو مدنظر رکھ کر سنایا ہوگا۔

⑧ یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت عمر کو مہاجر صحابہ سے ہوشیار رہنے کی خاطر متنبہ کیا ہو۔

⑨ کہ ہر مہاجر صحابی پر اعتبار نہ کرنا کیونکہ ان مہاجر صحابہ میں سے معدودے چند مخلص

ہیں۔ کچھ حصولِ زن کی خاطر اسلام لا کر مہاجر بنے ہیں اور کچھ حصولِ زر کے لیے دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر ہجرت کر آئے ہیں۔ یہ تو تھی حدیث۔ اسی سلسلہ میں اگر آیاتِ قرآن دیکھتا ہوں تو مطلوب الطالب از ایمان ابوطالب ملاحظہ فرمائیں۔ ایسے افراد کو ذاتِ احدیت نے منافقین سے تعبیر فرمایا ہے۔ گویا تمام مہاجرین مومن نہیں تھے بلکہ مہاجرین میں ایسے بھی موجود تھے جن کے کلمہ پڑھنے کا مقصد زر اور زن تھا۔ کاش حضرت عمران صحابہ میں سے کسی ایک کا نام ہی بتا دیتے۔ تو پھر اس صحابی کے اردگرد کا جائزہ لے کر دیگر پردہ نشینوں کے نام بھی معلوم ہو جاتے۔

حضرت عائشہ اور ایمان

① بخاری، ج ۱، ص ۲۳، حدیث ۱۹، کتاب الایمان۔ باب: آنحضورؐ کا فرمانا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا جاننے والا ہوں۔

عن عائشة قالت كان رسول الله اذا امرهم بما يطيقون قالوا انا لسنا كهيئتك يا رسول الله ان الله قد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر فيغضب حتى يعرف الغضب في وجهه ثم يقول وانا اتقاكم واعلمكم بالله۔

''حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ جب صحابہ کو کوئی حکم دیتے تو انھی کاموں کا حکم دیتے، جن کو وہ کر سکتے۔ وہ عرض کرتے: یا رسول اللہ! ہم آپ کی طرح تھوڑے ہیں آپ کے تو اللہ نے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں''۔

یہ سن کر آپ اتنا غصے ہوتے کہ آپ کے چہرے پر غصہ نمودار ہوتا۔ پھر آپ فرماتے تم سب میں زیادہ پرہیزگار اور اللہ کو جاننے والا میں ہوں۔

(۴) بخاری، ج ا،ص ۳۹، حدیث ۴۱، کتاب الایمان

باب: اسلام کی خوبی کا بیان:

عن عائشة ان النبی دخل علیها وعندها امرأة قال من هذه قالت فلانة تذکر من صلاتها ، قال مه علیکم بما تطیقون فواللّٰه لا یمل اللّٰه حتّٰی تملوا وکان احب الدین الیه مادام علیه صاحبه

''حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ ان کے پاس تشریف لائے وہاں ایک عورت تھی۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: فلانی عورت ہے اور اس کی نماز کا حال بیان کرنے لگیں۔ آپؐ نے فرمایا: چپ رہ! وہ کام کرو جو کر سکتے ہو، کیونکہ قسم خدا کی! اللہ تو تھکے گا نہیں، تم ہی تھک جاؤ گے اور آنحضرتؐ کو وہ عمل بہت پسند تھا جس کا کرنے والا اس کو ہمیشہ کرے''۔

محترم قارئین! ایمان کے سلسلہ میں امام بخاری کو حضرت عائشہ سے منقولہ احادیث صرف یہی دو مل سکی ہیں۔ حدیث ۱۹ میں باب کا عنوان آنحضورؐ کا صحابہ کو اپنی معرفت مقصود ہے۔ مذکورہ حدیث ہم نے نظامِ مصطفیٰؐ جلد اول میں لکھ دی ہے۔ شائقین حضرات وہاں رجوع کر سکتے ہیں۔

حدیث ۴۱ میں کسی نامعلوم عورت کا تذکرہ ہے۔ بی بی نے چاہا کہ اس نامعلوم عورت کے زہد و تقویٰ کو آنحضورؐ کے سامنے نہایت اچھے انداز میں پیش کرے لیکن آنحضورؐ نے مہ (خاموش رہ) کہہ کر اس کا موقع ہی نہیں دیا۔

❊ اب سوال یہ ہے کہ کتاب الایمان میں بی بی کی ان احادیث سے کیا فائدہ ہوا؟

* کہیں امام بخاری نے صرف بھرتی کے لیے تو یہ حدیثیں درج نہیں کیں؟
* آنحضورؐ کے اتقی الناس اور اعرف باللّٰہ ہونے کا ہمارے ایمان سے کیا تعلق ہے؟
* کسی نامعلوم عورت کے زاہدہ اور پرہیزگار ہونے کا ہمارے ایمان پر کیا اثر پڑتا ہے؟
* حدیث ۱۴ کا عنوان حدیث یعنی باب سے کیا ربط ہے؟
* کیا بی بی کو آنحضورؐ سے یہ نہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ کون سے عقائد ایمان کو کمزور اور کون سے طاقتور کرتے ہیں؟
* کیا بی بی کا یہ حق نہیں تھا کہ ہمیں بتاتی کہ میرے بچو! فلاں فلاں عقائد سے پرہیز کرنا ان سے ایمان چوپٹ ہوجاتا ہے اور فلاں فلاں عقائد کو مت چھوڑنا ان سے ایمان پختہ ہوتا ہے؟
* کیا ایسا تو نہیں کہ جس چیز کی ایمان کے سلسلہ میں ضرورت تھی وہ بی بی نے بیان نہیں کی اور جو بیان کیا ہے وہ کتاب الایمان سے مربوط نہیں؟
* کہیں ایسا تو نہیں کہ بی بی کی نگاہ میں ایمان کا لفظ ایک ضرورت تھی اور بس؟

کتاب العلم

* کُل احادیث: ۸۱...... * کل محدثین: ۳۰

محدثین کی تفصیل مع حدیث نمبر

* حضرت ابو ہریرہ، حدیث نمبر: ۵۶، ۸۵، ۹۸، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۱
* حضرت عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۵۷ تا ۵۹، ۷۲، ۸۲، ۸۳، ۹۵، ۱۱۶، ۱۲۶، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶
* حضرت انس ابن مالک، حدیث نمبر: ۶۲، ۶۳، ۶۹، ۸۰، ۸۱، ۹۳، ۹۴، ۱۰۸، ۱۳۰، ۱۳۱، ۶۵
* حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۶۴، ۷۴ تا ۷۶، ۸۴، ۸۷، ۹۷، ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۲۳، ۷۸
* حضرت عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۷۰، ۷۳، ۱۲۷
* حضرت ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۷۹، ۹۲، ۱۲۵
* حضرت علیؑ، حدیث نمبر: ۱۰۶، ۱۱۱، ۱۲۹
* حضرت ابوبکرہ، حدیث نمبر: ۶۷، ۱۰۵
* حضرت ابوسعید خدری: حدیث نمبر ۱۰۱، ۱۰۲
* حضرت اُم سلمہ: حدیث ۱۱۵، ۱۳۲
* حسن بصری: حدیث نمبر ۶۰ * امام مالک: حدیث نمبر ۶۱

* ابوواقد: حدیث نمبر ۶۶ * حضرت محمود ابن ربیع: حدیث نمبر ۷۷
* حضرت اسماء بنت ابوبکر: حدیث ۸۶ * حضرت عقبہ ابن حارث: حدیث ۸۸
* حضرت عمر: حدیث نمبر ۸۹ * حضرت ابومسعود: حدیث نمبر ۹۰
* حضرت زید ابن خالد: حدیث ۹۱ * حضرت عبداللہ ابن دینار حدیث ۹۹
* عبداللہ ابن عمرو ابن عاص: حدیث ۱۰۰ * حضرت ابن ابی ملیکہ: حدیث ۱۰۳
* ابوشریح: حدیث ۱۰۴ * حضرت زبیر: حدیث ۱۰۷
* حضرت سلمہ ابن اکوع: حدیث ۱۰۹ * حضرت ابوفدیک: حدیث ۱۲۰
* حضرت جریر: حدیث ۱۲۲ * حضرت ابی ابن کعب: حدیث ۱۲۴
* حضرت عائشہ: حدیث ۱۲۸ * حضرت مقداد: حدیث ۱۳۴

کتابُ العلم کا جائزہ

جن صحابہ سے امام بخاری نے کتاب العلم کی احادیث نقل کی ہیں۔ آپ ان کے اسماء گرامی مع احادیث نمبر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان اکیاسی احادیث میں خلفائے ثلاثہ میں سے امام بخاری کو حضرت عمر کی صرف ایک حدیث مل سکی ہے۔

جہاں تک حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کا تعلق ہے تو امام بخاری کو ان ہر دو خلفاء سے علم کے سلسلہ میں ایک لفظ بھی نہیں ملا۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ یہ تو امام بخاری اور ان کے شرکائے مسلک ہی بتا سکتے ہیں کہ ۲۳ سالہ صحبتِ رسالتؐ میں حضرت ابوبکر نے علم کے سلسلہ میں آنحضورؐ سے ایک لفظ تک سنا نہیں یا سنا تو بہت کچھ تھا لیکن اُمت کو اس سے قطعی بے بہرہ رکھا؟

چونکہ کتاب علم میں حضرت عائشہ سے بھی امام بخاری کو ایک حدیث سے زیادہ کچھ نہ مل سکا۔ اس لیے مناسب ہوگا اگر حضرت عائشہ اور حضرت عمر ہر دو کی احادیث کو تبرکاً دیکھ لیں تاکہ تشنگانِ علم کی اگر کلی نہیں تو کچھ پیاس بجھ جائے۔

حضرت عمر اور کتاب العلم

(1) بخاری، ج ا، ص ۷۸، حدیث ۸۹۔ باب علم حاصل کرنے کے لیے باری مقرر کرنا:

عن عمر قال كنت انا وجاء لي من الانصار في بني امية ابن زيد وهي من عوالي المدينة وكنا نتناوب النزول على رسول الله ينزل يومًا وانزل يومًا فاذا انزلته جئته بخبر ذٰلك اليوم من الوحي وغيره واذا انزل فعل مثل ذٰلك منزل صاحبي الانصاري يوم نوبته فضرب بابي ضربًا شديدًا فقال اثم هو، ففزعت فخرجت اليه فقال قد حدث امر عظيم فدخلت على حفصة فاذا هي تبكي فقلت اطلقكن رسول اللّٰه؟ قالت لا ادري ثم دخلت على النبي فقلت وانا قائم اطلقت نساءك؟ قال لا فقلت اللّٰه، اللّٰه اكبر

حضرت سے منقول ہے انہوں نے کہا: میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی دونوں بنی امیہ بن زید کے گاؤں میں جو مدینہ سے پورب کی طرف بلند گاؤں میں سے ہے رہا کرتے تھے اور ہم دونوں باری باری آنحضرتؐ کے پاس اُترا کرتے تھے۔ ایک روز وہ اُترتا اور ایک روز میں اُترتا۔ جس دن میں اُترتا تو اس دن کی ساری خبر وحی وغیرہ جو آپؐ پر اُترتی اس کو بتلا دیتا اور جس دن وہ اُترتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میرا ساتھی انصاری اپنی باری کے دن اترا تھا۔ اس نے وہاں سے آکر میرا دروازہ زور سے کھڑکایا اور کہنے لگا: عمر ہیں؟ میں گھبرا کر باہر نکل

آیا۔ وہ کہنے لگا: آج تو بڑا سانحہ ہوا۔ آنحضرتؐ نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی۔ یہ سن کر میں اپنی بیٹی حفصہ کے پاس گیا اور وہ رو رہی تھی۔ میں نے کہا کیا آنحضرتؐ نے تم کو طلاق دے دی؟ اس نے کہا: میں نہیں جانتی۔ پھر میں آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوا، میں نے کھڑے ہی کھڑے پہلے عرض کیا: کیا آپؐ نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں تو میں نے کہا: اللہ اکبر!

یہ تو تھی حدیث اور مولانا وحید الزمان کا ترجمہ۔ حاشیہ میں مولانا وحید الزمان نے حضرت عمر کے پڑوسی کے نام ـــ عتبان ابن مالک ـــ یا ـــ اوس ابن خولی نے لکھا ہے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ مولانا وحید الزمان نے کچھ تعارف تو کرا دیا ہے۔ اگر حضرت عمر کی طرح مولانا بھی پڑوسی کا نام صیغۂ راز میں رکھتے تو بہت توہمات جنم لے سکتے تھے۔

اب تجزیہ

- حضرت عمر بقول ان کے اپنے مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں پہاڑی پر رہتے تھے۔
- حضرت عمر کے ساتھ آپ کا ایک انصاری پڑوسی عتبان ابن مالک یا اوس ابن خولی بھی رہتا تھا۔
- حضرت عمر روزانہ دربارِ رسالت میں تشریف نہیں لاتے تھے بلکہ ایک دن خود آئے اور ایک دن اپنے پڑوسی کو بھیجتے۔ گویا مدنی زندگی کے دس سالہ دورِ رسالت میں حضرت عمر نے صرف پانچ برس صحبتِ نبویہؐ میں گزارے۔
- ایک دن انصاری کی باری تھی کہ مدینہ میں افواہ اُڑ گئی۔ آنحضورؐ نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی ہے۔

- انصاری نے فوراً جا کر حضرت عمر کو اطلاع دی۔
- حضرت عمر بلاتاخیر سب سے پہلے اپنی بیٹی حفصہ کے پاس آئے۔
- حضرت عمر نے حضرت حفصہ سے پوچھا: کیا تمہیں طلاق ہے؟ حضرت حفصہ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔
- حضرت عمر فوراً آنحضورؐ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: آپ نے فرمایا: میں نے طلاق نہیں دی۔ حضرت عمر نے صدائے تکبیر بلند کی۔

فکر و تدبیر

حدیث کے مطابق یہ تو طے ہے کہ مدینہ میں غلط یا صحیح یہ افواہ اُڑ گئی تھی کہ آنحضرتؐ نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی ہے۔ انصاری نے حضرت عمر کو بلا تحقیق کیے جا کر وہ خبر سانحہ عظیم کے انداز میں پیش کی۔ حضرت عمر فوراً تشریف لائے اور تحقیق کی تو پتہ چلا کہ خبر غلط تھی۔

- گویا حضرت عمر نے مدینہ کی دس سالہ حیاتِ نبی اکرمؐ میں آنحضور کی صحبت میں پانچ برس گزارے۔
- کیا یہ ممکن نہیں کہ حضرت عمر کے انصاری پڑوسی نے جس طرح بلا تحقیق کیے طلاق ازواج کی اطلاع حضرت عمر کو پہنچا دی۔ اسی طرح اور بھی کتنی اطلاعات انصاری نے پہنچائی ہوں گی؟
- حضرت عمر نے صرف اس اطلاع کی تحقیق کیوں کی اور دوسری اطلاعات کو صحیح کیسے سمجھ لیا؟
- حضرت عمر بیرونِ مدینہ کیوں رہتے تھے؟
- کیا مدینہ کی آبادی میں اتنی گنجائش نہ تھی؟
- حضرت عمر نے اپنے انصاری پڑوسی کے نام کو صیغۂ راز میں کیوں رکھا؟

- حضرت عمر کا یہ پڑوسی وفاتِ نبوی تک زندہ تھا یا پہلے اللہ کو پیارا ہو گیا تھا؟
- اگر وفاتِ نبی اکرمؐ سے پہلے فوت ہوا تھا تو کسی جنگ میں یا یونہی کسی بیماری سے؟
- اگر زندہ تھا تو اس کا انجام کیا ہوا؟ حزبِ اقتدار سے وابستہ رہا یا حزبِ اختلاف سے؟
- اگر حزبِ اقتدار سے وابستہ رہا تو کسی عہدے پر یا یونہی عوامی حیثیت میں؟
- یہ بنی بن زید والے جن کے ہاں حضرت عمر رہتے تھے کون تھے؟
- یہ لوگ مسلمان تھے یا کافر؟
- اگر کافر تھے تو حضرت عمر کے وہاں رہنے کا کیا جواز ہوگا؟
- اگر مسلمان تھے تو حضرت عمر سے ان کی کیا رشتہ داری تھی یا ویسے اسلامی بھائی چارہ کی بنا پر رہتے تھے؟
- جس دن حضرت عمر کی باری کا دن تھا اس دن حضرت عمر کیا کرتے تھے؟
- اسلام کی تبلیغ کرتے تھے یا دوست واحباب سے ملاقاتیں کرتے تھے یا ریسٹ کرتے تھے یا معاشی امور میں مصروف رہتے تھے؟
- اگر تبلیغ اسلام کرتے تھے تو کتنے کفار کو مسلمان کیا؟
- اگر دوست واحباب سے ملاقات کرتے تھے تو وہ دوست واحباب کون تھے؟
- اگر آرام فرماتے تھے تو اس کا جواز کیا ہے؟
- اگر معاشی امور میں گزارتے تھے تو آپ کا ذریعہ معاش کیا تھا؟
- امام بخاری نے یہ واقعہ کتاب العلم میں کیوں لکھا ہے؟

حضرت عمر نے اپنے ساتھی کی بات پر اعتماد کیوں نہ کیا؟ اور تحقیق حال کے لیے کیوں روانہ ہوئے؟ حالانکہ آپ کا ساتھی بھی آپ کی طرح کا صحابی تھا۔ کیا صحابی کی اطلاع پر شک کرنا جائز ہے؟ جس طرح حضرت عمر نے اپنے ساتھی کی بات پر شک کر

کے تحقیق کی کیا اُمت کو حضرت عمر کی کسی حدیث پر شک کرنے کا اختیار ہے؟ اگر نہیں تو کس بات پر؟

- کیا قبل ازیں بھی حضرت عمر نے اپنی ساتھی کی کسی بات کی تحقیق کی تھی؟
- اگر کی تھی تو وہ کون سی بات تھی؟
- حضرت حفصہ نے بزمِ عزا کیوں سجا رکھی تھی؟
- حضرت حفصہ کس بات پر رو رہی تھی؟ جب حضرت حفصہ کو طلاق یا عدمِ طلاق میں سے کسی بات کا علم نہ تھا تو کس بات کا رونا تھا؟
- حضرت عمرؓ نے اپنے پارہ جگر کو رونے سے منع کیوں نہ کیا؟
- کیا ایسا گریہ اور ایسی عزاداری اسلام میں جائز ہے؟
- اگر جائز ہے تو کس آیت یا حدیث کی رُو سے؟
- حضرت عمر جب آنحضورؐ کے پاس گئے تو اجازت لی تھی؟
- اگر اجازت لی تھی تو حدیث کے کس لفظ میں مذکور ہے؟
- اگر اجازت نہیں لی تھی تو کیا اسلام میں کسی کے گھر بلا اجازت چلے جانا جائز ہے؟
- حضرت عمر نے آنحضورؐ سے کھڑے کھڑے طلاقِ ازواج کا سوال تو کیا ہے لیکن آنحضورؐ کو سلام نہیں کیا، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟
- کیا یہ افواہ صرف حضرت حفصہ کی طلاق کی تھی یا تمام ازواج کی؟
- اگر تمام ازواج کی تھی تو دیگر ازواج نے حضرت حفصہ کی طرح بزمِ عزا بنائی تھی؟
- اگر عزاداری کی تھی تو کہاں مذکور ہے؟
- اگر نہیں کی تھی تو کیا انہیں طلاق ملنے کی خوشی تھی؟
- دیگر ازواج کے والدین نے بھی حضرت عمر کی طرح تحقیق کی تھی؟
- اگر کی تھی تو کہاں مذکور ہے؟

- اگر دیگر والدین نے اپنی بیٹیوں کی افواہ طلاق کی تحقیق نہیں کی تو کیا وہ سب بیٹیوں کی طلاق چاہتے تھے؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ نے صرف حضرت حفصہ کو اپنے رشتۂ زوجیت سے جدا کیا تھا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت حفصہ کے غم میں حضرت عمر کو آنحضورؐ کے گھر میں جانے کی اجازت لینا اور سلام کرنا وغیرہ جیسے احکام اسلام کا خیال نہ رہا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ نے صرف حضرت حفصہ کو طلاق دی اور حضرت عمر نے جب بصیغہ جمع تمام ازواج کا سوال کیا تو آنحضورؐ نے تمام ازواج کی طلاق کی نفی کی اور حضرت حفصہ کی طلاق کی نفی نہ کی ہو؟
- کیا تمام ازواج کی نفی طلاق سے ایک بیوی کی نفی طلاق سمجھی جاسکتی ہے؟
- حدیث کے مطابق حضرت عمر کا جارحانہ انداز میں آنحضورؐ کے پاس بلا اجازت چلے جانا اور بلاسلام جارحانہ انداز میں سوال طلاق آدابِ رسولؐ و رسالت کے منافی تو نہیں؟
- اگر منافی نہیں تو کیسے؟
- اگر منافی ہے تو اس کا جواز کیا ہوگا؟
- ان سوالات کے جوابات اگر مل جائیں تو ہمیں بڑی شدت سے انتظار رہے گا۔

حضرت عائشہ اور کتاب العلم

(۱) بخاری، ج۱، ص۱۰۵، حدیث ۱۲۸، باب: اس شخص کا بیان کہ جس نے بعض جائز چیزوں کو اس طرح سے ترک کردیا کہ بعض ناسمجھ لوگ اس سے زیادہ سخت باب میں مبتلا ہوجائیں گے۔

- اگر دیگر والدین نے اپنی بیٹیوں کی افواہ طلاق کی تحقیق نہیں کی تو کیا وہ سب بیٹیوں کی طلاق چاہتے تھے؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ نے صرف حضرت حفصہ کو اپنے رشتۂ زوجیت سے جدا کیا تھا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت حفصہ کے غم میں حضرت عمر کو آنحضورؐ کے گھر میں جانے کی اجازت لینا اور سلام کرنا وغیرہ جیسے احکام اسلام کا خیال نہ رہا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ نے صرف حضرت حفصہ کو طلاق دی اور حضرت عمر نے جب بصیغہ جمع تمام ازواج کا سوال کیا تو آنحضورؐ نے تمام ازواج کی طلاق کی نفی کی اور حضرت حفصہ کی طلاق کی نفی نہ کی ہو؟
- کیا تمام ازواج کی نفی طلاق سے ایک بیوی کی نفی طلاق سمجھی جاسکتی ہے؟
- حدیث کے مطابق حضرت عمر کا جارحانہ انداز میں آنحضورؐ کے پاس بلا اجازت چلے جانا اور بلا سلام جارحانہ انداز میں سوال طلاق آدابِ رسولؐ و رسالت کے منافی تو نہیں؟
- اگر منافی نہیں تو کیسے؟
- اگر منافی ہے تو اس کا جواز کیا ہوگا؟
- ان سوالات کے جوابات اگر مل جائیں تو ہمیں بڑی شدت سے انتظار رہے گا۔

حضرت عائشہ اور کتاب العلم

بخاری، ج ۱، ص ۱۰۵، حدیث ۱۲۸، باب: اس شخص کا بیان کہ جس نے بعض جائز چیزوں کو اس طرح سے ترک کر دیا کہ بعض ناسمجھ لوگ اس سے زیادہ سخت باب میں مبتلا ہو جائیں گے۔

عن الاسود قال قال لی ابن الزبیر كانت عائشة تسر الیك كثیرًا فما حدثتك فی الكعبة؟

فقالت قالت لی – قال النبی یاعائشة لولا قومك حدیث عهدهم ـــ قال ابن الزبیر بكفر نقضت الكعبة فجعلت لها بابین بابا یدخل الناس وبابا یخرجون ـــ ففعله ابن الزبیر ـــ

"اسود سے منقول ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے مجھ سے کہا۔ حضرت عائشہ چپکے چپکے تم سے بہت باتیں کیا کرتیں تھیں تو کعبے کے باب میں بھی انہوں نے کچھ تم سے کہا تھا؟ میں نے کہا: انہوں نے یہ کہا تھا کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا:

عائشہ اگر تیری قوم نومسلم نہ ہوتی ـــ ابن زبیر نے کہا یعنی کفر کا زمانہ ابھی نہ گزرا ہوتا ـــ تو میں کعبے کو توڑ کر اس میں دو دروازے لگاتا ایک دوسرے میں لوگ اندر جاتے اور ایک دروازے سے باہر نکلتے ـــ پھر ابن زبیر نے اپنی حکومت کے زمانہ میں ایسا ہی کیا ـــ

جائزہ

یہ ہے مدینۂ علم نبوی کی خلوت وجلوت میں خوشہ چینی کرنے والی محبوب بی بی کا کُل ترکہ جو امام بخاری کو کتاب العلم کے لیے میسر آ سکا۔

- یہ کعبے غریب پر تان کیوں ٹوٹی ہے؟
- اس حدیث کا کتاب العلم سے کیا رابطہ ہے؟
- یہ اسود کون ہے جس سے بی بی کی طویل سرگوشیوں کو بی بی کے بھانجے عبداللہ ابن

زبیر تک نے نوٹ کیا ہے؟

- اسود کو اگر علامہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ میں تلاش کریں تو طبقۂ اول میں اس کا کہیں نام و نشان تک نہیں پھر یہ کہاں سے آیا ہے؟
- علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اسود ابن یزید کا تذکرہ دوسرے طبقہ کے محدثین میں کیا ہے لیکن اس اسود ابن یزید کے اساتذہ میں حضرت عائشہ کا نام کہیں نہیں؟
- کہیں یہ اسود حضرت عائشہ کا رضاعی بھانجا تو نہ تھا؟
- آنحضورؐ نے بالخصوص صرف بی بی کی قوم کے اسلامِ نو کا ذکر کیوں کیا ہے؟
- آنحضورؐ نے صرف حضرت عائشہ کو مخاطب کیوں کیا ہے؟
- کہیں حضرت عائشہ کی تمام قوم اس وقت کے مطابق کپڑوں کی کارخانہ دار تو نہ تھی؟
- کعبے کے دو دروازے بنانے میں کیا راز تھا؟
- بی بی کی قوم کو کعبے میں دوسرا دروازہ بنانے پر کیوں اعتراض تھا؟
- کتاب العلم کے لیے امام بخاری کو حضرت عائشہ سے کوئی اور حدیث کیوں نہ مل سکی؟
- حضرت عائشہ نے آنحضورؐ سے علم کے فضائل سنے نہ تھے یا خود بی بی نے تو آنحضورؐ سے علم کے بہت فضائل سنے تھے لیکن بوجوہ اُمت کو فضائل علم سے عمداً بے بہرہ رکھا؟

کتابُ الوضو

✻ کُل احادیث:۱۱۱...... ✻ کُل محدث:۳۰

✻ حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۵۷، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۶، ۲۱۹، ۲۳۸، ۲۳۹

✻ حضرت عبداللہ ابن زید: حدیث: ۱۳۹، ۱۶۰، ۱۷۷، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۶

✻ حضرت عبداللہ ابن عباس: حدیث: ۱۴۰، ۱۴۵، ۱۵۹، ۱۶۳، ۲۰۶، ۳۱۵، ۲۱۰، ۲۱۷، ۱۴۲، ۱۴۳

✻ حضرت اسامہ بن زید: حدیث: ۱۴۱، ۱۸۱

✻ حضرت انس بن مالک: حدیث: ۱۴۴، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۹۴، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۳۴، ۲۳۵

✻ حضرت ابوایوب: حدیث: ۱۴۶

✻ حضرت عدی ابن حاتم: حدیث: ۱۷۵

✻ حضرت عبداللہ ابن عمر: حدیث: ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۶۴، ۱۶۷، ۲۴۷

✻ حضرت عائشہ: حدیث: ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۶۹، ۱۹۷، ۲۱۱، ۲۲۲، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۴۳

✻ حضرت ابوقتادہ: حدیث: ۱۵۵، ۱۵۶

✻ حضرت اسود: حدیث: ۱۵۸

✻ حضرت حمران: حدیث: ۱۶۱، ۱۷۹، ۱۹۵

* حضرت سہل ابن سعد: ۲۴۴
* حضرت براء ابن عازب: حدیث: ۲۴۸

خلفائے ثلاثہ اور وضو

بخاری شریف کی کتاب الوضوء میں تمام محدثین مع حدیث نمبر کا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ خلفائے ثلاثہ سے وضو کے بارے میں مجال ہے جو ایک لفظ بھی آپ کو مل جائے، گویا:

* نہ خلفائے ثلاثہ نے آنحضورؐ سے متعلق کچھ پوچھا اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے خلفائے ثلاثہ سے وضو کے متعلق کوئی سوال کیا۔
* نہ خلفائے ثلاثہ نے آنحضورؐ کو وضو کرتے دیکھا اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے خلفائے ثلاثہ کو وضو کرتے دیکھا۔

کیونکہ اگر ان محترم حضرات نے آنحضورؐ سے کچھ سنا ہوتا تو اُمت کو ضرور بتاتے اور اگر اُمت کے کسی فرد نے ان سے کچھ سنا ہوتا تو وہ ہم تک ضرور پہنچتا۔ اگر محترم خلفائے ثلاثہ میں سے کسی نے آنحضورؐ کو وضو کرتے دیکھا ہوتا تو ضرور کسی دن کسی نہ کسی فرد کے سامنے تذکرہ کر بیٹھتے کہ میں نے آنحضورؐ کو اس طرح وضو کرتے دیکھا تھا اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے ان محترم ہستیوں کو کبھی وضو کرتے دیکھا ورنہ کوئی خوش نصیب تو بتاتا کہ میں نے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ وہ اس طرح وضو کر رہے تھے۔

ان مسلّمہ حقائق کے پیشِ نظر کیا ہم غریب شیعہ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ وضو جو نماز کے شرائطِ اولیہ میں سے ہے اور وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی، کے سلسلہ میں خلفائے ثلاثہ سے ایک بات تک کیوں نہیں ملتی؟ خلفائے ثلاثہ کا وضو کے متعلق نہ کچھ پوچھنا، نہ دیکھنا، نہ بتانا اور نہ وضو کر کے دکھانا۔ اس کے مضمرات کیا تھے؟

حضرت عائشہ اور وضو

حضرت عائشہ سے بارہ احادیث منقول ہیں، لیجیے ملاحظہ فرمائیے:

(1) بخاری، ج ۱، ص ۱۱۹، حدیث ۱۴۸۔ باب: عورتوں کا پاخانہ پھرنے کو نکلنا

عن عائشة قالت ان ازواج النبي كن يخرج بالليل اذا تبرزن الى مناصع وهو صعيد اضبح فكان عمر يقول للنبي احجب نساء ك فلم يكن رسول الله يفعل فخرجت سودة بنت زمعة زوج النبي ليلة من الليالي عشاء وكانت امراة طويلة فناداها عمرًا لاقد عرفناك ياسورة رحها على ان ينزل الحجاب فانزل الله الحجاب

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ ہے کہ آنحضرتؐ کی بیبیاں رات کو پاخانے کے لیے مناصع کی طرف نکلتیں اور مناصع ایک کھلا میدان ہے اور حضرت عمر کئی دن سے آنحضرتؐ سے کہہ رہے تھے، اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھائیے لیکن آنحضرتؐ ایسا حکم نہیں دیتے تھے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ حضرت سودہ بنت زمعہ آپ کی بی بی رات کو عشاء کے وقت پاخانہ کے لیے نکلیں وہ لمبی قد آور عورت تھیں۔ حضرت عمر نے ان کو پکارا خبردار! سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا ہے۔ حضرت عمر کو حرص تھی کہ پردے کا حکم اُترے۔ آخر اللہ نے پردے کا حکم اتارا''۔

یہ ہے حدیث اور اس کا ترجمہ۔ اب ذیل کے چند سوالات میں اگر کوئی جواب دے دے تو عنایت ہوگی:

* حضرت عائشہ کا اس بیان سے مقصود کیا ہے عورتوں کے باہر جانے کی آزادی یا

ممانعت؟

* حضرت عائشہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمر کے فضائل کا بیان ہے یا احکامِ وضو؟
* حضرت عائشہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمر تمام صحابہ سے زیادہ غیور تھے؟
* کیا حضرت عائشہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمر آنحضورؐ سے بھی زیادہ غیور تھے؟
* کیا دیگر صحابہ کو ازواجِ نبیؐ کے پردہ کی اتنی حرص تھی جتنی حضرت عمر کو تھی؟
* کیا دیگر صحابہ نے بھی کبھی آنحضورؐ کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا؟
* اگر دیگر صحابہ نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا تھا تو وہ کہاں مذکور ہے؟
* کیا دیگر اصحابِ ازواج نبیؐ کا پردہ میں بیٹھ جانا گوارا نہیں کرتے تھے؟
* اگر دیگر اصحاب کو ازواجِ نبیؐ کا پردہ میں بیٹھنا گوارا نہیں تھا تو تمام اصحاب کو بعض اصحاب کو؟
* اگر تمام اصحاب کو گوارا نہیں تھا تو اس کی وجہ اور ثبوت؟
* اگر بعض اصحاب کو گوارا نہیں تھا تو ان کے نام کیا تھے؟
* حضرت عمر کو صرف ازواجِ نبیؐ کے پردہ کا خیال کیوں تھا؟
* کیا حضرت عمر کی نگاہ میں (نعوذباللہ) بعض ازواج کا کردار مشکوک تھا؟
* حضرت عمر نے ازواجِ نبیؐ کو پردہ میں بٹھانے کے بجائے ازواجِ نبیؐ کے لیے رفعِ حاجت کا گھر میں انتظام کیوں نہ کر دیا؟
* حضرت عمر نے پکارنے کے لیے صرف حضرت سودہ بنت زمعہ کا انتخاب کیوں کیا؟
* کیا حضرت عمر کو معلوم تھا کہ ازواجِ نبیؐ بالعموم یا حضرت سودہ بالخصوص کس وقت رفعِ حاجت کو باہر تشریف لے جاتی ہیں؟ اگر یہ علم تھا تو اس علم کے حصول کی وجہ کیا تھی اور ذرائع کیا تھے؟
* حضرت عمر کا بوقت شب رفعِ حاجت پر جاتے ہوئے جنابِ سودہ کا نام لے کر

باآواز بلند پکارنا ازواجِ نبیؐ کی توہین نہیں؟
* اگر توہین نہیں تو احترام کی تعریف کیا ہوگی؟
* اگر توہین ہے تو اس کا جواز کیا ہوگا؟
* کیا حضرت عمر اپنی خواہشِ پردہ کا اظہار کسی اور طریقہ سے نہیں کر سکتے تھے؟
* کیا شیعہ کو کافر کہنے والے اپنے کسی مقرب ترین دوست اور جانثار ساتھی کا یہ رویہ اپنی اہلیہ کے ساتھ برداشت کر لیں گے؟
* کیا حضرت عمر آنحضورؐ سے زیادہ غیور تھے؟
* اگر حضرت عمر آنحضورؐ سے زیادہ غیور تھے تو اس میں آنحضورؐ کی توہین ہوگی یا احترام؟
* حضرت عمر کے اس عمل سے آنحضورؐ کو اذیت تو نہ پہنچی ہوگی؟

(۴) بخاری، ج ۱، حدیث ۱۴۹، ص ۱۲۰، باب ایضاً

عن عائشة عن النبي قال - قد اذن ان تخرجن في حاجاتكن قال هشام يعني ابراز

ترجمہ: از مولانا وحیدالزمان: ”حضرت عائشہ سے ہے انھوں نے آنحضورؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اپنی بیویوں سے فرمایا: تم کو اجازت ہے حاجت کے لیے گھر سے نکلنے کی۔ ہشام نے کہا: حاجت سے مراد پاخانہ ہے“۔

* مولانا وحیدالزمان نے اسی حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: حکمِ حجاب آچکنے کے بعد جنابِ سودہ باہر تشریف لے جا رہی تھیں جس پر حضرت عمر نے انہیں ٹوکا۔
* مولانا وحیدالزمان کے اس فٹ نوٹ کا مطلب یہ ہے کہ قصور حضرت عمر کا نہ تھا بلکہ حضرت سودہ کا قصور تھا کیونکہ وہ حکمِ حجاب آچکنے کے بعد حکمِ خدا اور رسولؐ کی

نافرمانی کرکے باہر جارہی تھی جس پر حضرت عمر نے انہیں ٹوکا حالانکہ سابقہ حدیث ۱۴۸ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عائشہ کے بیان کے مطابق جب حضرت عمر نے حضرت سودہ کو باہر جانے سے منع کیا تو اس کے بعد حکمِ حجاب آیا۔

سچ کہتے ہیں:...... دروغ گورا حافظہ نباشد

* مولانا وحیدالزمان حضرت عمر کی وکالت کرتے ہوئے خود بھی پھنس گئے اور حدیث ۱۴۹ کا حاشیہ لکھتے ہوئے حدیث ۱۴۸ سرے سے ان کے ذہن میں نہ رہی۔

بہرصورت اس حاشیہ سے یہ تو مسلم ہوجاتا ہے کہ مولانا وحیدالزمان کو حضرت عمر کا اس انداز میں اُم المومنین سودہ سے خطاب پسند نہیں آیا۔ اسی لیے انھوں نے توجیہہ کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

* مولانا وحیدالزمان نے حضرت عمر کی وکالت میں اُم المومنین سودہ بنت زمعہ پر خدا و رسول کی نافرمانی کی جو الزام تراشی کی ہے کوئی ہے غیور اہلِ سنت جو بخاری شریف کے اس فٹ نوٹ پر صدائے احتجاج بلند کرے؟

(۴) بخاری شریف، ج۱، ص۱۴۲، حدیث ۱۶۹۔ باب: وضو اور غسل میں دائیں جانب

عن عائشة قالت كان النبي يعجبه التيمن في تنعله وترجله وطهوره وفي شانه كله

"حضرت عائشہ سے انہوں نے کہا: آنحضرتؐ کو ہر کام میں داہنی طرف سے شروع کرنا اچھا لگتا تھا جوتا پہننا میں اور کنگھی کرنے میں اور طہارت کرنے میں۔

(۵) بخاری، ج۱، ص۱۵۲، حدیث ۱۹۷۔ باب: لگن اور پیالے اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں سے غسل اور وضو کرنا:

عائشة قالت لما ثقل النبي واشتدبه وجعه استاذن

ازواجه في ان يمرض في بيتي فاذن له فخرج النبي
بين رجلين تخط رجلاه في الارض بين عباس -
رجل آخر قال عبيد الله فاخبرت عبدالله ابن عباس-
فقال اتدري عن الرجل الاٰخر اقبلت لا قال هو علي
وكانت عائشة تحدث ان النبي قال بعد ما دخل بيته
واشتد وجعه هو يقوا علي من سبع قرب لم تحلل
اوكيتهن لعلي اعهد الى الناس واجلس في مغضب
لحفصة زوج النبي ثم تفقنا نصب عليه تلك القرب
حتیٰ طفق يشيه الينا قد فعلستن ثم خرج الى الناس -

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: حضرت عائشہ نے فرمایا: جب آنحضرتؐ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے میرے گھر میں تیمارداری ہونے کی اجازت لی۔ انہوں نے اجازت دی۔ آپ دو آدمیوں کے بیچ میں (ان پر ٹیکا دے کر) نکلے۔ آپ کے دونوں پاؤں زمین پر لکیر کرتے جاتے تھے۔ وہ دو آدمی عباس تھے اور ایک اور شخص۔

عبیداللہ نے کہا: میں نے یہ حدیث عبداللہ ابن عباس سے بیان کی۔ انہوں نے کہا: تو جانتا ہے دوسرا شخص کون ہے؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا: وہ علی ابن ابی طالبؑ تھے۔

اور حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ آنحضرتؐ جب اپنے گھر (یعنی میرے حجرے میں) آگئے اور آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا: مجھ پر ایسی سات مشکیں بہاؤ جن کے

ڈاٹ نہ کھولے گئے ہو۔ شاید میں لوگوں کو وصیت کرسکوں۔ پھر آپ کو اُم المومنین حفصہ کی ایک لگن میں بٹھایا (وہ تانبے کی تھی) اور ہم نے یہ مشکیں آپ پر بہانا شروع کیں یہاں تک کہ آپ ہم کو اشارہ کرنے لگے بس بس تم اپنا کام پورا کرچکیں پھر آپ لوگوں پر برآمد ہوئے''۔

جائزہ

حدیث نمبر ۱۶۹ اور ۱۹۷ کا جائزہ لے لیں تاکہ طول نہ ہوجائے۔

- یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ یہ کتاب الوضو ہے اور اس میں صرف وضو کے احکام بیان ہوں گے یہ معلوم ہوجانے کے بعد پہلے حدیث ۱۶۹ میں آپ وضو کا کوئی مسئلہ تلاش کریں۔ اگر کہیں مل جائے تو ہمیں بھی مطلع فرمادیجیے گا۔
- حدیث ۱۶۹ کا جو عنوان امام بخاری نے دیا ہے، اس کے مطابق وضو اور غسل میں دائیں کی اہمیت ہے لیکن بی بی نے جو حدیث بیان کی ہے اس میں وضو اور غسل کے علاوہ ہر چیز کا ذکر ہے۔
- حدیث ۱۹۷ میں آنحضورؐ کے دم آخر غسل کا تذکرہ ہے۔
- حدیث ۱۹۷ میں بی بی نے عباس کے ساتھ والے آدمی کا نام نہیں لیا جو حضرت علیؑ تھا اس کے متعلق ہم آگے عرض کریں گے، ان شاء اللہ!
- حدیث ۱۹۷ میں حضرت عائشہ نے بتایا ہے کہ آنحضرتؐ کو اتنی شدت کی گرمی محسوس ہورہی تھی کہ آپ نے حکم دیا۔ مجھ پر سات مشک پانی کی ڈال دو۔

آخر آپ کے وجود میں اتنی شدت کی گرمی کیوں پیدا ہوگئی تھی؟ کہیں کسی دوا وغیرہ کے اثرات تو نہ تھے۔ اس سوال کا جواب ممکن ہے آپ کو نظامِ مصطفیٰؐ جلد دوئم میں مل جائے گا۔ نظامِ مصطفیٰؐ جلد دوم میں ہم نے ''زہر'' کے عنوان سے اُس سوال کا جواب

تلاش کرنے کی کوشش کی ہے؟

یہاں چونکہ ہمارے موضوع سے خارج ہے اس لیے اس موضوع کو نہیں چھیڑتے اگر شوق جستجو ہو تو نظامِ مصطفیٰؐ بزبان زوجہ باصفا جلد دوم میں بتایا گیا۔ عنوان ملاحظہ فرمالیں۔ ہمیں قوی امید ہے آپ کے سامنے کافی تاریکی چھٹ جائے گی اور آپ کافی دُور تک جھانک بلکہ دیکھ سکیں گے۔

☸ سات مشکیں ڈلوانے کا نام نہ تو غسل ہے اور نہ وضو۔ خدا معلوم امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الوضو میں کس بنیاد پر لکھ دیا ہے؟

(۵) بخاری، ج۱، ص ۱۵۹، حدیث ۲۱۱۔ باب

عن عائشة ان رسول الله قال اذا نعس احدكم وهو يصلي فليرقد حتٰى يذهب عند النوم فان احدكم اذا صلي وهو ناعس لا يدري لعله يستغفر فيسب نفسه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب کوئی تم سے نماز پڑھنے میں اونگھے تو وہ سو رہے۔ یہاں تک کہ نیند کا غلبہ اس پر جاتا رہے کیونکہ اونگھنے میں اگر کوئی نماز پڑھے تو معلوم نہیں (منہ سے کیا نکلے وہ چاہے بخشش مانگنا اور گلے اپنے تئیں کوسنے برا کہنے''۔

جائزہ

کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی بارہ حدیثوں سے پانچویں حدیث ہے اس میں بھی بی بی نے وضو کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔

(۶) بخاری، ج۱، ص ۱۶۵، حدیث ۲۲۲۔ باب: بچوں کا پیشاب

عن عائشة اُم المومنين انما قالت اتي رسول الله بصبي

نيال على ثوبه فدعا بماء فاتبعه اياه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ ایک بچے کو آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ اس نے آپؐ کے کپڑے پر پیشاب کردیا۔ آپؐ نے پانی منگوایا اور اس پر ڈال دیا''۔

جائزہ

کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی بارہ حدیثوں میں سے یہ چھٹی حدیث ہے۔ حدیث آپ کے سامنے ہے۔ اس میں بچے کے پیشاب سے کپڑے کی طہارت کا ذکر تو ہے لیکن وضو کے متعلق ایک بات بھی نہیں۔

(۷) بخاری، ج ۱، ص ۱۶۸، حدیث ۲۲۸، باب: خون دھونا

عن عائشة قالت جاء ت فاطمة بنت جيش الى النبى فقالت يارسول الله انى امرأة استحاض هذا طهرًا فادع الصلٰوة فقال رسول الله لا انما ذلك عرق وليسن لحيض فاذا اقبلت حفتك فدعى الصلٰوة واذا ادبرت فاغسلى عنك الدم ثم صلى

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ فاطمہ ابوجیش کی بیٹی آنحضرتؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یارسولؐ اللہ! میں ایسی عورت ہوں جو کہ استحاضہ سے پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپؐ نے فرمایا: نماز مت چھوڑ، یہ ایک رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے۔ پھر جب تیرے (معمول کے) حیض کے دن آئیں تو نماز پڑھ اور جب وہ دن گزر جائیں تو خون (اپنے بدن اور کپڑے سے) دھو ڈال، پھر نماز پڑھ''۔

جائزہ

کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی بارہ احادیث میں سے ساتویں حدیث ہے۔ اس میں بی بی نے استحاضہ (لیکوریا) کا حکم تو بتایا ہے لیکن وضو کے سلسلہ میں کچھ نہیں دیا۔ نہ ہی حدیث میں وضو کا نام لیا ہے۔

⑧ بخاری، ج ا، ص ۱۶۹، حدیث ۲۲۹۔ باب: منی کا دھونا، اور کھرچنا اور عورت سے جو لگ جائے اس کا دھونا:

عن عائشة قالت كنت اغسل الجنابته من ثوب النبي ، فخرج الى الصلوٰة وان بقع الماء في ثوبه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے انھوں نے کہا کہ میں آنحضرتؐ کے کپڑے پر سے منی کو دھو ڈالتی پھر جب آپ نماز کے لیے نکلتے اور پانی کے دھبے آپؐ کے کپڑے پر ہوتے''۔

⑨ بخاری، ج ا، ص ۱۶۹، حدیث ۲۳۱، باب ایضاً

قال سئالت عائشة عن المنى يصيب الثوب فقالت كنت اغسله من ثوب رسول الله فخرج الى الصلوٰة واثر الغسل في ثوبه بقع الماء

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''(راوی کہتا ہے) میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا: منی کپڑے سے لگ جائے تو کیا کرے۔ انھوں نے کہا: میں آنحضرتؐ کے کپڑے سے منی دھو ڈالتی۔ پھر آپؐ نماز کے لیے برآمد ہوتے اور دھونے کے نشان یعنی پانی کے دھبے آپؐ کے کپڑے پر ہوتے''۔

جائزہ

کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی آٹھویں اور نویں دو حدیثیں آپ کے سامنے ہیں۔ اِن دونوں حدیثوں کو ایک باب میں لکھا گیا ہے اس لیے جائزہ میں ہم نے بھی دونوں حدیثوں کو ایک جگہ لکھ دیا ہے۔

دونوں حدیثیں منی کپڑے پر لگ جانے سے متعلق ہیں اور منی سے نجس کپڑے کو پاک کرنے کا بتایا گیا ہے لیکن وضو کے متعلق ایک بات بھی نہیں۔

(۱۰) بخاری، ج ا، ص ۱۷۰، حدیث ۲۳۲۔ باب: جب جنابت وغیرہ دھوئے اور اس کا اثر زائل نہ ہو:

قالت عائشة کنت وغسله من ثوب رسول اللّٰہ ثم یخرج الی الصلٰوۃ واثر الغسل فیه بقع الماء

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں آنحضرتؐ کے کپڑے سے اس کو دھو ڈالتی تھی۔ آپ نماز کے لیے نکلتے اور دھونے کے نشان کے دھبے اس پر رہتے''۔

(۱۱) بخاری، ج ا، ص ۱۷۰، حدیث ۲۳۳، باب ایضاً

عن عائشة انها کانت تغسل المنی من ثوب النبی ثم اراہ فیه بقعة او بقعا

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے وہ کہتی تھیں کہ میں آنحضرتؐ کے کپڑے سے منی دھو ڈالتی پھر اس کا ایک دھبہ یا کئی دھبے اس کپڑے میں دیکھتی''۔

جائزہ

کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی بارہ حدیثوں میں دسویں اور گیارھویں

حدیث آپ کے سامنے ہے۔ ان دونوں احادیث میں بی بی نے یہ بتایا ہے کہ آنحضورؐ کی منی اتنی گاڑھی ہوتی تھی کہ میں اگرچہ کپڑے سے دھوتی تھی لیکن پھر بھی منی کے آثار کپڑے میں موجود رہ جاتے تھے۔ خدا معلوم بی بی اس سے کون سا درس دینا چاہتی تھی یا کیا بتانا چاہتی ہیں۔

بہر حال بی بی کا مقصد جو کچھ ہو اس سے ہمیں غرض نہیں۔ وضو کے متعلق ان ہر دو احادیث سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی وضو کے متعلق بی بی نے کچھ بتایا ہے۔

(۱۲) بخاری، ج ا، ص ۱۷۸، حدیث ۲۴۳۔ باب: نبیذ اور نشہ آور شے سے وضو جائز نہیں

عن عائشة عن النبی قال کل شراب اسکر فھو حرام

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہر ایک پینے کی چیز جو نشہ کرے وہ حرام ہے"۔

جائزہ

- کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی بارہ احادیث میں سے یہ بارہویں حدیث ہے جسے امام بخاری نے نشہ آور چیز سے وضو کے جائز نہ ہونے کی دلیل میں پیش کیا ہے؟ لیکن:
- قارئین سے گزارش ہے کہ وہ مسئلہ کو ذرا سمجھنے کی کوشش فرمائیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ امام بخاری پٹڑی سے اُتر گئے ہیں۔ ورنہ مذکورہ حدیث کو اس عنوان میں پیش نہ کرتے اور نہ ہی مولانا وحید الزمان اس حدیث سے استدلال کرتے۔
- کیونکہ حرام اور حلال کا تعلق کھانے سے ہے اور پاک ونجس کا تعلق نماز سے ہے۔ ہر وہ چیز جس کا کھانا حرام ہو اس کا طہارت میں استعمال ناجائز نہیں ہوتا۔ بطور مثال عرض کردوں۔ مٹی کا کھانا حرام ہے لیکن اگر پاک ہو تو بصورت نایابی آب تیمّم میں استعمال کرنی جائز ہوتی ہے۔

حضرت عثمان اور وضو

(1) بخاری، ج ۱، ص ۱۲۷، حدیث ۱۶۱۔ باب: وضو تین تین ہے:

عمران مولٰی عثمان اخبرہ (انہ رأی عثمان ابن عفان دعا جاناء فافرغ علی کفیہ ثلاث مرار فغسلھما ثم ادخل یمینہ فی الاناء فمضمض واستنثر ثم غسل وجھہ ثلاثا ویدیہ الی المرفقین ثلاث مراء ثم مسح براسہ ثم غسل رجلیہ ثلاث مراء الی الکعبین ثم قال قال رسول اللّٰہ عن توضأ نحو وضوئی ھذا ثم صلی رکعتین لا یحدث فیھما نفسہ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ) وعن ابراھیم قال قال صالح ابن کیسان قال ابن شھاب ولکن عروۃ یحدث عن عمران فلما توضا عثمان قال ألا احدثکم حدیثًا لولا آیۃ ما حدثتکموہ سمعت النبی یقول (لا یتوضا رجل یحسن وضوئہ ویصلی الصلوٰۃ الا غفرلہ ما بینہ وبین الصلواۃ حتٰی یصلیھا قال عروۃ الایۃ ، ان الذین یکتمون ما انزلنا من البّینات

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حمران نے خبر دی جو غلام تھے حضرت عثمان کے، انھوں نے دیکھا حضرت عثمان نے پانی کا برتن منگوایا پہلے اپنے دونوں پہنچوں پر تین بار پانی ڈالا اور ان کو دھویا۔ پھر اپنا

داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ پھر کلی کی اور ناک سنکی، پھر اپنا منہ تین بار دھویا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے، پھر مسح کیا۔ ایک ہی بار پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین بار دھوئے پھر کہا: آنحضرتؐ نے فرمایا: جو کوئی میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں تحیۃ الوضوء پڑھے اور دل میں کوئی خیال دنیا وغیرہ کا ان میں نہ پکائے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

اسی عبدالعزیز ابن عبداللہ نے اس حدیث کو ابراہیم سے روایت کیا۔ انھوں نے صالح ابن کیسان سے انھوں نے شہاب سے کہا کہ عروہ اس حدیث کو حمران سے یوں نقل کرتے تھے: جب حضرت عثمان وضو کر چکے تو کہنے لگے: میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں اگر قرآن کی آیت نہ ہوتی تو میں تم کو یہ حدیث نہ سناتا۔ میں نے آنحضرتؐ سے سنا آپؐ فرماتے تھے: جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے اور اس کے بعد نماز پڑھے کوئی فرض نماز تو جتنے گناہ اس نماز سے دوسری نماز کے پڑھنے تک ہوں گے وہ بخش دیے جائیں گے۔ عروہ نے کہا: آیت یہ ہے (سورۂ بقرہ کی) جو لوگ ہماری آیتیں چھپاتے ہیں......الخ۔

پہلے معذرت

ہم نے کتاب الوضوء کے آغاز میں خلفائے ثلاث اور وضو کے نام سے چند معروضات کیے ہیں۔ ممکن یہ حدیث دیکھ کر کسی کو غصہ آجائے اور وہ اسے بہانہ بنا کر ہمیں صلواتیں سنانا شروع کر دے تو اُن کی خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ وہ عنوان لکھتے ہوئے بھی مذکورہ حدیث ہماری نظر میں تھی مگر ہم نے عمداً اس حدیث سے صرفِ نظر

کیا تھا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اب ہم جائزہ لیں گے تو آپ ہماری تصدیق کریں گے کہ ان کی مذکورہ حدیث اس قابل نہیں کہ اسے مقامِ استدلال میں پیش کیا جائے۔

جائزہ

- عمران سے روایت کرنے والے دو افراد ہیں: ① عطا ابن شہاب ② عروہ ابن زبیر۔ دونوں کی روایت میں اختلاف ہے کہ اس طرح وضو کرنے سے دو نمازوں کے درمیان کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔
- عطا ابن شہاب کی روایت میں عمران نے حضرت عثمان کا صرف وضو کرنا بتایا ہے۔
- عروہ ابن زبیر کی روایت میں عمران نے وضو کر چکنے کے بعد آیت کا حوالہ دے کر حدیث نبویؐ سنائی ہے۔

راویانِ حدیث

ان واضح اختلافات کے علاوہ ذرا عروہ اور عطا ابن شہاب کے علاوہ اس حدیث کے دوسرے راویوں کا حال علم رجال کے مسلّمہ علماء سے پوچھیے، پھر فیصلہ فرمائیے کہ حدیث کہاں تک قابلِ اعتماد اور قابلِ عمل ہے۔

● پہلا راوی، عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی۔ میزان الاعتدال، علامہ ذہبی، ج ۲، ص ۶۳۰، نمبر ۵۱۰۸

قال ابوداؤد ضعیف – ثم وجدت فی سوالات ابی عبیداللہ الا جری لا بی داؤد عبدالعزیز الاویسی ضعیف

''ابوداؤد نے کہا ہے کہ عبدالعزیز اویسی ضعیف ہے۔ پھر میں نے ابوعبداللہ اجری کے ان سوالات کو دیکھا جو ابوداؤد سے کیے گئے تھے ان میں بھی لکھا تھا عبدالعزیز اویسی ضعیف ہے''۔

● دوسرا راوی ابراہیم ابن سعد۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۴-۳۵، نمبر ۹۷

عبدالله ابن احمد (ابن امام حنبل) سمعت ابی یقول ذکر عند یحیی ابن سعید عقیل و ابراهیم ابن سعد فجعل کانه یضعفها یقول عقیل و ابراهیم وقال ابن معین ابراهیم ابن سعد ثقة حجة وساق له ابن عدی عدة غرائب عن الزهری لما خولف فی اسنادها یبدل تابعتا باخر

امام احمد بن حنبل کے فرزند ارجمند عبداللہ ابن احمد نے بتایا ہے کہ میں نے اپنے والدگرامی (امام حنبل) سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ یحییٰ ابن سعید کے سامنے عقیل ابن اسعد اور ابراہیم ابن کا تذکرہ کیا گیا تو انھوں نے اس انداز میں عقیل اور ابراہیم سے کہا جیسے وہ غیر اہم اور ضعیف سمجھتے ہوں۔

ابن معین نے کہا ہے کہ ابراہیم ابن سعد قابلِ اعتماد اور حجت ہے، البتہ ابن عدی نے ابراہیم سے زہری کے ذریعے چند ایسی غریب احادیث نقل کی ہیں جن کے سلسلۂ سند میں اختلاف کیا گیا ہے اور ان میں ابراہیم نے ایک تابعی سے منقول حدیث کو دوسرے سے منسوب کردیا ہے"۔

◆ تیسرا راوی عطا ابن یزید۔ میزان الاعتدال، علامہ ذہبی، ج ۳، ص ۷۷، نمبر ۵۶۵۲

عطا ابن یزید مولی سعید ابن المسیب عن سعید قال العقیلی لا یصح اسناده

"عطا ابن یزید سعید ابن مسیّب کا غلام ہے، سعید سے روایت کرتا ہے مگر اس کا اسناد درست نہیں ہوتا"۔

◆ الضعفا الکبیر، ج ۳، ص ۴۰۸، نمبر ۱۴۴۵

عطاء ابن یزید مولٰی سعید ابن مسیب عن سعید ابن المسیب لا یصح اسناده

"عطا ابن یزید سعید ابن میتب کا غلام ہے۔ سعید ابن میتب سے روایت کرتا ہے مگر اس کا سلسلۂ سند صحیح نہیں ہوتا"۔

◆ چوتھا راوی عمران۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۶۰۴، نمبر ۲۲۹۱

قد اوردہ البخاری فی الضعفاء

"امام بخاری نے عمران کو ضعیف راویوں کی فہرست میں شمار کیا ہے"۔

یہ میں راوی علم رجال کا کوئی قابلِ اعتماد عالم ان راویوں کو قابلِ اعتماد سمجھنے پر راضی نہیں۔ خدا معلوم امام بخاری نے کس بنا پر ان کی روایت کو قبول کرلیا ہے۔ جب اصل راوی عمران ہی مخدوش ہے تو دیگر راوی کس شمار میں ہوں گے۔

ان حقائق کے پیشِ نظر حضرت عثمان کی روایت کالعدم ہوگئی۔ لہٰذا ہمارا وہ عنوان: "خلفائے ثلاثہ اور وضو" مع اپنے مختصر بیان کے مبنی برحق رہا اور خلفائے ثلاثہ سے وضو کے سلسلہ میں کوئی قابلِ اعتماد حدیث نہ مل سکی۔ جو اپنے مقام پر ایک بہت بڑا المیہ ہے اور مقامِ فکر ہے۔

نتیجۂ فکر

صحیح بخاری کی کتاب الوضوء میں نہ تو حضرت خلفائے ثلاثہ سے اُمت کو کچھ مل سکا اور نہ اُمہات المومنین ازواجِ رسول اکرمؐ سے کچھ ہاتھ آسکا حالانکہ ہمارے پاس یہی

وہ سب سے بڑے ذرائع تھے جن سے ہمیں اسلام ملنے کی توقع تھی۔

ایسا کیوں ہوا؟ عمداً کیا گیا یا سہواً؟ اس کے مضرات کیا تھے؟

یہ ایسے امور ہیں جو قارئین کے سوچنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نہ تو کچھ عرض کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہمارے موجودہ حالات اس بات کی اجازت دیتے ہیں حالانکہ حق یہ تھا کہ خلفائے ثلاثہ اور اُمہات المومنین وضو جیسی اہم اور بنیادی شے کے متعلق تفصیل سے بتاتے کہ:

● وضو کب کرنا چاہیے؟ ● وضو کی نیت کس وقت کرنی چاہیے؟ ● وضو کرنا کیوں ضروری ہے؟ ● وہ کون سے اسلامی امور ہیں جن کے لیے وضو شرط ہے؟ ● وہ کون سے اسلامی اعمال ہیں جو بلاوضو سرانجام دیے جاسکتے ہیں؟ لیکن ان کے لیے بھی وضو کرنا باعثِ ثواب ہے۔

● وضو کے لیے پانی کیسا ہونا چاہیے؟ ● غصب شدہ پانی سے بھی وضو ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ● وضو کیسے کرنا چاہیے؟ ● وضو میں فرض کتنے ہیں اور سنت کتنے ہیں؟ ● وضو کے آداب کیا ہیں؟ ● کن امور سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن شومئی قسمت آنحضورؐ کی مسند اقتدار سنبھالنے والوں میں سے کسی نے بھی ہمیں کچھ نہ دیا۔

کتابُ الغسل

❋ کُل احادیث: ۴۳...... ❋ کُل محدثین: ۱۴

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر:

❋ حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۲۴۸، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۸، ۲۶۱ تا ۲۶۳، ۲۶۷، ۲۷۰ تا ۲۷۲، ۲۷۶، ۲۸۴، ۲۸۶

❋ حضرت میمونہ، حدیث نمبر: ۲۴۹، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۳، ۲۷۵، ۲۷۹

❋ حضرت جابر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۲۵۲، ۲۵۵

❋ حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۲۵۳

❋ حضرت جریر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۲۵۴

❋ حضرت محمد حنفیہ، حدیث نمبر: ۲۵۶

❋ حضرت انس ابن مالک، حدیث نمبر: ۲۶۴، ۲۶۸، ۲۸۲

❋ حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۲۷۴، ۲۷۷، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۹

❋ حضرت عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۲۸۵، ۲۸۷، ۲۸۸

❋ حضرت عثمان، حدیث نمبر: ۲۹۱

❋ حضرت ابی ابن کعب، حدیث نمبر: ۲۹۲

❋ حضرت علی، حدیث نمبر: ۲۶۹

❋ حضرت اُمِ سلمہ، حدیث نمبر: ۲۸۰

خلفائے ثلاثہ اور کتاب الغسل

کتاب الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم اور کتاب الوضوء کی طرح کتاب الغسل کی احادیث اور محدثین کا مکمل نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ جس طرح سابقہ کتب کے لیے امام بخاری کو خلفائے ثلاثہ سے کچھ نہ مل سکا۔ اسی طرح غسل جیسے اہم اور بنیادی اسلامی حکم کے لیے امام بخاری کو خلفائے ثلاثہ سے کچھ بھی نہ مل سکا۔ حضرت عثمان سے ایک حدیث مروی ہے جو ہم ان شاء اللہ پیش کریں گے اور آپ خود مطالعہ کرلیں گے۔ پھر آپ ہی فیصلہ دیں گے کہ اس حدیث سے غسل کے کتنے احکام معلوم ہوئے ہیں۔

ہم غریب اور کمزور شیعہ تو کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ ہمیں تو فوراً منکرِ صحابہ کا سرٹیفیکیٹ دے دیا جاتا ہے اور پھر اسپیکروں پر سبّ وشتم اور گالی گلوچ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ صحابہ کرام کے نام کی دہائی دی جاتی ہے، دفاعِ صحابہ کانفرنسیں لگ جاتی ہیں اور کئی غیر معروف اور جاہل مرکب افراد اپنا سیاسی قد بڑھانے کی کوشش میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ ازراہ لطف آپ ہی صحابہ کرام کے ڈنڈے مار اور ڈنڈی مار وکلا سے صرف اتنا پوچھ لیں کہ:

- خلفاء سے غسل کے متعلق کوئی ایک حدیث تک کیوں منقول نہیں؟
- کیا صحابہ کرامؓ نے آنحضورؐ سے غسل کے متعلق کبھی نہ پوچھا تھا؟
- اگر نہ پوچھا تھا تو کیوں؟
- اگر پوچھا گیا تو امام بخاری نے وہ کہاں گم کردیا ہے؟
- کیا خلفائے ثلاثہ سے آنحضورؐ کی زندگی میں یا بعد میں ان کے اپنے زمانۂ اقتدار میں اُمت کے کسی فرد نے غسل کے متعلق کچھ نہ پوچھا تھا؟
- اگر اُمت کے کسی فرد نے خلفائے ثلاثہ سے غسل کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تو

کیوں؟ اگر پوچھا گیا ہے تو انھوں نے جو بھی جواب دیا ہے وہ کہاں مذکور ہے؟

حضرت عائشہ اور کتابُ الغسل

کتابُ الغسل کی چوالیس احادیث میں سے حضرت عائشہ کی چودہ احادیث ہیں اور حضرت میمونہ سے نو احادیث منقول ہیں جب کہ کُل راوی چودہ ہیں۔ گویا چوالیس احادیث میں سے تینتیس احادیث صرف دو ازواجِ نبیؐ سے مروی ہیں اور باقی اکیس احادیث کے راوی دیگر بارہ اصحابِ نبیؐ ہیں۔

غسل کے سلسلہ میں ازواج کو جتنا حصہ لینا چاہیے تھا اتنا حصہ لیا ہے چونکہ اس جلد چہارم میں بھی ہمارا موضوع صرف حضرت عائشہ ہی ہیں اس لیے ہم اُم المومنین میمونہ کی احادیث پیش نہ کرسکیں گے۔ اگر وقت مل گیا تو ان شاءاللہ پروگرام میں ہے کہ حضرت عائشہ کے سوا دیگر تمام ازواج کے پیش کردہ اسلام کو ایک علیحدہ جلد میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ اگر مجھے زندگی نے مہلت نہ دی تو کوئی اور یہ کام کردے گا، ان شاءاللہ!

(1) بخاری، ج۱، ص۱۸۳، حدیث ۲۴۸۔ باب غسل سے پہلے وضو کا بیان:

عن عائشة زوج النبي ان النبي كان اذا اغتسل من الجنابة بدأ فغسل يديه ثم توضاء كما يتوضاء للصلوٰة ثم يدخل اصابعه في الماء فيخلل بها اصول الشعر ثم يصب على رأسه ثلاثه غرف بيديه ثم يفيض الماء على جلده كله

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے جو بی بی تھیں آنحضرتؐ کی کہ آنحضرتؐ جب غسل کرنا چاہتے تو (برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے) شروع میں دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز

کے وضو کی طرح وضو کرتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈال کر
بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے تین چلّو
لے کر اپنے سر پر ڈالتے پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہاتے"۔

* غسل کے لیے کسی نیت وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں؟
* غسل میں سر کے بعد کسی ترتیب کی ضرورت نہیں؟
* غسل کے لیے پانی پاک ہو یا نجس ہو، ہر دو سے ہو جاتا ہے؟
* غسل کے لیے پانی غصبی ہو یا غیر غصبی ہو جاتا ہے؟
* غسل کے لیے جسم کو غسل سے پہلے پاک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں؟

(۲) بخاری، ج ۱، ص ۱۸۴، حدیث ۲۵۰۔ باب: عورت کا اپنے مرد کے ساتھ غسل کرنا:

عن عائشة قالت كنت اغتسل انا والنبي من انا و واحد
من قدح يقال له الفرق

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے ہے کہ میں اور
آنحضرتؐ (دونوں مل کر) ایک برتن سے غسل کرتے تھے وہ برتن
کیا تھا ایک کونڈا جس کو فرق کہتے ہیں"۔

جائزہ

شرم و حیا کچھ لکھنے سے مانع نہیں حدیث کے معضرات آپ خود سوچ لیں کہ بی بی
کس قسم کا درس دینا چاہتی ہے۔ ہے کوئی مائی کا لال جو اس سنت پر عمل کرتا ہو؟

(۳) بخاری، ج ۱، ص ۱۸۴، حدیث ۲۵۱۔ باب: ایک صاع یا اس کے برابر سے غسل کرنا:

ابوبکر ابن حفص قال سمعت وباسلمة يقول دخلت انا
واخو عائشة على عائشة فسألها اخوها عن غسل النبي
فدعت باناءٍ نحو من صاع فاغتسلت وافاضت على

رأسها وبيننا وبينها حجاب

ترجمہ: وحیدالزمان: ابوحفص نے کہا: میں نے ابوسلمہ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف سے سنا، وہ کہتے تھے: میں اور عائشہ کا ایک (رضاعی) بھائی (عبداللہ ابن یزید) ان کے پاس گئے، ان کے بھائی نے ان سے پوچھا: آنحضرتؐ (جنابت کا) غسل کیونکر فرماتے تھے۔ انہوں نے ایک برتن منگوایا جس میں ایک صاع برابر پانی ہوگا۔ پھر انہوں نے غسل کیا اور سر پر پانی بہایا اور ہمارے اور ان کے بیچ میں ایک پردہ پڑا ہوا تھا"۔

یہ ابوسلمہ حضرت عائشہ کے رضاعی بھانجے تھے۔ بعض نے کہا: حضرت عائشہ کے بھائی سے کثیر ابن عبداللہ کوفی مراد ہیں۔ بہرحال دونوں حضرت عائشہ کے محرم تھے۔ اسی لیے انھوں نے ان کے سامنے غسل کیا، پردہ ڈال کر اور ان لوگوں نے حضرت عائشہ کا سر اور اُوپر کا بدن دیکھا جو محرم کو دیکھنا درست ہے۔

حضرت عائشہ نے خود نہا کر ان کو غسل کی تعلیم دی۔ یہ تعلیم کا اچھا طریقہ ہے کہ کام کر کے دکھانا۔

جائزہ

مولانا وحیدالزمان کے ترجمۂ حدیث کے بعد جو کچھ پیش کیا ہے وہ بھی مولانا وحیدالزمان ہی کا حاشیہ ہے۔ مولانا وحیدالزمان کے مطابق: ابوسلمہ کا نام عبداللہ تھا اور یہ عبدالرحمٰن ابن عوف کا بیٹا تھا اور حضرت عائشہ کا رضاعی بھانجا تھا۔ ابوسلمہ کے ساتھ عبداللہ ابن یزید جو حضرت عائشہ کا رضاعی بھائی تھا۔

ہمارے خیال میں اگر یہی حدیث صحیح مسلم سے بھی دیکھ لیں تو زیادہ مناسب رہے گا کیونکہ بخاری کی طرح مسلم بھی صحیح ترین مجموعۂ احادیث ہے اور جو حدیث بخاری

اور مسلم ہر دو میں مل جائے تو گویا سونے پر سہاگہ ہو گیا اور لاکھ کوئی شخص اس حدیث میں کیڑے نکالے وہ اپنی مذموم کوشش میں ناکام رہے گا۔ دونوں کتابوں سے حدیثیں پیش کر کے جائزہ اکٹھا لیں گے۔

میرے پاس صحیح مسلم کے جو نسخے ہیں ان میں سے جس نسخہ سے حدیث پیش کر رہا ہوں۔

اس صحیح مسلم کو مکتبہ ایوبیہ ناشران و تاجرانِ کتب کراچی نے چھے جلدوں میں شائع کیا ہے۔ تاریخ اشاعت ستمبر ۱۹۶۷ء مکتبہ ایوبیہ اڑٹلری میدان نمبر ۱، کراچی نمبر ۱ میں ہے:

صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۳۱ مع شرح نووی۔ باب: غسل جنابت میں کتنا پانی لینا بہتر ہے:

عن ابی سلمة ابن عبدالرحمٰن قال دخلت علی عائشة انا واخوها من الرضاعة فسألها عن غسل النبی من الجنابة مذعت باناء قدر الصاع فاغتسلت وبيننا وبينها ستر وافرغت علی رأسها ثلاثا قال وكان ازواج النبی ياخذن من رؤسهن حتی تكون كالوفرة

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ابو سلمہ ابن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں اور حضرت عائشہ کا رضاعی بھائی (عبداللہ ابن یزید) ان کے پاس گئے اور غسلِ جنابت کو پوچھا کہ رسولؐ اللہ کیونکر کرتے تھے؟ انھوں نے ایک برتن منگوایا جس میں صاع بھر پانی آتا تھا اور نہائیں اور ہمارے اور ان کے بیچ میں ایک پردہ تھا۔ انھوں نے اپنے سر پر پانی ڈالا۔ ابو سلمہ نے کہا: رسولؐ اللہ کی بیبیاں بال کترواتی تھیں اور کانوں تک بال رکھتی تھیں"۔

فائدہ

ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسلمہ اور عبداللہ ابن یزید نے ان کا سر اور اُوپر کا بدن دیکھا ورنہ ان کے سامنے پانی منگوانے سے اور نہانے سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ عبداللہ تو رضاعی بھائی تھے اور عبداللہ رضاعی بھانجے تھے۔ کیونکہ اُم کلثوم ابی بکر نے ان کو دودھ پلایا تھا اور یہ دونوں محرم ہیں اور محروم کو اُوپر کا بدن دیکھنا درست ہے۔

حدیث میں وفرہ لفظ ہے۔ اصمعی نے کہا: وفرہ، لمہ سے بڑھ کر ہے اور لمہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو مونڈھوں تک ہوں، اوروں نے کہا: وفرہ، لمہ سے کم ہے یعنی جو بال کانوں تک ہوں۔ ابوحاتمؒ نے کہا: وفرہ وہ بال ہیں جو کانوں پر ہوں۔ قاضی عیاض نے کہا: عرب کی عورتیں تو چوٹیاں نکالا کرتیں اور رسول اللہؐ کی بیبیوں نے آپؐ کی وفات کے بعد شاید ایسا کیا زینت کے ترک کرنے کے لیے۔ نووی نے کہا: قاضی عیاض کی طرح اور علماء نے بھی کہا ہے اور یہ گمان نہیں ہوتا کہ انھوں نے رسول اللہؐ کی حیات میں ایسا کیا ہو اور اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ عورت کو بال کم کرنا درست ہے۔ (انتہٰی)

صحیح مسلم میں مولانا وحید الزمان کا ترجمہ اور علامہ نووی کی تشریح و توضیح لفظ بہ لفظ آپ کے سامنے ہیں۔

جائزہ

- پہلے دونوں احادیث میں فرق دیکھ لیجیے۔
- بخاری کی حدیث میں لفظ حجاب ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ ستر ہے۔
- بخاری کی حدیث میں لفظ حجاب سے پہلے غسل کا بیان ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ ستر کے بعد غسل کا بیان ہے۔
- بخاری کی حدیث لفظ حجاب پر ختم ہو جاتی ہے جب کہ مسلم میں حدیث لفظ ستر پر ختم نہیں ہوتی بلکہ مسلم میں حدیث کا خاتمہ اس بات پر ہوتا ہے۔

* ازواجِ نبیؐ اپنے بال کٹوایا کرتی تھیں اور ان کے بال کانوں تک چھوٹے ہوا کرتے تھے۔

اختلافی نکات نہ تو اتنے کم ہیں کہ انھیں نظر انداز کیا جاسکے اور نہ ہی اتنے شدید ہیں کہ ان اختلافات کی بدولت بخاری اور مسلم کی دونوں احادیث میں کسی قسم کا تضاد پیدا کرسکے۔ لہٰذا اگر دونوں احادیث میں بیان کردہ امور کو یکجا کر کے دیکھیں تو وہ واقعہ کچھ اس طرح بنے گا:

* ابوسلمہ حضرت عائشہ کا رضاعی بھانجا اور اُم کلثوم بنت ابوبکر کا رضاعی بیٹا تھا۔
* ابوسلمہ کے ساتھ آنے والا عبداللہ ابن یزید حضرت عائشہ کا رضاعی ہے۔
* ابوسلمہ عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کا بیٹا تھا۔ اُم کلثوم حضرت عائشہ کی کمسن بہن تھیں۔

ازروئے تاریخ یہ وہی اُم کلثوم بنت ابوبکر ہے جو محمد ابن ابوبکر کی مادری پدری بہن ہے ان دونوں کی ماں اسماء بنت عمیس ہے جو حضرت جعفر طیار کی بیوی تھی۔ جنگِ موتہ میں حضرت جعفر طیار کی شہادت کے بعد اسماء نے حضرت ابوبکر سے شادی کرلی تھی۔ حضرت ابوبکر سے محمد ابن ابوبکر اور اُم کلثوم بنت ابوبکر پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے اسماء سے عقد کرلیا چونکہ محمد اور اُم کلثوم کمسن تھے اس لیے ماں کے ساتھ حضرت علیؑ کے گھر آگئے اور حضرت علیؑ کے گھر پلے بڑھے۔ یہی وہ کمسن اُم کلثوم بنت ابی بکر ہے جس سے حضرت عمر نے کمسنی ہی میں نکاح کیا تھا چونکہ اس بچی کو لایا حضرت علیؑ کے گھر سے تھا اس لیے بعد کے مؤرخین نے حضرت عمر کا آلِ محمدؑ سے ناطہ جوڑنے کی خاطر اُم کلثوم بنت ابوبکر کی جگہ اُم کلثوم بنت علیؑ لکھ دیا اور اسی اُم کلثوم کا حوالہ زیرِ نظر حدیث میں مولانا وحید الزمان نے دیا ہے کہ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف نے چونکہ اُم کلثوم بنت ابوبکر کا دودھ پیا تھا اس لیے حضرت عائشہ کا رضاعی بھانجا تھا۔

اور خال المومنین محمد ابن ابوبکر حضرت علیؑ ہی کے گھر رہا۔ جنگِ جمل میں بھی حضرت عائشہ کے مخالف حضرت علیؑ کی فوج میں تھا اور محمد ہی نے حضرت عائشہ کی جنگِ جمل سے شکست کھانے کے بعد اُونٹ سے اُتارا تھا۔

ہمارا موضوع چونکہ یہ نہیں اس لیے کہیں اس مسئلہ میں اُلجھ کر نہ رہ جائیں، اپنے موضوع کی طرف پلٹتے ہیں۔

مولانا وحید الزمان کے مطابق ابوسلمہ حضرت عائشہ کا رضاعی بھانجا اور اُم کلثوم بنت ابوبکر زوجہ حضرت عمر فاروق کا رضاعی بیٹا تھا اور یہی وہ اُم کلثوم بنت حضرت ابوبکر ہے جو حضرت عائشہ کے حکم سے جوان اور بالغ بالغ لڑکوں کو دودھ پلا کر رضاعی بیٹا بناتی تھی اور حضرت عائشہ رضاعی بھانجے بناتی تھی۔ ملاحظہ ہو: موطا امام مالک، ترجمہ مولانا وحید الزمان، مطبوعہ اسلامی اکیڈمی، اُردو بازار، لاہور، الکتاب پریس، ۱۳۹۹ھ

باب: بڑے پن میں رضاعت کا بیان

أخبرني عروة ابن الزبير ان ابا حذيفة ابن عتبه ابن ربيعه وكان من اصحاب رسول الله وكان قد شهد بدرا وكان تبني سالما الذى كان يقال له سالم مولى ابى حذيفة كما تبنى رسول الله زيد ابن حارثة وانكح ابوحذيفة سالما وهو يرى انه ابنه انكحه ابنته اخيه فاطمة بنت الوليد ابن عتبه ابن ربيعه وهى يومئذ من المهاجرات الاول وهى يومئذ من افضل ويامى قريش فلما انزل الله تعالى فى كتابه فى زيد ابن حارثه ما انزل فقال ادعوهم لابائهم هو اقسط عندالله فان لم تعلموا ابانهم فاخوانكم فى الدين

ومواليكم او كل واحد تبنى من اولئك الى ابيه فان لم يعلم ابوه رد مولاه فجاءت سهلة بنت سهيل وهى امرأة ابى حذيفة وهى من بنى عامر ابن لوى الى رسول الله فقالت يارسول الله كنا نرى سالمًا ولدًا وكان يدخل على وانا فضل وليس لنا الا بيت واحدة فماذا ترى فى شانه فقال لها رسول الله ارضعيه خمس رضعات فيحرم بينهما وكانت تراه ابنا من الرضاعة فاخذت بذلك عائشة اُم المومنين فيمن كانت تحب ان يدخل عليها من الرجال فكانت تامراختها اُم كلثوم بنت ابى بكر الصديق وبنات اخيها ان يرضعن من احبت ان يدخل عليها من الرجال وابى سائر ازواجه النبى ان يدخل عليهن تلك الرضاعة احد من الناس وقلن لا والله ما ترى امر به رسول الله سهلة بنت سهيل الا رخصته عن رسول الله فى رضاعة سالم وحدهٔ لا والله لا يدخل علينا بهذه الرضاعة احد فعلى هذا كان ازواج النبى فى رضاعة الكبير

مجھ سے عروہ ابن زبیر نے بیان کیا، حذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ جو رسولؐ اللہ کے صحابہ میں تھے اور جنگِ بدر میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے بیٹا بنایا تھا سالم کو، تو سالم مولی کہلاتے ابوحذیفہ کے، جیسے زید کو بیٹا کہا تھا رسولؐ اللہ نے۔ اور حذیفہ نے سالم کا نکاح اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے کر دیا تھا جو ہجرت

کرنے والوں میں تھی اور تمام قریش کی شیبہ عورتوں میں افضل تھی، جب اللہ نے اپنی کتاب میں اُتارا زید ابن حارثہ کے حق میں کہ ان کو اپنے باپ کا بیٹا کہو، یہ اچھا ہے اللہ کے نزدیک ـــــ اگر ان کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو بھائی اور مولیٰ سمجھو جتنے متبنیٰ تھے سب اپنے باپوں کی طرف منسوب ہونے لگے۔ اگر کسی کے باپ کا نام معلوم نہ ہوتا تو اپنے مالک کی طرف نسبت کیے جاتے تو سہلہ بنت سہیل ابوحذیفہ کی جورو جو بنی عامر بن مولی کی اولاد میں سے تھے رسولؐ اللہ کے پاس آئی اور کہا: یارسولؐ اللہ! ہم تو سالم کو اپنا بچہ سمجھتے تھے۔ ہم ننگے کھلے ہوتے تھے وہ اندر چلا آتا تھا۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ دوسرا گھر بھی ہمارے پاس نہیں ہے۔ جب رسولؐ اللہ نے فرمایا: اس کو پانچ بار دودھ پلا دے تو وہ تیرا محرم ہو جائے گا۔ پھر ابوحذیفہ کی بیوی نے ایسا ہی کیا اور سالم کو اپنا رضاعی بیٹا سمجھنے لگی۔

حضرت اُم المومنین عائشہ اسی حدیث پر عمل کرتی تھیں جس مرد کو چاہتیں کہ اپنے پاس آیا جایا کرے تو اپنی بہن اُم کلثوم کو حکم کرتیں اور اپنی بھتیجیوں کو کہ اس شخص کو اپنا دودھ پلا دیں لیکن رسولؐ اللہ کی اور بیبیاں اس کا انکار کرتی تھیں کہ بڑھ پن میں کوئی دودھ پی کر ان کا محرم بن جائے اور اُن کے پاس آیا جایا کرے اور وہ یہ کہتی تھیں کہ یہ خاص رخصت تھی رسولؐ اللہ کی طرف سے سہلہ بنت سہیل کو۔ قسم خدا کی! ایسی رضاعت کی وجہ سے ہمارا کوئی محرم نہ بن سکے گا۔

اگرچہ حدیث رضاع ضمناً آ گئی ہے لیکن جی چاہتا ہے کہ اسلام کے ٹھیکے داروں سے اس سلسلہ میں بھی چند ایک سوالات کر لیے جائیں۔ مگر پہلے حدیث غسل:

* صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مطابق یہ مسلّم ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی اور بھانجے کے سامنے برہنہ غسل کیا۔
* صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مطابق یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عائشہ اور اُن کے بھائی و بھانجے کے درمیان پردہ حائل تھا۔
* صحیح مسلم کے مطابق یہ بھی مسلّم ہے کہ تمام عرب عورتوں میں بال کٹوانے کا رواج نہ تھا۔
* صحیح مسلم کے مطابق یہ بھی مسلّم ہے دیگر ازواج نبیؐ بال کٹواتی ہوں یا نہ حضرت عائشہ یقیناً بال کٹواتی تھیں۔
* مولانا وحید الزمان کے مطابق یہ بھی مسلّم ہے کہ درمیانی پردہ اتنا پتلا تھا جس کے دوسری طرف بی بی کے بھائی اور بھانجے نے بی بی کا سر او پر کا جسم دیکھا۔ اگر چھوٹا ہوگا تو دونوں کے جنسی اور فطری جذبات کافور ہو جاتے ہوں گے یا بھڑک اُٹھتے ہوں گے؟
* حضرت عائشہ کے لیے افراد کو اپنے پاس آزادانہ آنے جانے کے لیے بھانجا بناتی تھیں اور کیوں؟
* کیا حضرت عائشہ دیگر ازواج کی طرح بھانجا بنائے بغیر مسائل حل نہیں کر سکتی تھیں؟
* یہ کیسا اسلام ہے؟ کیسا مذہب ہے؟ کیسا دین ہے؟ کیا کوئی غیر مسلم ایسے کردار کو دیکھ کر اسلام لانا قبول کرے گا؟
* حضرت عائشہ سیاسی مصالح کی بنا پر بیٹے بناتی تھیں یا اسلامی مصالح کی بنا پر؟

* حضرت عائشہ نے اپنی زندگی میں کتنے ایسے خوش نصیب افراد کو بیٹا بنایا؟
* کیا آج بھی حضرت عائشہ کا کوئی عقیدت مند کسی کو بیٹا بنانے پر تیار ہے؟ اگر کوئی تیار ہے تو ہمیں مطلع کر دے؟
* کیا یہی وہ نظامِ مصطفیٰؐ ہے جس کے نفاذ کا شب و روز مطالبہ کیا جا رہا ہے؟
* کیا یہی وہ خلافتِ راشدہ کا نظام ہے جس کے انکار کے جرم میں شیعوں کا حقہ پانی بند کیا جا رہا ہے۔

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۱۸۸، حدیث ۲۵۸۔ باب: حلاب یا خوشبو سے غسل کرنا:

عن عائشة قالت كان النبي اذا اغتسل من الجنابة وما بشئي نحو اطلاب فاخذ بكفه جندًا بشق راسه الامين ثم الايسر فقال بهما على رأسه

''حضرت عائشہ سے منقول ہے، انھوں نے کہا: آنحضرتؐ جب جنابت کا غسل کرنے لگتے تو حلاب کے برابر کوئی چیز یعنی برتن منگواتے پھر پانی کا چلّو لیتے، پھر سر کے داہنے حصے پر ڈالتے، پھر بائیں حصے پر ڈالتے، پھر چندیا پر ڈالتے''۔

(۵) بخاری، ج ۱، ص ۱۹۰، حدیث ۲۶۱، باب: اگر جس کو نہانے کی حاجت ہو وہ اپنا ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ڈال دے اور اس پر سوا جنابت کے اور کوئی نجاست نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

عن عائشة قالت كنت اغتسل انا والنبي من اناء واحد تختلف ايدينا فيه

''حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ میں اور آنحضرتؐ دونوں مل کر ایک برتن میں غسل کیا کرتے، ہم دونوں کے ہاتھ اس میں باری

باری پڑتے"۔

۶ بخاری، ج ۱، ص ۱۹۰، حدیث ۲۶۲، باب ایضاً:

عن عائشة قالت كان رسول الله اذا اغتسل من الجنابة غسل يده

"حضرت عائشہ سے منقول ہے، انھوں نے کہا کہ آنحضرتؐ جب جنابت کا غسل کرنے لگتے تو پہلے اپنا ہاتھ دھوتے"۔

۷ بخاری، ج ۱، ص ۱۹۱، حدیث ۲۶۳، باب ایضاً

عن عائشة قالت كنت اغتسل انا والنبي من اناء واحد من جنابته

"حضرت عائشہ سے منقول ہے انہوں نے کہا: میں اور آنحضرتؐ دونوں مل کر جنابت کی حالت میں ایک برتن سے نہاتے"۔

۸ بخاری، ج ۱، ص ۱۹۳، حدیث ۲۶۷۔ باب: جماع کے بعد بے غسل کیے پھر جماع کرے تو کیسا اور جو کوئی اپنی سب عورتوں کے پاس ہو آئے پھر ایک ہی غسل کرے۔

عن ابراهيم ابن محمد ابن المنتشر عن ابيه قال ذكرته لعائشة فقالت يرحم الله ابا عبدالرحمٰن كنت اطيب رسول الله فيطوف على نسائه ثم يصبح محرما ينفخ طيبًا

ابراہیم ابن محمد ابن منتشر نے اپنے باپ محمد ابن منتشر سے نقل کیا ہے، محمد کہتا ہے کہ میں حضرت عائشہ کے سامنے عبداللہ ابن عمر کا قول نقل کیا ہے، کہتا ہے کہ میں حضرت عائشہ کے سامنے عبداللہ ابن عمر کا قول نقل کیا تو انھوں نے کہا: اللہ ابو عبدالرحمٰن پر رحم

کرے تو میں نے آنحضرتؐ کے خوشبو لگائی تو پھر آپ اپنی سب بیبیوں کے پاس آتے، پھر دوسرے دن احرام باندھتے ہوئے خوشبو جھاڑتے رہتے"۔

⑨ بخاری، ج۱، ص۱۹۵، حدیث۲۷۰۔ باب: خوشبو لگا کر نہانا اور خوشبو کا اثر رہ جانا:

سألت عائشة فذكرت لها قول ابن عمر احب ان اصبح محرما انضخ طيب فقالت انا طيبت رسول الله ثم طاف في نسائه ثم اصبح محرمًا۔

"(راوی کہتا ہے) میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا اور ان سے عبداللہ ابن عمر کا یہ قول بیان کیا کہ — میں پسند نہیں کرتا کہ صبح کو احرام باندھے ہوں، خوشبو جھاڑ رہا ہوں — حضرت عائشہ نے کہا: میں نے آنحضرتؐ کے خوشبو لگائی پھر آپ اپنی سب بیبیوں کے پاس گھوم آئے۔ پھر صبح کو احرام باندھا"۔

⑩ بخاری، ج۱، ص۱۹۵، حدیث۲۷۱، باب: ایضاً

عن عائشة قالت كانى النظر الى وبيض الطيب في مفرق النبي وهو محرم

"حضرت سے ہے انھوں نے کہا: گویا میں آنحضرتؐ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں جب آپ احرام باندھے ہوئے ہیں"۔

⑪ بخاری، ج۱، ص۱۹۶، حدیث۲۷۲۔ باب: بالوں میں خلال کرنا:

عن عائشة قالت كان رسول الله اذا اغتسل من الجنابة غسل يديه وتوضا وضوءه للصلوٰة ثم اغتسل

ثم يخلل بيده شعره حتى اذا ظن انه قد اروى بشرته افاض عليه الماء ثلاث مرات ثم غسل سائر جسده وقالت كنت اغتسل انا ورسول الله من اناء واحد نغرف منه جميعًا

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ جب جنابت کا غسل کرتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھوتے اور جیسے نماز کے لیے وضو کیا کرتے ویسے ہی وضو کرتے، پھر غسل شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں سے بالوں کا خلال کرتے، آپ کے بال بہت گھنے تھے جب آپ یہ سمجھ لیتے کہ اندر کا بدن بھگو چکے تو تین بار بالوں پر پانی بہاتے پھر اپنا باقی جسم دھوتے اور حضرت عائشہ نے کہا: ''میں اور آنحضرتؐ دونوں مل کر ایک ہی برتن سے نہاتے اس میں سے دونوں چلّو لیتے جاتے''۔

(۱۲) بخاری، ج۱، ص۱۹۹، حدیث ۲۷۶، باب: غسل میں سر کے داہنے طرف سے شروع کرنا

عن عائشة قالت كنا اذا اصابت احدانا جنابة اخذت بيديها ثلاثًا فوق رأسها ثم بيدها على شقها وبيدها الاخرى على شقها الايسر

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا: ہم میں سے کسی کو نہانے کی احتیاج ہوتی یعنی جنابت تو پہلے دونوں ہاتھ سے تین چلّو لے کر اپنے سر پر ڈالتی، پھر ہاتھ سے پانی لیتی اور بدن کی داہنی جانب پر ڈالتی اور دوسرے ہاتھ سے لے کر بدن کے بائیں جانب ڈالتی''۔

ثم یخلل بیدہ شعرہ حتٰی اذا ظن انہ قد اروی بشرتہ افاض علیہ الماء ثلاث مرات ثم غسل سائر جسدہ وقالت کنت اغتسل انا ورسول اللّٰہ من انا واحد نغرف منہ جمیعًا

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ جب جنابت کا غسل کرتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھوتے اور جیسے نماز کے لیے وضو کیا کرتے ویسے ہی وضو کرتے، پھر غسل شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں سے بالوں کا خلال کرتے، آپ کے بال بہت گھنے تھے جب آپ یہ سمجھ لیتے کہ اندر کا بدن بھگو چکے تو تین بار بالوں پر پانی بہاتے پھر اپنا باقی جسم دھوتے اور حضرت عائشہ نے کہا: ''میں اور آنحضرتؐ دونوں مل کر ایک ہی برتن سے نہاتے اس میں سے دونوں چلّو لیتے جاتے''۔

⑭ بخاری، ج ۱، ص ۱۹۹، حدیث ۲۷۶، باب: غسل میں سر کے داہنے طرف سے شروع کرنا

عن عائشۃ قالت کنا اذا اصابت احدا انا جنابۃ اخذت بیدیھا ثلاثًا فوق رأسھا ثم بیدھا علی شقھا وبیدھا الاخریٰ علی شقھا الا یسر

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا: ہم میں سے کسی کو نہانے کی احتیاج ہوتی یعنی جنابت تو پہلے دونوں ہاتھ سے تین چلّو لے کر اپنے سر پر ڈالتی، پھر ہاتھ سے پانی لیتی اور بدن کی داہنی جانب پر ڈالتی اور دوسرے ہاتھ سے لے کر بدن کے بائیں جانب ڈالتی''۔

(۱۳) بخاری، ج۱، ص۲۰۴، حدیث۲۸۴۔ باب: جنب کی حالت میں گھر رہ سکتا ہے جب کہ غسل سے پہلے وضو کرے:

قال سألت عائشة كان النبي به قد وهو جنب قالت نعم ويتوضأ

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''(راوی کہتا ہے) میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا آنحضرتؐ جنابت کی حالت میں آرام فرماتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں اور آپ وضو کر لیتے''۔

(۱۴) بخاری، ج۱، ص۲۰۵، حدیث۲۸۶۔ باب: جنب کو غسل کرکے سونا:

عن عائشة قالت كان النبي اذا اراد ان ينام وهو جنب غسل فرجه وتوضأ للصلوٰة

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ جب جنابت کی حالت میں سونا چاہتے تو اپنی شرمگاہ دھو ڈالتے اور وضو کر لیتے''۔

قارئین محترم! یہ ہیں چودہ احادیث کتاب الغسل میں جو حضرت عائشہ سے منقول ہیں۔ ان احادیث سے غسل کے کتنے احکام معلوم ہوئے ہیں۔ یہ آپ بھی اب مجھ سے بہتر جان گئے ہوں گے۔ ایک مرتبہ پھر احادیث پر ایک نظر ڈال لیں۔

* حدیث ۲۵۸ میں حضرت عائشہ نے آنحضورؐ کا سر کو تین حصوں میں کر کے دھونا بتایا ہے۔
* حدیث ۲۶۱ کا عنوان کچھ اور ہے۔ عنوان آپ خود ملاحظہ فرمالیں۔ بیان میں خود عرض کیے دیتا ہوں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اور آنحضرتؐ ایک برتن میں ایک ساتھ مل کر غسل کرتے تھے۔ اگر تہذیب و شرافت مانع نہ ہوتی تو بہت کچھ

پوچھنے کو دل چاہتا ہے۔

* حدیث ۲۶۲ میں بی بی نے غسل سے پہلے ہاتھ دھونا بتایا ہے۔
* حدیث ۲۶۳ میں بی بی نے حدیث ۲۶۱ کی طرح داستانِ پریم ہی دہرائی ہے کہ میں اور آنحضرتؐ باہم مل کر غسل کرتے تھے۔
* حدیث ۲۶۷ میں بی بی نے آنحضورؐ کی جنسی خواہش کو آخری حد تک پہنچا دیا ہے۔ فرماتی ہیں: حج کے دنوں میں احرام کی حالت میں اور زندگی کے آخری سال آنحضرتؐ کی جنسی خواہش کا یہ عالم تھا کہ ایک رات میں نو ازواج کو بھگتا لیتے تھے۔ خدا معلوم یہ احترام ہے یا توہینِ نبیؐ؟ کہیں راجپال نے انھی احادیث کو جمع کر کے تو اُمت مسلمہ کے منہ پر رنگیلے رسول کا طمانچہ نہیں مارا تھا؟
* حدیث ۲۷۰ میں بھی ۲۶۷ کی بات دہرائی ہے۔ ذرا آپ پڑھیں احادیث بی بی کتنے چٹخارے لے لے کر بیان کرتی ہے۔
* حدیث ۲۷۱ میں بی بی نے بحالت احرام آنحضورؐ کا خوشبو استعمال کرنا بتایا ہے۔ اس حدیث کا کتاب الغسل سے کوئی تعلق یا رابطہ نہیں۔
* حدیث ۲۷۲ میں البتہ بی بی نے آنحضورؐ کے غسل کا کچھ طریقہ بتایا ہے لیکن ساتھ بی بی پریم کہانی کو بھی نہیں بھولیں۔ طریقۂ غسل سے بے جوڑ ہونے کے باوجود پریم کا پیوند لگا ہی دیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اور آنحضورؐ ایک برتن پر ایک ساتھ مل کر غسل کیا کرتے تھے۔
* حدیث ۲۷۶ میں بی بی نے طریقۂ غسل جنابت صحیح انداز میں بتایا ہے۔ یہی طریقہ غسل ائمہ اہلبیتؑ سے بھی منقول ہے اور وہ یہ ہے کہ

پہلے سر کو دھویا جائے، پھر دائیں جانب کندھے پر پاؤں تک اور آخر میں بائیں جانب بائیں کندھے سے بائیں پاؤں تک دھوئی جائے۔

خدا معلوم اہلحدیث طبقہ کا اس حدیث پر عمل ہے یا نہیں۔ اور فقہ حنفیہ والے غسل کیسے کرتے ہیں۔ اگر اہلحدیث برادری اور فقہ حنفیہ والے وسیع تر اتحاد کی خاطر حضرت عائشہ کی اس حدیث پر عمل کریں تو کم از کم غسل کے سلسلہ میں تو وحدت عمل ہو سکتی ہے۔

* حدیث ۲۸۴ میں جنبی شخص کا بحالتِ جنابت وضو کر کے سونا بتایا ہے کہ آنحضورؐ ایسا کرتے تھے لیکن یہ حدیث سورۂ مزمل میں قم اللیل الا قلیلا (رات کو کم کھڑا کر......) کے واضح ارشاد ربانی کے خلاف ہے۔ اگر قدرت آنحضورؐ کے قیامِ شب کی گواہی دے اور حضرت عائشہ آنحضورؐ کی حالت جنابت شب باشی کی کہانی سنائیں تو ہم شیعہ غریب اس بات پر مجبور ہیں کہ بی بی کی بات کو تسلیم نہ کریں اور اللہ کی شہادت کو قبول کرلیں۔ ممکن ہے برادرانِ اسلامی کے نزدیک بی بی کی عظمت زیادہ ہو لیکن ہم اسے توہینِ رسولؐ ہی سمجھتے ہیں۔
* حدیث ۲۸۶ میں بھی بی بی نے ۲۸۴ ہی کی بات کو دہرایا ہے۔

حضرت عمر اور غسلِ جنابت

اگرچہ براہِ راست حضرت عمر سے غسل کے سلسلہ میں کچھ بھی منقول نہیں ہے لیکن بالواسطہ حضرت عبداللہ ابن عمر چونکہ ایک حدیث موجود ہے اس لیے نذرِ قارئین کرتا ہوں تاکہ برادرانِ اسلامی کو یہ بات کہنے کا موقع نہ ملے کہ حضرت عمر سے تعصب برتا گیا ہے۔

بخاری، ج ۱، ص ۲۰۵، حدیث ۲۸۷

عن عبداللّٰہ ابن عمر قال وستغثی عمر النبی أینام احدنا وھو جنب قال نعم اذا توضاء

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ سے حضرت عمر نے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی شخص جنابت

کی حالت میں سوسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جب وضو کرلے"۔

(۲) بخاری، ج ۱، ص ۲۰۶، حدیث ۲۸۸

عن عبداللّٰہ ابن عمر قال ذکر عمر ابن الخطاب لرسول اللّٰہ بانہ تصیبہ الجنابۃ من اللّیل فقال لہ رسول اللّٰہ توضاء واغسل ذکرک ثم نم

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: کبھی رات کو مجھ کو جنابت ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: تو ایسا کر کہ وضو کو کرلے اور اپنا ذکر دھوڈال پھر سورہ۔

(۳) بخاری، ج ۱، ص ۲۰۵، حدیث ۲۸۵

عن ابن عمر ان عمر ابن الخطاب سئل رسول اللّٰہ أیرقد احدنا وھو جب قال نعم اذا توضأ احدکم

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرتؐ سے پوچھا: کیا جنابت کی حالت میں ہم میں سے کوئی سوسکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں جب وضو کرلے تو جنابت کی حالت میں سوسکتا ہے"۔

حضرت عمر کی ہر سہ احادیث پیش کردی ہیں ان میں سے ہمیں صرف ایک مسئلہ مل سکا ہے:

* غسل کے کتنے مسائل ہیں؟

اگرچہ میرا مقصد کسی تفصیل میں جانا نہیں، تاہم چند ایک مسائل کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں:

* غسل کے لیے نیت ضروری ہے یا نہیں؟
* اگر نیت ضروری ہے تو کس وقت ضروری ہے اور کیسی نیت ہونا چاہیے؟
* غسلِ جنابت بذاتِ خود غسلِ میت کی طرح ضروری ہے یا نماز وغیرہ جیسے احکام کی خاطر ضروری ہے؟
* غسل اگر غوطہ لگا کر کیا جائے تو اس کی صورت کیا ہوگی؟
* غسل میں استعمال ہونے والا پانی پاک ہو یا نجس؟
* عرق گلاب وغیرہ جیسے مائع سے بھی غسل ہوسکتا ہے یا نہیں؟
* غسل میں استعمال ہونے والا پانی مباح ہو یا غصبی پانی سے بھی غسل ہو جاتا ہے؟
* چونکہ یہ کتاب الغسل ہے اس لیے خلفائے ثلاثہ اور حضرت عائشہ کو بتانا چاہیے تھا کہ کتنے اور کون کون سے غسل فرض ہیں؟ کتنے اور کون کون سے غسل سنت ہیں؟
* مرد کے کتنے غسل ہوتے ہیں؟ عورت کے کتنے غسل ہوتے ہیں اور مرد و عورت کے مشترکہ غسل کتنے اور کون کون سے ہوتے ہیں؟
* جس جگہ غسل کیا جا رہا ہے وہ جگہ مباح ہو یا غصبی جگہ پر بھی غسل ہوسکتا ہے؟
* غسل کے واجبات، مستحبات، مکروہات، شرائط اور مبطلات کون کون سے اور کتنے امور ہیں؟
* بخاری شریف کی کتاب الغسل آپ کے سامنے ہے۔ ہزار بار پڑھیں یا ایک بار، آپ کو اس میں طریقۂ غسل کے متعلق کسی بھی صحابی کا ایک لفظ تک نہ ملے گا۔ آخر کیوں؟
* کیا صحابہ غسل جنابت نہیں کرتے تھے؟
* اگر نہیں کرتے تھے تو نماز و روزہ وغیرہ کی کیا صورت تھی؟
* اگر کرتے تھے تو آنحضرتؐ سے طریقۂ غسل کیوں نہ پوچھا؟

* اگر کسی نے پوچھا ہے تو کہاں مذکور ہے؟
* کیا امام بخاری نے اس سلسلہ کی تمام احادیث کو ضعیف سمجھ کر درج بخاری نہیں کیا؟
* خلفائے ثلاثہ سے طریقۂ غسل کے سلسلہ میں ایک لفظ تک مذکور نہیں، آخر کیا وجہ ہے؟
* آنحضورؐ کے بعد آنے والے مرد کیا ازواج سے غسلِ جنابت کا طریقہ پوچھتے تھے؟
* معلمِ اسلام کے اردگرد بیٹھنے والے صحابہ نے طریقۂ غسل کیوں نہ دریافت کیا؟
* حضرت عائشہ کے علاوہ اور کسی زوجۂ نبی نے یہ نہیں بتایا کہ میں بھی آنحضورؐ کے ساتھ مل کر غسل کرتی تھی۔ کیا آنحضورؐ نے دیگر ازواج کو اس شرفِ سعادت سے محروم رکھا؟ یا انھوں نے خود اس پریم کہانی کا ذکر مناسب نہ سمجھا؟
* اگر آنحضورؐ نے دیگر ازواج کو اس سعادت سے محروم رکھا تو کیوں؟
* اگر اس سعادت میں تمام ازواج کا حصہ برابر تھا تو پھر انھوں نے حضرت عائشہ کی طرح اُمت کو محروم رکھنے میں بخل سے کام لیا ہے یا شرم کے مارے وہ نہ بتا سکیں؟
* اگر دیگر ازواج نے اُمت کو اس فضیلت سے بے بہرہ رکھنے میں بخل سے کام لیا تو کیا وجہ تھی؟
* اگر وجہ بخل نہ تھا بلکہ ازواج کی شرم تو کیا دیگر ازواج شرم میں عائشہ سے زیادہ تھیں۔ مولانا وحید الزمان اور امام بخاری کو اس حدیث میں چھپا ہوا یہ مسئلہ تو نظر آ گیا کہ عورت اور مرد کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے لیکن کیا امام بخاری اور مولانا وحید الزمان کو اس حدیث سے یہ سنت نظر آئی کہ اس شرم وحیا میں ڈھلی ہوئی سنت نبوی اور سنت حضرت عائشہ پر عمل کرنا ہر سُنّی کے لیے ضروری ہے؟
* کیا آج بھی کوئی اہلِ سنت عالم اس باذوق سنت پر عمل کرتا ہے؟

* کیا امام بخاری اور مولانا وحیدالزمان کو یہ نظر نہ آسکا کہ اس حدیث کو بیان کر کے بی بی عائشہ آنحضورؐ کا تعارف ایک جنسی مریض مرد کے بطور کرا رہی ہے؟
* کیا امام بخاری اور مولانا وحیدالزمان کو اس حدیث سے یہ نظر نہ آسکا کہ اس حدیث میں حضرت عائشہ آنحضورؐ کے معاشرے کے گھٹیا ترین افراد سے بھی گرا کر پیش کر رہی ہے؟
* کیا امام بخاری اور مولانا وحیدالزمان کو اس حدیث سے یہ نظر نہ آسکا کہ اس حدیث کے بیان سے نبی اکرمؐ کی توہین ہوگی؟
- کتنے حیرت کا مقام ہے کہ حضرت عائشہ کے لیے تو اُمت مسلمہ کے دل تڑپ تڑپ اُٹھتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کے معاملہ میں کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

شیعہ کو کافر کہنے والے غیور افراد میں سے ہے کوئی جو بخاری میں موجود توہینِ رسولؐ کے خلاف آواز بلند کرے اور اتنی اخلاقی جرأت کر لے کہ یا بخاری سے ان احادیث کو بخاری بدر کیا جائے یا بخاری کو صحاح کی فہرست سے خارج کر کے ناقابلِ عمل قرار دیا جائے۔

حضرت عثمان اور غسلِ جنابت

حضرت عمر کے بعد آیئے حضرت عثمان کا ایک فرمان بھی سن لیجیے۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمان کی ایک اکلوتی حدیث ہے، ملاحظہ ہو:

(1) بخاری، ج ۱، ص ۲۰۷، حدیث ۲۹

زيد ابن خالد جهني اخبر انه سئل عثمان ابن عفان فقال ارأيت اذا جامع الرجل امرأته فلم يمن؟ قال عثمان يتوضأ للصلوٰة ويغسل ذكره قال عثمان سمعته من رسول اللّٰه

ترجمہ: مولانا وحیدالزماں: ''خبر دی زید ابن خالد جہنی نے انھوں نے حضرت عثمان سے پوچھا: بتلایئے جب مرد اپنی عورت سے صحبت کرے اور منی نہ نکلے (تو غسل لازم ہوگا)۔ حضرت عثمان نے کہا: نماز کے وضو کی طرح وضو کرلے اور اپنا ذکر دھو ڈالے (غسل کرنا ضروری نہیں)۔ حضرت عثمان نے کہا: میں نے تو یہ آنحضرتؐ سے سنا ہے''۔

یہ ہے حضرت عثمان کا وہ کُل ترکہ جو انھوں نے غسل کے سلسلہ میں آنحضورؐ سے لے کر اُمت کے سپرد کیا ہے۔ جو سوالات سابقاً ہم نے دیے ہیں آپ خود ہی بتایئے کہ کتنے مسائل کا حل ہے یہ فرمان:

ہمیں بے شک کافر کہیے۔ مگر اپنے مقام پر خدا کے لیے اتنا سوچیے کہ:

- بقول آپ کے حضرت ابوبکر مسلم اوّل ہیں۔ جس شخص نے رسالت کے ۲۳ برس گزارے ہیں۔ اس نے اتنے طویل عرصہ میں اسلام اور طہارت کے بنیادی امور کے سلسلہ میں ایک لفظ تک نہیں دیا۔ آخر کیوں؟
- حضرت عمر جنھیں مرادِ رسولؐ بتایا جاتا ہے انھوں نے اسلام کو کیا دیا؟
- حضرت عثمان جنھیں ذوالنورین کہا جاتا ہے انھوں نے اسلام کو کیا دیا؟
- کیا کشور کشائی کا نام اسلام ہے؟
- کیا ملک گیری کا نام اسلام ہے؟
- کیا مسند اقتدار سنبھال لینے کا نام اسلام ہے؟
- کیا آلِ محمدؐ کے استحصال کا نام اسلام ہے؟

ذرا تاریخ سے پوچھیے:

- کوفہ میں عبدالرحمٰن ابن ملجم کس کے ہاں ٹھیرا تھا؟

- کیا عبدالرحمٰن ابن ملجم کا میزبان اشعث ابن قیس کندی نہیں تھا؟
- کیا یہ اشعث ابن قیس جس کے گھر سے عبدالرحمٰن ابن ملجم اُٹھ کر آیا تھا رأس الخوارج نہیں تھا؟
- کیا یہ اشعث بن قیس کندی مسلم اول حضرت ابوبکر کا بہنوئی نہیں تھا؟
- کیا جعدہ ابن اشعث جس نے نواسۂ رسولؐ امام حسنؑ کو زہر دی تھی حضرت ابوبکر کی بھانجی نہیں تھی؟
- کیا میدان کربلا میں نیزہ بازوں کا سالار محمد ابن اشعث نواسۂ رسولؐ کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر کا بھانجا نہ تھا؟

کتابُ الحیض

❊ کُل احادیث: ۳۷..... ❊ کُل محدث: ۹

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر:

- ❊ حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۲۹۳ تا ۲۹۶، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۵ تا ۳۰۹، ۳۱۱ تا ۳۱۴، ۳۱۶ تا ۳۱۸، ۳۲۲، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۷
- ❊ حضرت اُم سلمہ، حدیث نمبر: ۲۹۷، ۳۱۹، ۳۲۰
- ❊ حضرت میمونہ، حدیث نمبر: ۳۰۰، ۳۲۹
- ❊ حضرت ابوسعید خدری، حدیث نمبر: ۳۰۱
- ❊ حضرت اسماء بنت ابوبکر، حدیث نمبر: ۳۰۴
- ❊ حضرت اُم عطیہ: حدیث نمبر ۳۱۰، ۳۲۱، ۳۲۳
- ❊ حضرت انس ابن مالک، حدیث نمبر: ۳۱۵
- ❊ حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۳۲۶
- ❊ حضرت سمرۃ ابن جندب، حدیث نمبر: ۳۲۸

خلفائے ثلاثہ اور کتابُ الحیض

کتابُ الحیض میں کُل ۳۷ احادیث ہیں جن میں سے ۳۳ احادیث مستورات کی احادیث ہیں اور چار احادیث صحابہ کرام سے منقول ہیں۔

صحابہ میں سے حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس ابن مالک، حضرت عبداللہ

ابن عباس اور حضرت سمرہ ابن جندب ہیں۔ ان چار اصحاب میں کہیں بھی خلفائے ثلاثہ کا نام نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ کتاب الحیض کا تعلق عورتوں سے ہے اور اس سلسلہ میں جتنے مسائل ہیں وہ سب عورتوں سے متعلق ہیں اس لیے خلفائے ثلاثہ سے اس سلسلہ میں کچھ منقول نہیں۔

جواب میں ہم گزارش کریں گے کہ اولاً تو کتاب الوحی، کتاب العلم، کتاب الوضوء اور کتاب الغسل سے متعلق مسائل تو عورتوں اور مردوں کے مشترکہ مسائل تھے۔ اگر بات عورتوں اور مردوں کے مسائل کی تھی تو کم از کم بخاری شریف کی سابقہ کتب میں ان حضرات سے کوئی حدیث تو منقول نہیں۔

ثانیاً: جس نبی عالمین سے دیگر مسائل سننا اور پوچھنا تھا وہ نبی بھی تو مرد ہی تھا۔ عورتوں سے متعلق مسائل جتنے بھی ہیں سب کے سب مردوں ہی نے جمع کیے تھے اور آج تک اس سلسلہ میں جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں، ہر کتاب میں کتاب الحیض موجود ہے خواہ صحاح ستہ ہوں یا فقہ کی کتابیں۔ تو پھر خلفائے ثلاثہ کو حیض سے متعلقہ مسائل روایت کرنے میں کون سی رکاوٹ حائل تھی۔

ثالثاً: حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس ابن مالک، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت سمرہ ابن جندب جیسے صحابہ بھی تو مرد ہی تھے۔ جب ان بزرگواروں نے حیض کے سلسلہ میں مسائل اُمت کو دیے ہیں تو خلفائے ثلاثہ نے کیوں کچھ نہ دیا۔

حیض کیا ہے؟

مسائل حیض بتانے سے قبل ضروری ہے کہ حیض کا مختصر سا تعارف کراتے چلیں تاکہ قارئین کرام اس شش و پنج میں نہ رہیں کہ یہ کیا ہے؟

حیض وہ خون ہے جسے پاکستان کی اصطلاح میں ماہواری سے تعبیر کیا جا رہا ہے

لہٰذا ہم آئندہ عربی نام کی جگہ اپنے معروف نام سے لکھیں گے؟

ماہوری کا ایسا خون ہے جس پر نسلِ انسان کا دارومدار ہے۔ ہر تندرست و توانا اور صحت مند عورت کو مہینہ میں ایک مرتبہ یہ خون دیکھنا ہوتا ہے۔ صرف وہی عورت قابلِ اولاد ہوتی ہے جسے ماہواری صحیح طور پر آتی رہے۔ جب تک ماہواری شروع نہیں ہوتی اس وقت تک عورت شادی کے قابل نہیں ہوتی اور جب ماہواری ختم ہو جاتی ہے اس وقت عورت یائسہ کہلاتی ہے اور اولاد پیدا کرنے کی قابلیت سے محروم ہو جاتی ہے۔

جب بھی ماہواری کے نظام میں خلل پڑ جائے، عورت بیمار ہو جاتی ہے اور عورت کے اکثر امراض کا سبب ماہواری میں بے قاعدگی وغیرہ جیسے اسباب ہوتے ہیں۔

اسلام نے ماہواری کو طہارت کے مسائل میں سے ایک مستقل حیثیت دی ہے۔ انتہائی شرح و بسط سے ماہواری کے احکام بتائے ہیں۔ اسلام کے مطابق ماہواری کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہوتی ہے۔ تین دن سے کم ہو تو اسے بھی ماہواری نہیں کہا جاتا اور دس دن سے زیادہ آنے والے خون کو بھی ماہواری نہیں کہا جاتا بلکہ اسے استحاضہ یا سیلان الرحم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جن عورتوں کو ماہواری کا خون آتا ہے اسلام نے انھیں کم از کم تین اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر قسم سے متعلق عورتوں کے احکام علیحدہ بتائے ہیں۔ ماہواری کے علاوہ دو خون اور بھی ہیں جن سے عورت دوچار ہوتی ہے۔ ایک وہ خون ہے جو بچہ کی ولادت کے وقت عورت دیکھتی ہے اسے اسلامی اصطلاح میں نفاس کہا جاتا ہے، اس کی کم از کم مقدار چند قطرے بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن تک بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ولادت سے لے کر دس دن کی مدت میں عورت کے احکام اسلام نے بتائے ہیں۔

ایک اور خون بھی ہوتا ہے جسے اسلامی اصلاح میں استحاضہ اور طبی اصطلاح میں لیکوریا یا سیلان الرحم کہا جاتا ہے۔ یہ خون ماہواری کے نظام میں گڑبڑ اور عورت کے

لہٰذا ہم آئندہ عربی نام کی جگہ اپنے معروف نام سے لکھیں گے؟

ماہوری کا ایسا خون ہے جس پر نسلِ انسان کا دارومدار ہے۔ ہر تندرست وتوانا اور صحت مند عورت کو مہینہ میں ایک مرتبہ یہ خون دیکھنا ہوتا ہے۔ صرف وہی عورت قابلِ اولاد ہوتی ہے جسے ماہواری صحیح طور پر آتی رہے۔ جب تک ماہواری شروع نہیں ہوتی اس وقت تک عورت شادی کے قابل نہیں ہوتی اور جب ماہواری ختم ہوجاتی ہے اس وقت عورت یائسہ کہلاتی ہے اور اولاد پیدا کرنے کی قابلیت سے محروم ہوجاتی ہے۔

جب بھی ماہواری کے نظام میں خلل پڑ جائے، عورت بیمار ہوجاتی ہے اور عورت کے اکثر امراض کا سبب ماہواری میں بے قاعدگی وغیرہ جیسے اسباب ہوتے ہیں۔

اسلام نے ماہواری کو طہارت کے مسائل میں سے ایک مستقل حیثیت دی ہے۔ انتہائی شرح وبسط سے ماہواری کے احکام بتائے ہیں۔ اسلام کے مطابق ماہواری کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہوتی ہے۔ تین دن سے کم ہو تو اسے بھی ماہواری نہیں کہا جاتا اور دس دن سے زیادہ آنے والے خون کو بھی ماہواری نہیں کہا جاتا بلکہ اسے استحاضہ یا سیلان الرحم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جن عورتوں کو ماہواری کا خون آتا ہے اسلام نے انھیں کم از کم تین اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر قسم سے متعلق عورتوں کے احکام علیحدہ بتائے ہیں۔ ماہواری کے علاوہ دو خون اور بھی ہیں جن سے عورت دوچار ہوتی ہے۔ ایک وہ خون ہے جو بچہ کی ولادت کے وقت عورت دیکھتی ہے اسے اسلامی اصطلاح میں نفاس کہا جاتا ہے، اس کی کم از کم مقدار چند قطرے بھی ہوسکتی ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن تک بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ ولادت سے لے کر دس دن کی مدت میں عورت کے احکام اسلام نے بتائے ہیں۔

ایک اور خون بھی ہوتا ہے جسے اسلامی اصلاح میں استحاضہ اور طبی اصطلاح میں لیکوریا یا سیلان الرحم کہا جاتا ہے۔ یہ خون ماہواری کے نظام میں گڑبڑ اور عورت کے

امراض نسواں میں مبتلا ہوجانے کی وجہ سے آتا ہے۔ سیلان الرحم کے دنوں میں عورت کے احکام صوم وصلوٰۃ جدا ہوتے ہیں۔

اسلام نے ماہواری، نفاس اور سیلان الرحم میں سے ہر ایک کے انتہائی تفصیل سے احکام بتائے ہیں۔ کچھ احکام تو قرآنِ کریم نے بھی بتائے ہیں لیکن وہاں تفصیل نہیں بلکہ اجمال ہے۔ کچھ احکام حدیث نبویؐ نے بتائے ہیں اور یہ مفصل ہیں اور کچھ احکام علماء نے قرآن وسنت کے پیش نظر بطور اجتہاد بیان کیے ہیں۔

ہمارا مقصد چونکہ خون کی ان تین اقسام بتانا نہیں بلکہ اپنے قارئین کو اسلام کی وسعتِ نظر اور مسلمان کی زیادہ سے زیادہ طہارت و پاکیزگی کی اہمیت سے آگاہ کرنا ہے اس لیے بطور اختصار ہم نے مسلمان عورت کے ان ابتلاء ات کے متعلق عرض کردیا ہے تاکہ بخاری شریف جو سوادِ اعظم کی اہم ترین کتاب ہے میں سے حضرت عائشہ کی احادیث جب پڑھیں تو آپ کے ذہن میں ایک اجمالی سا خاکہ ہو اور آپ یہ دیکھ سکیں کہ بخاری پر عمل کرنے والی مسلمان عورت کس حد تک اپنے کو پاکیزہ رکھنے میں کامیاب ہوسکتی ہے اور اگر بخاری شریف سے تمام احکام نہ مل سکیں تو اسے کیا کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ اور احکامِ حیض

کتاب الحیض کی ۳۷ احادیث میں ۲۴ احادیث یعنی ۲/۳ حصہ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

۞ بخاری، ج ۱ ص ۲۱۰، حدیث ۲۹۳۔ باب: حیض کا آنا کیونکر شروع ہوا:

سمعت عن عائشة خرجنا لا يزيد الا الحج فلما كنا بصرف حُضتُ فدخل علي رسول الله وانا ابكي فقال مالك؟ انفست؟ قلت نعم قال ان هذا امر كتبه الله على بنات 'ادم فاقضي ما يقضي الحاج غير ان لا تطوفا

بالبیت وضحی رسول اللّٰہ عن نسائہ بالبقر

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "(راوی کہتا ہے) میں نے حضرت عائشہ سے سنا وہ کہتی تھیں: ہم صرف حج کی ہی نیت سے نکلے۔ جب ہم صرف پہنچے تو مجھ کو حیض آ گیا۔ آنحضرتؐ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: کیوں کیا حال ہے؟ کیا تجھ کو حیض آ گیا؟ میں نے عرض کیا: جی۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تو وہ امر ہے جو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے۔ تو حاجیوں کے سب کام کرتی رہو، فقط بیت اللہ کا طواف مت کر۔ حضرت عائشہ نے کہا اور آنحضرتؐ نے اپنی بیبیوں کی طرف سے ایک کی قربانی کی"۔

جائزہ

امام بخاری نے اس حدیث کو تاریخ آغاز حیض کے بطور لکھا ہے جیسا کہ باب کے عنوان سے واضح ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آنحضورؐ نبوت کے بائیس برس گزار چکے ہیں کیونکہ حضرت عائشہ کے مطابق یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ ہجرت کے بعد آپؐ نے صرف ایک ہی حج کیا جو آپ کی زندگی کا پہلا اور آخری حج تھا۔ اس حقیقت کے پیش نظر:

- گویا آنحضورؐ نے پہلے کبھی حیض کی تاریخ نہیں بتائی تھی؟
- اس حدیث سے ایک مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ عورت بیت اللہ میں داخل نہیں ہو سکتی۔ حج کے دیگر تمام اعمال بجا لا سکتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ:

- نبوت کے آخری برس آپؐ نے تاریخ حیض کیوں بتائی؟

* کیا اس سے قبل حضرت عائشہ نے کبھی پوچھا نہ تھا یا آپؐ نے بتایا نہ تھا؟
* اگر بی بی نے کبھی پوچھا نہ تھا تو کیوں؟ اور اگر آپؐ نے بتایا نہ تھا تو کیوں؟

(۲) بخاری، ج۱، ص۲۱۰، حدیث۲۹۴۔ باب حیض والی عورت اپنے خاوند کا سر دھوسکتی ہے اور اس میں کنگھی کرسکتی ہے:

عن عائشة قالت كنت ارجل رأس رسول الله واذا حائض

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے انھوں نے کہا کہ میں حیض کی حالت میں آنحضرتؐ کے سر مبارک میں کنگھی کیا کرتی تھی''۔

(۳) بخاری، ج۱، ص۲۱۱، حدیث۲۹۵، باب ایضاً

اخبرتني عائشة انها كانت ترجل رسول الله وهي حائض ورسول الله حينئذ مجاور في المسجد يدلي راسه وهي في حجرتها فترجله وهي حائض

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ آنحضرتؐ کے سر میں حیض کی حالت میں کنگھی کیا کرتی تھیں اور آپ اس وقت مسجد میں اعتکاف میں ہوتے (مسجد ہی میں سے) اپنا سر اُن کے قریب کردیتے وہ اپنے حجرے میں رہتیں اور حیض کی حالت میں آپ کے سر میں کنگھی کرتیں''۔

جائزہ

حدیث ۲۹۴ اور ۲۹۵ آپ نے پڑھ لی ہیں اور باب کا عنوان بھی دیکھ لیا ہے۔

اولاً تو باب کا عنوان اور احادیث کے مندرجات دیکھ کر ایک شک بھی پڑ رہا ہے کہ کہیں

بخاری شریف میں دست تحریف کا دیمک تو نہیں لگ گیا کیونکہ عنوان میں سر دھونے اور کنگھی کرنے کی بات ہے لیکن باب کی دونوں احادیث آپ کے سامنے ہیں۔ ان میں کنگھی کرنے کا ذکر تو ہے لیکن سر دھونے کا ذکر نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ کی زبانی یہ بھی بتایا ہو کہ میں حالتِ حیض میں آپ کا سر بھی دھوتی تھی اور سر دھونے کے بعد کنگھی کرتی تھی اور بعد میں یار لوگوں نے سر دھونے کا لفظ اُڑا دیے ہوں۔

امید ہے آپ میری تائید کریں گے اور یہ تسلیم کریں گے کہ بخاری میں تحریف کی گئی ہے اور یقیناً کی گئی ہے ورنہ امام بخاری ایسے کم عقل تو نہیں تھے کہ جس بات کا حدیث میں ذکر تک نہیں اس بات کو باب کا عنوان قرار دیں۔

ثانیاً: اس حدیث سے حیض کے کتنے احکام معلوم ہوتے ہیں:

① آنحضورؐ نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ اور مسجد کی درمیانی دیوار میں ایک کھڑکی رکھی ہوئی تھی کیونکہ بی بی فرماتی ہیں: میں حجرہ میں ہوتی تھی آپ مسجد سے سر کو حجرہ میں لٹکا دیتے تھے اور میں کنگھی کر دیتی تھی۔

② آنحضورؐ خود اتنے مصروف ہوتے تھے کہ آپ کو اپنے ہاتھ سے کنگھی کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔

③ آپؐ کو مجھ سے اس قدر محبت تھی کہ آپؐ کنگھی مجھ ہی سے کرواتے تھے۔

جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اسی آخری بات کی خاطر بی بی نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ انھی احادیث کو ایک غیر مسلم کی نگاہ سے دیکھیں، پھر رنگیلا رسول اُٹھائیں اور راجپال کی تحریر پڑھیں۔ پھر آئینہ میں اپنے رسولِ اعظمؐ کی تصویر دیکھ کر غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام دیں۔

④ بخاری، ج۱، ص۲۱۲، حدیث ۲۹۶۔ باب: مرد اپنی عورت کی گود میں جب وہ حیض سے ہو، قرآن پڑھ سکتا ہے:

عائشة حدثتها ان النبی کان یتکئی فی حجری وانا
حائض ثم یقرء القرآن

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''ان سے حضرت عائشہ نے بیان کیا
کہ آنحضرتؐ میری گود پر تکیہ لگاتے اور میں حیض سے ہوتی اور
آپؐ قرآن پڑھتے''۔

جائزہ

اولاً: تو ذرا اس امکان پر غور کیجیے کہ دس بارہ برس کی نوخیز بچی اور ترپن چون برس کا ڈھلا ہوا مرد۔ کیا یہ ممکن بھی ہے کہ ڈھلا ہوا مرد بچی کی گود میں بیٹھ جائے۔ وہ گود کتنی ہوگی اور اس میں کتنی گنجائش ہوگی؟

ثانیاً: حضرت عائشہ بتانا کیا چاہتی ہیں۔ کیا بی بی آنحضورؐ کا صرف جنسی مریض کے بطور تعارف کرانا چاہتی ہیں کہ ایامِ حیض میں جب اور کچھ نہ ہوسکتا تو اپنی جنسی خواہش کو فرو کرنے کا آخری وسیلہ یہی ہوتا تھا کہ وہ میری گود میں بیٹھ کر قرآن خوانی کیا کرتے تھے۔ ایک طرف ثوابِ تلاوت اور دوسری طرف لذتِ پیار۔

کیا یہی ہمارا رسول عالمین اور از آدمؑ تا عیسیٰؑ تمام انبیاء کی نبوت کا وارث تھا؟

(۵) بخاری، ج ۱، ص ۲۱۲، حدیث ۲۹۸، باب: حیض والی عورت سے مباشرت کرنا:

عن عائشة قالت کنت اغتسل انا والنبی من اناء واحد
وکلانا جنب وکان تامرنی ما تزر فیھا شرنی وانا حائض
وکان یخرج راسه الی وھو معتکف فاغسله وانا حائض

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ میں اور
آنحضرتؐ (دونوں مل کر) ایک برتن میں غسل کیا کرتے اور
دونوں جب ہوتے اور میں حیض سے ہوتی اور آپ حکم کرتے میں

ازار باندھ لیتی۔ پھر آپؐ مجھ سے مباشرت کرتے اور آپ
اعتکاف کی حالت میں اپنا سر میری طرف نکال دیتے میں اس کو
دھو دیتی اور میں حیض سے ہوتی"۔

بخاری، ج۱، ص۲۱۳، حدیث ۲۹۹، باب ایضاً:

عن عائشة قالت كانت احدانا اذا كانت حائضًا فاراد
رسول الله ان يباشرها فامرها ان تتذر في فور
حيضتها ثم يباشرها وايكم يملك اربه كما كان النبي
يملك اربه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ ہم
میں جب کسی کو حیض آتا آنحضرتؐ اس سے مباشرت چاہتے تو
اس کو ازار باندھنے کا حکم دیتے۔ اس وقت حیض زور پر ہوتا۔ پھر
اس سے مباشرت کرتے۔ حضرت عائشہ نے کہا: تم میں کون ایسا
ہے جو اپنی شہوت پر ایسا اختیار رکھے جیسے آنحضرتؐ رکھتے تھے"۔

جائزہ

مناسب ہوگا اگر ان احادیث کا جائزہ اسی جگہ لے لیں۔ ان دو احادیث میں
بی بی نے جو کچھ بتایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

الف: میں اور آنحضرتؐ بحالتِ جنابت باہم مل کر ایک برتن سے غسل کرتے
تھے۔

ب: ایامِ حیض میں آنحضرتؐ مجھے چادر باندھنے کا حکم دیتے۔ میں چادر باندھ
لیتی پھر آپ مجھ سے مباشرت کرتے۔

ج: آپؐ اعتکاف کے دنوں میں مسجد کی دیوار سے میرے حجرہ میں سر نکالتے اور

میں بحالتِ حیض آپ کا سر دھوتی۔

د: ازواج میں سے کسی بھی زوجہ کو شبابِ حیض میں چادر باندھنے کا حکم دیتے۔ وہ بی بی چادر باندھ لیتی آپ اس سے مباشرت کرتے۔

ہ: جس طرح آنحضورؐ کو اپنے جذبات اور اپنی خواہشات پر قابو تھا۔ اس طرح تم میں سے کسی کو نہیں۔ آنحضرتؐ کا حضرت عائشہ کے ساتھ باہم مل کر ایک برتن سے غسل کرنے کا واقعہ از کتاب الغسل، حدیث نمبر ۲۶۱ اور ۲۶۳ میں بھی گزر چکا ہے۔ مگر بی بی شاید مطمئن نہیں ہوتی۔ شاید بی بی کا مقصد یہ ہو کہ عالمِ اسلام چپے چپے تک میری زندگی ہی میں یہ پریم کہانی اُمت مسلمہ کے ہر فرد کے کان تک پہنچ جائے اور کوئی علاقہ یا کوئی فرد ایسا نہ رہے جو میری داستانِ محبت سے خالی یا بے بہرہ رہ جائے اور جب اُمت مسلمہ اپنی گفتگو میں غسل کا نام لے تو میرا نام ضرور لیا جائے اور کوئی غیر مسلم ان احادیث کو سنے تو وہ اسلام لانے کی زحمت گوارا نہ کرے۔

مسئلہ ب اور مسئلہ د ایک ہی نوعیت کے دو مسائل ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ مسئلہ ب میں بی بی نے ایامِ حیض میں صرف اپنے ساتھ آنحضورؐ کی مباشرت کا ذکر کیا ہے اور مسئلہ د میں تمام ازواج کو اپنے ساتھ شامل کیا ہے کہ صرف مجھ پر کیا موقوف ہے۔ تمام ازواج کی حالت ایک جیسی تھی اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ آغازِ حیض میں جب خون تھوڑا تھوڑا ہو جاتا ہے یا اختتامِ حیض پر گھٹ جاتا ہے آنحضورؐ مباشرت نہیں کرتے تھے بلکہ آپؐ حیض کے عین عالمِ شباب میں مباشرت کرتے تھے۔

مباشرت کا معنیٰ

ہمارے بعض عربی ناآشنا دوست مباشرت کا معنیٰ نہیں سمجھتے۔ جب ان سے بخاری کی حدیث بیان کی جائے اور حضرت عائشہ کے متعلق بتایا جائے تو شاید وہ فتویٰ باز اور بازاری مجمع باز علماء سے جا کر پوچھتے ہیں وہ آئیں بائیں شائیں کر کے ٹال دیتے

ہیں۔ مناسب ہوگا اگر ہم قرآن اور لغت سے مباشرت کا معنی پیش کر دیں تا کہ متلاشیانِ حق جب کسی مجمع باز سے مباشرت کا معنی پوچھیں تو ان کے اپنے ذہن میں پہلے سے کچھ مواد ہو اور وہ کسی کے ٹالنے سے بآسانی نہ ٹل سکیں۔

اولاً تو انہی احادیث کے ذیل میں مولانا وحیدالزمان جو فٹ نوٹ دیا ہے وہ مولانا کے ذہنی اضطراب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ محترم نے حدیث شروع کرنے سے پہلے ہی اپنی فکری بے چینی ظاہر کر دی ہے۔ باب کا عنوان لکھ کر رقمطراز ہیں:

مباشرت کہتے ہیں: بوس و کنار کو، چمٹانے کو، بدن سے بدن لگانے کو۔

ممکن ہے مولانا وحیدالزمان نے لغت کی کسی کتاب میں مباشرت کا مذکورہ معنی دیکھا ہو۔ کاش مولانا نے جس لغت کی کتاب میں یہ معنی دیکھا تھا اس کا نام بھی بتا دیتے تا کہ ہم بھی مستفید ہو لیتے۔ مولانا کا کسی کتاب لغت کا حوالہ نہ دینا خود اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا نے صرف اپنے ذہنی اطمینان کے لیے مباشرت کا خانہ ساز اور خودساختہ معنی لکھ دیا ہے۔

کاش مولانا کو یہ حقیقت معلوم ہوتی کہ استعمال خود ایک ناطق لغت ہے اور عربی پڑھنے والے حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ لغت صامت کی نسبت ہر اہلِ قلم اور اہلِ دانش ہر زبان میں لغت ناطق کو زیادہ قابلِ ترجیح سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر مباشرت، مجامعت اور مقاربت تینوں ہم معنی لفظ ہیں اور یہ تینوں الفاظ میاں بیوی کے عالمِ خلوت میں اس مخصوص تعلق کو ظاہر کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں اور جس میں میاں بیوی ایک دوسرے میں گم ہو کر تو من شدی من تو شدم کے مرحلہ سے گزر رہے ہوتے ہیں اور جس عمل کے نتیجے میں اور ثمرہ کے طور پر اولاد حاصل ہوتی ہے۔

اگر مولانا وحیدالزمان آج ہوتے تو ہم اُن سے صرف ایک سوال کرتے کہ اگر مباشرت کا معنی وہی ہے جو آپ نے کیا ہے تو کیا۔

ہیں۔ مناسب ہوگا اگر ہم قرآن اور لغت سے مباشرت کا معنی پیش کر دیں تا کہ متلاشیانِ حق جب کسی مجمع باز سے مباشرت کا معنی پوچھیں تو ان کے اپنے ذہن میں پہلے سے کچھ مواد ہو اور وہ کسی کے ٹالنے سے بآسانی نہ ٹل سکیں۔

اولاً تو انہی احادیث کے ذیل میں مولانا وحید الزمان جو فٹ نوٹ دیا ہے وہ مولانا کے ذہنی اضطراب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ محترم نے حدیث شروع کرنے سے پہلے ہی اپنی فکری بے چینی ظاہر کر دی ہے۔ باب کا عنوان لکھ کر رقمطراز ہیں:

مباشرت کہتے ہیں: بوس و کنار کو، چمٹانے کو، بدن سے بدن لگانے کو۔

ممکن ہے مولانا وحید الزمان نے لغت کی کسی کتاب میں مباشرت کا مذکورہ معنی دیکھا ہو۔ کاش مولانا نے جس لغت کی کتاب میں یہ معنی دیکھا تھا اس کا نام بھی بتا دیتے تا کہ ہم بھی مستفید ہو لیتے۔ مولانا کا کسی کتاب لغت کا حوالہ نہ دینا خود اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا نے صرف اپنے ذہنی اطمینان کے لیے مباشرت کا خانہ ساز اور خود ساختہ معنی لکھ دیا ہے۔

کاش مولانا کو یہ حقیقت معلوم ہوتی کہ استعمال خود ایک ناطق لغت ہے اور عربی پڑھنے والے حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ لغت صامت کی نسبت ہر اہلِ قلم اور اہلِ دانش ہر زبان میں لغت ناطق کو زیادہ قابلِ ترجیح سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر مباشرت، مجامعت اور مقاربت تینوں ہم معنی لفظ ہیں اور یہ تینوں الفاظ میاں بیوی کے عالمِ خلوت میں اس مخصوص تعلق کو ظاہر کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں اور جس میں میاں بیوی ایک دوسرے میں گم ہو کر تو من شدی من تو شدم کے مرحلہ سے گزر رہے ہوتے ہیں اور جس عمل کے نتیجے میں اور ثمرہ کے طور پر اولاد حاصل ہوتی ہے۔

اگر مولانا وحید الزمان آج ہوتے تو ہم اُن سے صرف ایک سوال کرتے کہ اگر مباشرت کا معنی وہی ہے جو آپ نے کیا ہے تو کیا۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے ماں سے مباشرت کی یا ماں نے مجھ سے مباشرت کی کیونکہ بیٹے کا ماں کو اور ماں کا بیٹے کو چومنا قطعاً جائز ہے۔

ثانیاً: اس وقت میرے سامنے عربی کی معروف لغت المنجد کے دو نسخے رکھے ہیں۔ ایک عربی ٹو عربی ہے اور دوسرا عربی تو اُردو ہے۔ المنجد کا عربی نسخہ محتاجِ تعارف نہیں البتہ اُردو ترجمہ جن علمائے کرام نے کیا ہے ان کا تعارف ہم کرائے دیتے ہیں:

- ...... المنجد کے اُردو ترجمہ کا مقدمہ مولانا محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے۔
- ...... عربی سے اُردو میں ترجمہ کرنے والی جماعت علماء ہے جو تمام کے تمام برصغیر کے باسی ہیں اور بحمداللہ تمام ہندو پاک کی معروف ہستیاں ہیں:

①	مولانا سعد حسن خان یوسفی	فاضل ندوۃ العلماء
②	پروفیسر عبدالصمد صارم ازہری	فاضل مصر و فاضل دیوبند
③	مولانا سید حسن صاحب	استاد دارالعلوم دیوبند
④	مولانا نور احمد صاحب قاسمی	عربی پروفیسر بہاولپور
⑤	پروفیسر محبوب الٰہی	فاضل دیوبند و دہلی

اس ترجمہ پر نظر ثانی اور تحقیق و تصحیح جن علمائے کرام نے فرمائی ہے اُن کے نام یہ ہیں:

①	مولانا ظہور احمد صاحب	استاد دارالعلوم دیوبند
②	مولانا سبحان محمود صاحب مظاہری	سہارنپور
③	مولانا اصلح الحسینی صاحب	فاضل دیوبند
④	مولانا ولی حسن صاحب ٹونکی	فاضل ندوۃ لکھنو

المنجد کے اس اُردو ترجمہ کو دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبرا نے شائع کیا ہے۔

دیوبند، جامع الازہر مصر، ندوۃ العلماء، بہاولپور اور سہارنپور کے دس جید علماء نے

___ مباشرت ___ کا جو معنی کیا ہے ملاحظہ ہو، ص ۸۸

باشر المرأۃ ___ جماع کرنا۔

باشر فعل ماضی ہے جس کا مصدر مباشرہ ہے۔

عربی المنجد کے ص ۴۰ پر ___ باشر ___ مباشرت مصدر سے فعل ماضی کا معنی یوں

کیا ہے۔

باشر المرأۃ ___ دخل علیہا ___ عورت سے دخول کیا۔

ہم نہیں سمجھتے کہ مولانا وحید الزمان کو مباشرہ کا معنی بدن سے بدن لگانا کہاں سے

ملا ہے؟ اور کس گردے سے مولانا نے مباشرہ کا معنی لکھ دیا ہے؟

المنجد کے ترجمہ کرنے والے دس نامور علماء نے ___ البشر ___ سے مشتق ہونے

والے الفاظ کے جتنے بھی معانی لکھے ہیں ان میں کسی بھی معنی سے مولانا وحید الزمان کے

کیے گئے ترجمہ کا ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ہوتا۔

ثالثاً: فقہ خواہ حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی اور خواہ جعفری کسی فقہ کی کسی بھی

کتاب میں ___ مباشرت ___ کا معنی بدن سے بدن لگانا نہیں ملے گا بلکہ ہر ملکیت فقہ کی

کتاب میں مباشرت، مجامعت اور مقاربت یہی تین الفاظ میاں بیوی کے اس مخصوص

عمل کے لیے استعمال کیے جاتے جس کے نتیجہ میں اولاد ہوتی ہے یا جس عمل کو انگریزی

میں مہذب طبقہ انٹرکورس کہتا ہے۔

نظامِ مصطفیٰؐ جلد سوم میں ہم نے اس معنی کا ایک اور پہلو بھی تفصیل سے عرض

کر دیا ہے اگر شوق ہو تو وہاں ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔

رابعاً: اس وقت میرے سامنے سوادِ اعظم کی معروف تفسیر مظہری ہے جسے علامہ

قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی نے لکھا ہے۔ مولانا عبدالاثم الجلالی نے تشریحی ترجمہ مع ضروری

اضافات لکھے ہیں اور سعید منزل، ادب منزل، پاکستان چوک کراچی نے شائع کیا ہے، ملاحظہ ہو:

تفسیر مظہری، ج ا، ص ۳۴۸، سورۃ بقرہ کی دو آیات کی تفسیر اور ترجمہ پیش خدمت ہے۔ فالان باشروهن (پس اب تم ان سے ہم بستر ہو) یعنی اب حلال طور سے مجامعت کرو، مباشرت بول کر صحبت مراد لی ہے۔

ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد

اور نہ ہم بستر ہونا ان سے جس حالت میں کہ تم اعتکاف میں بیٹھے ہو، مسجدوں میں۔ عکوف کے معنی لغت میں کسی شے پر امامت کرنے اور ٹھہرنے کے ہیں اور اصطلاح اہلِ شرع میں اعتکاف مسجد میں نیت کے ساتھ اللہ کی عبادت پر ٹھہرے اور اقامت کرنے کو کہتے ہیں۔ علامہ بغوی نے فرمایا ہے کہ یہ آیت چند صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے۔ جب کسی کو ان میں اپنی زوجہ کے پاس جانے کی ضرورت ہوتی تھی تو اعتکاف سے نکل کر اس سے صحبت کر لیتے اور پھر غسل کر کے مسجد میں آ جاتے تھے پھر اس آیت سے رات اور دن دونوں میں اعتکاف سے فارغ ہونے تک عورت کے پاس جانا حرام ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جماع سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اور سب کے نزدیک اعتکاف میں جماع حرام ہے۔ انتہی

علامہ ثناء اللہ نے انتہائی وضاحت کے ساتھ مباشرت کا معنی وہی کیا ہے جو ہم نے بتایا ہے۔

خامساً: خود حضرت عائشہ نے اختتام حدیث پر از روئے چیلنج کہا ہے: تم میں سے کس میں اتنی ہمت ہے کہ اپنی خواہشات پر آنحضورؐ کی طرح قابو پا سکے۔ حضرت عائشہ کا یہ چیلنج ایک واضح اور صلائے عام ہے کہ جب آنحضورؐ اتنے مضبوط کردار کے ہونے کے باوجود شباب حیض میں مباشرت سے نہ رہ سکے تو پھر تم کس باغ کی مولی ہو اور کب اپنے

جنسی جذبات کو اپنے قابو میں رکھ سکتے ہو۔

امید ہے ان پانچ واضح اور غیر مبہم دلائل کے بعد آپ کے ذہن کسی حد تک صاف ہو چکے ہوں گے اور مولانا وحید الزمان کا جادو ذہن سے اُتر چکا ہوگا۔ ان مسلّمہ حقائق کے پیشِ نظر اب سوال یہ ہے کہ:

- حضرت عائشہ اس بیان سے کس قسم کا درس دینا چاہتی ہیں؟
- ان دو احادیث میں بی بی نے حیض کے کتنے مسائل بیان کیے ہیں؟

ہمارے خیال میں اتنا کافی ہے ہم نے آپ کا کافی وقت لے لیا ہے۔ اس لیے اب آگے پڑھیے:

(۷) بخاری، ج ۱، ص ۲۱۴، حدیث ۳۰۲۔ باب: حیض والی عورت حج کے سب کام کرتی رہے صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے:

عن عائشة قالت خرجنا مع النبي لا انذكر الا الحج فلما جئنا سرف طمثت فدخل على النبي وانا ابكي فقال يبكيك قلت لوددت والله اني لم احج العام قال لعلك نفست قلت نعم ، قال فان ذلك شيئي كتب الله على بنات آدم فافعلي ما يفعل الحاج غير ان لا تطوفي بالبيت حتى تطهري

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ نکلے حج ہی کا ذکر کرتے تھے جب سرف میں پہنچے تو مجھ کو حیض آ گیا۔ آنحضرتؐ میرے پاس آئے، میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: کیوں روتی ہے؟ میں نے کہا: مجھے آرزو ہے کاش میں اس سال حج کے لیے نہ آئی ہوتی۔ آپؐ نے

فرمایا: شاید تجھ کو نفاس آ گیا۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے
فرمایا: پھر یہ تو ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ نے آدمؑ کی بیٹیوں
کے لیے لکھ دیا ہے۔ اب تو حاجیوں کے سب کام کرتی رہ فقط
خانہ کعبہ کا طواف نہ کر جب تک پاک نہ ہو جائے''۔

جائزہ

سابقاً حدیث نمبر ۲۹۳ کتاب الحیض کی حضرت عائشہ سے مروی پہلی حدیث آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمائیے۔ زیرِ نظر حدیث اور ۲۹۳ میں کے احکام میں کوئی فرق نہیں۔ وہاں امام بخاری نے اس حدیث کو آغازِ حیض کے عنوان سے لکھا ہے اور اس جگہ حائضہ عورت کی بیت اللہ میں داخل نہ ہو سکنے کے عنوان میں درج کیا ہے۔ ویسے حدیثیں دونوں مختلف ہیں اس لیے اسے تکرار نہیں کہا جا سکتا۔ فرق ملاحظہ فرمائیے:

① حدیث نمبر ۲۹۳ میں بی بی نے آغاز میں آنحضورؐ کا ذکر نہیں۔
حدیث نمبر ۳۰۲ میں خرجنا مع النبی (ہم آنحضورؐ کے ساتھ نکلے) کہہ کر آنحضورؐ کا ذکر کیا ہے۔

② حدیث نمبر ۲۹۳ میں حضرت عائشہ نے حِضتُ (مجھے حیض آ گیا) کہا ہے۔
زیرِ نظر حدیث ۳۰۲ میں بی بی نے طمثتُ (مجھے حیض آ گیا) کہا ہے۔

③ حدیث نمبر ۲۹۳ میں بی بی نے آنحضورؐ کے آنے کو رسولؐ اللہ سے تعبیر کیا ہے۔
زیرِ نظر حدیث ۳۰۲ میں النبی سے ذکر کیا ہے۔

④ حدیث نمبر ۲۹۳ میں بی بی نے اپنی کسی حسرت کا ذکر نہیں کیا۔
زیرِ نظر حدیث ۳۰۲ میں بی بی نے حسرت کا اظہار کیا ہے کہ کاش میں اس سال حج کو نہ آتی۔

⑤ حدیث نمبر۲۹۳ میں آنحضورؐ کا ارشاد ان الفاظ میں ہے: فاقضی ما یقضی الحاج۔

زیرِ نظر حدیث ۳۰۲ میں بی بی نے آنحضورؐ کا ارشاد ان الفاظ سے سنایا ہے:

فافعل ما یفعل الحاج۔

⑥ حدیث ۲۹۳ کا خاتمہ بی بی نے اس بات پر کیا ہے کہ آنحضورؐ نے اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے کی قربانی دی۔

زیرِ نظر حدیث ۳۰۲ میں حضرت عائشہ نے حدیث کو اس بات پر ختم کیا ہے حتیٰ کہ تو پاک ہو جائے۔

مذکورہ چھے واضح اختلافات کی وجہ سے ان دو احادیث کو تکرار نہیں کہا جا سکتا۔

چونکہ دونوں میں بات ایک ہے اس لیے اس حدیث پر مزید تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ حدیث نمبر۲۹۳ پر حسبِ اخلاق مناسب تبصرہ کیا جا چکا ہے۔

⑧ بخاری، ج۱، ص۲۱۶، حدیث ۳۰۳، باب ایضاً

عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت بنت جيش برسول الله يارسول الله انّی لا اطهر أفادع الصلٰوة؟ فقال رسول الله انما ذٰلك عرق وليس بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فاتركی الصلٰوة فاذا اذهب قدرها فاغسلی عنك الدم وصلی

"حضرت عائشہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ فاطمہ جیش کی بیٹی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ ایک رگ کا خون ہے، حیض نہیں ہے تو جب حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دے۔

پھر جب وہ گزر جائے تو اپنے بدن سے خون دھو ڈال اور نماز پڑھ"۔

جائزہ

حدیث آپ کے سامنے ہے فاطمہ بنت جیش نے غالباً سیلان الرحیم کا شکوہ کیا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ یہ حیض نہیں ہے بلکہ ایک رگ کا خون ہے اگر:

- سائلہ یہ جانتی کہ حیض کب آتا ہے اور کب جاتا ہے تو اسے آنحضورؐ کے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی؟
- کیا آنحضورؐ کا فرض نہیں تھا کہ سائلہ کو خونِ حیض کی علامات کم از کم مدت اور زیادہ سے زیادہ مدت بتا کر فرماتے۔ اگر خون میں اس قسم کی علامات ہوں تو اسے حیض سمجھ لے ورنہ استحاضہ یا سیلان الرحم ہوگا۔
- اس مبہم جواب سے حیض کے کتنے احکام معلوم ہوئے ہیں؟
- کیا یہ ممکن نہیں کہ آنحضورؐ نے سائلہ کو انتہائی تفصیل سے سب کچھ بتایا ہو اور بی بی نے بعض وجوہ کی بناء پر اُمت کو ان احکام سے مطلع نہ کیا ہو؟

۹ بخاری، ج ۱، ص ۲۱۸، حدیث ۳۰۵، باب: حیض کا خون دھونا

عن عائشة قالت كانت احدأيتا تحيض ثم تقصرص الدم عن ثوبها عند طهرها فتغسله وتنضح على سائره ثم تصلى فيه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا پھر وہ پاک ہوتی تو خون اپنے کپڑے پر کھرچ ڈالتی پھر اس کو دھوتی اور سارے کپڑے پر پانی چھڑک دیتی پھر اس میں نماز پڑھتی"۔

جائزہ

- اس میں بی بی نے یہ بتایا ہے کہ خون کے کپڑے سے کھرچ کر دھوتے تھے لیکن یہ نہیں بتایا کہ دھونے سے پہلے کھرچنے کی کیا ضرورت ہوتی تھی؟
- پھر دھونے کے بعد پانی چھڑکنے کا کیا مطلب ہے؟
- بی بی نے کپڑے کو پاک کرنے کا یہ طریقہ کہاں سے سیکھا؟
- کیا آنحضورؐ نے ایسا طریقہ بتایا تھا اگر آپ نے بتایا تھا تو کہاں مذکور ہے؟
- اگر آپ نے بتایا نہیں تھا تو کیا اس انداز میں کپڑے کی طہارت آنحضورؐ کے روبرو کی گئی تھی؟
- اگر آنحضورؐ کے سامنے اس طریقہ سے کپڑا کب پاک کیا گیا؟ کس نے کیا اور کہاں کیا؟

(۱۰) بخاری، ج ۱، ص ۲۱۸، حدیث ۳۰۶، مستحاضہ اعتکاف کرسکتی ہے:

عن عائشة ان النبی اعتکف معه بعض نسائه وهی مستحاضة تری الدم فزلما وضعت الطهت تحتها

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ آپ کی ایک بی بی نے اعتکاف کیا۔ ان کو استحاضہ کی بیماری تھی کبھی خون کی وجہ سے اپنے طشت میں رکھ لیتیں"۔

(۱۱) بخاری، ج ۱، ص ۲۱۹، حدیث ۳۰۷، باب ایضاً:

عن عائشة قالت اعتکف مع رسول الله امراة من ازواجه فکانت تری الدم والصفرة والطست تحتها وهی تصلی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ آپ کی بیبیوں میں سے ایک نے اعتکاف کیا۔ وہ خون اور زردی دیکھا کرتیں اور طشت ان کے نیچے وہ نماز پڑھتی رہتیں''۔

(۴) بخاری، ج۱،ص۲۱۹، حدیث ۳۰۸، باب ایضاً:

عن عائشة ان بعض أمهات المومنين اعتكف وهي مستحاضة

''حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کی بیبیوں میں سے ایک بی بی نے استحاضے کی حالت میں اعتکاف کیا''۔

جائزہ

یہ تین احادیث ایک ہی باب سے متعلق ہیں جس میں بی بی نے ازواجِ نبیؐ میں سے ایک زوجۂ نبیؐ کے سیلان الرحم کی کیفیت بتائی ہے۔ اگرچہ باب کا عنوان اعتکاف کا جواز میں مسجد میں قیام ہے۔ لیکن ذرا احادیث کے مضمرات میں غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ بی بی اس زوجۂ نبیؐ کے سیلان الرحم کو انتہائی تفصیل سے بتا رہی ہیں۔ بی بی نے کیا بتایا ہے؟

- اعتکاف کرنے والی زوجہ سیلان الرحم کی صورت میں اپنے نیچے طشت رکھ کر نماز پڑھتی تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ:

- حضرت عائشہ کو کثرتِ خون کے اظہار کی خاطر زوجۂ نبیؐ کے بحالتِ نماز نیچے طشت رکھنے کی اطلاع کیوں ضروری تھی؟
- کیا حضرت عائشہ صرف اتنا نہیں کہہ سکتی تھیں کہ سیلان الرحم خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں

نہ ہو ایسی عورت مسجد میں جا سکتی ہے؟

* بی بی نے یہ بتایا ہے کہ سیلان الرحم والی زوجۂ نبی اپنے نیچے طشت رکھ کر نماز پڑھتی تھیں لیکن یہ وضاحت نہیں کی کہ:
* مذکورہ زوجۂ نبیؐ بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں یا قیام بھی کرتی تھیں؟
* اگر قیام کرتی تھیں تو بصورت رکوع اور سجود طشت کا مقام وہ خود بدلتی رہتی تھیں یا یہ کام کوئی کنیز انجام دیتی تھیں؟
* اگر پوری نماز بیٹھ کر پڑھتی تھیں تو طشت میں بیٹھ کر پڑھتی تھیں یا طشت ایک طرف رکھا ہوتا تھا؟
* اگر طشت میں بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں تو جب خون طشت میں بہہ کر کپڑوں پر بھی لگ جاتا ہوگا بلکہ کپڑے خون میں لتھڑ جاتے ہوں گے تو کپڑوں کی تبدیلی کا کوئی انتظام بھی تھا یا انہی کپڑوں سے نماز جاری رکھتی تھیں؟
* اگر طشت ایک طرف رکھا ہوتا تھا تو پھر اس طشت رکھنے کا فائدہ کیا ہوا؟
* حضرت عائشہ نے اس زوجۂ نبی کے طشت رکھنے کا بتا کر حیض کے کتنے مسائل بتائے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ بی بی حضرت عائشہ کے مخالف گروہ سے ہوں اور بی بی ان کے اس واقعہ کو ایک مستقل قصہ کے طور پر بیان کرنے لگیں تا کہ انھیں مخالفت کا مزہ چکھایا جا سکے؟

(۱۳) بخاری، ج۱، ص ۲۱۹، حدیث ۳۰۹۔ باب: جس کپڑے میں عورت کو حیض آئے کیا وہ اس میں نماز پڑھ سکتی ہے؟

قالت عائشة ما كان لاحدنا الاثوب واحد تحيض فيه فاذا اصابه شيئ معادم قالت برليتها فمصعته لظفرها

"حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ ہم سے کسی کے پاس ایک ہی

کپڑا ہوتا وہ حیض میں بھی اس کو پہنتی جب اس میں کوئی خون لگ
جاتا تو تھوک لگا کر ناخن سے اس کو چھیل ڈالتی"۔

جائزہ

لو مسلمانو! حضرت عائشہ کے پاکیزہ ذہن بیٹو! اُم المومنین کے مقدس لٹھ باز بھائیو! ماں نے اپنے بیٹوں کو کیسا مقدس تحفہ دیا ہے اور اپنی بیٹیوں کو کیسا طریقۂ طہارت بتایا ہے۔

اُٹھو اور شیعوں کو کافر کہنا شروع کر دو۔ اگر ہو سکے تو ایک دو شیعوں کا خون بھی بہا دو۔ نعرہ بازی شروع کر دو، حکومت سے مطالبہ کرو کہ نظامِ مصطفیٰؐ کو ضبط کر لے۔ کیونکہ کوئی عیب دہشت پسندی اور جارحیت کے بغیر نہیں چھپ سکتا ـــــ ہمیں جو کہو تمہاری مرضی اور ہمارے ساتھ جو سلوک تم کرو کر سکتے ہو لیکن یہ یقین رکھو حقائق پر پردہ ڈالنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ جب تک بخاری شریف موجود ہے اور اس صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ کی مقدس احادیث موجود ہیں۔ اس وقت تک تم کسی کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

غلط اتہامات تراش کر، تحریفِ قرآن کا الزام دے کر شیعوں کو کافر کہنے کا ڈھنڈورا پیٹنے سے کچھ نہیں بنے گا۔ دیانت اور امانت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے غریب اور سادہ عوام کو حقائق بتاؤ کہ:

اصل مسئلہ تحریف کا نہیں ہے شیعہ بیچارے تو چودہ صدیوں سے اسی قرآن پر عمل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ تحریف کی روایات بھی ہم ہی نے بڑی کوششوں سے شیعوں کی کتب میں داخل کرائی ہیں۔ اپنے کتنے راویوں کو شیعہ بنا کر شیعوں میں گھسیڑا اور انہی نے آئمہ شیعہ سے غلط روایات منسوب کر دیں ـــــ یہ بھی اس لیے کرنا پڑا کہ اس کے بغیر ہمارے پاس چارہ نہ تھا۔ ہماری اپنی معتبر ترین کتب میں روایات تحریف اس کثرت

سے موجود تھیں کہ اگر ہم شیعہ کتب میں تحریف قرآن کی روایات داخل نہ کراتے تو آج تک شیعہ ہمیں کھا جاتے۔

بتاؤ اپنے لوگوں کو کہ اصل مسئلہ تحریفِ قرآن کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم شیعوں کو کافر نہ کہیں تو ہمارا اپنا کفر نہیں چھپتا۔ اور ہماری صحیح بخاری میں جو کچھ موجود ہے وہی ہمارے خلاف کافی ہے۔ شیعوں کو تو صرف اس لیے کافر کہتے ہیں کہ ہمارے اپنے عوام کی توجہ اپنے لٹریچر سے ہٹی رہے اور ہماری جیبیں بھری رہیں۔

یہ صحیح بخاری ہے جسے آپ نے قرآن کریم کے بعد دوسرا درجہ دیا ہوا ہے اور صحیح بخاری میں کسی ایرے غیرے کی حدیث نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہ کی روایت ہے۔ اس میں بی بی نے خونِ حیض سے کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ تعلیم کیا ہے۔

اُمت کی بیٹیوں کو اُمت کی ماں نے سبق دیا ہے کہ خونِ حیض اگر کپڑے پر لگ جائے تو اس پر تھوک لگا دو اور پھر ناخن سے چھیل ڈالو پھر مصلّی پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ لو۔ پاکیزہ لباس سے اگر اللہ نے نماز قبول نہ کی تو کسی اور لباس میں کب قبول ہو سکتی ہے۔

خدا کے لیے اتنا بتا دو۔ اس طریقۂ طہارت میں اسلام ہے یا اسلام سے مخالفت؟ اس کے مضمرات کیا ہیں؟ بی بی اسلام کے قریب لانا چاہتی ہے یا اسلام سے دُور؟

(۱۴) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۱، حدیث ۳۱۱۔ باب: عورت جب حیض کا غسل کرے تو اپنا بدن ملے اور غسل کیونکر کرے اس کا بیان اور مشک لگا ہوا، روئی کا ایک پھایہ لے کر خون کے مقام پر پھیرے:

عن عائشة ان امرأة سألت النبی عن غسلها من الحيض فامرها كيف تغسل قال خذی فرصته من مسك فتطهری بها قال كيف اتطهر بها قال النبی تطهری

فاجتبذبتها الی فقلت تتبعی بها اثرالدم

''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ حیض کا غسل کیونکر کروں؟ آپؐ نے اس کو بتلایا اس طرح غسل کرے۔ فرمایا: مشک لگا ہوا روئی کا ایک پھایہ لے، اس سے پاکی کر، وہ کہنے لگی کیونکر پاکی کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اس سے پاکی کر، وہ کہنے لگی کیونکر؟ آپؐ نے فرمایا: سبحان اللہ پاکی کر۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کو سمجھا دیا کہ خون کے مقام (یعنی شرمگاہ) پر اس کو لگا''۔

جائزہ

- حضرت عائشہ نے اپنی پالیسی کے مطابق اس عورت کا بھی خدا معلوم نام کیوں نہیں بتایا؟
- حضرت عائشہ نے طریقۂ غسل سنا تو ہے لیکن بی بی نے اُمت کو نہیں بتایا کیا وجہ ہے؟
- حضرت عائشہ نے مقامِ خون پر مشک لگانے کو کس لیے بیان کیا ہے؟
- کیا مقامِ خون پر مشک نہ لگایا جائے تو نماز روزہ وغیرہ میں کوئی خلل پڑتا ہے؟
- کیا مقامِ خون پر مشک لگانے کی جگہ اگر حضرت عائشہ طریقۂ غسل بتا دیتی تو زیادہ مناسب نہ تھا؟
- کیا حضرت عائشہ نے آنحضورؐ کی جنسی خواہشات کو زیادہ اُچھالنے پر توجہ نہیں دی؟
- مقامِ خون پر مشک لگانے کے نبوی حکم کو جنسی تسکین کے سوا کوئی دوسرا نام بھی دیا جاسکتا ہے؟
- مقامِ خون پر مشک لگانے سے اسلام کی کتنی خدمت ہوجاتی ہے؟
- اگر مقامِ خون پر مشک نہ لگایا جائے تو کیا دین میں کوئی حرج ہوگا؟

❋ اگر غسلِ حیض صحیح طریقہ پر نہ کیا جائے تو کیا کوئی حرج ہوگا؟

بخاری، ج۱، ص۲۲۱، حدیث۳۱۲، باب: حیض کا بیان

عن عائشة ان امرأة من الانصار قالت للنبی کیف اغتسل من المحیض؟ قال خذی فرحته ممسکته وتوضیٔ ثلاثًا – ثم ان النبی استحیا فاعرض بوجهه او قال وتوضیٔ بها فاخذتها فجذیتها فاخبرتها بما یرید النبی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انصار کی ایک عورت نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: میں حیض کا غسل کیونکر کروں؟ آپؐ نے فرمایا: مشک لگا ہوا ایک پھایہ لے اور تین بار پاکی کر۔ پھر آنحضرتؐ کو شرم آئی۔ آپؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا یا آپؐ نے یوں فرمایا: اس سے پاکی کر۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے اس کو گھسیٹ لیا اور آنحضرتؐ کا جو مطلب تھا وہ اس کو سمجھا دیا''۔

جائزہ

❋ حضرت عائشہ نے اس حدیث میں بھی انصاری عورت کا نام نہیں لیا، کیوں؟

❋ انصاری عورت نے آنحضورؐ سے غسل حیض کا طریقہ پوچھا تھا کیا آپؐ نے بتا دیا؟

❋ اگر آپؐ نے بتا دیا تو وہ کہاں مذکور ہے؟

❋ اگر آپؐ نے نہیں بتایا تو کیوں؟

❋ کیا ایسا نہیں کہ آنحضرتؐ نے تو طریقہ بتایا ہو لیکن حضرت عائشہ نے اپنے مخصوص منصوبہ کے مطابق اُمت کو بتانے سے عمداً گریز کیا ہو؟

- اگر کسی کو مشک نہ مل سکے تو وہ کیا کرے؟
- کیا غسل حیض سے پہلے یا بعد میں مقامِ خون کو معطر کرنا اسلامی فرائض سے ہے؟
- آنحضورؐ کو کس بات سے شرم آ گئی تھی؟
- کیا احکامِ اسلام بتانے میں آنحضورؐ کے لیے شرم جائز تھی؟
- اگر آنحضورؐ کو طریقۂ غسل بتاتے شرم آ گئی تھی تو شرم گاہ کو معطر کرنے کا بتاتے ہوئے شرم کیوں نہ آئی؟

(۱۹) بخاری، ج۱، ص۲۲۲، حدیث ۳۱۳۔ باب: حیض سے نہاتے وقت بالوں میں کنگھی کرنا:

عن عائشة قالت اهللت مع رسول الله في حجة الوداع فكنت ممن تمتع ولم يسق الهدى فزعمت انها حاضت ولم تطهر حتى دخلت ليلة عرفة فقالت يارسول الله هذه ليلة عرفة وانما كنت تمتعت بعمرة فقال لها رسول الله انقضي رأسك وامتشطي وامسكي عن عمرتك ففعلت فلما قضيت الحج امر عبدالرحمن ليلة الحصبة فاعمرني من التنعيم فكان عمرتي التي نسكت

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت سے منقول ہے کہ میں نے حجۃ الوداع میں آنحضرتؐ کے ساتھ احرام باندھا۔ میں ان لوگوں میں سے تھی جنھوں نے تمتع کیا تھا اور قربانی اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ حضرت عائشہ نے کہا: ان کو حیض آ گیا اور نویں شب تک ذوالحجہ کے پاک نہیں ہوئیں۔ انھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ تو عرفہ کی رات آ گئی اور میں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: اپنا سر کھول ڈال اور کنگھی کرو اور

عمرے کو موقوف رکھ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب کر چکی تو آپؐ نے محصب کی رات میں عبدالرحمٰن میرے بھائی کو حکم دیا۔ انہوں نے اس عمرے کے بدل جن کا میں نے پہلے احرام باندھا تھا مجھ کو دوسرا عمرہ تنعیم سے کرایا"۔

جائزہ

یہ تاریخی مسلمات سے ہے کہ ہجرت کے بعد آنحضورؐ نے صرف ایک حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ حدیث زیرنظر بھی آپ نے دیکھ لی ہے اور قبل ازیں حدیث نمبر ۲۹۳، ۳۰۲ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ وہ دونوں احادیث بھی سفر حج سے متعلق ہیں۔ ان میں آنحضرتؐ نے صرف بیت اللہ کا طواف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث بھی سفر حج سے متعلق ہے۔ اس میں بی بی نے حیض کے نام پر عمرہ کو ختم کر دیا ہے۔

- یہ تضاد بیانی ہے یا کچھ اور؟
- اگر تضاد بیانی ہے تو اس کا حل کیا ہے؟

(۱۷) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۳، حدیث ۳۱۴، باب: حیض کا غسل کرتے وقت عورت کا اپنے بال کھولنا:

عن عائشة قالت خرجنا مواخين لهلال ذی الحجة فقال رسول الله من احب ان يهلل بعمرة فليهلل فانی لولا انی اهديت لا حللت بعمرة فاهل بعضهم بعمرة واهل بعضهم بحج وكنت انا ممن اهل بعمرة فادركنی يوم عرفة وانا حائض فشكوت الی النبی فقال دعی عمرتك وانقضی رأسك وامتشطی واهلی بحج ففعلت حتی اذا كان ليلة الحصبة ارسل معی اخی عبدالرحمٰن ابن ابی

بکر فخرجت الی التنعیم فاهللت بعمرة مکان عمرتی

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ ہم ذی الحجہ کے چاند کے قریب نکلے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جس کا جی چاہے عمرے کا احرام باندھے، وہ عمرے ہی کا احرام باندھے اور اگر میں قربانی ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی عمرے کا احرام باندھتا۔ اب بعضوں نے عمرے کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا۔ اور میں ان میں تھی جنھوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ عرفہ کا دن آن پہنچا اور میں حیض سے تھی۔ میں نے اس کا شکوہ آنحضرتؐ سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اپنا عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول ڈال، کنگھی کر لے اور حج کا احرام باندھ لے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب محصب کی رات ہوئی تو آپؐ نے عبدالرحمٰن میرے بھائی کو میرے پاس بھیجا۔ میں تنعیم تک گئی۔ وہاں سے اگلے عمرے کے بدل دوسرے عمرے کا احرام باندھا"۔

(۱۸) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۴، حدیث ۳۱۶۔ باب: حیض والی عورت حج یا عمرے کا احرام کیسے باندھ سکتی ہے؟

عن عائشة قالت خرجنا مع النبی فی حجة الوداع فمنا من اهل بعمرة ومنا من اهل بحج فقدمنا مكة فقال رسول الله من احرم بعمرة ولم یهد فلیحلل ومن احرم بعمرة واهدیٰ فلا ینحر هدیة ومن اهل بحج فلیتم حجة قالت فحضت فلم ازل حائضا حتیٰ کان یوم عرفة ولم اهلل الا بعمرة فامرنی النبی ان انقض

رأسي واقشط واهل بحج واترك بعمرة فقعلت ذٰلك حتّٰى قضيت حجي فبعث معي عبدالرحمٰن ابن ابي بكر وامرني ان اعتمر مكان عمرتي من التسعيم

''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے۔ ہم میں سے کسی نے تو عمرے کا احرام باندھا ہوا اور کسی نے حج کا۔ خیر جب ہم مکہ پہنچے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: دیکھو جس نے عمرے کا احرام باندھا ہو اور قربانی ساتھ نہ لایا ہو، تو احرام کھول ڈالے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو وہ حج پورا کرے۔ حضرت عائشہ نے کہا: مجھ کو حیض آ گیا اور عرفہ کے دن تک برابر آتا رہا اور میں نے عمرے ہی کا احرام باندھا تھا۔ آخر آنحضورؐ نے مجھ کو یہ حکم دیا کہ اپنا سر کھول ڈالوں اور بالوں میں کنگھی کروں اور اپنا احرام حج کا باندھوں۔ عمرہ موقوف کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ اپنا حج پورا کرلیا۔ اس وقت آپؐ نے عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کو میرے ساتھ دے کر یہ حکم دیا کہ تنعیم سے میں اپنے عمرے کے بدل دوسرے عمرے کا احرام باندھوں''۔

جائزہ

قبل ازیں حدیث نمبر ۲۹۳ اور ۳۰۲ اسی کتاب الحیض گزر چکی ہیں۔ ذرا انھیں ملاحظہ فرمایئے اور پھر خود فیصلہ کیجیے کہ ان چار احادیث میں کون سی حدیث سچی ہے، کون سا واقعہ صحیح ہے اور کون سا واقعہ غلط ہے کیونکہ ان چار واقعات میں سے یقیناً یا ایک واقعہ صحیح ہوگا اور یا چاروں غلط ہوں گے۔ اگر ان چار واقعات کو ملا کر پڑھے تو آپ کو پتہ

چل جائے گا کہ ان میں سے کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔ تمام مصنوعی واقعات ہیں جو صرف اس لیے سنائے گئے ہیں کہ اُمت مسلمہ اسلامی احکام میں سے کسی ایک حکم کا فیصلہ نہ کر سکیں۔ ایک ہی واقعہ ہے اور اسے کتنے رنگ دیئے ہیں۔

- حدیث ۲۹۳ میں بی بی بتاتی ہے میں حیض آنے پر رو رہی تھی۔
- حدیث ۳۰۲ میں بی بی نے بتایا ہے کہ میں رو رہی تھی۔
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۴ میں بی بی نے رونے کا ذکر نہیں کیا۔
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۶ میں بھی رونے کا ذکر نہیں۔
- حدیث ۲۹۳ میں آنحضورؐ نے بی بی کو روتا دیکھ کر پوچھا: کیا نفاس آ گیا ہے؟
- حدیث ۳۰۲ میں آنحضورؐ بی بی کو روتا دیکھ کر پوچھتے ہیں کیا بتلائے طمث ہوگئی ہے؟
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۴، ۳۱۶ میں نہ بی بی روئی ہے نہ آنحضورؐ نے کوئی سوال کیا ہے؟
- حدیث ۲۹۳ میں آنحضورؐ بی بی کی اشک شوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حیض تو آدم کی ہر بیٹی سے منسلک ہے۔
- حدیث ۳۰۲ میں آنحضرتؐ نے انھی الفاظ سے اشک شوئی کی ہے۔
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۴ اور ۳۱۶ میں اس قسم کی کوئی بات نہیں۔
- حدیث ۲۹۳ میں آنحضورؐ نے حکم دیا ہے کہ طواف بیت اللہ کے علاوہ تمام حاجیوں والے اعمال کر۔
- حدیث ۳۰۲ میں بھی آنحضورؐ نے یہی حکم دیا ہے۔
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۴، ۳۱۶ میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ عمرہ کو ختم کر کے حج کا احرام باندھ، اس جگہ آپؐ نے طواف بیت اللہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔
- حدیث ۲۹۳، ۳۰۲ میں بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ میرا پہلا احرام عمرے کا تھا یا حج کا، البتہ دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی کا احرام عمرے کا نہیں حج کا تھا۔

- حدیث ۳۱۴، ۳۱۶ میں بی بی نے اپنے ساتھ کچھ صحابہ کو بھی شامل کر کے بتایا ہے کہ میری طرح کئی اور بھی عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھے؟
- حدیث ۲۹۳ میں بی بی نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ازواج کی طرح سے گائے کی قربانی دی، باقی کی تین احادیث میں سے کسی بھی ازواج کی طرف سے قربانی دینے کا ذکر نہیں ہے۔
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۴، ۳۱۶ میں بی بی نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے عبدالرحمٰن ابن بکر کے ساتھ مجھے دوبارہ عمرہ کرایا لیکن اسی واقعہ کی سابقہ احادیث ۲۹۳ اور ۳۰۲ میں ایسی کوئی بات نہیں کی۔

امید ہے آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ بی بی نے اُمت مسلمہ کو اندھیرے میں رکھنے اور احکامِ اسلام سے دُور رہنے کے لیے کتنے رنگوں میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔

- اگر بی بی نے آنحضورؐ کے ساتھ چار حج کیے ہوتے تو پھر کوئی بات نہ تھی، ہم خاموشی سے مان لیتے لیکن جب خود آنحضورؐ نے بھی ہجرت کے بعد صرف ایک حج کیا تو پھر بی بی نے ایک حج میں پیش آنے والے ایک واقعہ کو چار مختلف رنگوں میں پیش کیوں کیا؟

(۱۹) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۶، حدیث ۳۱۷۔ باب: حیض کے شروع ہونے اور ختم ہونے کا بیان:

عن عائشة ان فاطمة بنت جيش كانت تستحاض فسالت النبي فقال ذٰلك عرق وليست بحيضته فاذا اقبلت الحيضه فدعي الصلوٰة واذا ادبرت فاغتسلي وصلي

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ”حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ فاطمہ بنت جیش کو استحاضہ ہوا کرتا۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے

پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ ایک رگ ہے اور حیض نہیں ہے۔ پھر جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض گزر جائے تو غسل کر اور نماز پڑھ"۔

جائزہ

سابقاً اسی فاطمہ بنت جیش کا واقعہ حدیث ۳۰۲ میں گزر چکا ہے۔ ذرا ایک مرتبہ پھر وہی حدیث ملاحظہ فرمالیں اور پھر بی بی کے بیان کی داد دیں کہ ایک ہی واقعہ کو کتنے مختلف انداز میں بیان فرماتی ہیں:

- حدیث ۳۰۳ میں بی بی کی زبانی فاطمہ بنت جیش آنحضورؐ سے سوال کرتی ہے کہ میں کبھی پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز پڑھا کروں؟ آنحضورؐ فرماتے ہیں: یہ حیض نہیں ہے ایک رگ کا خون ہے۔ زیرِ نظر حدیث ۳۱۷ میں فاطمہ بنت جیش نے صرف استحاضہ کا سوال کیا ہے، نماز کا ذکر نہیں کیا۔
- کوئی تو بتائے کہ بی بی ایک واقعہ کو مختلف انداز سے کیوں بیان فرماتی ہے یہ تو ممکن نہیں کہ بنت جیش نے دو مرتبہ سوال کیا ہو؟ کیونکہ ایک مرتبہ کے سوال کے بعد جب جواب مل گیا تو پھر دوسری مرتبہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر حکم ہر دو احادیث میں ایک ہے لیکن ایک ہی محدثہ کے الفاظ ہر جگہ کیوں بدل جاتے ہیں؟ اس کے مضمرات کوئی تو بتا دے؟

(۴۰) بخاری، ج ۱، ص ۳۲۶، حدیث ۳۱۸، باب: حیض والی عورت نماز کی قضا نہ پڑھے:

ان امرأة قالت لعائشة أتجزی احدانا صلاتها اذا طهرت؟ فقالت احروریة انت؟ کنا نحیض مع النبی فلا یامرنا به او قالت فلا نفعله

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "ایک عورت نے حضرت عائشہ سے

کہا: کیا کوئی عورت ہم میں حیض سے پاک ہو تو نماز کی قضا پڑھے؟ انہوں نے کہا: کیا تو حروریہ (خارجیہ) ہے؟ ہم کو تو آنحضرتؐ کے زمانے میں حیض آتا پھر آپ ہم کو نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے"۔

جائزہ

یہ حکم درست ہے چونکہ ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں اس لیے بی بی کا انداز بیان خواہ کیسا ہی ہو چلو کچھ نہ کچھ ہے تو پڑا ہے اور ایک حکم حیض تو معلوم ہوا ہے۔

(۲۱) بخاری، ج ا، ص ۲۴۰، حدیث ۳۲۲۔ باب: اگر ایک ہی مہینے میں عورت کو تین بار حیض آ جائے، اس کا بیان اور حیض اور حمل میں عورتوں کی بات سچ ماننے کا:

عن عائشة ان فاطمة بنت جيش سألت النبي قالت انی استحاض فلا اطهر أفادع الصلوٰة؟ فقال لا ان ذٰلك عرق ولكن دعی الصلوٰة قدر الايام التی كنت تحيضين فيها ثم اغتسلی وصلی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ سے ہے کہ فاطمہ ابوجیش کی بیٹی نے آنحضرتؐ سے پوچھا: عرض کیا: مجھ کو استحاضہ رہتا ہے میں پاک ہی نہیں ہوتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، یہ ایک رگ ہے تو ایسا کر جتنے دنوں تجھ کو حیض آیا کرتا تھا اتنے دنوں نماز کو چھوڑ دے پھر غسل کر اور نماز پڑھتی رہ"۔

جائزہ

✵ اسی فاطمہ بنت جیش کا یہی سوال ۳۰۲، ۳۱۷ میں گزر چکا ہے۔ ان دونوں مقامات

پر دنوں کا تذکرہ نہیں۔ ممکن ہے فاطمہ نے آنحضورؐ سے تین مرتبہ سوال کیا ہو؟

* لیکن آنحضورؐ کا جواب ہر مرتبہ ایک ہی رہا ہے۔ البتہ ۳۱۷ میں فاطمہ کا یہ سوال نہیں ہے کہ کیا میں نماز چھوڑ دوں، جب کہ ۳۰۳ اور زیرِ نظر ۳۲۲ میں فاطمہ نے سوال کیا ہے کہ کیا میں نماز چھوڑ دوں؟
* حدیث ۳۰۳ میں آنحضورؐ نے دنوں کا تذکرہ نہیں کیا لیکن زیرِ نظر حدیث ۳۲۲ میں آنحضورؐ نے دنوں کا تذکرہ بھی کیا ہے؟
* لیکن سوال یہ ہے کہ امام بخاری اور مولانا وحید الزمان ہر دو نے باب میں ایک ماہ میں تین مرتبہ حیض آنے کا ذکر کیا ہے جبکہ فاطمہ سے متعلق ایک واقعہ کی تینوں مختلف رنگوں میں حضرت عائشہ نے کسی مقام پر تین مرتبہ کا ذکر نہیں کیا، امام بخاری اور مولانا وحید الزمان کو ـــــ یہ تین مرتبہ ـــــ کہاں سے ملا ہے؟ اور انھوں نے ایک ماہ میں تین مرتبہ کی تعیین کیسے کر لی ہے؟
* پھر حمل اور حیض کے معاملہ میں عورتوں کی بات مان لینا اگرچہ اسلام میں درست ہے لیکن فاطمہ کی تینوں حدیثیں آپ دیکھ لیں ان میں ہلکا سا اشارہ بھی اس طرف نہیں ہے۔ امام بخاری اور مولانا وحید الزمان نے یہ کہاں سے سمجھا ہے؟ ہمیں تو کہیں نہ تین مرتبہ نظر آتے ہیں اور نہ ہی دوسری بات۔ اگر کسی کو نظر آ جائے تو ہمیں بھی مطلع کر دیں۔
* ہاں ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ ممکن ہے حدیث میں اور بھی بہت کچھ ہو لیکن بعد میں آنے والوں نے حدیث میں بعض سیاسی مقاصد و مصالح کی بناء پر حدیث میں تحریف کر دی ہو۔

(۴۴) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۱، حدیث۔ باب: حیض کے دنوں کے سوا اور دنوں میں خاکی اور زرد رنگ کا کیا حکم ہے؟

عن عائشة زوج النبی ان اُم حبیبة استحیضت سبع سنین فسألت رسول اللّٰہ عن ذٰلك فامرھا ان تغتسل فقال ھذا عرق فکانت تغتسل لکل صلٰوۃ

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اُم حبیبہ بنت جحش کو سات برس تک استحاضہ رہا۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے اس کا مسئلہ پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: غسل کر لے، پھر فرمایا: یہ رگ ہے تو اُم حبیبہ ہر نماز کے لیے غسل کیا کرتیں"۔

جائزہ

اس میں شک نہیں کہ استحاضہ کے سارے احکام اگرچہ نہ مل سکے لیکن کم از کم ایک مسئلہ تو ہاتھ لگا ہے کہ استحاضہ والی عورت ہر نماز کے لیے غسل کرے لیکن امام بخاری اور مولانا وحیدالزمان نے جو باب باندھا ہے اور جس عنوان کے تحت یہ حدیث لکھی ہے اسے ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمائیں:

- باب میں زرد اور خاکی رنگ کا ذکر ہے لیکن حدیث میں کہیں زرد یا خاکی رنگ کا ذکر نہیں، کہاں اس حدیث میں تحریف تو نہیں کر دی گئی؟
- اگر تحریف نہیں تو پھر باب اور حدیث میں مطابقت کیسے ہوگی؟

(۲۳) بخاری، ج ۱، ص ۲۳۲، حدیث ۳۲۵، باب: اگر عورت کو طواف الزیارۃ کے بعد حیض آئے:

عن عائشة زوج النبی انھا قالت لرسول اللّٰہ – یارسول اللّٰہ ان صفیة بنت حی قد حاضت قال رسول اللّٰہ لعلھا تحبسنا ألم تکن طافت معکن فقالوا بلٰی قال فاخرجی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ

انھوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ صفیہ بنت حی ابن اخطب کو حیض آ گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: شاید وہ ہم کو روک رکھے گی۔ کیا اس نے تمھارے ساتھ طواف نہیں کیا؟ انھوں نے کہا: طواف تو کر چکی۔ آپؐ نے فرمایا: تو بس اب چل کھڑی ہو"۔

جائزہ

- حیض صفیہ کو آیا اور آنحضورؐ کو صفیہ کی بجائے حضرت عائشہ نے بتایا۔
- جس طرح حضرت عائشہ کو شرفِ زوجیت حاصل تھا اسی طرح تھی تو صفیہ بھی زوجہ پھر کیا وجہ ہے کہ صفیہ نے خود اپنی تکلیف بیان نہیں کی؟
- آنحضورؐ کو بتایا حضرت عائشہ نے ہے لیکن آنحضورؐ کے طواف کا اپنے صحابہ سے سوال کیا ہے؟
- ملاحظہ ہو جواب میں قالوا جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ حالانکہ آپ نے معکن جمع مونث مخاطب کی ضمیر استعمال کی ہے، یعنی آپ نے عورتوں سے پوچھا کہ کیا صفیہ تمھارے ساتھ طواف کر چکی ہے؟ تو جواب عورتوں کی بجائے مردوں نے دیا ہے اس کی کوئی وجہ بتلا دے تو عنایت ہوگی؟
- حدیث ۲۹۳ اور ۳۰۲ کے مطابق خود بی بی طواف سے محروم تھی کیونکہ بی بی کو بھی حیض آیا ہوا تھا۔ پھر آپ نے طواف کی تصدیق بی بی سے کیسے کی؟
- امام بخاری نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ یہ طواف زیارۃ کی بات تھی حالانکہ آنحضورؐ کے سوال میں تو صرف لفظ طواف ہے، اس میں نہ طوافِ حج کا ذکر ہے اور نہ طوافِ زیارت کا پھر یہ تعیین کیسے ہوا کہ آنحضورؐ نے طوافِ زیارت کا سوال کیا ہے؟

(۲۴) بخاری، ج۱، ص۲۴۳، حدیث ۳۲۷۔ باب: مستحاضہ حیض سے پاک ہو جائے:

عن عائشة قالت قال النبي اذا اقبلت الحيضه فدعي

الصلٰوۃ واذا ادبرت فاغتسلی عنک الدم

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جب حیض آنے لگے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض رخصت ہو تو اپنے خون کو دھو ڈال اور نماز پڑھ''۔

جائزہ

حدیث میں مخاطب معلوم نہیں کہ آپ نے کس سے خطاب فرمایا ہے؟

محترم قارئین! کتاب الحیض کی سینتیس احادیث میں دو تہائی احادیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان چوبیں احادیث سے جو احکام معلوم ہوتے ہیں وہ احکامِ حیض کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہونے والے احکام ایک نظر میں آپ دیکھ لیں۔

① حدیث ۲۹۳ میں حائضہ عورت بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی۔

② حدیث ۲۹۴ میں حائضہ عورت اپنے شوہر کے بالوں میں کنگھی کر سکتی ہے۔

③ حدیث ۲۹۶ میں حائضہ عورت کی گود میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کی جا سکتی ہے۔

④ حدیث ۲۹۸ میں حائضہ عورت سے مباشرت جائز ہے۔

⑤ حدیث ۳۰۳ میں حائضہ عورت سے نماز مع قضا معاف ہے۔

⑥ حدیث ۳۰۶ میں استحاضہ والی عورت نماز پڑھ سکتی ہے۔

⑦ حدیث ۳۰۷ میں استحاضہ والی عورت نماز پڑھ سکتی ہے۔

⑧ حدیث ۳۰۹ میں خونِ حیض کپڑے پر لگ جائے تو اس پر تھوک لگا کر کھرچ لینے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔

⑨ حدیث ۳۱۱ میں حائضہ عورت حیض سے فارغ ہونے کے بعد غسل کرے اور شرمگاہ میں روئی کا معطر پھایہ رکھے۔

یہ ہیں وہ احکام جو ان چوبیس احادیث سے معلوم ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا:

* حضرت عائشہ کو حیض کے بس یہی احکام معلوم تھے؟
* حضرت عائشہ نے حیض کے جو احکام بتائے ہیں صرف یہی ہیں یا کچھ اور بھی ہیں؟
* اگر حیض کے اور احکام بھی ہیں تو حضرت عائشہ نے وہ احکام کیوں نہیں بتائے؟
* حیض اور استحاضہ کے خون میں فرق کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟
* حیض زیادہ سے زیادہ کتنے دن اور کم از کم کتنے دن ہوتا ہے؟
* اگر ایک نوخیز لڑکی کو اپنا زندگی کا پہلا خون آیا ہے تو وہ اسے حیض سمجھے یا استحاضہ؟
* حیض سے فراغت کے بعد غسل کیسے کیا جائے؟
* حائضہ عورت قرآن پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟
* حائضہ عورت مسجد میں جا سکتی ہے یا نہیں؟
* حائضہ عورت میت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟
* حائضہ عورت میت کے قریب جا سکتی ہے یا نہیں؟
* حائضہ عورت روزہ رکھ سکتی ہے یا نہیں؟
* اگر عورت کو ایک ماہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ خون آ جائے تو کتنے دن حیض قرار دے اور کتنے دن استحاضہ؟

ان کے علاوہ دیگر بیسیوں مسائل ہیں جو حیض سے متعلق ہیں۔ یہ مسائل مخصوص عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت عائشہ سے زیادہ ان مسائل کا عالم اور نہیں ہو سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے بی بی نے ان مسائل کو تفصیل سے کیوں نہیں بتایا؟

* خون کی ایک اور قسم بھی ہوتی ہے جو وقتِ ولادت آتا ہے اُسے خونِ نفاس کہتے ہیں۔
* نفاس کے احکام بی بی نے نہیں بتائے کیا وجہ ہے؟
* استحاضہ کے احکام تفصیل سے نہیں بتائے کیا رکاوٹ تھی؟
* حضرت عائشہ کا یہ بتانا کہ میں ایامِ حیض میں آنحضورؐ کا سر دھوتی تھی اور بالوں میں کنگھی کرتی تھی۔

اِن اعمال کا احکامِ حیض سے کیا تعلق ہے۔ یہ تو ہر انسان فطرتاً جانتا ہے کہ چونکہ حیض نہ کنگھی دینے سے مانع ہوتا ہے اور نہ بال دھونے سے اس لیے یہ سب کچھ تو ہر ایک کو معلوم ہے۔

کتابُ التیمم

* کُل احادیث: ۱۵...... * کُل محدث: ۶

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر

* حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۳۳۰، ۳۳۲
* حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری، حدیث نمبر: ۳۳۱
* حضرت ابوجہیم، حدیث نمبر: ۳۳۳
* حضرت عمار یاسر، حدیث نمبر: ۳۳۴ تا ۳۳۹
* حضرت عمران ابن حصین، حدیث نمبر: ۳۴۰، ۳۴۴
* حضرت ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۳۴۱ تا ۳۴۳

خلفائے ثلاثہ اور تیمم

بخاری شریف کے چھے راویوں کی فہرست مع حدیث نمبر آپ کے سامنے ہے۔ ان میں سے کسی حدیث کا راوی خلفائے ثلاثہ میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔

نہ تو حضرت ابوبکر جنہوں نے اسلام کی تیئس بہاریں دیکھیں، اسلام کا آغاز بھی دیکھا، اسلام کا شباب بھی دیکھا، بانیٔ اسلام کے ساتھ سفرِ ہجرت بھی کیا۔ تین دن تک غار میں بھی آپ کے ساتھ رہے۔ ہر سفر میں، ہر جنگ میں اور ہر امن میں آپ کے ساتھ رہے، لیکن حیرت ہے کہ بانیٔ اسلام سے تیمّم کے بارے میں ایک لفظ تک نہ سنا اور نہ ہی مہاجرین و انصار میں سے حضرت ابوبکر سے زمانۂ نبوت میں بھی اور دورِ رسالت کے بعد

زمانۂ خلافت میں بھی ایک لفظ نہ سنا۔ نہ حضرت ابو بکر نے آنحضورؐ کو کبھی تیمّم کرتے دیکھا اور نہ ہی حضرت ابو بکر کو کسی نے کبھی تیمّم کرتے دیکھا۔

حضرت عمر نے جنھیں مرادِ رسول بتایا جاتا ہے، ہجرت سے پہلے مکہ میں ہجرت کے بعد دس برس مدینہ میں آنحضورؐ کے ساتھ رہے، لیکن اس طویل عرصہ میں حضرت عمر نے تیمّم کے بارہ میں آنحضورؐ سے ایک لفظ تک نہ پوچھا اور نہ سنا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر کے دورِ حکومت میں پھر اپنے زمانۂ اقتدار میں کسی مہاجر کسی انصار اور کسی صحابیٔ رسولؐ یا اُمت مسلمہ کے ایک فرد نے بھی حضرت عمر سے تیمّم کے سلسلہ میں نہ ایک لفظ سنا اور نہ پوچھا۔

حضرت عثمان جنہیں مہاجر حبشہ بھی بتایا جاتا ہے، ذوالنورین بھی بتایا جاتا ہے۔ آنحضورؐ کے ساتھ طویل صحت گزارنے کے باوجود تیمّم کے بارے میں نہ ایک لفظ سنا اور نہ پوچھا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر کے دورِ حکومت حضرت عمر کے زمانۂ اقتدار اور پھر اپنے ایامِ حکومت میں نہ تو کسی اُمتی نے حضرت عثمان نے تیمّم کا کوئی مسئلہ پوچھا نہ حضرت عثمان نے ازخود کچھ بتایا۔

اگر اصحابِ ثلاثہ آنحضورؐ سے اسلام اور احکامِ اسلام نہیں سیکھتے تھے۔ تو کوئی بتائے کہ کیا سیکھتے تھے؟ نہ ان حضرات میں سے کبھی کوئی سفارت پر گیا نہ کبھی کسی علاقہ کی گورنری پر مامور ہوا تاکہ یہ کہا جائے کہ تیمّم کا مسئلہ آنحضورؐ نے ان کے زمانۂ غیبت میں بتایا تھا اس لیے خود موجود نہ تھے اور دوسروں کو قابلِ اعتبار نہ سمجھا۔ رہے بھی زندگی بھر آپ کے ساتھ اور نہ وحی کے سلسلہ میں کچھ سنا نہ پوچھا، نہ علم کے متعلق کچھ سنا نہ پوچھا، نہ وضو کے متعلق کچھ سنا نہ پوچھا، نہ کسی کو بتایا نہ حیض کے مسائل آنحضورؐ سے پوچھے، نہ سنے اور نہ کسی کو بتائے اور نہ ہی تیمّم کے متعلق آنحضورؐ سے کچھ سنا نہ کچھ پوچھا، اور نہ پھر کسی کو کچھ بتایا۔

کتاب الوحی ہو یا کتاب الایمان، کتاب العلم ہو یا کتاب الوضوء، کتاب الغسل ہو یا کتاب الحیض اور کتاب التیمم، احکامِ اسلام کی ہر کتاب اور ہر باب میں ان کے بیانات اور ان کی روایات سے خالی ہے۔ اس کی وجہ اور مضمرات کیا ہیں؟ یا ہو سکتے ہیں؟ آپ ہی سوچئے اور بتائیے۔

شیعوں کو کافر کہہ لینا آسان ہے لیکن خلفائے ثلاثہ کے احکامِ اسلام سے نا آشنا ہونے یا نا آشنا رکھنے کا جواب حاصل کرنا مشکل ہے۔

ہاں اگر ذہن مذہبی تعصّبات، عداوتِ آلِ محمدؐ اور دشمنی آلِ محمدؐ سے خالی ہو۔ مقصد صرف دین اور احکامِ دین کی تلاش ہو تو پھر اس سوال کا جواب انتہائی آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے اسلام اور احکام کے سلسلہ میں اُمت کو کچھ کیوں نہیں دیا؟

حضرت عائشہ اور کتاب التیمم

(۱) بخاری، ج ا،ص حدیث ۳۳۰، باب ندارد

عن عائشة زوج النبي قالت خرجنا مع رسول الله في اسفاره حتى اذا كنّا بالبيداء او بذات الجيش انقطع عقد لي فاقام رسول الله على التماسه واقام الناس مع وليسوا على ماءٍ فاتى الناس على ابي بكر الصديق فقالوا ألا ترى ما صنعت عائشة؟ اقامت برسول الله والناس ليسوا على ماءٍ وليس معهم ماءً فجاء ابوبكر ورسول الله واضع رأسه على فخذى قد نام فقال جست رسول الله والناس وليسوا على ماءٍ وليس معهم ماءً فقالت عائشة فعاتبني ابوبكر وقال ماشاء الله ان

يقول وجعل بطعبتي بيده في ناصرتي فلا يمنعني من التحرك الا مكان رسول الله على فخذي ، فقام رسول الله حين اصبح على غير ماءٍ فانزل الله اٰية التيمّم فيتمموا فقال اسيد ابن الحضير ما هي باول بركتكم يا اٰل ابي بكر قالت فبعثنا البعير الذي كنت عليه فاصبنا العقد تحته

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ ہم ایک سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ نکلے۔ جب ہم بیدا یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ (جو اسماء سے مانگ کر لیا تھا) آنحضرتؐ اس کی تلاش میں ٹھہر گئے۔ وہاں پانی نہ تھا۔ آخر لوگ ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور کہنے لگے: تم نے دیکھا نہیں جو عائشہ نے کیا آنحضرتؐ کو اور لوگوں کو اٹکا رکھا اور یہاں پانی بھی نہیں ملتا نہ ان کے ساتھ کچھ پانی ہے۔ یہ سن کر ابوبکر آئے اور آنحضرتؐ میری ران پر سر رکھے سو گئے تھے۔ ابوبکر نے کہا: (کیوں) تو نے آنحضرتؐ کو اور سب لوگوں کو اٹکا دیا اور یہاں پانی بھی نہیں ہے نہ ان کے ساتھ کچھ پانی ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ ابوبکر نے مجھ پر غصہ کیا اور جو اللہ کو منظور تھا (برا بھلا) وہ انہوں نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کونچا مارنے لگے۔ میں تڑپتی مگر آنحضرتؐ کا سر میری ران پر تھا اس وجہ سے نہ ہل سکتی جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ اُٹھے لیکن پانی نہ تھا تب اللہ نے تیمّم کی آیت اُتاری، لوگوں نے تیمّم کر لیا۔ اس وقت اسید

يقول وجعل بطعبتي بيده في ناصرتي فلا يمنعني من التحرك الا مكان رسول الله على فخذي، فقام رسول الله حين اصبح على غير ماءٍ فانزل الله آية التيمّم فيتمموا فقال اسيد ابن الحضير ما هي باول بركتكم، يا آل ابي بكر قالت فبعثنا البعير الذي كنت عليه فاصبنا العقد تحته

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ ہم ایک سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ نکلے۔ جب ہم بیدا یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ (جو اسماء سے مانگ کر لیا تھا) آنحضرتؐ اس کی تلاش میں ٹھیر گئے۔ وہاں پانی نہ تھا۔ آخر لوگ ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور کہنے لگے: تم نے دیکھا نہیں جو عائشہ نے کیا آنحضرتؐ کو اور لوگوں کو اٹکا رکھا اور یہاں پانی بھی نہیں ملتا نہ ان کے ساتھ کچھ پانی ہے۔ یہ سن کر ابوبکر آئے اور آنحضرتؐ میری ران پر سر رکھے سو گئے تھے۔ ابوبکر نے کہا: (کیوں) تو نے آنحضرتؐ کو اور سب لوگوں کو اٹکا دیا اور یہاں پانی بھی نہیں ہے نہ ان کے ساتھ کچھ پانی ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ ابوبکر نے مجھ پر غصہ کیا اور جو اللہ کو منظور تھا (برا بھلا) وہ انہوں نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کونچا مارنے لگے۔ میں تڑپتی مگر آنحضرتؐ کا سر میری ران پر تھا اس وجہ سے نہ ہل سکتی جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ اُٹھے لیکن پانی نہ تھا تب اللہ نے تیمّم کی آیت اُتاری، لوگوں نے تیمّم کرلیا۔ اس وقت اسید

ابن حضیر کہنے لگے۔ ابوبکر کے گھرانے والو! یہ کچھ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر ہم نے اُس اُونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے ہم کو ہار بھی مل گیا"۔

④ بخاری، ج۱، ص ۲۳۷، حدیث ۳۳۲۔ باب: جب نہ پانی ملے نہ مٹی تو کیا کرے؟

عن عائشة انها استعارت من اسماء قلادة فهلكت فبعث رسول الله رجلا فوجدها فادركتهم الصلٰوة وليس معهم ماء فصلوا فشكوا ذٰلك الى رسول الله فانزل بك امر تكرهنيهٔ الا جعل الله ذٰلك وللمسلمين فيه خيرًا

جائزہ

اگرچہ واقعہ ایک ہے لیکن اندازِ بیاں ایک دوسرے سے جدا ہے، ان احادیث کے ایک پہلو پر تو ہم نظامِ مصطفیٰؐ بزبانِ زوجہ باصفا جلد دوم میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ اب ان کا دوسرا پہلو ہمارے سامنے ہے اور وہ ہے یہ کہ حضرت عائشہؓ نے اسلام کو کیا دیا؟

حدیث نمبر ۳۳۰ میں آپ پہلے تو بی بی کے اندازِ بیان اور حسنِ ادا پر غور فرمائیں۔ بی بی نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر کو پوری حدیث میں والد نہیں کہا حالانکہ متعدد مرتبہ نام لیا ہے، ملاحظہ ہو:

① فاتى الناس الى ابى بكر "لوگ ابوبکر کے پاس آئے"۔

② فجاء ابوبكر "پس ابوبکر آیا"۔

③ فعاتبني ابوبكر "ابوبکر نے مجھے بُرا بھلا کہا"

بی بی کے بیان میں تین مقامات پر حضرت ابوبکر کا نام آیا لیکن بی بی نے کسی جگہ نہ تو اسلامی احترام کو ملحوظ رکھا اور نہ معاشرتی اخلاق کو پیشِ نظر رکھا بلکہ ابوبکر ابوبکر ہی کہتی

رہی۔ اس سے اُمت کی بیٹیوں کو کیا درس ملے گا اور اگر اُمت کی بیٹیاں اپنے والد کو حضرت عائشہ کی سنت پر چل کر روکھے پھیکے نام سے یاد کریں تو معاشرہ پر اسلام کا کتنا رنگ چڑھے گا؟

حدیث نمبر ۳۴۰ میں اسید ابن حضیر نے حضرت عائشہ کو آلِ ابوبکر کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ آلِ رسولؐ کہہ کر خطاب نہیں کیا۔ گویا اسید ابن حضیر جو صحابی بھی تھا اور عرب بھی تھا کو معلوم تھا کہ زوجہ آل میں داخل نہیں ہوتی۔

نہ کسی اور صحابی نے اس کے خلاف احتجاج کیا نہ حضرت ابوبکر نے اسید کو کچھ کہا اور نہ خود حضرت عائشہ نے اسید سے کہا کہ اب میں آلِ ابوبکر نہیں بلکہ آلِ رسولؐ ہوں۔

بی بی نے اپنے پریم کو اس جگہ بھی پیش نظر رکھا ہے کہ آنحضورؐ کو سفر میں بھی میری گود کے سوا کہیں نیند نہیں آتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۴۲ دیکھئے، اس میں بی بی نے نہ آنحضورؐ کے ران پر سونے کا ذکر کیا ہے نہ سفر کا ذکر ہے نہ لوگوں کے شکوے کا نام لیا ہے۔ نہ حضرت ابوبکر کے بُرا بھلا کہنے کا تذکرہ کیا ہے نہ کچوکے لگانے کا بتایا ہے اور نہ ہار کی اونٹ کے نیچے سے بازیابی کا بتایا ہے بلکہ اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک آدمی بھیجا وہ تلاش کر کے لے آیا۔

اس حدیث میں اسید نے بی بی کو آلِ ابوبکر کہہ کر بھی مخاطب نہیں کیا بلکہ اسید کا اندازِ تخاطب بھی پہلی حدیث سے قطعی جدا ہے۔

ان دونوں احادیث میں موجود اختلاف کو دیکھ کر چند ایک سوالات ذہن میں آتے ہیں:

* کیا یہ ایک ہی واقعہ کو دو مرتبہ بیان کیا گیا ہے؟
* اگر ایک ہی واقعہ دو مرتبہ بیان ہوا ہے تو اس میں اتنا اختلاف کیوں ہے؟

* کہیں بی بی پہلی مرتبہ بتانے کے بعد دوسری مرتبہ بتاتے وقت پہلے کا بتایا ہوا بھول تو نہیں گئی تھیں؟
* اگر یہ ایک واقعہ نہیں اور دو مختلف واقعات ہیں تو اس کا ثبوت کیا ہوگا؟
* یہ واقعات سفر جنگ سے متعلق ہیں یا ویسے کسی تفریحی سفر سے تعلق رکھتے ہیں یا سفر حج سے وابستہ ہیں۔
* ان واقعات سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ تیمّم کا حکم بی بی کے ہار کی گمشدگی کے طفیل ملا ہے۔ اگر بی بی کا ہار گم نہ ہوتا تو شاید تیمّم کی سہولت کبھی میسر نہ آتی۔ لیکن ان دو احادیث یا اس باب میں دیگر احادیث سے تیمّم کے شرائط، تیمّم کے واجبات، تیمّم کے مستحبات، تیمّم کے مکروہات اور تیمّم کس مٹی سے کیا جائے وغیرہ وغیرہ کہاں سے ملیں گے؟
* حدیث نمبر ۳۳۲ کا باب اور حدیث ملاحظہ فرمایئے ان میں کیا ربط ہے؟
باب ہے، جب نہ پانی ملے نہ مٹی، چلو پانی نہ ملے تو تیمّم کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر مٹی بھی نہ ملے تو تیمّم کس چیز سے کیا جائے گا؟
* مولانا وحید الزمان نے حدیث نمبر ۳۳۲ کا ترجمہ لکھنے کے بعد فٹ نوٹ میں لکھا ہے کہ یہ اگلی روایت کے خلاف نہیں ہے۔

یہ تو ہے مولانا وحید الزمان کا دعویٰ کہ حضرت عائشہ کی ان دونوں احادیث میں اختلاف نہیں ہے گویا مولانا نے یہ تو تسلیم کرلیا کہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ دو افراد کو سناتے ہوئے مختلف انداز میں سنایا ہے۔

اب لیجیے دونوں احادیث میں جو فرق ہے وہ عرض کیے دیتا ہوں۔ پھر آپ دونوں احادیث کو دیکھ لیں اگر میری بات درست ہو تو وہ تسلیم کرلیں، اگر مولانا وحید الزمان نے سچ کہا ہو تو ان کی بات مان لیں:

* حدیث ۳۳۰ میں بی بی نے کسی سفر سے واپسی یا سفر پر جاتے ہوئے گمشدگی ہار کا ذکر کیا ہے جب کہ حدیث نمبر ۳۳۲ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* حدیث ۳۳۰ میں بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ ہار میرا اپنا تھا کسی سے مانگا ہوا تھا جب کہ حدیث ۳۳۲ میں بی بی نے صاف بتا دیا ہے کہ ہار میرا نہیں تھا بلکہ اپنی بڑی بہن اسماء سے مانگ کر پہن کے لے گئی تھی۔
* حدیث ۳۳۰ میں بی بی نے ہار کے ٹوٹ کر گرنے کا ذکر کیا ہے، جب کہ حدیث ۳۳۲ میں بی بی نے صرف گمشدگی کا بتایا ہے۔
* حدیث ۳۳۰ میں بی بی نے بتایا ہے کہ میرا ہار ٹوٹ کر گرا تو آنحضرتؐ نے ہار کو تلاش کرنے کی خاطر پورے قافلے کو روک دیا اور خود میری ران پر سر رکھ کر پریم کہانی دہراتے سو گئے۔ حضرت ابوبکر مجھے برا بھلا کہتے رہے۔ میری کوکھ میں کونچے لگاتے رہے۔ آپ آرام سے سوئے رہے جبکہ حدیث ۳۳۲ میں نہ قافلہ کے رُک جانے کا ذکر ہے اور نہ کوئی دوسری بات۔
* حدیث ۳۳۰ میں بی بی نے آغاز واقعہ ہی میں بتا دیا ہے کہ میرا ہار گم ہی اسی جگہ ہوا جہاں پانی نہ تھا لیکن حدیث ۳۳۲ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* حدیث ۳۳۰ میں نماز کے لیے پانی نہ ملنے کے وقت آنحضورؐ دیگر اصحاب کے شریک نہیں۔ بی بی خود بھی وہاں موجود ہے لیکن حدیث ۳۳۲ میں آنحضورؐ اس جگہ موجود ہیں نہ حضرت عائشہ وہاں موجود ہے۔
* حدیث ۳۳۰ میں ٹوٹ کر گرا ہوا ہار اسی جگہ جہاں قافلہ رُکا تھا، سے اُونٹ کے نیچے سے مل گیا لیکن حدیث ۳۳۶ میں جہاں قافلہ تھا وہاں ہار کو تلاش نہیں کیا گیا بلکہ اسید ابن حضیر کو تلاش ہار کے لیے کسی اور جگہ بھیجا گیا جہاں سے وہ تلاش کر کے لایا۔

* حدیث ۳۴۰ میں اسید ابن حضیر نے بی بی کو آلِ ابوبکر کہہ کر مخاطب کیا ہے لیکن حدیث ۳۴۲ میں اسید نے جزاك الله خیرًا کے دعائیہ جملہ سے مخاطب کیا ہے۔
* حدیث ۳۴۰ میں اسید نے یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں سے بی بی کی خوشامد کی ہے اور حدیث ۲۴۲ میں بخدا تجھ پر جو مصیبت بھی آئی کہہ کر بی بی کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔
* حدیث ۳۴۰ میں اسید نے صرف یہ تمہاری پہلی برکت نہیں کہہ کر بات ختم کر دی لیکن حدیث ۳۴۲ میں اسید نے اپنی بات اس جمعہ پر ختم کی ہے کہ تجھ پر جو مصیبت آئی اللہ نے اس کے عوض تمام اُمت مسلمہ کو کسی بھلائی ہی سے دوچار کر دیا۔

ان دس واضح اور غیر مبہم مفارقات کے بعد بھی اگر یہ اصرار کیا جائے کہ دونوں حدیثیں مفہوم اور معنی کے اعتبار سے ایک نہیں تو سوائے اپنے آپ کو جھوٹی تسلی دینے کے اور کچھ بھی نہیں۔

ہاں ان دو احادیث میں اگر کوئی قدر مشترک ہے تو وہ اسید ابن حضیر کی وہ قصیدہ خوانی ہے جو اس نے بی بی کے سلسلہ میں کی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو پیش بھی صرف یہی قصیدہ خوانی سنانے کے لیے کیا ہے۔ ورنہ دونوں حدیثوں میں سے کسی بھی حدیث سے نہ تو واجبات تیمّم ملتے ہیں نہ شرائط تیمّم کا پتہ چلتا ہے نہ مستحبات تیمّم کا سراغ ملتا ہے، نہ مکروہات تیمّم ملتے ہیں، نہ طریقہ تیمّم کا پتہ چلتا ہے اور نہ کوئی دوسرا حکم معلوم ہوتا ہے۔

حدیث ۳۴۰ کے راوی اگر بارِ خاطر نہ ہو تو آیئے اس حدیث کے راویوں کا حال علمِ رجال سے بھی پوچھ لیں اور یہ دیکھ لیں کہ اس کے راویوں کا حدود اربعہ کیا ہے؟

اس وقت میرے سامنے میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۵۲۸ ہے، علمِ رجال کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے اس میں مذکورہ حدیث کے ایک راوی، عبداللہ ابن یوسف کے متعلق یحییٰ ابن بکیر نے ان الفاظ سے تبصرہ فرمایا ہے۔

قال محمد ابن عبداللّٰه ابن الحکم قد کان یحییٰ ابن بکیر یقول فی عبداللّٰه ابن یوسف ___ حتّٰی سمع من مالك

محمد ابن عبداللہ ابن حکم نے بتایا ہے کہ عبداللہ ابن یوسف کے متعلق یحییٰ ابن بکیر کہا کرتا تھا۔ عبداللہ ابن یوسف نے کب اور کہاں مالک سے سنا ہے"۔

اسی میزان الاعتدال کے مصنف علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (جلد اول) میں عبداللہ ابن یوسف کو روات کے ساتویں طبقہ سے شمار کیا ہے اور مالک جس سے عبداللہ ابن یوسف روایت کرتا ہے اس کو علامہ ذہبی نے پانچویں طبقہ میں لکھا ہے۔ جب عبداللہ ابن یوسف اور مالک کے درمیان محدثین کے پورے ایک طبقہ کا فاصلہ ہے تو یحییٰ ابن بکیر کی بات قرین عقل وقیاس معلوم ہوتی ہے کہ عبداللہ ابن یوسف کو مالک سے کچھ سننے کا ہرگز اتفاق نہیں۔ جب راوی نے حدیث سنی ہی نہیں تو پھر اس سے استدلال کیسے کیا جائے گا اور اسے بی بی کی قصیدہ خوانی میں کیسے پیش کیا جائے گا؟

علاوہ ازیں تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۴۰۶) کے مطابق عبداللہ ابن یوسف کی وفات ۲۱۸ھ ہے اور اسی تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۴۰۱) کے مطابق امام بخاری نے ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ ماجدہ اور بھائی کے ساتھ سفر پر نکلے۔ بلخ میں مکی ابن ابراہیم، بغداد میں عفان، مکہ میں مقری، شام میں ابوالمغیرہ اور فریابی بصرہ میں ابوعاصم، کوفہ میں عبیداللہ ابن موسیٰ، ..... میں آدم، حمص میں ابوالیمان اور دمشق میں ابومسہر سے حدیث کا سماع کیا۔

اس وقت میرے سامنے میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۵۲۸ ہے، علمِ رجال کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے اس میں مذکورہ حدیث کے ایک راوی، عبداللہ ابن یوسف کے متعلق یحییٰ ابن بکیر نے ان الفاظ سے تبصرہ فرمایا ہے۔

قال محمد ابن عبداللّٰه ابن الحكم قد كان يحيٰى ابن بكير يقول في عبداللّٰه ابن يوسف ـــــ حتّٰى سمع من مالك

محمد ابن عبداللہ ابن حکم نے بتایا ہے کہ عبداللہ ابن یوسف کے متعلق یحییٰ ابن بکیر کہا کرتا تھا۔ عبداللہ ابن یوسف نے کب اور کہاں مالک سے سنا ہے"۔

اسی میزان الاعتدال کے مصنف علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (جلد اول) میں عبداللہ ابن یوسف کو رواۃ کے ساتویں طبقہ سے شمار کیا ہے اور مالک جس سے عبداللہ ابن یوسف روایت کرتا ہے اس کو علامہ ذہبی نے پانچویں طبقہ میں لکھا ہے۔ جب عبداللہ ابن یوسف اور مالک کے درمیان محدثین کے پورے ایک طبقہ کا فاصلہ ہے تو یحییٰ ابن بکیر کی بات قرین عقل وقیاس معلوم ہوتی ہے کہ عبداللہ ابن یوسف کو مالک سے کچھ سننے کا ہرگز اتفاق نہیں۔ جب راوی نے حدیث سنی ہی نہیں تو پھر اس سے استدلال کیسے کیا جائے گا اور اسے بی بی کی قصیدہ خوانی میں کیسے پیش کیا جائے گا؟

علاوہ ازیں تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۳۰۶) کے مطابق عبداللہ ابن یوسف کی وفات ۲۱۸ھ ہے اور اسی تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۴۰۱) کے مطابق امام بخاری نے ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ ماجدہ اور بھائی کے ساتھ سفر پر نکلے۔ بلخ میں مکی ابن ابراہیم، بغداد میں عفان، مکہ میں مقری، شام میں ابوالمغیرہ اور فریابی بصرہ میں ابوعاصم، کوفہ میں عبیداللہ ابن موسیٰ، ...... میں آدم، حمص میں ابوالیمان اور دمشق میں ابومسہر سے حدیث کا سماع کیا۔

یہ ہے تذکرۃ الحفاظ کی لفظ بہ لفظ عبارت جن علمائے حدیث سے امام بخاری کو شرف تلمذ رہا ہے ان میں عبداللہ ابن یوسف کا کہیں نام نہیں۔

❊ ظاہر ہے کہ جب امام بخاری نے ۲۱۰ھ میں سفر شروع کیا تو یہ تو ممکن نہیں کہ امام بخاری سب سے پہلے عبداللہ ابن یوسف کے پاس گئے ہوں بلکہ امام بخاری بخارا سے بلخ آئے ہوں گے۔ بلخ میں مکی ابن ابراہیم سے کسبِ فیض کیا ہوگا؟ بلخ سے فراغت کے بعد بغداد میں عفان کے پاس آئے ہوں گے۔ بغداد سے فراغت کے بعد کوفہ تشریف لے گئے ہوں گے، کوفہ میں عبداللہ سے کسبِ حدیث سے فراغت کے بعد بصرہ آئے ہوں گے۔ بصرہ میں ابوعاصم سے فارغ التحصیل ہوکر پھر کہیں حمص عسقلان، دمشق، شام وغیرہ جانا ہوا ہوگا۔ زمانۂ پیدل سفر کا تھا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے پہنچتے کئی ماہ لگ جاتے ہوں گے۔ ان حقائق کے پیش نظر بلخ، بغداد، کوفہ، بصرہ اور حمص وغیرہ کے سفر اور مدتِ تعلیم کا اندازہ کیا جائے تو بھی امام بخاری کا عبداللہ ابن یوسف سے سماع مشکل ہی نظر آتا ہے۔

❊ ایک اور بات بھی قابلِ توجہ ہے۔ عبداللہ ابن یوسف ساتویں طبقہ کا محدث ہے اور امام بخاری نویں طبقہ کے محدثین سے ہیں۔ یہاں بھی عبداللہ ابن یوسف اور امام بخاری کے درمیان پورے ایک طبقہ کا فاصلہ ہے اس لیے بھی یہ ناممکن ہے کہ امام بخاری نے عبداللہ ابن یوسف سے کچھ سنا ہو۔

❊ ایک اور نقطہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں وہ یہ ہے کہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں عبداللہ ابن یوسف کے تلامذہ میں کہیں بھی عبداللہ ابن یوسف کا نام نہیں ملتا۔

❊ حدیث ۳۳۰ کی حقیقت معلوم ہوجانے کے بعد اب حدیث ۳۳۲ پر توجہ کیجیے تو اس کا حال اور بھی پتلا نظر آتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم کچھ نہ لکھیں گے، نہ کہیں گے بلکہ کشف الغم عن عمر ام الامه میں حکیم نیاز احمد دیوبندی ساکن سرگودھا

نے ہشام ابن عروہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ خود پڑھ لیں اور حدیث ۳۳۲ کے راویوں میں ہشام ابن عروہ کا نام دیکھ لینا۔ پھر آپ خود فیصلہ کریں کہ ہشام کس قماش کا راوی تھا اور ہشام کی روایت کا علماء کے نزدیک کیا مقام ہے؟

حضرت عمر اور تیمّم

میں نے آغازِ کتاب میں خلفائے ثلاثہ اور تیمّم کے عنوان سے عرض کیا ہے جس میں مَیں نے کہا ہے کہ دیگر کتب کی طرح کتاب تیمّم بھی روایت خلفاء سے خالی ہے۔ آپ نے محدثین کی فہرست میں حضرت عمار ابن یاسر کا نام اور اس کے علاوہ ان سے مروی احادیث کے نمبر بھی دیکھے ہیں۔ چونکہ امام بخاری نے ان احادیث کو حضرت عمار سے منسوب کیا ہے اس لیے ہم نے بھی ان احادیث کو حضرت عمار ہی کے نام سے لکھا ہے ورنہ حقیقت میں حضرت عمار سے منسوب احادیث نہیں ہیں بلکہ حضرت عمار اور حضرت عمر کا باہمی مکالمہ ہے۔ مناسب ہوگا اگر آپ بھی اس سے مستفید ہولیں البتہ عربی متن لکھنے کے بجائے ہم صرف مولانا وحیدالزمان کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

(بخاری، ج ا، ص ۲۳۹، حدیث ۳۳۴ انبریٰ سے ہے کہ ایک شخص حضرت عمر کے پاس آیا اور کہنے لگا: اگر مجھ کو جنابت ہو اور پانی نہ ملے تو کیا کروں؟ عمار یاسر نے حضرت عمر سے کہا: تم کو یاد نہیں ہم تم دونوں ایک سفر میں تھے (اور ہم کو جنابت ہوئی) تم نے تو نماز ہی نہیں پڑھی اور میں مٹی میں لوٹا، اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے آنحضرتؐ سے یہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے بس اتنا کرنا تھا پھر آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں اور ان کو پھونک دیا پھر منہ اور دونوں پہنچوں .... کرلیا۔

مولانا وحیدالزمان نے ترجمہ کرنے کے بعد فٹ نوٹ .... وہ بھی ملاحظہ فرمالیں، ایمان دوچند ہوجائے گا۔

مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا: نماز نہ پڑھ.. .مولانا

وحیدالزمان کے فٹ نوٹ میں لکھے جملہ کے بعد یہ روایت یوں بن جائے گی؟

ایک شخص نے حضرت عمر سے مسئلہ پوچھا کہ اگر جنابت ہو جائے اور پانی نہ ملے تو کیا کروں؟ حضرت عمر نے فرمایا: نماز نہ پڑھ۔ اس وقت عمار یاسر نے وہ واقعہ یاد دلایا جو آپ دیکھ چکے ہیں۔

حدیث ۳۴۴ کی طرح ۳۴۵ تا ۳۴۸ اور ۳۴۹ میں بھی حضرت عمار یاسر اور حضرت عمر کے اس مکالمہ کو دہرایا گیا ہے۔

مسلّمات

* یہ تو یقینی بات ہے کہ سائل نے حضرت عمر کے دورِ حکومت میں آپ سے سوال کیا۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عمر نے مسندِ رسالت سنبھالنے کے بعد سائل کو خلیفۂ رسول ہونے کی حیثیت سے جواب دیا۔
* یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عمر نے یہ فتویٰ خلافِ اسلام دیا۔
* یہ بھی طے ہے کہ حضرت عمار یاسر نے حضرت عمر کو ٹوکا۔
* یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عمر نے جواب میں حضرت عمر کی تردید نہیں کی۔

ان مسلّمات کے بعد اب سوال یہ ہے کہ:

* امام بخاری نے کس خطرہ کے پیشِ نظر حضرت عمر کا نماز نہ پڑھنے کا وہ فتویٰ نقل نہیں کیا جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور مولانا وحیدالزمان نے اس کا حوالہ دیا ہے؟
* کہیں امام بخاری حدیث میں ڈنڈی تو نہیں مار گئے؟
* اگر اس حدیث میں ثابت ہو جائے کہ امام بخاری نے تحریف کی ہے تو پھر دوسری احادیث پر کیا اعتبار رہ جائے گا؟
* حضرت عمر نے سائل کو نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ کیوں دیا؟

* کیا حضرت عمر احکامِ اسلام میں ایسا اختیار رکھتے تھے؟
* اگر حضرت عمر کو یہ اختیار تھا تو انھیں یہ اختیار کس نے دیا تھا؟
* حضرت عمر کو یہ اختیار اللہ کی طرف سے ملا تھا یا آنحضورؐ کی طرف سے ملا تھا یا حضرت عمر کو اقتدار سپرد کرنے والے نے یہ حق دیا تھا؟
* کیا حضرت عمر کو پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کا حکم معلوم نہ تھا؟
* اگر حضرت عمر کو معلوم نہ تھا تو پھر فتویٰ دینے سے قبل کسی سے پوچھ کیوں نہ لیا؟
* کیا حضرت عمر نے قرآن کی یہ آیت نہ پڑھی تھی جس میں یہ حکم ہے کہ جب کبھی پانی نہ ملے یا کسی عذر کی وجہ سے وضو نہ کرسکو تو تیمّم کرلو؟
* اگر یہ آیت معلوم تھی تو آیت جو نص ہے، کے خلاف فتویٰ کس بنیاد پر دیا؟
* اگر آیت ہی معلوم نہ تھی تو اس کی کیا وجہ تھی؟
* کیا حضرت عمر نے اسلام کے تمام احکام قرآن وحدیث کو پسِ پشت ڈال کر اپنی رائے سے بیان کیے ہیں؟
* اگر ایسا کیا ہے تو کیا یہ اسلام، اسلام نبوی ہوگا یا دین حضرت عمر؟
* اگر حضرت عمر کا دین ہو تو کیا ہر کلمہ گو پر لازم ہے کہ وہ کلمہ تو نبی کا پڑھے لیکن احکام حضرت عمر کے مانے۔
* اگر ہر کلمہ گو اس بات کا پابند ہے تو پھر اسے اپنے کو مسلمان کہلوانا چاہیے یا کچھ اور؟
* اگر اس وقت حضرت عمار موجود نہ ہوتے تو کیا وہ سائل اسی فتویٰ پر عمل نہ کرتا؟
* اگر حضرت عمر کے فتویٰ پر عمل کرتا تو اس کا ثواب کس کے نامۂ اعمال میں جاتا؟
* کیا حضرت عمر کا یہ فتویٰ نصِ قرآن کی کھلی خلاف ورزی نہیں؟
* کیا جہاں حضرت عمر بمقابلہ نصِ قرآن آجائیں وہاں نصِ قرآن مقدم ہوگی یا قولِ حضرت عمر؟

گویا جہاں میراث کی آیت کا مقابلہ حضرت ابوبکر سے ہوجائے تو حضرت ابوبکر کا قول مقدم اور نصِ قرآن پیچھے؟ اور جہاں تیمّم کے سلسلہ میں حضرت عمر بمقابلہ قرآن آجائے تو قول حضرت عمر مقدم اور آیت قرآن پسِ پُشت۔

اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر خلافِ قرآن فتویٰ دیں تو ان کا ایمان و اسلام پختہ ہوجاتا ہے اور اگر کوئی شیعہ صرف ان کی خلافت سے انکار کردے تو کافر۔ حق بھی یہی ہے کیونکہ اسلام نہ تو قرآن سے ملے گا اور نہ آنحضورؐ کے فرمان سے۔ سرچشمۂ اسلام تو بس قولِ خلفاء ہے خواہ قرآن کے مقابلہ میں ہو یا سنت نبویؐ کے مقابلہ میں۔

کتابُ الصلوٰۃ

* کُل محدث: ۱۵۹ * کُل محدثین: ۳۴

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر

* حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۳۴۶، ۳۶۸ تا ۳۷۱، ۳۷۹، ۳۸۰، ۴۲۷، ۴۳۰، ۴۴۲، ۴۴۵، ۴۴۹، ۴۵۲، ۴۶۵، ۴۸۶، ۴۹۰ تا ۴۹۴، ۴۹۸، ۴۱۹، ۴۲۶، ۴۰۱
* حضرت اُم عطیہ، حدیث نمبر: ۳۴۷
* حضرت اُم ہانی، حدیث نمبر: ۳۵۳
* حضرت جابر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۷، ۳۶۰، ۳۶۶، ۳۹۵، ۴۲۹، ۴۳۴، ۴۳۹، ۴۴۱
* حضرت عمر ابن ابوسلمہ، حدیث نمبر: ۳۵۰ تا ۳۵۲
* حضرت انس بن مالک، حدیث نمبر: ۳۴۵، ۳۶۷، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۱، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۹، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۵، ۴۲۱، ۴۴۲، ۴۵۴، ۴۷۹، ۴۸۲، ۴۰۴، ۴۴۷، ۴۴۸
* حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۳۵۴ تا ۳۵۶، ۳۶۱، ۳۶۴، ۳۶۵، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۱۰، ۴۱۲، ۴۲۸، ۴۳۳، ۴۴۷، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۸، ۴۶۶، ۴۶۹، ۴۳۱، ۴۴۴
* حضرت سہل ابن سعد، حدیث نمبر: ۳۵۸، ۳۷۴، ۴۱۶، ۴۳۲، ۴۳۸، ۴۷۵

کتابُ الصلوٰۃ

❊ کُل محدث: ۱۵۹ ❊ کُل محدثین: ۳۴

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر

❊ حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۳۴۶، ۳۶۸ تا ۳۷۱، ۳۷۹، ۳۸۰، ۴۲۷، ۴۳۰، ۴۴۲، ۴۴۵، ۴۴۹، ۴۵۲، ۴۶۵، ۴۸۶، ۴۹۰ تا ۴۹۴، ۴۹۸، ۴۱۹، ۴۲۶، ۴۰۱

❊ حضرت اُم عطیہ، حدیث نمبر: ۳۴۷

❊ حضرت اُم ہانی، حدیث نمبر: ۳۵۳

❊ حضرت جابر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۷، ۳۶۰، ۳۶۶، ۳۹۵، ۴۲۹، ۴۳۴، ۴۳۹، ۴۴۱

❊ حضرت عمر ابن ابوسلمہ، حدیث نمبر: ۳۵۰ تا ۳۵۲

❊ حضرت انس بن مالک، حدیث نمبر: ۳۴۵، ۳۶۷، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۸۲، ۳۸۳، ۴۸۸، ۳۸۹، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۱، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۹، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۵، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۵۴، ۴۷۹، ۴۸۲، ۴۰۴، ۴۴۷، ۴۴۸

❊ حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۳۵۴ تا ۳۵۶، ۳۶۱، ۳۶۴، ۳۶۵، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۱۰، ۴۱۲، ۴۲۸، ۴۳۳، ۴۴۷، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۸، ۴۶۶، ۴۶۹، ۴۳۱، ۴۴۴

❊ حضرت سہل ابن سعد، حدیث نمبر: ۳۵۸، ۳۷۴، ۴۱۶، ۴۳۲، ۴۳۸، ۴۷۵

- مغیرہ ابن شعبہ، حدیث نمبر: ۳۵۹، ۳۸۵
- حضرت عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۳۶۲، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۹، ۴۱۴، ۴۲۳، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۳۶، ۴۵۷، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۷، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۳، ۴۷۷، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۵۰۲
- حضرت ابوسعید خدری، حدیث نمبر: ۳۶۳، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۸، ۴۳۷، ۴۵۵، ۴۸۷، ۴۸۸
- حضرت عقبہ ابن عامر، حدیث نمبر: ۳۷۲
- حضرت ابوجحیفہ، حدیث نمبر: ۳۷۳، ۴۷۴، ۴۸۸، ۴۸۰
- حضرت میمونہ، حدیث نمبر: ۳۷۸، ۴۹۶، ۴۹۷، ۳۷۶
- حضرت جریر، حدیث نمبر: ۳۸۴
- حضرت حذیفہ، حدیث نمبر: ۳۸۶
- حضرت مالک ابن بحینہ، حدیث نمبر: ۳۸۷
- حضرت ابوایوب، حدیث نمبر: ۳۹۰
- حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۳۹۳، ۴۲۴، ۴۵۶، ۴۷۲
- حضرت عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۳۹۶، ۴۰۰، ۴۹۹
- حضرت براء ابن عازب، حدیث نمبر: ۳۹۴
- حضرت عتبان ابن مالک، حدیث نمبر: ۴۱۷، ۴۱۸
- حضرت ابوقتادہ، حدیث نمبر: ۴۳۵، ۴۹۵
- حضرت عثمان، حدیث نمبر: ۴۴۰
- حضرت ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۴۴۲، ۴۶۸
- حضرت حسان ابن ثابت، حدیث نمبر: ۴۴۳

* حضرت کعب، حدیث نمبر: ۴۴۶، ۴۶۰
* حضرت اُم سلمہ، حدیث نمبر: ۴۵۹
* حضرت سائب ابن یزید، حدیث نمبر: ۴۵۹
* حضرت ابوواقد، حدیث نمبر: ۴۶۳
* حضرت سلمہ ابن اکوع، حدیث نمبر: ۴۷۶، ۴۸۱
* حضرت ابوجہیم، حدیث نمبر: ۴۸۹
* حضرت عروہ ابن زبیر، حدیث نمبر ۳۸۱
* حضرت عبداللہ ابن زید۔

خلفائے ثلاثہ اور کتاب الصلوٰۃ

ایک صد انسٹھ حدیث ہے جو امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں درج کی ہے۔ اس تعداد کے محدثین کے اسمائے گرامی آپ کے سامنے ہیں۔ کسی مقام پر آپ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا اسم گرامی نہیں ملے گا۔ ہاں حضرت عثمان کا نام ضرور ہے مگر ان سے صرف ایک حدیث منقول ہے جس کا جائزہ ان شاء اللہ ہم لیں گے۔

آپ نے کتاب الوحی بھی دیکھی ہے، کتاب الایمان بھی ملاحظہ فرمائی ہے، کتاب العلم کے راویوں کی فہرست بھی دیکھ لی ہے۔ کتاب الوضوء کے محدثین کو بھی ایک نگاہ دیکھ لیا ہے۔ کتاب الغسل کے محدثین کی فہرست بھی آپ کے پیش نظر ہے۔ کتاب الحیض کے راوی بھی آپ نے دیکھے ہیں اور کتاب التیمم کے محدثین کے نام بھی آپ نے پڑھے ہیں۔ آپ کو کہیں بھی خلفائے ثلاثہ کا نام محدثین کی فہرست میں نظر نہیں آیا۔ یقین کیجیے زیرِ نظر کتاب الصلوٰۃ بخاری کی آٹھویں کتاب ہے اس میں بھی آپ کو ان مسند نشینانِ اقتدار میں کسی کا نام نظر نہیں آئے گا۔

یہ نہ سمجھیں کہ ان کے نام تھے ان حضرات نے حدیثیں بھی روایت کی ہیں اور

اثیر جاڑوی نے شیعہ ہونے کی وجہ سے ان کے نام فہرست میں نہیں دیئے۔ یقین کیجیے بخاری شریف آپ کے سامنے ہے۔ آپ خود کسی عالمِ دین کے پاس چلے جائیں۔ ان سے بخاری کا کوئی نسخہ دو تین دن کے لیے مانگ لیں۔ ہماری نظامِ مصطفیٰؐ کی دی گئی فہرست سامنے رکھ لیں۔ آپ خود تلاش کر لیں۔ اگر آپ کو ان حضرات میں سے کسی کا نام اس سے زائد مل جائے جو ہم نے دیا ہے تو جو سزا آپ چاہیں دے لیں۔

اگر کوئی ہیرا پھیری کی ہے اور ان کے اسمائے گرامی سے عمداً تعصب برتا ہے تو وہ ہے امام بخاری۔ ممکن ہے امام بخاری کے پاس ان حضرات سے منقول احادیث آئی ہوں اور انھوں نے اپنی صحیح میں درج نہ کیا ہو۔ اس کی وجہ بھی آپ امام بخاری ہی سے پوچھ سکتے ہیں۔ ہمیں تو آپ سے ذیل کے چند سوالات کے جواب درکار ہیں۔

کتاب الصلوٰۃ میں خلفائے ثلاثہ سے کوئی حدیث مذکور نہ ہونے کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ:

- خلفائے ثلاثہ نے آنحضورؐ سے زندگی بھر نماز کے متعلق کچھ نہیں سنا اور اُمت کے کسی فرد نے پوری زندگی خلفائے ثلاثہ سے نماز کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔
- خلفائے ثلاثہ نے زندگی بھر آنحضورؐ کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور اُمت کے کسی فرد نے پوری زندگی میں خلفائے ثلاثہ کی نماز نہیں دیکھی کیونکہ نہ تو خلفائے ثلاثہ نے کہیں یہ بتایا ہے کہ ہم نے آنحضورؐ کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا، یا آپ سے نماز کا فلاں مسئلہ اس طرح پوچھا اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے یہ بتایا ہے کہ ہم نے خلفائے ثلاثہ کو نماز اس طرح پڑھتے دیکھا یا ہم نے خلفائے ثلاثہ سے نماز کا فلاں مسئلہ اس طرح سنا۔
- کیا خلفائے ثلاثہ آنحضورؐ کے ساتھ نہیں رہتے تھے؟
- اگر آنحضورؐ کے ساتھ رہتے تھے تو کیا وہ آپ کو نماز پڑھتے نہیں دیکھتے تھے؟

* اگر آنحضورؐ کو نماز پڑھتے دیکھتے تھے تو کیا وجہ ہے کہ انھوں نے آنحضورؐ کی نماز کسی کو نہیں بتائی؟
* کیا خلفائے ثلاثہ کی موجودگی میں آنحضورؐ سے نماز کے مسائل نہیں پوچھے جاتے تھے؟
* اگر خلفائے ثلاثہ کی موجودگی میں آنحضورؐ سے مسائل نماز پوچھے جاتے تھے تو کیا خلفائے ثلاثہ توجہ سے نہیں سنتے تھے؟
* اگر خلفائے ثلاثہ آنحضورؐ کے بتائے گئے مسائلِ نماز توجہ سے سنتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ انھوں نے اُمت کو ان مسائل سے آگاہ نہیں کیا؟
* کیا خلفائے ثلاثہ سے ان کے اپنے دورِ اقتدار میں رعیت نماز کے مسائل نہیں پوچھتی تھی؟
* اگر رعیت مسائلِ نماز پوچھتی تھی تو کیا خلفائے ثلاثہ وہ نمازِ مسائل نہیں بتاتے تھے؟
* اگر رعیت پوچھتی بھی اور خلفائے ثلاثہ مسائلِ نماز بتاتے بھی تھے تو ان سے سننے والوں نے ہمیں خلفائے ثلاثہ کے بتائے گئے احکام سے بے بہرہ کیوں رکھا؟
* کیا سننے والوں نے ہمیں خلفائے ثلاثہ کے بتائے گئے احکام سے کیوں بے بہرہ رکھا؟

حضرت عائشہ اور کتاب الصلوٰۃ

نماز کے سلسلہ میں حضرت عائشہ سے کتاب الصلوٰۃ کی .... میں سے صرف چوبیس احادیث مروی ہیں۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ اسلامی عبادت میں نماز وہ واحد عبادت ہے جو سب سے پہلے فرض ہوئی ہے اور مسلمہ روایت کے مطابق حضرت خدیجہؑ اور حضرت علیؑ آنحضورؐ کے ساتھ پہلے نمازیوں میں سے ہیں۔

نماز وہ واحد عبادت ہے جو ایک دن میں کم از کم پانچ مرتبہ پڑھی جاتی ہے اور اس کے متعلق قرآن کریم اور سنت رسولؐ میں جتنی کثرت سے احکام بتائے گئے ہیں اتنی کثرت سے کسی عبادت کے احکام نہیں بتائے گئے۔

نماز کے متعلق سنت میں اتنی تاکید کی گئی ہے کہ دیگر تمام عبادات نماز کی قبولیت کا مرہونِ منت بتایا گیا ہے اور ارشاد نبویؐ ہے:

ان قُبِلَت قُبِل مَا سِوَاھَا وَ اِن رُدَّت رُدَّ ماسواھا

''اگر نماز قبول کر لی گئی تو دیگر تمام اعمال قبول کر لیے جائیں گے اور نماز ٹھکرادی گئی تو دوسرے تمام اعمال ٹھکرا دیئے جائیں گے''۔

اتنی اہم عبادت اور اتنی لازمی عبادت کے متعلق یقیناً آنحضورؐ نے انتہائی تفصیل کے ساتھ بتایا ہوگا۔ نماز کا ایک ایک حکم، ایک جزئی بار بار سمجھائی ہوگی۔ صحابہ نے نماز کے سلسلہ میں متعدد بار پوچھا ہوگا اور انتہائی شرح و بسط سے آپ نے سب کچھ بتایا ہوگا۔

ان مسلّمات کے پیش نظر ہمیں حضرت عائشہ کی نماز سے متعلق احادیث کا مطالعہ کرنا ہوگا اور یہ دیکھنا ہوگا کہ اُمت کی اس عظیم ماں نے اسلام کی اس عبادت کے متعلق کیا دیا ہے؟ کتنا دیا ہے؟ اور کیسے دیا ہے؟

***

(۱) بخاری، ج۱، ص۲۵۴، حدیث ۳۴۶، باب: معراج میں نماز کیونکر فرض ہوئی؟

عن عائشة أم المومنين قالت فرض الله الصلوة حين فرضها ركعتين ركعتين في الحضر والسفر فاقرت صلوة السفر وزيد في صلوة الحضر

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا: اللہ نے جب

(شبِ معراج) نماز فرض کی تو (ہر نماز) دو رکعتیں فرض کیں۔
حضر اور سفر دونوں میں پھر سفر کی نماز تو اپنے حال پر دو رکعتیں
رہیں اور حضر کی نماز بڑھا دی گئی''۔

کتاب الصلوٰۃ میں حضرت عائشہ کی یہ پہلی حدیث ہے جو بی بی نے رکعاتِ نماز کے سلسلہ میں بتائی ہے، حدیث کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔ بی بی نے حدیث میں نہ تو یہ بتایا ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے ایسے سنا تھا اور نہ ہی بی بی نے اپنے بزرگوار حضرت ابوبکر کے حوالہ سے بات کی ہے۔ اس سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ جب نماز فرض ہوئی۔ اس وقت بی بی خود موجود تھی۔

اب مقامِ فکر یہ ہے کہ اسی بخاری شریف کے مطابق بی بی کی ولادت اعلانِ نبوت کے چوتھے، پانچویں برس ہوئی کیونکہ بی بی بتاتی ہیں کہ میری شادی نو برس کی عمر میں ہوئی اور ہجرت کے بعد ہوئی۔ نمازِ مکہ میں فرض ہوئی۔ اگر بی بی کی شادی پہلی ہجرت میں فرض کر لی جائے تو بی بی کی ولادت نبوت کے چوتھے یا پانچویں سال بنتی ہے کیونکہ نبوت کے پہلے تیرہ برس مکہ میں گزرے ہیں اور نمازِ اعلان نبوت کے وقت سے فرض ہو چکی تھی۔ گویا جب نماز فرض ہوئی۔ اس وقت تک بی بی صلب حضرت ابوبکر سے منتقل ہو کر اپنی والدہ اُم رومان کے شکم میں بھی نہیں آئی تھی۔

ان حالات کے پیشِ نظر یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ بی بی نے جو کچھ فرمایا ہے وہ درست ہے جن کے سامنے نماز فرض ہوئی اور جنھوں نے اسلام کا آغاز نماز سے کیا ہے۔ انھوں نے تو اس قسم کی کوئی بات نہیں کی۔ یا جو خود بانئ اسلام تھے، انھوں نے کچھ نہیں بتایا۔ پھر بی بی کو یہ کیسے معلوم ہو گیا؟

* باب کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ شب معراج فرض ہوئی۔ اگر اسی کو درست مان لیا جائے تو بھی یہ سوال ہو گا کہ معراج مکہ میں ہوا۔ اس وقت بی بی

آنحضورؐ کے گھر تشریف نہیں لائی تھیں کیونکہ شادی نہیں ہوئی تھی۔ پھر بی بی کو کیسے معلوم ہوا کہ نماز کی کتنی رکعتیں فرض ہوئیں۔ ہاں اگر حضرت ابوبکر کچھ بتاتے تو بات قرین قیاس ہوتی یا بی بی حضرت ابوبکر کے حوالہ سے بتاتیں تو بھی مان لینے والی بات تھی۔

* بی بی کا یہ نظریہ خلافِ قرآن ہے کیونکہ قرآن میں جہاں نمازِ سفر کا حکم دیا گیا ہے وہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ سفر کی نماز وہی رہنے دو جو پہلے فرض تھی اور حضر کی نماز بڑھا دو بلکہ وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ـــــ حضر کی نماز میں سے سفر میں کم کر دو۔ قرآن نے نمازِ حضر کو بنیاد بنا کر نمازِ سفر میں کمی کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ بی بی نے نمازِ سفر کو بنیاد بنا کر نمازِ حضر میں اضافہ بتایا ہے۔

اب یہ قارئین پر منحصر ہے کہ وہ کس کی بات مانتے ہیں۔ ویسے سابقہ رویہ تو یہ بتاتا ہے کہ قارئین حضرت عائشہ کی ہی مانیں گے۔

* میراث کے سلسلہ میں جب حضرت ابوبکر بمقابلہ قرآن آئے تو قرآن کی آیت کو پسِ پشت ڈال کر حضرت ابوبکر کے فرمان کو ترجیح دی گئی۔

* حکیم تیمّم میں جب حضرت ابوبکر بمقابلہ قرآن آئے تو حضرت عمر کے حکم کو اجتہاد قرار دیا گیا۔

اب نماز کی رکعات کے سلسلہ میں اگر حضرت عائشہ بمقابلہ قرآن آتیں تو یقیناً حضرت عائشہ کے ہی قول کو ترجیح ہونا چاہیے۔ ورنہ عقیدت پارہ پارہ ہو جائے گا اور اصحاب و ازواج کی توہین ہوگی کیونکہ قرآن یا آنحضورؐ کی حیثیت بمقابلہ اصحاب و ازواج ثانوی ہے۔

(۲) بخاری، ج ا، ص ۲۶۹، حدیث ۳۶۸، باب: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے:

عن عائشة قالت لقد كان رسول الله يصلي الفجر

فیشهد معه نسائه من المومنات متلفات فی مروطهن ثم یرجعین الی بیوتهن ما یعرفهن احدا

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ صبح کی نماز پڑھتے آپ کے ساتھ (نماز میں) کئی مسلمان عورتیں شریک ہوتیں اپنی چادر لپیٹی ہوئی پھر (نماز کے بعد) اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں (اندھیرے کی وجہ سے) کوئی ان کو نہ پہچانتا''۔

جائزہ

- کتاب الصلوٰۃ میں حضرت عائشہ کی دوسری حدیث ہے۔ امام بخاری نے جو عنوان دیا ہے اور جس عنوان میں یہ حدیث بیان کی ہے، ذرا ان کا آپس میں تطابق کیجیے۔ عنوان میں ہے کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے اور حدیث میں ہے کہ صبح کی نماز کس وقت پڑھی جاتی تھی؟
- بی بی نے صبح کی نماز کا وقت بتایا ہے کہ کس وقت پڑھنا چاہیے، ہم تو اس سلسلہ میں بی بی سے اتفاق کرلیں گے اور بی بی کے اس وقت کو تسلیم بھی کرلیں گے لیکن کیا بی بی کے عقیدت مند بھی مان لیں گے؟

ممکن ہے زبانی طور پر مان بھی لیں کہ بی بی نے درست کہا ہے لیکن عملاً اس حدیث کا ماننا ممکن نظر نہیں آتا۔ کیونکہ ہم مساجد میں دیکھتے ہیں کہ بی بی کے ماننے والے اذانِ صبح تو وقت پر دیتے ہیں لیکن پھر طلوعِ آفتاب کے انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں اور جماعت نہیں کراتے۔ جب طلوعِ آفتاب میں چند منٹ رہ جاتے ہیں تو جماعت کھڑی ہوتی ہے۔

کیا موجودہ عمل اور حدیث میں بتائے گئے وقت کا آپس میں کوئی جوڑ ہے؟

(۳) بخاری، ج ۱، ص ۲۶۹، حدیث ۳۶۹، باب: حاشیہ لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا اور اس کو دیکھنا:

عن عائشة ان النبی صلی فی خمیصة لها اعلام فنظر الی اعلامها نظرة فلما انصرف قال اذهبوا الی ابی جهم وأتونی بانجابیته ابی جهم فانها الهتنی أفا عن صلاتی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک لوئی میں نماز پڑھی جس کو حاشیہ لگا ہوا تھا۔ آپ نے اس کے حاشیہ پر ایک نظر ڈالی جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا: یہ لوئی جا کر ابوجہم کو دے دو اور ان کی سادہ لوئی لے آؤ۔ اس لوئی نے ابھی مجھ کو نماز سے غافل کر دیا تھا''۔

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۲۷۰، حدیث ۳۷۰، باب ایضاً

عن عائشة قال النبی کنت انظر الی علمها وانا فی الصلوٰة فاخاف ان تفتیننی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نماز میں اس بیل کو دیکھ رہا تھا، میں ڈرتا ہوں کہیں نماز میں خرابی نہ ڈالے''۔

جائزہ

یہ دو مختلف واقعات ہیں: ایک واقعہ کی دو تعبیریں نہیں ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے: پہلی حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ اس لوئی نے مجھ کو نماز سے غافل کر دیا اور دوسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے نماز میں خرابی ہونے کا ڈر ہے یعنی ابھی تک اس لوئی میں نماز پڑھی نہیں بلکہ پڑھنے سے قبل آپ کو خطرے کا احساس ہوگیا اور آپ نے

لوئی واپس کردی۔ گویا ایک مرتبہ آپؐ نے لوئی پر نماز پڑھ کر واپس کی اور دوسری مرتبہ نماز پڑھنے سے قبل واپس کردی۔

کیا کہنے اس نبی، رسول، خاتم الانبیاء اور عربی کونین کے کہ کپڑے پر ذرا سا نقش دیکھا اور نماز سے غافل ہوگئے۔ اس قدر محو دید ہوئے کہ خالق بھول گیا، خشوع و خضوع ہرن ہوگئے، دل قابو میں نہ رہا۔

* جب عربی کی یہ حالت ہو، جب معلم کی یہ حد ہو اور جب نبی کونینؐ کا یہ عالم ہو تو تربیت یافتگان، تلامذہ اور اُمت کی کیا حالت ہوگی؟

اس نبی کے اصحاب کے تحفظ کی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ پہلے مقامِ نبوت تو سنبھالو جس نبی کا دل کپڑے پر نقش و نگار کی چمک پر دھڑک دھڑک اُٹھے اور نماز سے غافل ہوجائے اس سے تربیت حاصل کرنے والے خوش نصیب کتنے دل گردے کے مالک ہوں گے؟

یہ فیض بانٹتے پھرتے تھے آنحضورؐ؟ اور اسی فیض کے سمندر سے صحابہ فیض یاب ہوئے تھے؟ جب منبع فیض ہی چند قطرے ہو تو اس سے سیراب ہونے والے کتنے چشمے حاصل کرسکے ہوں گے؟

* کہیں منقش کپڑے سے غفلت کی آڑ میں آنحضورؐ کی توہین تو مقصود نہیں؟
* حضرت عائشہ نے غفلت کی نوعیت نہیں بتائی کہ اس کا سبب کیا تھا؟
* حضرت عائشہ نے یہ نہیں بتایا کہ غفلت کے نتیجہ میں نماز بھول گئے تھے یا کوئی رکعت چھوٹ گئی تھی یا کوئی حادثہ ہوگیا تھا؟
* کیا صرف خضوع و خشوع ضائع ہوئے تھے یا کچھ اور ہوگیا تھا؟
* کہیں منقش کپڑے کی غفلت سے یہ بتانا تو مقصود نہیں کہ نماز میں آنحضورؐ کی توجہ بھی ہمارے جیسی واجبی ہوتی تھی اور بس؟

* اس حدیث سے نماز کا کوئی مسئلہ معلوم ہو یا نہ آنحضورؐ کی حقیقت نماز کی وضاحت تو ہوگئی اور شاید مقصود بھی یہی تھا ورنہ حضرت عائشہ خشوع وخضوع کی اہمیت کسی اور طریقہ سے بھی تو بتا سکتی تھیں؟
* حضرت عائشہ نے یہ بھی نہیں بتایا کہ کپڑے کے نقش ونگار میں ڈوب جانے کے بعد جب نماز ختم ہوگئی اور کپڑا تبدیل ہوگیا تو پھر آنحضورؐ نے نماز کی قضا کی تھی یا اسی غفلت میں پڑھی گئی نماز کو دربارِ خالق میں بھیج کر خاموش ہوگئے۔

۵ بخاری، ج۱، ص ۲۶۷، حدیث ۳۷۹، باب: بچھونے پر نماز پڑھنا:

عن عائشة زوج النبی انها قالت کنت انا بین یدی رسول اللّٰه واجلالی فی قبلته فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی فاذا قام بطتهما قالت والبیوت یوفیه لیس فیها مصباح

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ’’حضرت عائشہ زوجۂ نبی سے ہے انھوں نے کہا کہ میں آنحضرتؐ کے سامنے سو جاتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے تو آپ جب سجدہ کرتے تو مجھ کو چھو دیتے، میں اپنا پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی ان دنوں گھروں میں چراغ بھی نہ تھے‘‘۔

۶ بخاری، ج۱، ص ۲۷۷، حدیث ۳۸۰، باب ایضاً

عائشة أخبرته ان رسول اللّٰه کان یصلی وهی بینه وبین القبلة علی فراش اهله اعتراض الجنازة

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ’’حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ

آنحضرتؐ اپنے گھر کے بچھونے پر نماز پڑھتے اور وہ آپ کے اور
قبلے کے بیچ میں جنازے کی طرح اڑی پڑی ہوتی"۔

جائزہ

یہ دو حدیثیں ہیں ان میں بی بی نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے اور امام بخاری نے جو عنوان دیئے ہیں وہ بھی آپ دیکھ رہے ہیں۔ من چه می سرایم و طنبورہ من چه می سراید والی بات ہے۔ بی بی کچھ بتانا چاہتی ہے اور امام بخاری کچھ بتانا چاہتے ہیں۔

بی بی بتانا چاہتی ہے کہ میری اور آنحضورؐ کی اتنی محبت تھی اور اتنا پریم تھا کہ ہم ایک دوسرے سے ایک لمحہ کے لیے بھی جدا نہ ہوتے تھے حتیٰ کہ عین حالتِ نماز میں بھی آپؐ مجھے سامنے رکھتے تھے یا میں آنحضورؐ کی نماز کے وقت بھی آپ کو معاف نہیں کرتی تھی اور امام بخاری بیچارے پڑے ہیں اس چکر میں کہ بچھونے پر نماز جائز ہے اتنا مسئلہ تو پریم کہانی کے بغیر بھی بی بی بتا سکتی تھی کہ کان رسول اللّٰہ یصلی علی فراش الیہ۔ رسولِؐ خدا اپنے گھر کے بچھونے پر نماز پڑھتے تھے۔

اگر صرف مسئلہ بتانا مقصود ہوتا تو مذکورہ ایک جملہ کافی تھا لیکن بی بی کا مقصد مسئلہ بتانا تو نہیں۔ مسئلے تو امام بخاری جیسے سادہ لوح عقیدت مند از خود نکال لیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ سابقاً پیش کردہ حدیث ۳۲۹ اور ۳۷۰ میں آپ نے بی بی کا بیان پڑھا ہے کہ آنحضورؐ نے منقش لوئی میں نماز پڑھی تو نماز سے غافل ہو گئے۔ بھلا جو شخص منقش لوئی میں نماز پڑھتا ہے اور اس کا دل اپنے قابو میں نہیں رہتا وہ جب ہر سجدہ میں اپنی محبوب ترین بیوی کو چھوتا ہوگا تو اس کی نماز کہاں بچتی ہوگی؟ اور کیسے بچتی ہوگی؟

قبل ازیں کتاب الغسل اور کتاب الحیض میں آپ بی بی کے بیانات ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ میں اور آنحضورؐ باہم مل کر ایک وقت میں ایک برتن میں بیٹھ کر غسل کرتے

تھے۔ ایامِ حیض میں آپ مجھ سے مباشرت کرتے تھے۔ ان بیانات کی روشنی میں بوقت نماز بی بی آنحضورؐ کے سامنے سونا اور آپ کا ہر رکعت کے سجدہ سے قبل بی بی کو چھونا ذہن میں رکھیے اور پھر خود فیصلہ کیجیے کہ:

ان بیانات سے بی بی کا مقصد مسائل بتانا ہے یا آنحضورؐ کو جنسی مریض ثابت کرنا ہے۔ کہیں حضرت عائشہ دخترانِ اُمت کو یہ سبق تو نہیں دے رہی کہ شوہر کو قابو میں رکھنے کا یہ بھی ایک گُر ہے کہ کسی وقت بھی شوہر کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونا، حتیٰ کہ بحالتِ نماز بھی شوہر کے سامنے رہے؟

بخاری، ج ۱، ص ۲۹۰، حدیث ۴۰۱، باب: مسجد میں تھوک لگا ہو تو ہاتھ سے اس کا کھرچ ڈالنا:

عن عائشة ان رسول الله رأى في جدار القبلة فحاطًا اوبصاقًا او نخامةً فحكه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ نے قبلے کی دیوار پر رینٹ، یا تھوک یا بیٹنے سے نکلا ہوا بلغم دیکھا، اس کو کھرچ ڈالا''۔

جائزہ

- خدا معلوم اس حدیث کا تعلق نماز سے ہے یا کسی اور وقت سے؟
- بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ دیوار مسجد کی تھی یا حجرے کی؟
- بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ مصروفِ نماز تھے یا یونہی بیٹھے ہوئے تھے؟
- اگر دیوار مسجد کی تھی تو موجود چیز آنحضرتؐ کی اپنی پھینکی ہوئی تھی یا کسی صحابی کی؟
- اگر آپؐ کی پھینکی ہوتی تھی تو کیا آپ کو علم نہ تھا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے؟
- اگر کسی صحابی کی تھی تو کیا اسے معلوم نہ تھا کہ ایسا کرنے سے مسجد کی توہین ہوگی؟

* کسی صحابی نے وہ غلاظت نہ دیکھی جو آنحضورؐ نے دیوار پر دیکھ لی؟
* اگر نہ دیکھی تھی تو صحابہ نے کھرچ کیوں نہ ڈالی؟
* اگر دیوار حجرہ کی تھی تو اس وقت بی بی کہاں تھی؟
* اگر حجرہ میں تھی اور آنحضرتؐ کے سامنے سو رہی تھی تو بی بی نے آنحضورؐ کو یہ تکلیف کیوں کرنے دی اور خود کیوں نہ کھرچ ڈالا؟
* امام بخاری کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ تھوک مسجد کی دیوار پر لگا ہوا تھا؟
* حدیث میں تو کوئی ایسی بات نہیں کہ تھوک مسجد کی دیوار پر تھا یا حجرہ کی دیوار پر؟
* اگر مسجد کی دیوار پر تھا تو بی بی مسجد میں نماز کے لیے آئی ہوگی۔ عورتوں کی صف مردوں کے برابر تو نہ ہوتی ہوگی۔ عورتیں یقیناً پیچھے ہوتی ہوں گی۔ ایسی صورت میں بی بی نے آپ کا دیوار سے تھوک کھرچنا کیسے دیکھ لیا؟

(۸) بخاری، ج ۱، ص ۳۰۱، حدیث ۴۱۹۔ باب: کیا جاہلیت کے زمانے کے مشرکوں کی قبریں کھود ڈالنا اور ان کی جگہ مسجد بنانا درست ہے؟

عن عائشة ان اُم حبيبه و اُم سلمة ذكرتا كنيسة رأينها بالحبشة فيها تصاوير فذكرتا للنبي فقال ان اولئك اذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجدًا وصوروا فيه تلك الصور فاولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا کہ حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ نے ایک گرجے کا ذکر کیا جس کو حبش کے ملک میں دیکھا تھا اس میں مورتیں تھیں۔ آنحضرتؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب

ان میں کوئی اچھا شخص مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہ مورتیں رکھتے۔ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے سامنے ساری مخلوق سے بدتر ہوں گے''۔

۹ بخاری، ج۱، ص ۳۰۶، حدیث ۴۲۶، باب: گرجا گھر میں نماز پڑھنے کا بیان

عن عائشة ان اُم سلمة ذكرت لرسول الله كنيته رأتها بارض الحبشة يقال لها مارية فذكرت له مارأت فيها من الصور فقال رسول الله اولٰئك قوم اذا مات فيهم العبد الصالح او الرجل الصالح بنو اعلٰى قبره مسجدًا وصور واخيه تلك الصور اولٰئك شرار الخلق عندالله

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ حضرت بی بی اُم سلمہ نے آنحضرتؐ سے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کو انھوں نے حبشہ کے ملک میں دیکھا تھا اس کا نام ماریہ تھا۔ اس میں جو مورتیں دیکھیں وہ بیان کیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں کہ ان میں جب کوئی نیک بندہ مرجاتا (یا یوں فرمایا نیک مرد) تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور وہاں یہ مورتیں اتارتے اللہ کے نزدیک یہ لوگ ساری مخلوق میں بُرے ہیں۔

جائزہ

اولاً تو عنوان اور احادیث میں کوئی جوڑ دیکھئے اور بتائیے کہ وہ کیا ہے؟

حدیث کا عنوان ہے کہ مشرک کی قبر کھود کر اس پر مسجد بنانا۔ اس کے ذیل میں جو حدیث دی گئی ہے اس میں نہ تو قبر کھودنے کا ذکر ہے اور نہ یہ کہ وہ قبر کسی مشرک کی ہوتی تھی بلکہ حدیث میں عبدِ صالح یا رجلِ صالح کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ سے مشرک کیسے

سمجھا جاسکتا ہے؟

دوسری حدیث کا عنوان ہے گرجے میں نماز پڑھنا۔ اس عنوان کے ذیل میں بھی جو حدیث بیان کی گئی ہے وہ ہے وہی حضرت اُم سلمہ کا حبشہ میں گرجا کا ذکر کرنا لیکن اس میں نہ تو حضرت عائشہ نے اور نہ آنحضورؐ نے یہ فرمایا ہے کہ وہاں نماز پڑھنا درست نہیں۔ آپ بھی کوشش کیجیے ممکن ہے آپ کو کہیں احادیث سے امام بخاری کے بتائے گئے مسائل مل جائیں۔ اگر مل جائیں تو ازراہِ نوازش ہمیں بھی مطلع فرما دیجیے گا۔ ثانیاً مولانا وحیدالزمان نے ترجمہ میں ڈنڈی ماری ہے، خدا معلوم ان کے پیش نظر کیا تھا۔ حدیث نمبر ۴۱۹ میں فقرہ ہے: صوّر واخیہ صورًا۔ اس کا ترجمہ مولانا نے کیا ہے: "اس میں یہ مورتیں رکھتے"۔

اسی جملہ کا معنی حدیث ۴۲۶ میں ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں: "وہاں یہ مورتیں اُتارتے"۔

امید ہے آپ بھی ہر دو ترجموں میں واضح فرق محسوس کر رہے ہوں گے۔ مورتیں رکھنے اور مورتیں اُتارنے میں بہت سا فرق ہے۔ مورتیں رکھنے کا مقصد ہے کہ باہر سے مجسمے لاکر گرجا کے اندر رکھتے تھے اور مورتیں اُتارنے کا معنی ہے کہ گرجا کی دیواروں پر نقش و نگار بنا دیتے تھے۔

ویسے ترجمہ دوسرا صحیح ہے، خدا معلوم دوسرا ترجمہ مولانا نے کس موڈ میں کر دیا ہے اور کیوں کر دیا ہے؟ ان دو احادیث سے نماز کے کتنے مسائل معلوم ہوئے۔ یہ مولانا وحیدالزمان اور حضرت عائشہ کے لٹھ مار عقیدت مند ہی بتا سکتے ہیں؟

(۱۰) بخاری، ج ا، ص ۳۰۶، حدیث ۴۲۷، باب ندارد

عائشة و عبدالله ابن عباس قال لما نزل برسول الله

طفق يطرح خميصه له على وجهه فاذا اغتم بها كشفها

عن وجهه فقال وهو كذلك لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد يحذر ما صنعوا

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ اور عبداللہ ابن نے بیان کیا کہ جب آنحضرتؐ کا اخیر وقت ہوا تو آپ ایک چادر اپنے منہ پر ڈالنے لگے، جب گھبراتے تو منہ کھول دیتے اور اسی حال میں یوں فرماتے: اللہ کی پھٹکار ہو نصاریٰ پر انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا، آپ یہ فرما کر (اپنی اُمت کو) ایسے کاموں سے ڈراتے تھے''۔

جائزہ

ہمارے خیال میں آنحضرتؐ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت تو ضرور کی ہوگی لیکن وجہ یہ نہ ہوگی جو بی بی اور ابن عباس نے بتائی ہے بلکہ اصل وجہ لعنت کو گول کر دیا گیا ہے اور مذکورہ خانہ ساز وجہ پیش کر دی گئی ہے۔

کیونکہ جہاں تک نصاریٰ کا اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنانے کا تعلق ہے۔ یہ قرآن، حدیث، تاریخ اور عقل کے قطعی خلاف ہے۔ نصاریٰ کے متعدد انبیاء نہیں تھے صرف ایک نبی تھا بلکہ ہے جس کا نام حضرت عیسیٰؑ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق قرآن، حدیث اور تاریخ اسلام کا واضح اور قطعی فیصلہ یہ ہے کہ وہ تا حال زندہ ہیں اور نہ ہی آج تک حضرت عیسیٰؑ کی قبر کا سراغ لگایا جاسکا ہے، زندہ کی قبر نہ بنائی جاتی ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰؑ کی قبر کسی جگہ ہے۔

البتہ ایک بات سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ عبداللہ ابن عباس کو صرف اس لیے شامل کر دیا گیا ہوگا تاکہ حضرت عائشہ تنہا نہ رہیں ورنہ یہ نظریہ صرف حضرت عائشہ کا ہے۔ سابقہ آپ حدیث ۴۰۹ اور ۴۲۶ ملاحظہ فرما چکے ہیں جن کی روایات تنہا

حضرت عائشہ سے کی گئی ہے ان میں نیک لوگوں کی قبور کو مساجد بنانے کا ذکر ہے۔

زیر نظر حدیث اور اس میں پیش کیے گئے نظریہ سے جو بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ حیات مسیح کی قائل نہیں تھیں بلکہ بی بی وفاتِ مسیح کی قائل تھیں چونکہ:

قرآن اور حدیث نے حیاتِ مسیح کا دوٹوک اعلان کر دیا ہے اس لیے بی بی کھلے لفظوں میں ایسی بات نہیں کر سکیں جس سے وفاتِ مسیح کا پرچار ہوتا۔ چنانچہ بی بی نے نصاریٰ کو یہودیوں کے ساتھ ملا کر قبورِ انبیاء کو مساجد بنانے کا حسین نظریہ پیش کر دیا کہ آج نہ سہی کبھی تو کسی کا خیال آ جائے گا کہ میں حیاتِ مسیح کی قائل نہیں تھی۔

اور جہاں تک یہودیوں کے مزار انبیاء کو مساجد بنانے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں نہ تو امام بخاری نے، نہ مولانا وحید الزمان اور نہ ہی بی بی کا کوئی وکیل یہودیوں کے کسی نبی کی مزار پر مسجد کی نشاندہی کر سکے گا۔ آخر انبیاء کی قبور اسی خطۂ ارض پر ہی ہوں گی۔ تاریخ عالم نے آج تک کسی گوشۂ زمین پر یہ نشاندہی نہیں کی کہ فلاں مسجد فلاں نبی کے مزار پر بنی ہوئی ہے یہودیوں نے بی بی کو لعنت صرف تبرکاً ہی کیا ہے ورنہ اصل مقصد قرآن و حدیث کے اسلامی نظریہ کی مخالفت میں اپنا نظریہ وفاتِ مسیح پیش کرنا مقصود تھا اور افسوس یہ ہے کہ آج تک بی بی کے عقیدت مند مرید اس نظریہ کی طرف توجہ نہیں دے پائے ورنہ آیت میراث، آیت متعہ اور آیت تیمم کس طرح حیاتِ مسیح کی آیات کی مخالفت کرنا کون سی بڑی بات تھی۔

کیونکہ بی بی کے عقیدت کے مقابلہ میں آیاتِ قرآن کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث سے نماز کے کتنے واجبات، کتنے فرائض، کتنے نوافل، کتنے محرمات اور کتنے مکروہات کا علم ہوتا ہے۔ یہ بھی مولانا وحید الزمان اور بی بی کے وکلا ہی بتا سکتے ہیں۔

حضرت عائشہ سے کی گئی ہے ان میں نیک لوگوں کی قبور کو مساجد بنانے کا ذکر ہے۔

زیرِ نظر حدیث اور اس میں پیش کیے گئے نظریہ سے جو بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ حیات مسیح کی قائل نہیں تھیں بلکہ بی بی وفاتِ مسیح کی قائل تھیں چونکہ:

قرآن اور حدیث نے حیاتِ مسیح کا دوٹوک اعلان کر دیا ہے اس لیے بی بی کھلے لفظوں میں ایسی بات نہیں کر سکیں جس سے وفاتِ مسیح کا پرچار ہوتا۔ چنانچہ بی بی نے نصاریٰ کو یہودیوں کے ساتھ ملا کر قبورِ انبیاء کو مساجد بنانے کا حسین نظریہ پیش کر دیا کہ آج نہ سہی کبھی تو کسی کا خیال آ جائے گا کہ میں حیاتِ مسیح کی قائل نہیں تھی۔

اور جہاں تک یہودیوں کے مزار انبیاء کو مساجد بنانے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں نہ تو امام بخاری نے، نہ مولانا وحید الزمان اور نہ ہی بی بی کا کوئی وکیل یہودیوں کے کسی نبی کی مزار پر مسجد کی نشاندہی کر سکے گا۔ آخر انبیاء کی قبور اسی خطۂ ارض پر ہی ہوں گی۔ تاریخ عالم نے آج تک کسی گوشۂ زمین پر یہ نشاندہی نہیں کی کہ فلاں مسجد فلاں نبی کے مزار پر بنی ہوئی ہے یہودیوں نے بی بی کو لعنت صرف تبرکاً ہی کیا ہے ورنہ اصل مقصد قرآن وحدیث کے اسلامی نظریہ کی مخالفت میں اپنا نظریۂ وفاتِ مسیح پیش کرنا مقصود تھا اور افسوس یہ ہے کہ آج تک بی بی کے عقیدت مند مرید اس نظریہ کی طرف توجہ نہیں دے پائے ورنہ آیت میراث، آیت متعہ اور آیت تیمم کس طرح حیاتِ مسیح کی آیات کی مخالفت کرنا کون سی بڑی بات تھی۔

کیونکہ بی بی کے عقیدت کے مقابلہ میں آیاتِ قرآن کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث سے نماز کے کتنے واجبات، کتنے فرائض، کتنے نوافل، کتنے محرمات اور کتنے مکروہات کا علم ہوتا ہے۔ یہ بھی مولانا وحید الزمان اور بی بی کے وکلا ہی بتا سکتے ہیں۔

(۱) بخاری، ج۱، ص ۳۰۸، حدیث ۴۳۰، باب: عورت کا مسجد میں ہونا:

عن عائشة ان وليدة كانت سوداء لحي من العرب فاعتقوها فكانت معهم قالت فخرجت صبيته لهم عليها وشاح احمر من سيور قالت فوضعته او وقع منها فمرت به حدياة وهو فحيته لحما فحطفته قالت فالتمسوه فلم يجدوه قالت فاتهموني به زعمتم وانا منه بريئة وهو ذا هو قالت فجاء ت الى رسول الله فاسلمت قالت عائشة وكان ولها جناء في المسجد او حفش قالت فكانت تاتيني فتحدث عندى قالت فلا تجلس عندى مجلسًا الا قالت: ويوم الوشاح من تعاجيب ربنا: لا انه من بلدة الكفر بغاني قالت عائشة فقلت لها – ماشانك لا تقعدين معي مقعدًا الا قلت هذا؟ قالت فحدثتني بهذا الحديث

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ عرب کے کسی قبیلے کے پاس ایک کالی لونڈی تھی۔ انھوں نے اس کو آزاد کردیا تھا۔ وہ ان کے ساتھ رہتی۔ ایک بار ایسا ہوا کہ اس قبیلے کی ایک لڑکی جو دلہن تھی (نہانے کو) نکلی۔ اس کا کمر بند لال تسموں کا تھا، اس نے وہ کمر بند اُتار کر رکھ دیا یا اس کے بدن سے گر گیا، ایک چیل نے اس کو دیکھا وہ پڑا ہوا تھا (لال لال) گوشت سمجھ کر اس کو جھپٹ لے گئی۔ قبیلے کے لوگوں نے وہ کمر بند ڈھونڈا، کہیں نہ ملا۔ ان لوگوں نے اس پر چوری کی تہمت لگائی اور اس کی تلاشی

لینے لگے یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ بھی دیکھی۔ اس لونڈی نے کہا: قسم اللہ کی میں (چپ صبر کیے ہوئے) ان کے ساتھ کھڑی تھی۔ اتنے میں وہ چیل آئی اور کمر بند اس نے پھینک دیا۔ وہ ان کے بیچ میں گرا تب میں نے ان لوگوں سے کہا: تم اسی کی چوری مجھ پر لگاتے تھے اور میں اس سے پاک تھی، لو اپنا کمر بند لو۔ حضرت عائشہ نے کہا: پھر وہ لونڈی آنحضرتؐ کے پاس چلی آئی اور مسلمان ہوگئی۔ اس کا خیمہ کا جھونپڑا مسجد میں تھا۔ حضرت عائشہ نے کہا: وہ میرے پاس آئی اور مجھ سے باتیں کرتی مگر جب کبھی میرے پاس آن کر بیٹھتی تو یہ شعر ضرور پڑھتی ــــــ

کمر بند کا دن خدا کے عجائب میں سے ہے۔ اسی نے چھڑایا مجھ کو کفر کے ملک سے، حضرت عائشہ نے کہا: میں نے اس سے پوچھا: یہ کیا بات ہے جب تو میرے پاس بیٹھتی ہے تو یہی شعر پڑھتی ہے تب اس نے یہ ساری کہانی بیان کی"۔

جائزہ

- اولاً: اسے حدیث کہنا ہی زیادتی ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے ایک کہانی بیان کی ہے اس میں نہ کوئی قولِ رسولؐ ہے اور عملِ رسولؐ ہے۔
- ثانیاً: جس باب کے تحت اسے بیان کیا گیا ہے وہ ہے مسجد میں سونا ــــــ اس باب میں بیسیوں واقعات اور بھی ہوسکتے ہیں۔ خود بی بی بھی کئی مرتبہ، دورانِ اعتکاف مسجد میں سوگئی ہوں گی، دیگر صحابہ بھی مسجد میں سوتے ہوں گے۔ صرف اس لونڈی کے سونے میں کون سی خصوصیت تھی جو امام بخاری کے پیشِ نظر ہو؟
- ثالثاً: بات صرف اتنی تھی کہ مسجد میں سونا جائز ہے اسے حضرت عائشہ ایک مسلمان

عورت کے مسجد میں سونے سے بھی تعبیر کر کے بتا سکتی تھی۔ اس پوری کہانی سے کتاب الصلوٰۃ کو کیا ملا؟

- رابعاً: یہ کنیز کون تھی اس کا نام کیا تھا اور کس قبیلے کی کنیز تھی؟ بی بی نے کیوں نہیں بتایا؟
- خامساً: یہ تو ہر پڑھا لکھا جانتا ہے کہ کوئی کنیز یا غلام کسی قوم کے نہیں ہوا کرتے بلکہ قبیلے میں سے کسی فرد کے کنیز یا غلام ہوتے تھے، اس نامعلوم قبیلے کا وہ کون سا فرد تھا جس کی یہ کنیز تھی؟
- سادساً: حضرت عائشہ کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ چوری کی تلاشی میں اس لڑکی کی شرمگاہ تک کی تلاشی لی گئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بی بی کو اس مقام کی تلاشی کے متعلق بتانے کون سی خاص ضرورت تھی۔ اگر بی بی اس مقام کی تلاشی نہ بتاتی تو اسلام اور نماز کو کتنا نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ کیا اس وقت شرمگاہ کو بھی کسی چیز کے چھپانے کی خاطر استعمال کیا جاتا تھا؟ اگر بی بی کا کوئی وکیل اس وقت کی کوئی اور مثال پیش کر دے تو بڑی مہربانی ہوگی؟

(۱۴) بخاری، ج ۱، ص ۳۱۸، حدیث ۴۴۵، باب: مسجد میں بھالے والوں کا جانا:

عائشة قالت لقد رأيت رسول الله يومًا في باب حجرتي والحبشة يلعبون في المسجد ورسول الله يسترني بردائه انظر الى بعهم

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا: میں نے ایک دن آنحضرتؐ کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا اور حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے، آنحضرتؐ اپنی چادر سے مجھ کو ڈھانپے ہوتے تھے میں ان کا کھیل دیکھ رہی تھی۔''

جائزہ

اس حدیث کو اس جیسی دیگر تمام احادیث کو ہم نے نظامِ مصطفیٰؐ جلد اول میں جمع کر کے اخلاق و تہذیب کے دائرہ میں رہ کر ممکنہ تبصرہ کر دیا ہے۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہاں تو صرف احکامِ نماز کی حیثیت سے ہمیں حدیث کا جائزہ لینا ہے۔

باب کا عنوان ہے: مسجد میں بھالے والوں کا جانا، اس عنوان کا ذیل میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا صرف حبشیوں کے پاس بھالے ہوتے تھے، یہ بھالا اس وقت ایک ہتھیار تھا اور ہر جنگجو کے پاس ہوتا تھا؟ اگر تو بھالے صرف حبشیوں کے پاس ہوتے تھے اور کسی کے پاس نہ کوئی بھالا ہوتا تھا؟ اور نہ ہی بھالا بطور ہتھیار کے استعمال ہوتا تھا؟ تو پھر تو حدیث درست ہے لیکن اگر بھالا اس وقت کا ایک جنگی ہتھیار تھا اور یقیناً جنگی ہتھیار تھا، دیگر صحابہ کے پاس بھی تو بھالے ہوتے ہوں گے؟ اور وہ بھی مسجد میں لاتے ہوں گے۔

ایسی صورت میں حبشیوں کے مسجد میں بھالے لے جانے میں کون سی خصوصیت تھی؟ اور امام بخاری نے اس حدیث کو کیوں منتخب فرمایا۔ اس حدیث اور اسلام اور نماز کی کتنی خدمت ہوتی ہے اور نماز کے کتنے مسائل معلوم ہوتے ہیں؟

کہیں مقصد تقدس مسجد کو پامال کرنا تو نہیں اور یہ بتانا تو مقصود نہیں کہ مسجد میں چاہو تو نماز پڑھو اور چاہو تو کھیل لو، مسجد کوئی ایسا مقدس مقام نہیں جہاں عبادت کے سوا اور کوئی کام نہ کیا جا سکے؟

﴿۱۳﴾ بخاری، ج ۱، ص ۳۱۹، حدیث ۴۴۶، باب: خرید و فروخت کا مسجد میں منبر پر ذکر کرنا:

عن عائشة قالت انتها بريرة تسألها في كتابتها فقالت ان شئت اعطيت اهلك ويكون الولاء لي او قال اهلها ان شئت اعطيتها ما بقي وقال سفيان مرة ان شئت

اعتقتها ويكون الولاء لنا فلما جاء رسول الله ذكرته ذٰلك فقال ابتاعيها فاعتقيها فان الولاء لمن اعتق ثم قال رسول الله على المنبر فقال سفيان مرة مضعد رسول الله على المنبر فقال ما بال اقوام يشترفون شروطًا ليس في كتاب الله من اشترها شرطًا ليس في كتاب الله فليس له وان اشترط مأة مرة

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ بریرہ لونڈی ان کے پاس آئی اپنی کتابت کے روپیہ میں ان سے مدد چاہتی تھی۔ حضرت عائشہ نے کہا: اگر مرضی ہو تو میں تیرے مالکوں کو یہ روپیہ دے دیتی ہوں مگر تیرا ترکہ میں لوں گی۔ اس کے مالکوں نے کہا: اگر تم چاہو تو جو کتابت کا روپیہ اس کے ذمّہ باقی ہے وہ دے دو (کبھی سفیان نے یوں کہا) تم چاہو تو اس کو روپیہ دے کر آزاد کردو۔ ہر اس کا ترکہ تو ہم ہی لیں گے۔ جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تو بریرہ خرید لے اور آزاد کردے۔ پھر آنحضرتؐ منبر پر کھڑے ہوئے (کبھی سفیان نے یوں کہا) پھر آنحضرتؐ منبر پر چڑھے اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہوا ہے ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں۔ ایسی شرطیں جو اللہ کی کتاب میں نہ ہوں کوئی سو بار لگائے تو کیا ہوتا ہے اس کو کچھ نہیں ملنے کا''۔

جائزہ

امام بخاری نے جس عنوان کے تحت اس حدیث کو بیان کیا ہے وہ ہے خرید و

فروخت کا مسجد میں منبر پر ذکر کرنا۔۔۔۔۔۔ اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں انھیں قرآن میں خرید وفروخت کی آیات پڑھنے کا بھی یقیناً اتفاق ہوتا ہوگا۔ یہ بھی مسلّمہ ہے کہ قرآن کی تمام آیات اور ان کی تفسیر آنحضورؐ ہی نے بیان کر دی تھی اور یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضورؐ اسلام کے تمام احکامِ مسجد ہی میں بیان فرماتے تھے اور مسجد میں برسرِ منبر بتاتے تھے۔

ان مسلّمات کے بعد اب کون شخص ہے جسے یہ علم نہ ہو کہ اسلام کے احکام خرید وفروخت کا بیان مسجد میں برسرِ منبر ہوگا۔ البتہ ایک بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ زیرِ نظر حدیث میں چونکہ حضرت عائشہ کا نام ہے اور خرید وفروخت کا تعلق بھی حضرت عائشہ ہی سے ہے اس لیے امام بخاری اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا مقام اتنا تھا کہ ان کی وجہ سے آنحضورؐ نے برسرِ منبر یہ کہہ دیا کہ کتاب اللہ کے خلاف کوئی شرط شرط نہیں اس کے علاوہ اگر قارئین کو اس حدیث میں کوئی خاصیت نظر آ جائے تو راہِ للہ ہمیں بھی مطلع فرما دیں تا کہ دین کے اس پہلو سے ہم بھی بے بہرہ نہ رہیں۔

(۱۴) بخاری، ج ۱، ص ۳۲۱، حدیث ۴۴۹۔ باب: مسجد میں شراب کی سوداگری کو حرام کہنا:

عن عائشة قالت لما انزلت الأيات من سورة البقره في الربا خرج النبي الى المسجد فقرأهن على الناس ثم حرم

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: حضرت عائشہ سے ہے جب سود کے باب میں سورۃ بقرہ کی آیتیں اُتریں تو آنحضرتؐ مسجد میں برآمد ہوئے۔ ان آیتوں کو پڑھ کر لوگوں کو سنایا، پھر فرمایا: شراب کی سوداگری حرام ہے“۔

جائزہ

زیرِ نظر حدیث کے باب میں کُل دو احادیث مذکور ہیں۔ باب میں شراب کی سوداگری کا تذکرہ ہے لیکن حضرت عائشہ کی حدیث آپ نے ملاحظہ فرمالی ہے۔اس میں شراب کا نام تک نہیں بلکہ سود کا ذکر ہے اور حرمت سود بتائی گئی ہے۔ اس باب میں دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ سے ہے، ابوہریرہ کی حدیث میں مسجد کی ایک خاکروب عورت کی وفات کے بعد آنحضورؐ کا اس کی قبر پر جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

ہمیں تو سمجھ نہیں آتی کہ اِن دونوں حدیثوں کا باب سے کیا تعلق ہے؟ کیا امام بخاری اتنے گئے گزرے تھے کہ انہیں اپنے دیئے گئے عنوان کا خیال بھی نہ رہا کہ میں عنوان کیا دے رہا ہوں اور ذیل میں احادیث کس قسم کی بیان کر رہا ہوں؟

البتہ ایک بات ذہن میں آتی ہے اور آپ بھی تصدیق کریں گے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں سود کا ذکر نہ ہو بلکہ سود کے ساتھ ساتھ شراب کا تذکرہ بھی ہو اور امام بخاری نے بعض سیاسی وجوہ کی بناء پر تحریف کردی۔ جس کی وجہ سے حدیث کا وہ حصہ جو سود سے متعلق تھا لکھ دیا اور جو شراب سے متعلق تھا اسے ہضم کر گئے۔

(۱۵) بخاری، ج ۱، ص ۳۲۳، حدیث ۴۵۲، باب: مسجد میں بیمار وغیرہ کے لیے خیمہ لگانا

عن عائشة قالت اصيب سعد يوم الخندق في الاكحل فضرب النبي خيمة في المسجد ليعوده من قريب فلم يرعهم وفي المسجد خيمة من بني غفار الا الدم يسيل اليهم فقالوا يا اهل الخيمة ما هذا الذي ياتينا من قبلكم فاذا سعد يغذ وجرحه دما فمات فيها

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ”حضرت عائشہ سے ہے سعد بن معاذ

کو خندق کی لڑائی میں زخم لگا۔ ہفت اندام کی رگ میں تو آنحضرتؐ کے مسجد میں ایک خیمہ کھڑا کیا کہ نزدیک سے ان کا حال پوچھ لیا کریں۔ پھر لوگ اس وقت ڈر گئے۔ جب بنی غفار کے خیمہ کی طرف جو مسجد ہی میں تھا خون بہہ بہہ کر آنے لگا۔ انہوں نے کہا: اے خیمہ والو! یہ ہے کیا جو تمہارے پاس سے ہماری طرف بہہ بہہ کر آ رہا ہے دیکھا تو سعد کے زخم سے خون بہہ رہا ہے، آخر وہ اسی سے مر گئے"۔

جائزہ

امام بخاری نے باب کا عنوان ــــــ مسجد میں بیمار وغیرہ کے لیے خیمہ لگانا بتایا ہے لیکن حضرت عائشہ نے مسجد میں خون گرانا بتایا ہے۔ بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ بعد میں مسجد کو پاک بھی کیا گیا تھا یا نہیں؟ بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ مسجد کا خون پاک ہوتا ہے یا نجس۔

اگر حبشیوں کے کھیل والی حدیث کو سامنے رکھ کر زیر نظر حدیث کا مطالعہ کریں تو اس کے سوا اس حدیث میں بھی اور کوئی بات نظر نہیں آئی کہ مسجد کوئی مقدس مقام نہیں ہے چاہو تو مسجد میں عبادت کرلو، چاہو تو مسجد میں گتکا کھیل لو اور چاہو تو مسجد میں خون گرا دو۔

اب اس جگہ سوال یہ ہے کہ آنحضورؐ تو اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی بھی مسجد میں کیا کرتے تھے اور زخمیوں کا خون فرش پر بہتا بھی رہتا تھا۔ پھر اسی مسجد میں نماز بھی پڑھی جاتی تھی۔ یہ تو ہے سنتِ رسولؐ۔ لیکن آج کل سنت کے نام پر اُمت مسلمہ کو دھوکا دینے والے جب شیعہ ماتمی جلوسوں کی مخالفت کرتے ہیں کہ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل

یہ بھی ہوتی ہے کہ چونکہ شیعہ زنجیر زنی کرتے ہیں اوران کا خون مساجد کی دیوار پر لگتا ہے جس سے مسجد نجس ہوتی ہے لہٰذا ان کے جلوس بند کیے جائیں۔

کیا ان سے پوچھا جاسکتا ہے کہ آپ کی سنت کے مطابق تو مسجد کے اندر خون اگر فرش پر بھی بہتا رہے تو اسلام کا کچھ نہیں بگڑتا اور مسجد نجس ہوتی تو پھر مسجد کی باہر والی دیواروں پر اگر خون کے کچھ چھینٹے لگ جائیں تو اسلام کی کون سی دیوار گر جاتی ہے؟

لیکن چاہے جو تیرا حسنِ کرشمہ ساز کرے۔

(۱۶) بخاری، ج۱، ص ۳۳۲، حدیث ۴۶۵، باب: اگر مسجد رستے میں ہو اور لوگوں کو نقصان نہ پہنچے تو کچھ قباحت نہیں:

عائشة زوج النبی قالت لم اعقل ابوی وهما یدینان الدّین ولم یمر علینا یوم الّا یاتینا فیه رسول الله طرفی النهار بکرة وعشیة بداء لابی بکر فاتبنٰی مسجدًا بفناء داره فکان یصلی ویقرء القراٰن فیقف علیه نساء المشرکین وابناهم یعجبون منه وینظرون الیه وکان ابوبکر رجلا بکاءً لا یملك عینیه اذا اقرء القراٰن فافزع ذٰلك اشراف قریش من المشرکین

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ مجھے جب سے ہوش آیا میں نے اپنے ماں باپ کو مسلمان ہی پایا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس دن آنحضرتؐ ہمارے پاس نہ آئیں صبح و شام آپ دو وقت تشریف لاتے پھر ابوبکر کے دل میں آیا تو انہوں نے اپنے جلوخانے میں ایک مسجد بنالی۔ وہ وہاں

نماز پڑھتے اور قرآن پڑھتے مشرکوں کی عورتیں کھڑی رہ کر سنا کرتیں اُن کے بیٹے بھی سنتے اور تعجب کرتے اور ابوبکر کو تو تکار کرتے اور ابوبکر ایک رونے والے آدمی تھے۔ وہ جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھوں سے آنسو روک نہ سکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر قریش کے مشرک رئیس گھبرا گئے''۔

جائزہ

حدیث کا باب اور حدیث دونوں دیکھئے پھر اندازہ کیجیے کہ:

اوّلاً: یہ حدیث بھی ہے یا نہیں؟ بُرا ہو اندھی عقیدت کا، زیرِ نظر حدیث میں نہ قولِ رسول ہے اور نہ عملِ رسول ہے لیکن چونکہ حضرت عائشہ کا بیان ہے لہٰذا اسے درج ضرور ہونا چاہیے۔

ثانیاً: باب کا عنوان یہ ہے کہ ''مسجد رستہ میں ہو'' لیکن حدیث میں بی بی فرماتی ہیں کہ مسجد گھر کے صحن میں تھی۔

مقامِ فکر یہ ہے کہ:

- کیا حضرت ابوبکر کے گھر کی چار دیواری نہیں تھی؟
- اگر چار دیواری نہ تھی تو کیا وجہ تھی؟
- کیا مکہ کے کسی معزز گھرانے کی چار دیواری نہیں ہوتی تھی؟
- اگر کسی بھی گھر کی چار دیواری نہیں ہوتی تھی تو ایک دو مثالیں اور عنایت فرمایئے؟
- اگر دوسرے گھروں کی چار دیواریاں تھیں لیکن حضرت ابوبکر کے گھر کی چار دیواری نہ تھی تو کیا حضرت ابوبکر مکہ کے اشرف سے نہیں تھے؟
- اگر گھر کے گرد چار دیواری تھی اور مسجد گھر کے صحن میں تھی تو پھر امام بخاری نے

حضرت ابوبکر کی اس گھریلو مسجد کو رستہ کی مسجد کیوں کہا ہے؟

- حضرت ابوبکر کے گھر میں مسجد بنانے کی کیا ضرورت تھی
- کیا بیت اللہ اور مسجد الحرام کافی نہ تھیں؟
- کیا دوسرے مسلمانوں نے بھی اپنے گھروں میں مساجد بنائی تھیں؟
- حضرت ابوبکر نے گھر میں مسجد آنحضورؐ کی اجازت سے بنائی تھی یا بلا اجازت؟
- اگر اجازت سے بنائی تھی تو وہ اجازت کہاں مذکور ہے؟
- اگر بلا اجازت بنائی تھی تو کیوں؟
- مدینہ میں بھی مسجد نبویؐ کے مقابلہ میں ایک مسجد بنی تھی۔ مسجد نبوی کے مقابلہ میں بننے والی مسجد اور مسجد الحرام اور بیت اللہ کے مقابلہ میں بننے والی مسجد میں کیا فرق ہوگا؟
- حضرت عائشہ نے اپنے بیان میں تین مقامات پر حضرت ابوبکر کا ذکر کیا ہے۔ پہلے ذکر میں ابوین کہا ہے جس میں بی بی کی والدہ اور والد دونوں شامل ہیں اور دو مقامات پر اپنے والد کا ذکر روکھے پھیکے ابوبکر کے نام سے کیا ہے؟
- کیا بی بی حضرت ابوبکر کو والد نہیں کہتی تھی؟
- اگر نہیں کہتی تھی تو اس کے مضمرات کیا ہیں؟
- اگر کہتی تھی تو سابقاً تیمّم کے بیان میں اور زیر نظر حدیث میں بی بی نے ابوبکر کہنے کی جگہ "ابی" یا "والدی" کیوں نہیں کہا؟
- کیا یہ بھی تربیت نبویؐ کا اثر ہے کہ باپ کو باپ کہنے کی بجائے باپ کا روکھا پھیکا نام لے لو؟
- کیا یہ اسلام کا درس ہے؟

- حضرت عائشہ اپنی اُمت کو یہی درس دینا چاہتی ہیں کہ میری طرح تم بھی اپنے باپ کا روکھا پھیکا نام لیا کرو؟
- کیا بی بی کے وکلاء بھی بی بی کی سنت میں اپنے باپ کا تذکرہ اسی انداز میں کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہیں تو انھیں یہ اخلاق مبارک ہو۔
- اگر نہیں کرتے بلکہ باپ، ابا جان وغیرہ جیسے الفاظ سے نام لیتے ہیں تو پھر حضرت عائشہ کی سنت کو ترک کرنے کا کیا جواز ہوگا؟
- اس حدیث سے نماز کے کتنے مسائل معلوم ہوئے ہیں؟

(۱۷) بخاری، ج۱،ص ۳۴۷، حدیث ۴۸۶، باب: چارپائی پر چارپائی کی طرف نماز پڑھنا

عن عائشة قالت اعدلتمونا بالکلب والحمار لقد رأیتنی مضطجعة علی السریر فیجیئ النبی فیتوسط السریر فیصلی فاکره ان اسنحه فانسل من قبل رجلی السریر حتّٰی انسل من لحافی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے انھوں نے کہا: تم لوگوں نے ہم کو کتے گدھے کے برابر کر دیا ہے۔ میں نے اپنے تئیں دیکھا چارپائی پر لیٹی رہتی ہو۔ پھر آنحضرتؐ تشریف لاتے اور چارپائی کے بیچ میں آجانے سے مجھے آپ کے سامنے پڑا رہنا بُرا معلوم ہوتا تو میں پائنتی کی طرف سے کھسک کر لحاف سے باہر نکل جاتی''۔

(۱۸) بخاری، ج۱،ص ۳۵۰، حدیث ۴۹۰، باب: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو، دوسرا اس کی طرف منہ کرکے بیٹھے تو کیسا ہے؟

عن عائشة انه ذکر عندها ما یقطع الصلٰوة فقالوا

يقطعها الكلب والحمار والمرأة قالت لقد جعلتمونا كلابا لقد رأيت النبي يصلي وانه بينه وبين القبلة وانا مضطجعة على السرير فتكون لي الحاجة وكره ان استقبله فانسل النساء لاً

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے ہے ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہوا جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ لوگوں نے کہا: کتے اور گدھے اور عورت کے سامنے آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے ہم کو کتا اور گدھا بنا دیا۔ میں نے دیکھا آنحضرتؐ نماز پڑھتے رہے اور میں آپؐ کے قبلے کے بیچ میں چارپائی پر پڑی رہتی۔ پھر مجھے کچھ کام ہوتا تو میں آپ کے سامنے منہ کرنا بُرا جانتی میں آہستہ سے کھسک جاتی"۔

(۱۹) بخاری، ج ا، ص ۳۵۱، حدیث ۴۹۱، باب: سوتے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا:

عن عائشه قالت كان النبي وانا واقده معترضة على فراشه فاذا راوان يوتر ايقظني فاوترن.

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے ہے انہوں نے کہا: آنحضرتؐ نماز پڑھتے رہتے اور میں بچھونے پر آڑی پڑی سوتی ہوتی۔ جب آپ وتر پڑھنے لگتے مجھے جگا دیتے میں وتر پڑھ لیتی"۔

(۲۰) بخاری، ج ا، ص ۳۵۲، حدیث ۴۹۲، باب: عورت کے پیچھے نفل نماز پڑھنا:

عن عائشة زوج النبي انها قالت كنت انام بين يدى

رسول الله اجلالي في قبلته فاذا سجد غمزني فقبضت رجلي فاذا قام بسطتهما قالت ويومئذ ليس فيها مصباح

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ جو آنحضرتؐ کی بیوی تھی سے ہے انھوں نے کہا: میں آنحضرتؐ کے سامنے سوتی رہتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو ہاتھ سے مجھ کو چھو دیتے، میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی پھر جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ بھی نہ تھے''۔

(۲۱) بخاری، ج ۱، ص ۳۵۲، حدیث ۴۹۳۔ باب: اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی

عن عائشة ذكر عندها ما يقطع الصلوة الكلب والحمار والمرأة فقالت عائشة شبهتمونا بالحمر والكلاب والله لقد رأيت النبي واني على السرير بينه وبين القبلة مضطجعة فتبدولي الحاجة فاكره ان اجلس فاذي النبي فانسل عن عند رجليه

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے ان کے سامنے ذکر آیا کہ نماز کتے، گدھے اور عورت کے سامنے آ نے سے ٹوٹ جاتی ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کی طرح سمجھا، خدا کی قسم! میں نے دیکھا آنحضرتؐ نماز پڑھتے رہتے اور میں چارپائی پر آپ کے اور قبلے کے درمیان لیٹی

رہتی۔ پھر مجھے کوئی کام ہوتا تو میں بیٹھ کر آپ کو تکلیف دینا بُرا جانتی تو چارپائی کی پائنتی سے میں کھسک کر نکل جاتی"۔

(۴۲) بخاری، ج۱، ص۳۵۴، حدیث۴۹۴، باب ایضاً:

عائشة زوج النبي قالت لقد كان رسول الله يقوم فيصلي من الليل واني لمعترضة بينه وبين القبلة على فراش اهله

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ آنحضرتؐ کی بی بی نے کہا: آنحضرتؐ رات کو اُٹھتے اور نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلے کے بیچ میں اپنے گھر کے بچھونے پر اڑی پڑی رہتی"۔

(۴۳) بخاری، ج۱، ص۳۵۴، حدیث۴۹۸، باب: کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی عورت کا بدن چھوسکتا ہے، سجدہ کے لیے:

عن عائشة قالت بئسما عدلتمونا بالكلب والحمار لقد رأيتني ورسول الله يصلي وانا مضطجعة بينه وبين القبلة فاذا اراد ان يسجد غمز رجلي فقبضتهما

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے ہے، انہوں نے لوگوں سے کہا تم نے بہت بُرا کیا جو ہم کو کتے اور گدھے کے برابر کردیا۔ میں نے تو خود اپنے تئیں دیکھا، میں آنحضرتؐ اور قبلے کے بیچ میں لیٹی رہتی اور آپ نماز پڑھتے رہتے۔ جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو میرے پاؤں چھو دیتے۔ میں ان کو سمیٹ لیتی"۔

جائزہ

سابقاً ذکر کردہ دراحادیث ۳۷۹ اور ۳۸۰ ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمائیے اور ان احادیث کا موازنہ حدیث نمبر ۴۸۶، ۴۹۰ تا ۴۹۴ اور ۴۹۸ سے کیجیے۔ اگرچہ تکرار تو ہوگا لیکن مناسب ہوگا اگر ان احادیث کے عنوانات بطور فہرست آپ کے سامنے پیش کردوں تاکہ مسائل نماز بآسانی ذہن میں آسکیں؟

- حدیث نمبر ۳۷۹، ۳۸۲ کا باب ہے: بچھونے پر نماز پڑھنا۔
- حدیث نمبر ۴۹۱ کا باب ہے: سوتے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا۔
- حدیث نمبر ۴۹۲ کا باب ہے: عورت کے پیچھے نفل نماز پڑھنا۔
- حدیث نمبر ۴۹۳ کا باب ہے: اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی؟
- حدیث نمبر ۴۹۸ کا باب ہے: کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی عورت کا بدن چھو سکتا ہے؟

ان چھے عنوانات کے تحت امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے جو چھے احادیث نقل کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آنحضورؐ نماز پڑھتے تو میں کبھی طولاً اور کبھی عرضاً آپؐ کے سامنے لیٹ جاتی۔ اندھیرا ہوتا تھا۔ جب آپ سجدہ کے لیے جھکتے تو مجھے دبا دیتے، میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی۔ بعض اوقات وتر پڑھتے ہوئے آپ مجھے جگا دیتے۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ وتر پڑھ لیتی۔ اگر مجھے کسی ضرورت کے تحت اُٹھ کر جانا ہوتا تو پھر آنحضورؐ کو تکلیف دیئے بغیر چارپائی کی پائنتی کی طرف سے کھسک جاتی۔

- گویا مسئلہ بچھونے پر نماز پڑھنے کا ہو تو بھی امام بخاری کو حضرت عائشہؓ کے آنحضورؐ کے سامنے سونے کے سوا اور کوئی حدیث نہ ملی۔

* مسئلہ سوتے ہوئے شخص کے پیچھے نوافل پڑھنے کا ہو تو بھی امام بخاری کو آنحضرتؐ کے سامنے حضرت عائشہ کے سونے کے سوا اور کوئی حدیث نہ ملی۔
* مسئلہ عورت کے پیچھے نماز پڑھنے کا ہو تو امام بخاری کو حضرت عائشہ کے آنحضورؐ کے سامنے سونے کے سوا اور کچھ نہ ملا۔
* مسئلہ کسی چیز سے نماز کے نہ ٹوٹنے کی دلیل کا ہو تو بھی امام بخاری کو آنحضرتؐ کے سامنے حضرت عائشہ کے سونے کے سوا کوئی حدیث نہ ملی۔
* اور مسئلہ سجدہ کے وقت عورت کے چھونے کا جواز کا ہو تو بھی امام بخاری کو حضرت عائشہ کے آنحضورؐ کے سامنے سونے کے سوا کوئی مواد نہ ملا۔

یعنی جس طرح حضرت عائشہ چہک چہک کر اپنی پریم کہانی مختلف انداز میں بیان فرماتی رہیں امام بخاری اسی طرح لہک لہک کر بی بی کی داستانِ محبت کو مختلف عنوانات میں بیان فرماتے رہے۔ حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ ان میں سے کسی ایک حدیث کو امام بخاری ایک جگہ بیان فرما کر وضاحت کر دیتے کہ اس حدیث سے یہ پانچ مسئلے معلوم ہوئے ہیں۔ آخر امام بخاری نے ہر مسئلہ کے لیے علیحدہ باب کیوں باندھا؟ ویسے ہم امکان بھر تبصرہ "نظامِ مصطفیؐ" جلد سوم میں کر چکے ہیں۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اب دیگر احادیث یہ ہیں: ۴۸۶، ۴۹۰، ۴۹۳ اور ۴۹۸۔ ان احادیث کو امام بخاری نے جن عنوانات میں بیان کیا ہے ذرا ایک فہرست میں ملاحظہ فرمالیں۔

* حدیث ۴۸۶ کا باب ہے: چارپائی پر چارپائی کی طرف نماز پڑھنا۔
* حدیث ۴۹۰ کا باب ہے: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو، دوسرا اس کی طرف منہ کر کے بیٹھے تو کیسا ہے؟
* حدیث ۴۹۳ کا باب ہے، اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی؟

* حدیث ۱۹۸ کا باب ہے: کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی عورت کا بدن چھو سکتا ہے؟

ان چار احادیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے: حضرت عائشہ کی موجودگی میں کچھ لوگوں نے ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کے نمازی کے سامنے آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ان صحابہ نے کہا کہ اگر کتا، گدھا اور عورت نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نمازی کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ان کے اس مسئلہ پر حضرت عائشہ نے نہایت ناراضگی کے ساتھ کہا کہ تم نے ہم عورتوں کو کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا ہے حالانکہ میں خود آنحضورؐ کے سامنے سے نہ صرف گزرتی تھی بلکہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان پڑی سوتی رہتی تھی، آپ نماز بھی پڑھتے رہتے اور سجدہ میں آتے ہوئے مجھے چھوتے بھی رہتے تھے۔ جب آنحضورؐ کی نماز میرے سامنے سے نہیں ٹوٹی تو تمہاری نماز کسی عورت کے سامنے گزر جانے سے کیسے ٹوٹ سکتی ہے؟

یہ ہے تلخیص احادیث جو میں نے اپنے الفاظ میں عرض کی ہے۔ ہمارے لیے مقامِ فکر چند باتیں ہیں:

① حضرت عائشہ کے بقول یہ تو مسلم ہے کہ اگر عورت نمازی کے سامنے سوتی رہے یا اس کے سونے یا گزرنے سے نمازی کی نماز نہیں ٹوٹتی۔

② یہ بھی مسلم ہے کہ جن لوگوں نے بی بی کی موجودگی میں یہ مسئلہ بیان کیا وہ صحابہ تھے؟

③ یہ بھی مسلم ہے کہ ان صحابہ نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے داخلِ اسلام کیا تھا۔ اب حضرت عائشہ اور بی بی کے وکلاء سے بصد معذرت چند سوالات:

* حضرت عائشہ نے ان صحابہ کے نام کیوں نہیں بتائے تا کہ اُمت ان سے ہوشیار ہو جاتی اور ان کی احادیث چھان پھٹک کرنے کے بعد قبول کرتی؟

* ممکن ہے یہ لوگ صحابہ نہ ہوں۔ اس صورت میں یہ سوال ہوگا کہ یہ لوگ مسلمان

تھے یا غیر مسلم؟

* اگر غیر مسلم تھے تو مدینہ کے یا بیرونِ مدینہ کے؟
* اگر مسلمان تھے تو مومن تھے یا منافق؟
* اگر منافق تھے تو ان کا بی بی کے پاس بار بار آ کر بیٹھنا کیوں ہوتا تھا؟
* اگر مومن تھے تو حزبِ اقتدار سے وابستہ تھے یا حزبِ اختلاف سے؟
* اگر حزبِ اقتدار سے تھے تو بی بی نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی؟
* کیا ان لوگوں کو بی بی کی موجودگی کا بھی احساس نہیں ہوا تھا؟
* کیا ان لوگوں نے ازواجِ نبیؐ کے احترام کا پاس نہیں کیا تھا؟
* کیا یہ لوگ ایسے نہیں کر سکتے تھے کہ کم از کم ازواجِ نبیؐ اس دنیا سے رخصت ہو جاتیں تو یہ مسئلہ بیان کرتے؟
* کیا اس مسئلہ سے دیگر ازواج نبیؐ کی بالعموم اور حضرت عائشہ کی بالخصوص توہین نہیں ہوتی؟
* بی بی نے ان صحابہ کے نام کسی سیاسی مصلحت سے تو نہیں چھپائے؟
* اگر مصلحت سیاسی نہیں تھی تو ان کے نام صیغۂ راز میں رکھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟
* ان چار احادیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صحابہ میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو احکام اسلام کو تارپیڈو کرنا چاہتے تھے؟
* کیا ایسے صحابہ مخلص مومن تھے؟
* کیا اُمت کو مومن اور ایسے منافق صحابہ جو احکامِ اسلام کو مسخ کرنا چاہتے تھے، کے لیے کوئی امتیازی علامت معین نہیں کرنا چاہیے؟
* یہ تو ایک مسئلہ تھا جسے بی بی نے چیلنج کر دیا اور کتنے ایسے مسائل ہوں گے، جو بی بی کی عدم موجودگی میں داخل اسلام کیے جاتے ہوں گے؟

* کیا یہ بات مسلّم نہیں کہ بی بی کے حضور میں بیٹھ کر خلاف اسلام باتیں کرنے والے سبائی نہیں تھے؟
* کیا یہ لوگ ازواجِ نبیؐ کے گستاخ نہیں تھے؟
* ایسے لوگوں کا حلقۂ اثر کتنا تھا اور ان کے دیگر رفقائے کار کتنے اور کون کون سے افراد تھے؟

صحیح بخاری شریف میں بتائی گئی نماز کی مختصر فہرست

حضرت عائشہ کی احادیث کا انفرادی جائزہ لینے کے بعد مناسب ہوگا اگر بخاری شریف میں پیش کردہ احادیث سے نماز کی جو صورت سامنے آتی ہے ایک نظر میں حدیث وار نقشہ پیش کر دیا جائے تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو اور اپنی آخرت کے لیے کوئی واضح راہ معین کر سکیں۔

* حدیث ۳۴۵: انس بن مالک سے مروی ہے اس میں انس نے آغازِ نماز کی تاریخ شبِ معراج بتائی ہے اور پچاس نمازوں سے پانچ نمازوں کا فرض حضرت موسیٰؑ کا احسان بتایا گیا ہے۔ (آغازِ نماز)
* حدیث ۳۴۶: حضرت عائشہ سے منقول ہے حضرت عائشہ کی احادیث میں دیکھیں۔
* حدیث ۳۴۷: اُمِ عطیہ سے روایت ہے جس میں حائضہ عورت کو اجتماعی عبادات میں شرکت کی اجازت دی گئی ہے لیکن جائے نماز پر آنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ (حائضہ کی شرکت عبادت)
* حدیث ۳۴۸: جابر سے منقول ہے اس میں ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو جائز بتایا گیا ہے۔ (ایک کپڑے میں نماز)
* حدیث ۳۴۹: جابر کی روایت ہے اور حدیث ۳۴۸ کی مؤید ہے۔ (ایضاً)

- حدیث ۳۵۰: عمر ابن ابوسلمہ سے مروی ہے ایک کپڑے میں نماز جائز ہے۔ (ایضاً)
- حدیث ۳۵۱: عمر ابن ابوسلمہ کی روایت ہے، حدیث ۳۵۰ کی مؤید ہے۔ (ایضاً)
- حدیث ۳۵۲: عمر ابن ابوسلمہ سے منقول ہے سابقہ دونوں احادیث کی مؤید ہے۔ (ایضاً)
- حدیث ۳۵۳: اُم ہانی سے روایت ہے ایک کپڑے میں نماز کو جائز بتایا ہے۔ (ایضاً)
- حدیث ۳۵۴: ابوہریرہ کی روایت ہے: ایک کپڑے میں نماز کو جائز بتایا ہے۔ (ایضاً)
- حدیث ۳۵۵: ابوہریرہ سے مروی ہے، سابقہ حدیث کی مؤید ہے۔ (ایضاً)
- حدیث ۳۵۶: ابوہریرہ سے " " " " " " " "
- حدیث ۳۵۷: جابر کی روایت ایک کپڑے میں نماز کا جواز بتایا ہے۔
- حدیث ۳۵۸: سہل ابن سعد سے مروی ہے ایک کپڑے میں نماز کا جواز ہے۔
- حدیث ۳۵۹: مغیرہ ابن شعبہ سے منقول ہے، احکامِ نماز سے متعلق ہی نہیں۔
- حدیث ۳۶۰: جابرؓ سے منقول ہے جس میں بچپنے میں آنحضورؐ کی برہنگی بتائی گئی ہے۔
- حدیث ۳۶۱ کا راوی ابوہریرہ ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ کے زمانہ میں نماز کے لیے ایک کپڑا میسر نہ آتا تھا اور حضرت عمر کے زمانہ میں دو کپڑے مل جاتے تھے۔
- حدیث ۳۶۲: عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے اس میں نماز سے متعلق کوئی بات نہیں۔
- حدیث ۳۶۳: ابوسعید خدری کی روایت ہے احکام نماز سے مبرا ہے۔
- حدیث ۳۶۴ کا راوی ابوہریرہ ہے، احکامِ نماز سے خالی ہے۔

- حدیث ۳۶۵ کا راوی بھی ابوہریرہ ہے، نماز سے متعلق کوئی مسئلہ نہیں، البتہ سورہ برات کی تبلیغ کا ذکر ہے اور حضرت ابوبکر کی تقرری پھر ان کی معزولی اور حضرت علیؑ کی تقرری کا ذکر ہے۔
- حدیث ۳۶۶ کا راوی جابر ہے اور ایک کپڑے میں نماز کا جواز بتایا ہے۔ (ایک کپڑے میں نماز)
- حدیث ۳۶۷ انس سے روایت ہے، نماز سے متعلق کوئی بات نہیں، انس نے بتایا کہ فتح خیبر سے پہلے آنحضورؐ نے خیبر کی گلیوں میں گھوڑا دوڑایا اور ران سے کپڑا اُتار دیا۔
- حدیث ۳۶۸: حضرت عائشہ کی احادیث میں ملاحظہ فرمایئے۔
- حدیث ۳۶۹: حضرت عائشہ سے روایت ہے۔
- حدیث ۳۷۰ کی راویہ حضرت عائشہ ہے۔
- حدیث ۳۷۱ کی محدثہ حضرت عائشہ ہے۔
- حدیث ۳۷۲: عقبہ بن عامر سے روایت ہے اس میں آنحضورؐ کا ریشم کے (ریشم میں نماز) کپڑے میں نماز پڑھنا بتایا گیا ہے۔
- حدیث ۳۷۳ کا راوی ابوجحیفہ ہے اس نے حسب ذیل مسائل بیان کیے ہیں:
  - لال جوڑا پہننا سنتِ رسولؐ ہے۔
  - دورانِ نماز نمازی اپنے سامنے کوئی عصا وغیرہ گاڑ کر نماز پڑھ لے اور ایسی صورت میں نمازی کے سامنے سے انسان یا جانور گزر جائے تو نماز ہوجاتی ہے۔ (کوئی شے سامنے رکھی جائے)
- حدیث ۳۷۴: سہل ابن سعد کی روایت ہے اس میں سہل نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ (منبر پر نماز)

* حدیث ۳۷۵: انس سے منقول ہے جس میں انس نے آنحضورؐ کا گھوڑے گرنا ار پنڈلی یا کاندھے کا چھل جانا بتایا ہے۔ اس دوران آنحضورؐ کے جماعت کرانے کا ذکر کیا ہے کہ کوٹھے پر نماز پڑھاتے رہے اور چونکہ خود نہیں اُٹھ سکتے تھے اس لیے صحابہ کو بھی حکم دیا کہ تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھا کرو۔ (بیٹھ کر نماز)
* حدیث ۳۷۶: حضرت میمونہ کی روایت ہے جس میں بی بی نے بتایا ہے کہ ایامِ حیض میں اگر بیوی شوہر کے دوران نماز ہوتی رہے تو کوئی ہرج نہیں۔ (نماز کے سامنے ہونا)
* حدیث ۳۷۷: انس سے منقول ہے اس میں پرانے بورے پر نماز پڑھنے کو درست بتایا گیا ہے۔ (پرانے بورے پر نماز)
* حدیث ۳۷۸: حضرت میمونہ کی روایت ہے جس میں چھوٹے مصلّی پر سجدہ کو جائز بتایا گیا ہے۔ (چھوٹے مصلّی پر سجدہ)
* حدیث ۳۷۹: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۳۸۰: حضرت عائشہ کی روایت ہے۔
* حدیث ۳۸۱ کا راوی عروہ ابن زبیر ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آنحضورؐ نماز پڑھ رہے تھے اور خالہ اماں حضرت عائشہ آپؐ کے سامنے سو رہی تھی؟ (نمازی کے سامنے سونا)
* حدیث ۳۸۲: انس کی روایت ہے اس میں کپڑے پر نماز کو جائز بتایا ہے۔ (کپڑے پر سجدہ)
* حدیث ۳۸۳ کا راوی بھی انس ہے۔ اس میں نعلین میں نماز پڑھنے کو درست بتایا گیا ہے۔ (نعلین میں نماز)
* حدیث ۳۸۴ کا راوی جریر ہے اس میں موزوں پر مسح کرنے اور موزوں کے ساتھ

نماز پڑھنا بتایا ہے۔(موزوں پر مسح)

* حدیث ۳۸۵ کا راوی مغیرہ ابن شعبہ ہے۔ حدیث جریر کی مؤید ہے (موزوں پر مسح)
* حدیث ۳۸۶: حذیفہ ابن یمان کا فتویٰ ہے، حدیث نہیں ہے۔
* حدیث ۳۸۷ کا راوی عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ ہے۔ اس نے آپؐ کے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا بتایا ہے۔(ہاتھ کھول کر نماز)
* حدیث ۳۸۸: انس سے روایت ہے اور مسلمان کی تعریف ہے۔
* حدیث ۳۸۹: انس سے منقول ہے اور سابقہ حدیث کی نوید ہے۔
* حدیث ۳۹۰: ابوایوب سے روایت ہے اس میں آدابِ قبلہ بتائے گئے ہیں کہ پیشاب و پاخانہ کے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرنا چاہیے نہ پشت۔(آدابِ قبلہ)
* حدیث ۳۹۱: عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے احکامِ حج بتائے گئے ہیں۔ نماز کی کوئی بات نہیں؟
* حدیث ۳۹۲: عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو جائز بتایا گیا ہے۔(کعبہ کے اندر نماز)
* حدیث ۳۹۳: عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے جو سابقہ بیان کی تردید ہے (کعبہ کے اندر نماز)
* حدیث ۳۹۴: جابر سے روایت ہے جس میں نافلہ کو سواری پر پڑھ لینا جائز بتایا ہے۔(سواری پر نماز)
* حدیث ۳۹۵: عبداللہ ابن مسعود کی روایت ہے جس میں آنحضورؐ کا نماز بھول جانا مذکور ہے۔(نسیانِ رسولؐ)
* حدیث ۳۹۶: انس نے حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے حدیث نہیں ہے۔

* حدیث ۳۹۷: عبداللہ ابن عمر نے تحویلِ قبلہ کے متعلق بتایا ہے۔ (تحویلِ قبلہ)
* حدیث ۳۹۸: عبداللہ ابن مسعود نے آنحضورؐ کا نماز بھول جانا بتایا ہے۔ (نسیانِ رسولؐ)
* حدیث ۳۹۹: انس ابن مالک نے آدابِ مسجد نقل کیے ہیں۔ (آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۰۰: انس نے آدابِ مسجد بتائے ہیں؟ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۱: عبداللہ ابن عمر نے آدابِ مسجد بتائے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۲: حضرت عائشہ کی روایت ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۳: ابوہریرہ اور ابوسعید خدری نے آدابِ قبلہ بتائے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۴: (ایضاً)
* حدیث ۴۰۵: انس نے آدابِ قبلہ نقل کیے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۶: ابوسعید نے آدابِ قبلہ نقل کیے ہیں۔ (آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۰۷: انس نے آدابِ مسجد بتائے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۸ میں ابوہریرہ نے آدابِ قبلہ نقل کیے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۹ میں انس نے آدابِ قبلہ نقل کیے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۱۰ میں ابوہریرہ نے انی لاء اکم من وراء ظهری نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۱۱ میں انس نے انی لاء واکم من وراء ظهری کما اراکم نقل کیا ہے۔ (روایت رسولؐ)
* حدیث ۴۱۲: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا گھڑ دوڑ لگانا نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۱۳: انس نے عباس ابن عبدالمطلب کا حرص نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۱۴: انس نے آنحضورؐ کا ایک دعوت میں صحابہ کو لے جانا بتایا ہے۔
* حدیث ۴۱۵: سہل ابن سعد نے کسی صحابی کو اپنی بیوی کے ساتھ لعان کا ذکر کیا

ہے۔

* حدیث ۴۱۶: عتبان ابن نے اپنے گھر میں آنحضورؐ کا نماز پڑھنا بتایا ہے۔ (گھر میں نماز)

* حدیث ۴۱۷: عتبان ابن مالک نے آنحضورؐ کا اپنے گھر میں نماز پڑھتا بتا رہا ہے۔ (ایضاً)

* حدیث ۴۱۸: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

* حدیث ۴۱۹: حضرت عائشہ سے روایت ہے۔

* حدیث ۴۲۰: انس نے مسجد نبوی کی تعمیر کا ذکر کیا ہے۔ (تعمیر مسجد)

* حدیث ۴۲۱: انس نے آنحضورؐ کا بھیڑوں کے باڑہ میں نماز پڑھنا بتایا ہے۔ (بھیڑوں کے باڑہ میں نماز)

* حدیث ۴۲۲: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ اُونٹ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔ (اُونٹ کی طرف نماز)

* حدیث ۴۲۳: عبداللہ ابن عباس نے آنحضورؐ کا نمازِ کسوف پڑھنا نقل کیا ہے۔ (نمازِ کسوف)

* حدیث ۴۲۴: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا نوافل گھروں میں پڑھنے کا حکم نقل کیا ہے۔ (گھر میں نوافل)

* حدیث ۴۲۵: عبداللہ ابن عمر نے معذب افراد کے پاس جانے سے ممانعت نقل کی ہے۔

* حدیث ۴۲۶: حضرت عائشہ کی روایت ہے۔

* حدیث ۴۲۷: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

* حدیث ۴۲۸: ابو ہریرہ نے یہودیوں پر لعنت نقل کی ہے۔

* حدیث ۴۲۹: جابر ابن عبداللہ نے آنحضورؐ کو دیگر انبیاء پر فضیلت نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۳۰: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۳۱: عبداللہ ابن عمر نے اپنا عین جوانی میں مسجد میں سونا بتایا ہے۔ (مسجد میں سونا)
* حدیث ۴۳۲: سہل ابن سعد نے آنحضورؐ کا حضرت علیؑ کو ابوتراب کہنا نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۳۳: ابوہریرہ نے اصحابِ صفہ کی غربت نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۳۴: جابر نے آنحضورؐ سے اپنے قرض کی وصولی کا ذکر کیا ہے۔
* حدیث ۴۳۵: ابوقتادہ نے دو رکعت ہدیہ مسجد پڑھنے کا حکم نقل کیا ہے۔ (ہدیہ مسجد)
* حدیث ۴۳۶: ابوہریرہ نے نمازی پر ملائکہ کی صلوٰۃ نقل کی ہے۔ (نمازی اور ملائکہ)
* حدیث ۴۳۷: عبداللہ ابن عمر نے مسجد نبویؐ پر لگے ہوئے سامان کی تفصیل بتائی ہے۔
* حدیث ۴۳۸: ابوسعید نے عمار کے لیے تقتلك الفئة الطاغیہ نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۳۹: جابر نے آنحضرتؐ کا منبر بنوانا نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۴۰: جابر نے منبر بنانا نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۴۱: حضرت عثمان نے مسجد سازی کی فضیلت نقل کی ہے۔ (فضیلتِ مسجد نبویؐ)
* حدیث ۴۴۲: جابر نے مسجد میں نیزوں کی نوکیں تھام کر رکھنے کا حکم نقل کیا ہے۔ (آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۴۳: ابوموسیٰ نے مسجد اور بازار میں نیزوں کے پھل تھام کر رہنے کا حکم نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۴۴: حسان نے اپنی فضیلت نقل کی ہے۔

* حدیث ۴۴۵: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۴۶: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۴۷: کعب ابن مالک نے صحابی سے اپنے جھگڑے کا ذکر کیا۔ (آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۴۸: ابو ہریرہ نے خاکروب مسجد کی قبر پر جاکر آنحضورؐ کی نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* حدیث ۴۴۹: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۵۰: ابو ہریرہ نے ۴۴۸ جیسا واقعہ نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۱: ابو ہریرہ نے ایک قیدی کو چھوڑنے کا واقعہ نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۲: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۴۵۳: حضرت اُم سلمہ نے بحالت سواری طواف کعبہ نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۵۴: انس نے اصحاب نبیؐ میں سے دو کا معجزہ نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۵: ابو سعید خدری نے لو کنت متخذا خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلا اور لا یبقین فی السجد باب الاسد الاباب ابی بکر نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۶: ابن عباس نے لو کنت متخذاً خلیلًا لا تخذت ابابکر خلیلًا اور سدواعنی کل خوخة فی هذا المسجد الاخوخة ابی بکر نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۷: عبداللہ ابن عمر نے آنحضرتؐ کا کعبہ کے اندر نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔ (کعبہ کے اندر نماز)
* حدیث ۴۵۸: ابو ہریرہ نے ایک قیدی کو رہا کرنے کا حکم نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۹: سائب ابن یزید نے حضرت عمر کی دھمکی نقل کی ہے۔ (آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۶۰: کعب ابن مالک نے مسجد نبویؐ میں ایک صحابی سے جھگڑے کا ذکر کیا

ہے۔(آدابِ مسجد)

* حدیث ۴۶۱: عبداللہ ابن عمر نے نمازِ تہجد نقل کی ہے۔(نمازِ تہجد)
* حدیث ۴۶۲: (ایضاً)
* حدیث ۴۶۳: ابوواقد حبشی نے تین افراد کا مسجد میں آنا بتایا ہے۔(آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۶۴: عبداللہ ابن زید نے آنحضرتؐ کا مسجد میں ٹانگ رکھ کر سونا نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۶۵: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۴۶۶: ابوہریرہ نے نماز باجماعت کے فضائل نقل کیے ہیں۔(نماز باجماعت)
* حدیث ۴۶۷: عبداللہ ابن عمرو ابن عاص نے آنحضرتؐ کے بعد والوں کی مذمت نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۶۸: ابوموسیٰ نے انفاق کی تعریف نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۶۹: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کا نماز بھول جانا نقل کیا ہے؟(نسیانِ نبی)
* حدیث ۴۷۰: سالم ابن عبداللہ ابن عمر نے مکہ کے راستہ میں کئی مقامات پر آنحضورؐ کے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔(سنتِ رسولؐ)
* حدیث ۴۷۱: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا چند مقامات پر نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۷۲: عبداللہ ابن عباس نے آنحضورؐ کے سامنے دورانِ نماز گدھے پر سوار ہوکر گزارنا نقل کیا ہے۔(نمازی کے سامنے گزرنا)
* حدیث ۴۷۳: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا دورانِ نماز اپنے سامنے لکڑی نصب کر کے نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔(نمازی کے سامنے گزرنا)
* حدیث ۴۷۴: ابوجحیفہ نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے اپنے سامنے ایک لکڑی گاڑھ کر نماز پڑھی۔(نمازی کے سامنے شے)

* حدیث ۴۷۵: سہل نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ اور آپ کے مصلّی کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کا فاصلہ تھا۔ (نمازی کے سامنے شے)
* حدیث ۴۷۶: سلمہ ابن اکوع نے حدیث سہل کی تائید کی ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۷۷: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا اپنے سامنے برچھا گاڑھ کر نماز پڑھنا بتایا ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۷۸: ابوجحیفہ نے حدیث ۴۷۷ کی مؤید نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۷۹: انس بن مالک نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ پیشاب کو جاتے تو ساتھ برچھی یا لاٹھی لے جاتے۔
* حدیث ۴۸۰: ابوجحیفہ نے ۴۷۷ اور ۴۷۸ کی مؤید نقل کی ہے۔ (نمازی کے سامنے شے)
* حدیث ۴۸۱: سلمہ ابن اکوع نے آنحضورؐ کا ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھنا نقل کیا ہے؟ (ستون کے ساتھ نماز)
* حدیث ۴۸۲: انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ کے بڑے بڑے صحابی ستون مسجد کے سایہ میں نماز کے لیے جگہ بنانے میں جلدی کرتے تھے۔
* حدیث ۴۸۳: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا کعبہ کے اندر نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔ (کعبہ کے اندر نماز)
* حدیث ۴۸۴: عبداللہ ابن عمر نے ۴۸۳ جیسی حدیث نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۸۵: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا اُونٹنی کو آڑ بنا کر نماز پڑھنا بتایا ہے۔ (نمازی کے سامنے شے)
* حدیث ۴۸۶: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۸۷: ابوسعید نے بیان کیا ہے لیکن کچھ نہیں بتایا۔
* حدیث ۴۸۸: ابوسعید نے نمازی کے سامنے گزرنے والے کو شیطان کہا ہے۔

(نمازی کے سامنے گزرنے کی مذمت)

* حدیث ۴۸۹: ابوجہیم نے نمازی کے سامنے گزرنے والے کی مذمت کی ہے۔(ایضاً)
* حدیث ۴۹۰: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۹۱: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۴۹۲: حضرت عائشہ کی روایت ہے۔
* حدیث ۴۹۳: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۴۹۴: حضرت عائشہ نے روایت کی ہے۔
* حدیث ۴۹۵: ابوقتادہ نے آنحضورؐ کا بچے کو اُٹھا کر نماز پڑھنا بتایا ہے۔(بچے کو اُٹھا کر نماز پڑھنا)
* حدیث ۴۹۶: حضرت میمونہ سے منقول ہے جس میں بی بی نے بتایا ہے کہ میں بحالتِ نماز آنحضورؐ کے سامنے سوئی رہتی اور آپ نماز پڑھتے رہتے۔(نمازی کے سامنے سونا)
* حدیث ۴۹۷ حضرت میمونہ سے ہے، حدیث ۴۹۶ کا واقعہ ہے۔(ایضاً)
* حدیث ۴۹۸ حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۴۹۹ عبداللہ ابن عمر نے ہجرت سے قبل آنحضورؐ کا نماز پڑھنا، قریش کا آپ سے دورانِ نماز جسارت کرنا اور جنابِ سیدہ کا آنا نقل کیا ہے۔

خلاصۃ الاحکام

حضرت عائشہ سے منقولہ احادیث میں بتائے احکام نماز تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ آپ دیگر صحابہ سے منقول احادیث سے معلوم ہونے والے احکام کا خلاصہ بھی ایک نظر میں دیکھ لیں اور پھر خود اپنی نماز کے متعلق سوچیں کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں وہ کہاں سے لیا ہے۔ صحابہ نے نہ آنحضورؐ سے کچھ سنا ہے، نہ بتایا ہے اور نہ امام بخاری نے اپنی

صحیح میں درج کیا ہے۔ پھر یہ کہاں سے آ گیا۔ دین کیسے بن گیا؟ اور آپ اسے اسلام، احکامِ اسلام اور سنتِ رسولؐ کے لیے کیسے کہہ سکتے ہیں؟ ـــــ البتہ یہ یاد رکھیے کہ اِن احادیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ میں صرف وہی پیش کر رہا ہوں۔ ان تمام احکامات سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں ہے اور ہمارا حق تبصرہ وغیرہ محفوظ ہے۔

آغازِ نماز

اس سلسلہ میں انس بن مالک نے صرف حدیث ۳۴۵ میں بتایا ہے کہ نماز آغازِ نبوت سے فرض نہیں تھی بلکہ فرضیتِ نماز کا آغاز شبِ معراج سے ہوا ہے اور وہ بھی حضرت موسیٰؑ کی نوازش سے پانچ نمازیں فرض ہوئی ہیں ورنہ آنحضورؐ تو پچاس نمازوں کا بوجھ لے کر معراج سے واپس تشریف لا رہے تھے بھلا ہو حضرت موسیٰؑ کا جن کی بار بار کی رہنمائی سے آنحضورؐ اللہ میاں کے ہاں جاتے رہے اور واپس آتے رہے اور حضرت موسیٰؑ بار بار آپ کو واپس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔

ذرا آپ مضمرات حدیث کا اندازہ کریں کہ کس حسن و خوبی سے انس نے حضرت موسیٰؑ کی آنحضورؐ پر برتری ثابت کی ہے اور کس حسنِ تدبیر سے اُمت مسلمہ کو یہودیت کا ممنون بنایا ہے۔

حائضہ کی اجتماعی عبادات میں شرکت

حدیث ۳۴۷ میں اُم عطیہ نے بتایا ہے کہ حائضہ عورت کو آنحضرتؐ نے اجتماعی عبادات میں شرکت کی اجازت تو دی ہے البتہ جائے نماز پر کھڑے ہونے کی ممانعت فرمائی ہے۔

ایک کپڑے میں نماز

حدیث ۳۴۸ تا ۳۵۸ اور حدیث ۳۶۱ و ۳۶۶ میں صحابہ نے ایک کپڑے میں

نماز پڑھنے کو جائز بتایا ہے۔ تیرہ احادیث صرف اس لیے نقل کی گئی ہیں کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے۔

رسول کریمؐ کی بچپنے میں برہنگی

حدیث ۳۶۰ میں جابر ابن عبداللہ نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ بچپنے میں ایک مرتبہ برہنہ ہوگئے اور بے ہوش ہوگئے۔ اس کے بعد آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔ اگر اس حدیث کا حضرت عائشہ کی ان احادیث سے موازنہ کیا جائے جن میں بی بی نے بتایا ہے کہ میں اور آنحضورؐ ایک برتن پہ ایک ساتھ غسل کرتے تھے تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ جب ایک مرتبہ کے علاوہ آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا تو پھر نظریہ جابر کا درست ہوگا یا حضرت عائشہ کا؟ اس حدیث سے نماز کے کتنے مسائل معلوم ہوئے اور امام بخاری کو اس حدیث کے نقل کرنے سے کتنا ثواب ملا؟ یہ تو اچھا ایجنٹ ہی بتا سکے گا۔

ریشمی کپڑے میں نماز

حدیث ۳۷۲ میں عقبہ ابن عامر نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک مرتبہ ریشمی کپڑے میں نماز پڑھی تھی گویا ریشمی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہوا۔

لال جوڑا اور سامنے کوئی چیز

حدیث ۳۷۳ میں ابو جحیفہ نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک مرتبہ لال جوڑا پہن کر نماز پڑھی اور اپنے سامنے عصا وغیرہ گاڑھ لیا۔ گویا لال جوڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے اور نمازی بوقت نماز اگر اپنے سامنے کوئی شے گاڑھ لے تو کسی کے سامنے گزر جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

بیٹھ کر نماز

حدیث ۳۷۵ میں انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ ایک مرتبہ گھوڑے سے گر گئے۔

آپ نے تا شفایابی ایک تو ازواج سے کنارہ کشی کیے رکھی اور دوسرے کوٹھے کی چھت پر نماز پڑھاتے رہے اور حکم دیا کہ جب پیش نماز بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے لیے بھی بیٹھ جانا ضروری ہے۔

گویا مقتدیوں کو ہر صورت میں پیش نماز کی اقتداء کرنا ضروری ہے۔ اگر پیش نماز بصورت مجبوری بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بصورت اختیار بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں۔

بحالتِ حیض نمازی کے سامنے سونا

حدیث ۳۷۶ میں حضرت میمونہ نے بتایا ہے کہ میں ایامِ حیض میں آنحضورؐ کے سامنے سوئی رہتی تھی اور آپ نماز پڑھتے رہتے تھے۔ گویا اگر بیوی ایامِ حیض میں شوہر کے سامنے سو رہے اور شوہر نماز پڑھتا رہے تو کوئی ہرج نہیں۔

پرانے بورے پر نماز

حدیث ۳۷۷ میں انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے پرانے بورے پر نماز پڑھی گویا پرانے بورے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

چھوٹے مصلّی پر سجدہ

حدیث ۳۷۸ میں حضرت میمونہ نے بتایا ہے کہ چھوٹے مصلّی پر سجدہ جائز ہے۔

نمازی کے سامنے سونا

حدیث ۳۸۱ میں عروہ نے حضرت عائشہ کا آنحضورؐ کے سامنے دوران نماز سونا بتایا ہے یعنی جس طرح حالتِ حیض میں بیوی دورانِ نماز شوہر کے سامنے سو سکتی ہے۔ اسی طرح بلا حیض بھی نماز کے دوران شوہر کے سامنے سو جانے میں کوئی حرج نہیں۔

کپڑے پر سجدہ

حدیث ۳۸۲ میں انس نے کپڑے پر سجدہ کرنا بتایا ہے، گویا کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہے۔

نعلین میں نماز

حدیث ۳۸۳ میں انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے نعلین میں نماز پڑھی۔ گویا جوتے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

موزوں پر مسح

حدیث ۳۸۴ میں جریر اور ۳۸۵ میں مغیرہ بن شعبہ نے موزوں پر مسح اور موزوں میں نماز پڑھنا بتایا ہے۔ گویا موزوں پر مسح بھی جائز ہے اور جوتوں کی طرح موزوں سمیت نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ تعجب ہے موزوں پر مسح تو جائز ہے لیکن ننگے پاؤں پر مسح جائز نہیں ہے۔

ہاتھ کھول کر نماز

حدیث ۳۸۷ میں عبداللہ ابن مالک نے آنحضورؐ کا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا بتایا ہے۔ گویا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا بھی سنتِ رسولؐ ہے۔

آدابِ قبلہ

حدیث ۳۹۰، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶ میں آدابِ قبلہ بتائے گئے ہیں۔

کعبہ کے اندر نماز

حدیث ۳۹۲، ۳۹۳، ۴۵۷، ۴۸۳، ۴۸۴ میں کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو جائز بتایا گیا ہے۔

سواری پر نماز

حدیث ۳۹۴ میں سواری پر نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ گویا سواری پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

نسیانِ نبیؐ

حدیث ۳۹۵، ۳۹۸، ۴۶۹ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نماز میں بھول گئے۔ نماز ختم ہو جانے کے بعد صحابہ نے یاد دلایا۔

تحویلِ قبلہ

حدیث ۳۹۷ میں عبداللہ ابن عمر نے بتایا ہے کہ بیت المقدس سے رُخ موڑ کر بیت اللہ کی طرف کیا گیا۔

آدابِ مسجد

حدیث ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۷، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۳، ۴۶۴ ان تیرہ احادیث میں آدابِ مسجد بتائے گئے ہیں۔

اذیتِ رسولؐ

حدیث ۴۱۰، ۴۱۱ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ جس طرح سامنے سے دیکھ سکتے تھے اسی طرح پشت پیچھے سے بھی دیکھ سکتے تھے۔

گھر میں نماز

حدیث ۴۱۶، ۴۱۷ میں عتبان ابن مالک نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ہمارے گھر نماز پڑھی۔ گویا کسی کے گھر نماز پڑھنا جائز ہے۔

بھیڑوں کے باڑہ میں نماز

حدیث ۴۲۱ میں انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ مسجد بننے سے قبل بھیڑوں کے باڑہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ گویا بھیڑوں کے باڑہ میں نماز پڑھنا سنتِ رسولؐ ہے۔

نمازی کے سامنے کوئی شے ہو

حدیث ۴۲۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۸۰، ۴۸۵، ۴۸۸، ۴۸۹ اور ۴۹۶ میں بتایا گیا ہے کہ نمازی جب نماز پڑھنے لگے تو اپنے سامنے کوئی لاٹھی یا برچھا وغیرہ گاڑھ دے۔

نمازِ کسوف

حدیث ۴۲۳ میں عبداللہ ابن عباس نے آنحضورؐ کا نمازِ کسوف پڑھنا بتایا ہے، گویا نمازِ کسوف پڑھنا سنتِ رسولؐ ہے۔

نوافل گھر میں

حدیث ۴۲۴ میں عبداللہ ابن عمر سے نوافل کا گھر میں پڑھنا بتایا ہے۔ گویا نوافل گھر میں پڑھنا سنتِ رسولؐ ہے۔

مسجد میں سونا

حدیث ۴۳۱ میں عبداللہ ابن عمر نے بتایا ہے کہ میں جب کنوارا اور جوان تھا تو مسجد میں رات گزار لیتا تھا۔ گویا مسجد میں سونا جائز ہے۔

ہدیۂ مسجد

حدیث ۴۳۵ میں ابوقتادہ نے بتایا ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نماز ہدیۂ مسجد پڑھنا چاہیے۔ گویا ہدیۂ مسجد سنت ہے۔

تعمیر مسجد

حدیث ۴۴۱ میں حضرت عثمان نے اپنے دورِ حکومت تعمیر مسجد کی فضیلت سے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے گویا تعمیر مسجد ثواب ہے۔

نمازِ باجماعت

حدیث ۴۹۶ میں ابو ہریرہ نے نماز با جماعت کی فضیلت بتائی ہے۔

نمازِ تہجد

حدیث ۴۶۱ اور ۴۶۲ میں عبداللہ ابن عمر نے نمازِ تہجد کے متعلق بتایا ہے۔

سنتِ رسولؐ

حدیث ۴۷۰ میں سالم ابن عبداللہ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایسے مقامات تلاش کیے ہیں جہاں آنحضورؐ نے دورانِ سفر نماز پڑھی تھی۔ گویا جہاں جہاں آنحضورؐ نے نماز پڑھی وہاں وہاں نماز پڑھنا سنتِ رسولؐ ہے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنا

حدیث ۴۷۲ میں عبداللہ ابن عباس نے گدھے پر سوار ہوکر آنحضورؐ کے سامنے سے گزرنے کا ذکر کیا ہے۔ جب آپؐ مصروفِ نماز تھے گویا نمازی کے سامنے گزر جانے سے نماز میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

نمازی کے سامنے گزرنا

حدیث ۴۸۸ اور ۴۸۹ میں ابوسعید اور ابوجہیم نے نمازی کے سامنے گزرنے والے کی مذمت نقل کی ہے اور اُسے شیطان کہا ہے۔

عبداللہ ابن عباس اور ابوسعید اور ابوجہیم کے باہمی تضاد کو رفع کرنے کے لیے

امید ہے کوئی اچھا ایجنٹ ہی سامنے آئے گا۔

ستون کے ساتھ نماز

حدیث ۴۸۱ اور ۴۸۲ میں سلمہ ابن اکوع اور انس نے ستون کے ساتھ نماز پڑھنے کے متعلق بتایا ہے۔ گویا مسجد میں ستون مسجد کے ساتھ نماز پڑھنا سنتِ رسولؐ ہے۔

بچے کو اُٹھا کر نماز پڑھنا

حدیث ۴۹۵ میں ابوقتادہ نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک مرتبہ دورانِ نماز بچے کو اُٹھا رکھا تھا۔ گویا بچے کو اُٹھا کر نماز پڑھنا سنتِ رسولؐ ہے یا کم از کم جائز ہے۔

یہ ہے خلاصۃ الاحکام نماز جو ہمیں صحابہ سے ملا ہے۔ چونکہ ابھی تک احکامِ نماز ختم نہیں ہوئے اس لیے ابھی جاری ہے۔

کتاب مواقیت الصلوٰۃ

❊ کُل روایات: ۷۹ ❊ کُل محدث: ۲۰

❊ حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۵۱۹ تا ۵۲۱، ۵۴۱، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷

❊ حضرت عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۵۰۰، ۵۰۴، ۶۰۵

❊ حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۵۰۱، ۵۱۸، ۵۳۷، ۵۵۵، ۵۵۶

❊ حضرت جریر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۵۰۳، ۵۲۹، ۵۴۷

❊ حضرت حذیفہ ابن یمان، حدیث نمبر: ۵۰۳

❊ حضرت ابو ہریرہ، حدیث نمبر: ۵۰۶، ۵۱۰، ۵۱۲، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۳، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۸، ۵۶۲

❊ حضرت انس بن مالک، حدیث نمبر: ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۵، ۵۱۷، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۵۰، ۵۵۲، ۵۷۱، ۵۷۴

❊ حضرت ابو برزہ اسلمی، حدیث نمبر: ۵۱۶، ۵۲۲، ۵۲۴، ۵۴۳، ۵۷۳، ۵۷۵

❊ حضرت عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۵۲۷، ۵۳۲، ۵۳۹، ۵۳۵، ۵۵۷، ۵۵۹، ۵۶۳، ۵۷۷

❊ حضرت بریدہ ابن خصیب، حدیث نمبر: ۵۲۸، ۵۶۸، ۵۷۰، ۵۷۵

❊ حضرت ابو موسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۵۳۳، ۵۴۲، ۵۴۸

❊ معاویہ ابن سفیان، حدیث نمبر: ۵۶۱

* حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر، حدیث نمبر: ۵۶۷
* حضرت سلمہ ابن اکوع، حدیث نمبر: ۵۳۶
* حضرت عبداللہ مزنی، حدیث نمبر: ۵۳۸
* حضرت سہل ابن سعد، حدیث نمبر: ۵۵۱
* حضرت ابوذر، حدیث نمبر: ۵۱۱، ۵۱۴
* حضرت ابوسعید خدری، حدیث نمبر: ۵۱۳، ۵۶۰
* حضرت رافع ابن خدیج، حدیث نمبر: ۵۳۴
* حضرت جابر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۵۳۵، ۵۴۰، ۵۷۲، ۵۷۴
* حضرت حارث ابن ربعی، حدیث نمبر ۵۶۹
* حضرت زید ابن ثابت، حدیث نمبر: ۵۴۹

خلفائے ثلاثہ اور مواقیت الصلوٰۃ

کتاب مواقیت الصلوٰۃ یعنی وہ کتاب جس میں نمازوں کے اوقات بتائے جائیں گے، کا آپ سرسری مطالعہ فرمایا ہے کُل احادیث بھی دیکھ لی ہیں۔ تمام محدثین کے نام بھی دیکھ لیے ہیں۔ ان بائیس محدثین میں سے آپ کو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان کا کہیں بھی کوئی نام نہیں ملے گا، گویا:

ان تینوں حضرات نے نہ تو آنحضورؐ کو کسی وقت نماز پڑھتے دیکھا اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے ان حضرات کو کسی وقت نماز پڑھتے دیکھا۔ نہ ان حضرات نے آنحضورؐ سے نماز کے کسی وقت کے متعلق کوئی بات پوچھی اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے ان حضرات سے اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں کوئی سوال کیا۔

کیونکہ ایک فطری سی بات ہے اگر ان حضرات میں سے کسی نے آنحضورؐ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہوتا یا اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں آنحضورؐ سے کچھ دریافت کیا ہوتا تو

ضرور کسی نہ کسی وقت کسی محفل میں بات کر بیٹھتے کہ ہم نے فلاں وقت کی نماز آنحضورؐ کو فلاں جگہ پڑھتے دیکھا تھا۔ اس وقت صبح صادق طلوع ہو چکی تھی یا سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ زوالِ آفتاب ہو چکا تھا یا ابھی غروب نہیں ہوا تھا وغیرہ وغیرہ۔ یا ہم نے آنحضورؐ سے اوقاتِ نماز کی تفصیل فلاں جگہ دریافت کی تھی اور آپ نے یہ بتائی تھی۔

اسی طرح اگر اُمت کے کسی فرد نے ان کو کسی وقت نماز پڑھتے دیکھا ہوتا تو بحیثیت خلیفۂ وقت ہونے کے ان کا قول و فعل زیادہ مؤثر ہوتا اور بوقتِ اختلاف اُمت کا کوئی فرد تو کہتا کہ میں نے ان تینوں خلفاء میں سے فلاں خلیفہ فلاں وقت کی نماز فلاں جگہ نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

اس کے مضمرات جو بھی ہوں ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں، یہ معاملہ ہمارا شخصی معاملہ نہیں بلکہ اُمت مسلمہ کا اجتماعی معاملہ ہے اور پوری اُمت کا دردِ سر ہے۔ اگر کبھی اُمت مسلمہ کے اربابِ اقتدار کو شیعہ دشمنی اور شیعہ کُشی سے فراغت مل گئی اور وہ تعصب کا چشمہ اُتار کے سر جوڑ کر بیٹھے تو ہماری کسی مداخلت کے بغیر تاریخ انھیں بتا دے گی کہ اس کے مضمرات کیا تھے اور ان خلفائے ثلاثہ سے کیوں کچھ نہیں ملتا۔

فی الحال تو ہم صرف آپ کی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرا رہے ہیں کہ کتاب الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحیض، کتاب التیمم اور کتاب الصلوٰۃ کی طرح، کتاب مواقیت الصلوٰۃ بھی ان خلفائے ثلاثہ کے بیان سے قطعی خالی ہے۔

حالانکہ بقول سوادِ اعظم حضرت ابوبکر مسلم اوّل بھی تھے یارِ غار بھی تھے۔ سُسرِ رسولؐ بھی تھے اور خدا معلوم کیا کیا تھے۔ اسی طرح حضرت عمر مرادِ رسولؐ بھی تھے، یارِ نبیؐ بھی تھے، رعب و دبدبہ بھی رکھتے تھے اور حضرت عثمان دامادِ رسولؐ بھی تھے لیکن کتنا تعجب ہے کہ ان تین یاروں میں سے رحمۃ للعالمینؐ جیسے رفیق کی سیرت و کردار کے سلسلہ

میں ایک لفظ تک منقول نہیں۔

یہ کیسے یار تھے کہ نہ اپنے رفیق و محبوب سے وحی ربانی کا ایک لفظ سنتے ہیں نہ پوچھتے ہیں کہ آپؐ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے نہ ایمان کے سلسلہ میں اپنے رفیق سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے تاجِ نبوتؐ جو سر پر سجایا ہے ہمیں اپنے آبائی دین سے علیحدہ کیا ہے ہمیں کفرنگر سے اسلام آباد میں لے آئے ہیں۔ جس ایمان نے ہمیں آبرو دی ہے وہ ایمان کیا ہے اس کی تعریف کیا ہے اس کی شرائط کیا ہیں، ایمان میں خلل ڈالنے والی چیزیں کیا ہیں۔

یہ کیسے یار ہیں کہ اپنے محبوب سے علم کے متعلق کچھ بھی نہیں پوچھتے کہ آپ کا قرآن بھی علم کی ثناخوانی کرتا ہے۔ آپ کے پاس بیٹھنے والے دوسرے احباب بھی علم کے متعلق گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ آخر ہمیں بھی تو کچھ معلوم ہونا چاہیے کہ علم کیا ہے، ہم اصحاب کی نسبت آپ سے زیادہ قریب ہیں اگر ہم سے بھی کوئی پوچھ بیٹھے تو کم از کم ہم فضائلِ علم تو سنا سکیں۔

یہ کیسے یار ہیں کہ اپنے محبوب قائد سے یہ تک نہیں پوچھتے کہ آپ جو دین، جو ضابطۂ حیات اور جو نظامِ زندگی لائے ہیں اس میں روزانہ پانچ مرتبہ وضو کرنا پڑتا ہے، دربارِ خالق میں حاضری دینا ہوتی ہے۔ حاضری دینے کے لیے دینے کو حاضری کے قابل بنانا پڑتا ہے۔ آپ ہمیں بتا دیں کہ وضو کیا ہے، وضو کی شرائط کیا ہیں؟ وضو کے واجبات کیا ہیں؟ وضو کے مستحبات کیا ہیں؟ وضو کے مکروہات کیا ہیں؟ کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

یہ کیسے یار ہیں کہ اپنے حبیب سے نہیں پوچھتے کہ آپ جو اسلام لائے ہیں اس میں غسل بتاتے ہیں، نماز بتاتے ہیں، عورتوں کے لیے ایک غسلِ حیض بتاتے ہیں۔ یہ غسل کیا ہے، اس کی نیت کیا ہے، اس کا طریقہ کیا ہے، عورتوں کو غسلِ حیض کیسے کرنا

چاہیے، کب کرنا چاہیے، حیض کتنے دن ہوتا ہے۔ کم از کم اور زیادہ سے حیض کی مدت کیا ہے؟ آپ جو نماز پڑھاتے ہیں وہ نماز کتنے وقت پڑھنا چاہیے؟ کیسے پڑھنا چاہیے؟ نماز کی شرائط واجبات، مستحبات، مکروہات اور مبطلات کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

محترم قارئین! ابوہریرہ جیسے سات ہجری میں اسلام قبول کر کے چار سالہ قلیل مدت میں تو احکامِ اسلام کے ڈھیر لگا دیں لیکن مسلم اوّل، مرادِ رسولؐ اور دامادِ رسولؐ سے اسلام کے اہم احکام تک کے سلسلہ میں ایک لفظ تک نہ مل سکے۔

کیا یہ تعجب نہیں؟ کیا مقامِ حیرت نہیں؟ کیا آپ کے ذہن میں یہ سوال نہیں اُبھرتا کہ آخر جو لوگ اسلام سے نبرد آزما رہے ان سے بھی اسلام کے سلسلہ میں کچھ نہیں ملتا اور جو اسلام کے نام پر انتہائی قریب رہے ان سے کچھ منقول نہیں، ان دونوں میں فرق کیسے کیا جائے گا؟

حضرت عائشہ اور دیگر ازواج

مواقیت الصلوٰۃ یا اوقاتِ نماز کے باب میں کم و بیش بیاسی احادیث ہیں۔ جن میں سے دس عدد احادیث کی محدثہ تنہا بی بی عائشہ ہے۔ نہ یہ بات حیران کن ہے کہ بی بی نے بکثرت احادیث روایت کی ہیں کیونکہ دس احادیث اتنی کثیر تعداد نہیں ہے اور نہ یہ بات باعثِ تعجب ہے کہ بی بی نے کم احادیث روایت کی ہیں کیونکہ بیاسی میں سے دس احادیث کو جس طرح زیادہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح کم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ باعثِ تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں دیگر ازواج سے ایک لفظ بھی منقول نہیں۔

- کیا دیگر ازواج کو اوقاتِ نماز میں بیان کرنے کا موقعہ نہیں دیا گیا؟
- کیا دیگر ازواج کو اوقاتِ نماز سے دلچسپی نہ تھی؟
- اگر دیگر ازواج کو موقعہ نہیں دیا گیا تو اس کے اسباب سیاسی تھے یا اسلامی؟

- اگر اسلامی اسباب کی بنا پر دیگر ازواج کو موقعہ نہیں دیا گیا تو وہ کون سے اسباب تھے؟
- اگر سیاسی اسباب تھے تو اسلام اور احکامِ اسلام کا تقاضا یہی تھا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ اقتدار پر بی بی کا ہم نوا گروپ چھایا ہوا تھا اس لیے دیگر ازواج کو اس موقعہ سے محروم رکھا گیا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ اقتدار پر قابض افراد کی نظر میں احکامِ اسلام کا ایک مخصوص نظریہ تھا اور بی بی اس نظریہ پر پوری اُترتی تھی جب کہ دیگر ازواج اس کسوٹی پر پوری نہیں اُترتی تھیں۔
- ممکن ہے یہ کہا جائے کہ صرف اوقاتِ نماز میں دیگر ازواج کی احادیث نہیں ہیں ورنہ دوسرے ابواب میں تو دیگر ازواج سے بھی احادیث منقول ہیں۔ اس لیے یہ خیال غلط ہے کہ اربابِ اقتدار کی نظر میں ایک مخصوص نصب العین تھا، لہٰذا دیگر ازواج کو موقعہ نہیں دیا گیا۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو اہلِ بیتؑ کی طرح دیگر ازواج کو بھی پوری صحیح بخاری میں جگہ نہ ملتی۔

اس کے جواب میں اولاً تو یہ گزارش ہے کہ بخاری کے دیگر ابواب میں آپ ملاحظہ فرمالیں۔ دیگر ازواج سے احادیث نہ ہونے کے برابر ہیں اور اگر ہیں تو صرف اسی حد تک جس حد تک دیگر ازواج نے بی بی کی رہنمائی کی ہے۔ دیگر ازواج سے کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جو بی بی کے نظریہ سے متصادم ہو یا وہی حدیث لی گئی ہے جو بالکل الگ راہ بتاتی ہو؟

اس وقت تک کی صحیح بخاری کی گذشتہ احادیث میں سے دیگر ازواج سے معدودے چند منقولہ احادیث انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں اگرچہ ذرا سا طول ہو جائے۔ لیکن یہ طول بھی باعثِ ملول نہیں ہوگا۔ ایک نظر میں دیگر ازواج سے منقولہ احادیث آپ بھی

دیکھ لیں۔

* کتاب الوحی کی کُل چھے احادیث میں سے دو احادیث میں سے ۳/۱ حصہ تنہا بی بی سے منقول ہے اور کسی زوجہ سے اس سلسلہ میں کچھ بھی مروی نہیں حالانکہ دیگر تمام ازواج بھی آنحضورؐ کے حبالۂ عقد میں بعد از ہجرت داخل ہوئی ہیں اور ان کی شادیوں میں اتنا زیادہ فاصلہ بھی نہیں۔ کتاب الوحی میں بی بی سے منقولہ احادیث آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ بی بی نے آنحضورؐ سے روایت نہیں کیں، بلکہ لوگوں سے سنی سنائی بات بتائی ہے، ممکن ہے دیگر ازواج میں سے کسی نے آنحضورؐ سے آغازِ وحی کا واقعہ پوچھا ہو لیکن بی بی کو جگہ ملی ہے اور کسی زوجہ کو موقعہ نہیں دیا گیا حتیٰ کہ اسلام کی خاتونِ اول حضرت خدیجۃ الکبریٰ جو آغازِ وحی کی چشم دید گواہ تھیں سے بھی ایک لفظ تک نقل نہیں کیا گیا۔

* کتاب الایمان کی اُنچاس احادیث میں سے آپ حضرت عائشہ کی احادیث بھی ملاحظہ فرمالیں اور دیگر ازواج میں سے کسی زوجۂ نبیؐ کا نام بھی تلاش کر لیں۔ اگر مل جائے تو ہمیں بھی مطلع کر دیں۔

* کتاب العلم کی بیاسی احادیث میں صرف حضرت اُم سلمہ کو موقعہ فراہم کیا گیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۱۵ اور ۱۳۲ صرف دو احادیث حضرت اُم سلمہ سے مروی ہیں جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ امام بخاری کو حضرت عائشہ کی طرف سے چونکہ کتاب العلم کے سلسلہ میں ایک حدیث ۱۲۸ کے سوا اور کچھ نہ مل سکا اس لیے حضرت اُم سلمہ کو کتاب العلم میں جگہ مل گئی ہے۔ حضرت اُم سلمہ کے سوا آپ اس کتاب کا بار بار مطالعہ کریں۔ آپ کو کسی زوجۂ نبی سے علم کے سلسلہ میں ایک لفظ بھی نہ ملے گا؟

* کتاب الوضوء کی ایک صد بارہ احادیث میں سے حضرت عائشہ کی احادیث اور ان

کی تعداد آپ سابقاً ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان کی ایک سو بارہ احادیث میں سے حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر آٹھ ازواج میں سے صرف حضرت میمونہ کو ایک جگہ مل سکی ہے اور وہ ہے حدیث ۲۰۹۔ ورنہ اگر ازواج میں سے کسی زوجہ سے بھی ایک لفظ نقل کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

* کتاب الغسل کو چھیالیس احادیث میں سے آپ نے حضرت عائشہ کی احادیث ملاحظہ فرمائی ہیں جو تعداد میں زیادہ ہیں۔ حضرت میمونہ کی سات اور حضرت اُم سلمہ سے صرف ایک حدیث لی گئی ہے۔ حضرت میمونہ کی احادیث کا موازنہ حضرت عائشہ کی احادیث سے کرلیں۔ لفظی اختلاف کے علاوہ مفہوم چنداں فرق نہیں ہوگا۔ اُمید ہے ہماری وہ بات ذہن میں ہوگی کہ دیگر ازواج سے صرف وہی احادیث قبول کی گئی ہیں جو ایک مخصوص مکتبِ فکر سے تعلق رکھتی تھیں۔
* کتاب الحیض کی اڑتیس احادیث میں سے حضرت عائشہ کی تیئس احادیث تو آپ نے ملاحظہ فرما لی ہیں۔ اڑتیس میں سے بقیہ پندرہ احادیث میں سے حضرت اُم سلمہ سے تین اور حضرت میمونہ سے صرف ایک حدیث منقول ہے۔ حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ کی احادیث کا موازنہ آپ حضرت عائشہ کی احادیث سے کریں۔ لفظی اختلاف کے علاوہ آپ کو کوئی فرق محسوس نہیں ہوگا۔ دیگر چھے ازواج سے ایک لفظ بھی منقول نہیں۔
* کتاب التیمم کی سولہ احادیث میں سے حضرت عائشہ سے تو دو احادیث مروی ہیں لیکن دیگر ازواج سے اس سلسلہ میں ایک لفظ بھی نہیں۔
* کتاب الصلوٰۃ کی ایک صد انسٹھ احادیث میں سے چوبیس احادیث حضرت عائشہ سے منقول ہیں۔ چار احادیث حضرت میمونہ سے مروی ہیں اور ایک حدیث حضرت اُم سلمہ سے نقل کی گئی ہے۔ دیگر چھے ازواج سے بخاری خالی ہے۔ بلکہ

اگر یہ کہا جائے کہ اُمت مسلمہ کو ان کے احکامِ اسلام سے محروم رکھا گیا ہے۔
حضرت میمونہ اور حضرت اُم سلمہ کو بھی جو جگہ دی گئی ہے وہ نہ دینے کے برابر ہے۔

☆ زیر نظر کتاب مواقیت الصلوٰۃ میں تو حضرت عائشہ سے دس احادیث مروی ہیں لیکن دیگر آٹھ ازواج سے ایک لفظ بھی منقول نہیں۔

آخر اس کی کوئی وجہ تو ہونی چاہیے اگر کوئی معقول اور قابلِ قبول وجہ تو بتادے تو عنایت ہوگی۔ معلوم تو ایسے ہوتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے بعض مصالح کی وجہ سے اسلام اور احکامِ اسلام میں عمداً حصہ نہیں لیا۔ اور حضرت عائشہ کے سوا دیگر ازواج کو اہلِ بیتؑ کی طرح حصہ لینے نہیں دیا گیا بلکہ محدثین کو دُور رکھا گیا۔

اچھا بہر صورت وجہ جو بھی ہو، آیئے ہم حضرت عائشہ سے اوقاتِ نماز کے مسائل معلوم کریں۔

حضرت عائشہ اور اوقاتِ نماز

نمازِ عصر کا وقت

(۱) بخاری، ج ا، ص ۳۵۸، حدیث ۵۰۰، باب: نماز کے وقتوں اور ان کی فضیلت کا بیان:

حدثتنی عائشة ان رسول الله کان یصلی العصر والشمس فی حجرتها قبل ان تظهر

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''مجھ کو حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب دھوپ ان کے حجرے میں رہتی تھی اُوپر نہ چڑھتی تھی''۔

ضروری نوٹ: اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث ۵۰۰ میں تحریر کیا ہے، اسے علیحدہ نمبر نہیں دیا حالانکہ اس کا سلسلہ سند قطعی جدا ہے۔ اس کا مقصد امام بخاری جانیں ہم نے حدیث کو اسی نمبر سے پیش کردیا ہے جس کے ذیل میں حدیث ہے۔ کہیں کوئی یہ

نہ کہنے لگے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے ہی نہیں۔

(۳) بخاری، ج ۱، ص ۳۷۱، حدیث ۵۱۹، باب: عصر کا وقت:

عن عائشة ان رسول الله صلى العصر والشمس في حجرتها لم يظهر الفئ من حجرتها

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ دھوپ ان کے حجرے میں تھی۔ سایہ وہاں نہیں پھیلا تھا"۔

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۳۷۱، حدیث ۵۲۱، باب ایضاً

عن عائشة قالت كان النبي يصلي صلوٰة العصر والشمس طالعة في حجرتها لم يظهر الفئ بعد

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے کہ دھوپ میرے حجرے میں رہتی اور ابھی سایہ نہ پھیلا"۔

جائزہ

ان چار احادیث میں بی بی نے صرف عصر کی نماز کا وقت بتایا ہے۔ ان احادیث کے مطابق بی بی کے حجرہ کا دروازہ مغرب کی طرف تھا اور سورج ڈھلنے کے بعد دھوپ بی بی کے حجرہ کے اندر آ جاتی تھی چونکہ سعودی عرب عین خط استواء پر واقع ہے لہٰذا سورج ڈھلتے ہی دھوپ بی بی کے حجرہ میں آ جاتی ہوگی اور جوں جوں سورج نیچے جاتا ہوگا۔ دھوپ بڑھتی جاتی ہوگی اور عین غروب کے وقت دھوپ بی بی کے حجرہ سے ختم ہوگی۔

اس تمہیدی تحقیق کے بعد اب احادیث میں غور فرمایئے پھر نمازِ عصر کا وقت معین کیجیے۔

☼ حدیث نمبر ۵۰۰ کے لفظ ہیں: والشمس في حجرتها قبل ان تظهر۔ مولانا

وحید الزمان: دھوپ ان کے حجرے میں رہتی تھی اُوپر نہ چڑھتی تھی۔

- حدیث ۵۱۹ کے لفظ ہیں: والشمس لم تخرج من حجرتها ، مولانا وحید الزمان: دھوپ ان کے حجرے میں رہتی اُوپر نہ چڑھتی۔
- حدیث ۵۲۰ کے لفظ ہیں: والشمس في حجرتها لم يظهر الفئي من حجرتها، مولانا وحید الزمان: دھوپ ان کے حجرے میں تھی سایہ وہاں نہیں پھیلا تھا۔
- حدیث ۵۲۱ کے لفظ ہیں: والشمس طالعة في حجرتي لم الفئي بعد، مولانا وحید الزمان: دھوپ میرے حجرے میں رہتی اور ابھی سایہ نہ پھیلا ہوتا۔

گویا سورج ڈھلنے کے بعد سے غروبِ آفتاب تک عصر کا وقت ہے، کیونکہ حجرے میں دھوپ آنے کے بعد حجرے سے اس وقت نکل سکتی ہے جب سورج غروب ہو۔ موجودہ دور کے نمازی جو گھنٹوں میں وقت کی تعیین کرتے ہیں اور ان کے مقرر کردہ وقت سے پہلے عصر کی نماز پڑھنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ ذرا ایک مرتبہ حج پر جا کر بخاری شریف کو سامنے رکھ کر مدینہ منورہ میں قیام کے دوران کمرے میں سورج کے آنے اور پھر سایہ کے اُٹھنے کا وقت نوٹ کریں۔ پھر حضرت عائشہ کے ماننے والوں کو بتائیں کہ حضرت عائشہ نے نمازِ عصر کا کون سا وقت بتایا ہے اور یہ لوگ کیسی نمازیں پڑھا رہے ہیں۔

نمازِ عشاء کا وقت

(۵) بخاری، ج ۱، ص ۳۸۳، حدیث ۵۴۱، باب: عشاء کی فضیلت:

عائشة اخبرته قالت اعتم رسول الله ليلة بالعشاء وذلك
قبل ان يفشو الاسلام فلم يخرج حتى قال عمر نام النساء
والصبيان فخرج فقال لاهل المسجد ما ينتظرها احد
من اهل الارض غيركم

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک رات عشاء کی نماز میں جب کہ ابھی تک اسلام عام نہیں ہوا تھا، دیر کی تو آپ گھر سے برآمد نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر نے بآواز بلند پکارا۔ عورتیں اور بچے سو گئے۔ اس وقت آپ برآمد ہوئے اور مسجد میں لوگ جمع تھے ان سے فرمایا: تمھارے سوا ساری زمین والوں میں کوئی کوئی اس نماز کا منتظر نہیں''۔

(۹) بخاری، ج ا، ص ۳۸۵، حدیث ۵۴۴۔ باب: عشاء کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے:

عائشة قالت اعتم رسول اللّٰہ بالعشاء حتٰی ناداہ عمر الصلٰوۃ ـــــ نام النساء والصبیان فخرج فقال ما ینتظرها احد من اهل الارض غیرکم ولا تصلی یومئذ الا بالمدینة

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے عشاء کی نماز میں دیر کی یہاں تک کہ حضرت عمر نے آپ کو پکارا۔ نماز کے لیے تشریف لائیے، عورتیں اور بچے تو سو گئے۔ اس وقت آپ برآمد ہوئے اور فرمایا: ساری زمین میں تمہارے سوا اور کوئی لوگ اس نماز کی انتظار میں نہیں ہیں۔ ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز ہی نہیں ہوتی تھی''۔

جائزہ

دونوں حدیثیں اور مولانا وحیدالزمان کا ترجمہ آپ نے دیکھ اور پڑھ لیا ہے۔

اوّلاً: تو ان ہر دو احادیث نے نمازِ عشاء کا وقت نہیں بتایا بلکہ نمازِ عشاء کی فضیلت بیان کی

ہے، البتہ اس فضیلت کے ذیل میں وقت بھی یوں نکلتا ہے کہ نماز عشاء اتنی تاخیر سے پڑھتے تھے کہ عورتیں اور بچے سونے لگ جاتے تھے۔ تقریباً ہر شخص کو معلوم ہے کہ موسمِ گرما میں دس بجے سے پہلے اور موسمِ سرما میں آٹھ بجے سے پہلے نہ عورتیں سوتی ہیں اور نہ بچے۔ اس لحاظ سے نمازِ عشاء کا وقت آج کل گھڑیوں کے مطابق سردیوں میں آٹھ بجے اور گرمیوں میں دس بجے ہونا چاہیے تھا۔

لیکن آج کل تو ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب اور عشاء میں ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ کا فاصلہ رکھا جاتا ہے خدا معلوم یہ وقت کہاں سے لیا گیا ہے؟ اور کس نے دیا ہے؟ حالانکہ سنتِ رسولؐ تو یہ نہیں ہے، جانے اہلِ سنت نے اس وقت سے کیسے اغماز کر رکھا ہے؟

ثانیاً: ان دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک واقعہ کی دو تعبیریں ہیں بلکہ دو مختلف واقعات ہیں کیونکہ دونوں حدیثوں کے الفاظ اور ترجمہ ہر دو مختلف ہیں۔ گویا آنحضورؐ کے ایک مرتبہ نمازِ عشاء میں تاخیر نہیں کی بلکہ دو مرتبہ تاخیر کی ہے اور تاخیر بھی کسی عذر کی وجہ سے نہیں کی بلکہ عمداً کی ہے ورنہ آپ نے اس وقت تاخیر سے برآمد ہونے کی معذرت کے بجائے اس وقت کی فضیلت بیان کی ہے اور اُمت کو بتایا ہے کہ جتنا ہو سکے نمازِ عشاء تاخیر سے پڑھا کرو۔

ثالثاً: دونوں احادیث میں حضرت عمر کا رویہ قابلِ غور ہے، حضرت عائشہ اور مولانا وحید الزمان کے ترجمہ کے مطابق، بھری مسجد میں سے اور کسی میں اتنی ہمت نہ ہو سکی کہ وہ اتنی بلند آواز سے پکارے، یہ کام صرف حضرت عمر ہی انجام دے سکتے تھے۔

حضرت عمر کے ایسا کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ یہ تو ہمارے بھائی ہی بتا سکتے ہیں البتہ ہم چند سوالات کی طرف متوجہ کر سکتے ہیں:

- حضرت عمر آنحضورؐ کے سُسر ہونے کی وجہ سے آپ کے گھر بھی جا سکتے تھے لیکن حضرت عمر نے اندر جا کر بلانے کی بجائے مسجد سے کھڑے ہو کر کیوں پکارا؟

- کیا حضرت عمر کے اندر جانے پر پابندی تھی؟
- اگر پابندی تھی تو کیوں؟
- اگر پابندی نہیں تھی تو کیا حضرت عمر خود اندر جانا پسند نہیں کرتے تھے؟
- اگر اندر جانا پسند نہیں کرتے تھے تو کیوں؟
- حضرت عمر کے اس رویہ کو مولانا وحیدالزمان کے اس تبصرہ کے ذیل میں دیکھئے جو مولانا نے کتاب الصلوٰۃ حدیث ۴۶۹، ص ۳۲۵ میں کیا ہے۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے۔ حدیث کافی طویل ہے ہم حسبِ ضرورت حصے کا ترجمہ از مولانا وحیدالزمان پیش کر رہے ہیں:

> "ابوہریرہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ شام کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز (ظہر یا عصر کی) محمد ابن سیدین نے کہا: ابوہریرہ نے بیان کیا تھا کہ وہ کون سی نماز تھی لیکن میں بھول گیا۔ف[1] خیر آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ پھر ایک لکڑی کی طرف گئے جو مسجد میں اڑی پڑی ہوئی تھی۔ اس پر ٹیکا دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا آپ غصے میں ہیں اور اپنا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا اور انگلیوں کو قینچی کیا۔ف[2] اور اپنا داہنا گال بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا اور جو لوگ جلد باز تھے۔ وہ مسجد کے دروازوں سے پار ہو گئے۔ تب لوگوں نے آپس میں کہنا شروع کیا۔ کیا نماز میں کمی ہو گی۔ اس وقت لوگوں میں ابوبکر و عمر بھی تھے وہ آپ سے بات کرنے میں ڈرے"۔ف[3]

حدیث تو آگے بھی جاتی ہے اس حدیث پر مزید تبصرہ تو بعد میں کسی مناسب وقت کیا جائے گا کیوں کہ اس موضوع کی صرف یہی حدیث نہیں ہے بلکہ صحیح بخاری میں

دیگر احادیث بھی ہیں۔ ان شاء اللہ اگر زندگی نے وفا کی تو اس موضوع پر تفصیل سے بات کریں گے۔ ہم نے صرف حسبِ ضرورت ترجمہ پیش کیا ہے۔ ترجمہ میں آپ نے ف ۱، ف ۲ اور ف ۳ دیکھا ہے۔ یہ نمبر مولانا وحیدالزمان نے حاشیہ لگانے کے لیے دیئے ہیں۔ حدیث میں آپ نے یہ دیکھ لیا ہے کہ لوگوں میں ابوبکر و عمر بھی تھے۔ وہ آپ سے بات کرنے میں ڈرے۔ ترجمہ کے اس جملہ کا حاشیہ مولانا وحیدالزمان نے یوں لکھا ہے:

ف ۳: جتنا کوئی شخص زیادہ مقرب ہوتا ہے، اتنا ہی اس کو ڈر اور لحاظ زیادہ ہوتا ہے۔ ابوہریرہ کے مذکورہ جملہ اور مولانا وحیدالزمان کا حاشیہ آپ نے دیکھ لیا ہے۔ اب ابوہریرہ کے اس جملہ اور مولانا وحیدالزمان کے اس ترجمہ کو حضرت عائشہ کی زیرِ نظر حدیث کے مقابلہ میں ملاحظہ فرمائیے:

- جب نماز بھول گئے چار رکعت کے بجائے دو رکعت نماز پڑھا دی۔ یہ کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا لیکن حضرت ابوبکر و عمر دونوں نے سوال نہ کیا اور آج آنحضورؐ نے ذرا دیر کی تو حضرت عمر بجائے اس کے کہ اندر جا کر آپ کو بلا لاتے مسجد ہی میں کھڑے کھڑے بآوازِ بلند پکار رہے ہیں۔

ان دونوں تہذیبوں میں کتنا رابطہ ہے؟ اور کتنا تعلق ہے؟ آپ کو مسجد سے کھڑے ہو کر بآوازِ بلند پکارنا زیادہ اہم تھا۔ یا بھولی ہوئی نماز کے متعلق پوچھنا زیادہ اہم تھا، حالانکہ:

- حضرت عمر خود جانا گوارا نہیں کرتے تھے تو کسی عورت یا بچے کو بھیج کر آنحضورؐ کو کیوں اس بے چینی کی اطلاع نہ دی؟ کہیں مقصد توہینِ رسول اکرمؐ تو نہیں؟
- جہاں نماز بھول گئے وہاں ڈر کا بہانہ کر کے خاموش ہو گئے اور جہاں نماز میں ذرا تاخیر ہوئی تو لگے مسجد سے کھڑے ہو کر آوازیں لگانے۔
- حضرت عائشہ نے حضرت عمر کی پکار کی تو سنائی ہو گی کیونکہ ممکن ہے یہ دونوں راتیں

جن میں حضرت عمر نے آپ کو مسجد میں کھڑے ہو کر پکارا حضرت عائشہ کی باری کی ہو لیکن آپ نے جب میں تشریف لا کر نمازِ عشاء کی فضیلت بیان کی تو بی بی نے وہ کیسے سُن لی؟

- کیا بی بی بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تشریف لے آئی تھیں؟
- اگر بی بی ساتھ آئی تھیں تو اس کا کوئی ثبوت؟
- اگر بی بی ساتھ نہیں آئی تھیں تو پھر بی بی کو کس نے بتایا؟

نمازِ صبح کا وقت

بخاری، ج ۱، ۳۹۰، حدیث ۵۵۲، باب: فجر کی نماز کا وقت:

عائشة اخبرته قالت کن نساء المومنات یشھدن مع رسول اللّٰہ صلٰوۃ الفجر متلفقات بمرتھن ثم ینقلبن الی بیوتھن حین یقضین الصلٰوۃ لا یعرفھن احد من الغلس

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ صبح کی نماز میں مسلمان عورتیں اپنی چادریں لپیٹے ہوئے آئیں۔ پھر نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں، اندھیروں کی وجہ سے کوئی ان کو نہ پہچان سکتا''۔

جائزہ

یہ تو ہے سنتِ رسولؐ اور نمازِ صبح کا وقت جو آپ نے بی بی کی زبانی سنا ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ:

- اہلِ سنت کے بڑے بڑے لوگ کیا نمازِ صبح اسی وقت پڑھتے ہیں؟

- اگر کسی مسجد میں اس سنت پر عمل ہوتا ہے تو اس کی نشان دہی کی جائے؟
- اگر اس سنت پر عمل نہیں ہوتا تو اس کی وجہ کیا ہے؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ اب لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ نمازِ صبح کی جماعت طلوعِ آفتاب کے جتنا قریب پڑھی جائے ثواب اتنا زیادہ ہوتا ہے۔
- کہیں یہ مسئلہ اموی اور عباسی حکمرانوں کے زمانہ کی پیداوار تو نہیں؟
- کہیں اموی اور عباسی حکمرانوں کی خوشامد نے تو اس مسئلہ کو جنم نہیں دیا؟
- اگر یہ مسئلہ شاہی آثار میں سے نہیں تو کس حدیث سے لیا گیا ہے؟

عصر کے بعد نوافل

(۸) بخاری، ج ۱، ص ۳۹۵، حدیث ۵۶۴، باب: عصر کے بعد قضا نمازیں یا اس کی مانند مثلاً جنازے کی نماز وغیرہ پڑھنا:

عائشة قالت والذی ذهب به ماتركهما حتٰی لقی الله وما لقی الله حتٰی ثقل عن الصلوٰة وكان يصلی كثيرًا من صلوٰته قاعدًا ثعتی امر كعتين بعد العصر وكان النبی يصليهما ولا يصليهما فی المسجد مخافة ان يثقل علی اُمته وكان يحب ما تخفف عنهم

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا: خدا کی قسم! جس نے آنحضرتؐ کو اُٹھا لیا آپؐ نے خدا سے ملنے تک ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑا اور آپؐ خدا سے نہیں ملے یہاں تک کہ نماز سے بوجھل ہو گئے اور آپؐ اپنی نماز اکثر بیٹھ کر پڑھتے تھے دو رکعتوں سے مراد عصر کے بعد دو رکعتیں ہیں اور آنحضرتؐ ان کو پڑھا کرتے لیکن مسجد میں نہیں پڑھتے۔ اس ڈر سے کہ آپ کی

اُمت پر بار نہ ہو اور آپ کو اپنی اُمت کا ہلکا رکھنا پسند تھا"۔

(۹) بخاری، ج ۱، ص ۳۹۶، حدیث ۵۶۵، باب ایضاً

قالت عائشة ابن اختي ما ترك النبي السجدتين بعد العصر قط

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ نے کہا: "اے میرے بھانجے آنحضرتؐ نے عصر کے بعد یہ دو رکعتیں کبھی میرے پاس آن کر ناغہ نہیں کیں"۔

(۱۰) بخاری، ج ۱، ص ۳۹۶، حدیث ۵۶۶، باب ایضاً

عن عائشة قالت ركعتان لم يكن رسول الله يدعهما سرًا وعلانيته ركعتان قبل الصبح وركعتان بعد العصر

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ نے کہا: دو رکعتیں صبح کی نماز پہلے یعنی صبح کی سنتیں اور دو رکعتیں عصر کے بعد ان کو آنحضرتؐ نے کبھی نہیں چھوڑا، نہ پوشیدہ نہ کھلے"۔

(۱۱) بخاری، ج ۱، ص ۳۹۶، حدیث ۵۶۷، باب ایضاً

عائشة قالت ما كان النبي ياتيني في يوم بعد العصر الاصلى ركعتين

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ جب کبھی عصر کے بعد میرے گھر آتے تو دو رکعتیں پڑھتے"۔

جائزہ

ان چار احادیث میں بی بی نے عصر کے بعد دو رکعتوں کا پڑھنا بتایا ہے۔ گویا

حضرت عائشہ کی ان گیارہ احادیث میں ہمیں جن نمازوں کے اوقات ملے ہیں۔ وہ صرف دو نمازیں ہیں:

- حدیث نمبر ۵۰۰، ۵۱۹، ۵۲۰ اور ۵۲۱ عصر کا وقت بتایا گیا ہے۔
- حدیث ۵۴۱ اور ۵۴۴ میں نمازِ عشاء کی فضیلت بتائی گئی ہے۔
- حدیث ۵۵۲ میں نمازِ صبح کا وقت بتایا گیا ہے۔
- حدیث ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶ اور ۵۶۷ میں عصر کے بعد دو رکعتوں کی اہمیت بتائی گئی ہے۔

نو برس صحبت اور زوجیت رسولؐ میں گزارنے کے بعد اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں ترکہ یہ ہے جو بی بی نے ہمیں دیا ہے اور ہم نے آپ کے سامنے صحیح بخاری سے چن چن کر پیش کر دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ:

- بی بی نے نمازِ مغرب اور نمازِ ظہر کا وقت کیوں نہیں بتایا؟
- کیا ان دو اوقات کو بعد از نبی داخلِ نماز کیا گیا ہے؟
- کہیں آنحضورؐ صرف تین وقت تو نماز نہیں پڑھتے تھے؟
- اگر آنحضورؐ علیحدہ علیحدہ پانچ وقت ہی نماز پڑھتے تھے تو دو وقت بی بی کی نگاہوں سے اوجھل کیوں رہ گئے؟
- بی بی نے جن تین اوقات کا ذکر کیا ہے کیا یہ کافی ہے؟
- اگر کافی ہے تو برادرانِ اہلِ سنت نے پانچ وقت کیسے بنا تے ہیں؟
- جن دیگر صحابہ نے ظہر اور مغرب کا وقت بتایا ہے کہ وہ حضرت عائشہ سے زیادہ قابلِ اعتماد تھے؟
- اگر وہ زیادہ قابلِ اعتماد تھے تو اس کی وجہ کیا ہے؟
- اگر زیادہ قابل نہ تھا تو پھر بی بی کے بتائے گئے اوقاتِ نماز سے دو اوقات کا

اضافہ کیوں کیا گیا؟

مواقیت الصلوٰۃ کی تمام احادیث پر سرسری نظر

حضرت عائشہ کی احادیث کا تفصیلی جائزہ لینے کے آیئے صحیح بخاری کی اس کتاب میں پیش کردہ دیگر احادیث کا سرسری جائزہ لیتے چلیں تاکہ دین کامل سے مختصر آشنائی ہو جائے۔

- حدیث ۵۰۰ میں عبداللہ ابن مسعود نے مغیرہ ابن شعبہ کو پانچ اوقات تفصیل عجیب مضحکہ خیز انداز میں بتائی ہے۔
- حدیث ۵۰۱ عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے اس میں اوقاتِ نماز سے متعلق ایک بات بھی مذکور ہیں۔
- حدیث ۵۰۲ جریر ابن عبداللہ کی روایت ہے یہ بھی اوقاتِ نماز کے ذکر سے خالی ہے۔
- حدیث ۵۰۳ حذیفہ یمان سے منقول ہے، اس میں اوقاتِ نماز سے متعلق کوئی بات نہیں۔
- حدیث ۵۰۴ میں عبداللہ ابن مسعود نے صبح و شام نماز پڑھنے کی تاکید نقل کی ہے۔
- حدیث ۵۰۵ میں عبداللہ ابن مسعود نے عظمتِ نماز کا ذکر کیا ہے؟
- حدیث ۵۰۶ میں ابو ہریرہ سے فضیلتِ نماز منقول ہے۔
- حدیث ۵۰۷ حدیث نہیں ہے۔ انس ابن مالک کے آنسو ہیں۔ انس نے لوگوں میں اسلام دیکھ کر آنسو بہائے صرف ترجمہ ملاحظہ فرمالیجیے:

> ''انس نے کہا: میں تو آنحضرتؐ کے وقت کی اب کوئی بات نہیں دیکھتا۔ لوگوں نے کہا: نماز تو ہے؟ انھوں نے کہا: نماز میں بھی جو تم نے کر رکھا ہے وہ کر رکھا ہے''۔

یہ ترجمہ مولانا وحید الزمان کا ہے۔ حاشیہ میں مولانا نے صرف لکھا ہے کہ انس نے نماز کو دیر سے پڑھنے پر شکوہ کیا۔ لیکن انس کے اپنے جملے آپ کے سامنے ہیں۔ انس نے نماز کو دیر سے پڑھنے کی بات نہیں کی بلکہ انس نے کہا ہے: "نماز میں بھی جو تم نے کر رکھا ہے" ___ یعنی نماز کی شکل ہی بگاڑ کر رکھ دی ہے۔ انس کہتا ہے کہ اب زمانہ رسالت کی ایک چیز بھی نظر نہیں یعنی زمانہ رسالت دین تھا، ایمان تھا، اسلام تھا، خلوص تھا، محبت تھی، پیار تھا، عزت تھی، احترام تھا، زمانہ رسول میں روزہ تھا، نماز تھی، حج تھا، زکوٰۃ تھی، امر بالمعروف تھا، نہی عن المنکر تھا، اب وہ بھی نہیں۔ زمانہ رسول میں صداقت تھی، امانت تھی، دیانت تھی، شرافت تھی، اب وہ بھی نہیں۔

لوگوں نے کہا: نماز تو موجود ہے۔ انس نے کہا: وہ بھی کہاں ہے۔ نماز کا تم نے حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لیے تعصب سے ہٹ کر انس کی اس عربی عبارت کا جائزہ لیں اور اسی صحیح بخاری کی کتاب الاذان، حدیث ۷۵۱ اور ۷۵۳ سے ملا کر پڑھیں تو یقیناً آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ انس پر کیا منحصر ہے۔ ہر باضمیر انسان بعض اوقات بے ساختہ چیخ اُٹھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ زر و دینار کی چمک اور تلوار کے خوف کے باوجود بھی زبانیں کسی نہ کسی وقت غیر شعوری طور پر اپنے پوشیدہ جذبات کے اظہار میں تڑپ تڑپ اُٹھتی تھیں۔

لیکن کاش کوئی اس وقت انس ابن مالک سے پوچھ لیتا کہ حضور آج تو آپ اسلام اور نماز پر رو رہے ہیں۔ مگر اسلام اور نماز کو اس مقام تک پہنچانے میں کیا آپ کا ہاتھ نہیں ہے؟ کیا آپ اس میں شریک نہیں ہیں؟

ہاں تو عرض کر رہا تھا کہ کتاب الاذان، حدیث ۷۵۱ اور ۷۵۳ ملاحظہ فرمائیے۔ پھر انس کے آنسو کی حقیقت دیکھیے۔

● بخاری، ج ا، کتاب الاذان، حدیث ۷۵۱

عن عمران ابن حصين صلى مع على بالبصرة فقال ذكرنا هذا الرجل صلوٰة كنا نصليها مع رسول الله

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "عمران ابن حصین سے منقول ہے، اس نے بصرہ میں حضرت علیؑ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور کہا: اس آدمی (حضرت علیؑ) نے ہمیں وہ نماز یاد دلائی جو آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے"۔

● بخاری، ج۱، کتاب الاذان، حدیث ۷۵۱

عن مطرف ابن عبدالله قال صليت خلف على ابن ابى طالب انا وعمران ابن حصين فكان اذا سجد كبرو اذا رفع رأسه كبروا اذا نخفض من امركعتين كبر فلما قضى الصلوٰة اخذ بيدى عمران ابن حصين فقال قد ذكرنى هذا صلوٰة محمد

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "مطرف ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے اور عمران ابن حصین نے حضرت ابی طالبؑ کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ جب سجدہ میں جاتے اللہ اکبر کہتے اور جب سجدے سے سر اُٹھاتے اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے تکبیر کہتے۔ جب نماز پڑھ چکے تو عمران ابن حصین نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگے: آج اس شخص نے (یعنی حضرت علیؑ نے) حضرت محمدؐ کی نماز مجھ کو یاد دلا دی"۔

حضرت علیؑ نے آنحضورؐ کے پچیس برس بعد جنگِ جمل سے فارغ ہو کر جامع بصرہ میں نماز پڑھائی تھی جس کا تذکرہ عمرانِ ابنِ حصین نے کیا ہے کہ نمازِ علیؑ ہی نمازِ

رسولؐ ہے۔ گویا عمران نے سابقہ پچیس برس کی اسلامی زندگی کی تصویر انتہائی مختصر مگر جامع الفاظ میں کھینچی ہے اور اُمت مسلمہ کو واشگاف الفاظ میں بتایا ہے کہ اب تک کیا ہوتا اور کیا کیا جاتا رہا۔

شاید حضرت علیؑ کو اقتدار کے آغاز ہی سے جنگوں میں اُلجھانے کا مقصد ہی یہ ہوگا کہ آنحضورؐ کی سیرت کا دوبارہ احیا نہ ہوسکے ورنہ حضرت علیؑ کی بیعت خلافت بھی تو انہی لوگوں نے کی تھی جنھوں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کی بیعت کی تھی لیکن ان اوقات میں کبھی ایسی کوئی بات نہیں کی گئی لیکن جونہی حضرت علیؑ برسرِ اقتدار آئے تو جیسے ایک آتش فشاں پھٹ پڑا۔ ابھی تک بیعت کا سلسلہ اپنے تکمیل کے ابتدائی مراحل ہی میں تھا کہ جنگِ جمل کے لیے بصرہ کا رُخ کرنا پڑا۔ ابھی تک جنگِ جمل کے زخم مندمل نہ ہوئے تھے کہ جنگِ صفین اور پھر جنگوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا جو حضرت علیؑ کی مسجد میں شہادت پر ختم ہوا۔

ان حقائق کی روشنی میں انس ابن مالک کا تجزیہ کیجیے اور پھر اسلام کی تلاش کیجیے:

- حدیث ۵۰۹ میں بھی انس نے اسلام اور احکامِ اسلام کی پامالی پر آنسو بہائے ہیں۔
- حدیث ۵۱۰ میں انس نے دورانِ نماز دائیں جانب تھوکنے سے روکا ہے۔
- حدیث ۵۱۲ میں انس نے سجدہ میں بازوؤں کو کتے کی طرح پھیلانے اور دائیں جانب تھوکنے سے روکا ہے۔
- حدیث ۵۱۲، ۵۱۳ میں عبداللہ ابن عمر، ابوہریرہ اور ابوذر نے موسمِ گرما میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۵۱۴ میں ابوہریرہ نے جہنم کا سانس لینا بتایا ہے۔
- حدیث ۵۱۵، ۵۱۶ میں ابوسعید خدری اور ابوذر نے موسمِ گرما میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں نماز کو پڑھنے کا حکم نقل کیا ہے۔

❊ حدیث ۵۱۷ انس ابن مالک سے مروی ہے۔ حدیث کو جس عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے اس سے حدیث کا کوئی تعلق نہیں ہے البتہ حدیث میں ایک دلچسپ پہلو سے ہم سمجھتے ہیں کہ اس دلچسپی سے آپ محروم نہ رہیں۔ لہٰذا اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف مولانا وحیدالزمان کا ترجمہ حدیث پیش کر رہے ہیں:

''انس ابن مالک کہتا ہے کہ آنحضرتؐ سورج ڈھلے برآمد ہوئے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا۔ اس میں بڑی بڑی باتیں ہوں گی۔ پھر فرمایا: جس کو کوئی بات پوچھنا ہو وہ پوچھ لے میں اس جگہ میں ہوں تم جو بات مجھ سے پوچھو گے میں بتلا دوں گا۔ یہ سن کر لوگ (خوف کے مارے) بہت رونے لگے اور آپؐ بار بار یہی فرماتے جاتے تھے: پوچھو نا، پوچھو نا! تو عبداللہ ابن حذافہ سہمی کھڑا ہوا، کہنے لگا: میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیرا باپ حذافہ تھا۔ پھر آپؐ بار بار یہی فرمانے لگے۔ پوچھو! پوچھو! آخر حضرت عمر دوزانو ہو بیٹھے اور عرض کرنے لگے: ہم اللہ جلالہٗ کے مالک ہونے سے اسلام کے دین ہونے سے اور حضرت محمدؐ کے پیغمبر ہونے سے راضی ہیں۔ اس وقت آپؐ چپ ہوئے''۔

یہ تھا حدیث کا وہ ترجمہ جو مولانا وحیدالزمان نے کیا ہے، اب تجزیۂ حدیث:

① آپؐ نے بار بار دعوائے سلونی کیا کہ جو چاہو سو پوچھو!

❊ کیا آنحضورؐ نے دعوائے سلونی اچانک کیا تھا؟

❊ کیا آنحضورؐ کے دعوائے سلونی کا پس منظر کوئی نہیں ہوگا؟

❊ اگر اچانک تھا تو اس کی کوئی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

* آنحضورؐ کو بیٹھے بٹھائے دعوائے سلونی کا خیال کیوں آ گیا؟
* کیا آپؐ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں علمِ غیب بھی جانتا ہوں؟
* اگر آپ کا یہ دعویٰ درست ہے کہ میں علمِ غیب جانتا ہوں؟ــــ تو پھر کیا یہ علمِ غیب صرف اسی وقت عطا ہوا تھا جب آپؐ نے دعویٰ کیا یا پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی رہا؟
* اگر صرف اس وقت علمِ غیب حاصل ہوا تو کیوں؟
* اگر پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی رہا تو کیا یہ حدیث درست ہوگی؟
* اگر آپؐ کے اس دعویٰ کا کوئی پس منظر ہو تو کیا ہوگا؟
* کہیں صحابہ کا یہ پروپیگنڈہ تو نہ تھا کہ آنحضورؐ کو ہماری کسی بات کا علم نہیں ہوتا؟
* کہیں بعض دانش صحابہ نے یہ شوشہ چھوڑ کر اس بات کی تصدیق تو نہیں کرنا چاہی تھی کہ ہم جو کچھ کرتے پھرتے ہیں کیا ہماری اندرونی سرگرمیوں کا علم بھی آنحضورؐ کو ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) آپ کا یہ دعوائے سلونی سن کر صحابہ خوف کے مارے رونے لگ گئے:

* صحابہ کیوں روئے؟
* کیا آنحضرتؐ کا دعوےٰ صحابہ کے لیے بارگراں تھا؟
* اگر بارِگراں تھا تو کیوں؟
* اگر بارگراں نہیں تھا تو ڈر کس بات کا تھا؟
* کیا صحابہ کو اپنی خفیہ سرگرمیوں کے طشت ازبام ہو جانے کا ڈر تھا؟
* اگر اپنی خفیہ سرگرمیوں کا ڈر نہیں تھا تو کس بات کا ڈر تھا؟

(۳) عبداللہ ابن حذافہ نے پوچھا کہ میرا باپ کون تھا؟

* عبداللہ ابن حذافہ نے اپنے باپ کا کس لیے پوچھا؟

* کیا عبداللہ ابن حذفہ کے پاس پوچھنے کو اور کوئی بات نہ تھی؟
* کیا عبداللہ ابن حذفہ کو اپنے باپ میں شک تھا؟
* اگر شک تھا تو کیوں؟
* کیا اور بھی ایسے صحابہ تھے جنھیں اپنے باپ کا شک تھا؟

④ حضرت عمر دو زانو ہو بیٹھے اور توحید، اسلام اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا، حضرت عمر کو کس بات کا تھا؟

* حضرت عمر نے آپؐ کے دعوائے سلونی کے بعد توحید، اسلام اور آپؐ کی نبوت پر ایمان کی تجدید کس لیے کی؟
* عبداللہ ابن حذافہ نے اپنے باپ کا پوچھا اور حضرت عمر نے توحید، اسلام اور نبوت پر اسلام کے اقرار کی تجدید کی ان میں کیا رابطہ ہے؟
* کہیں حضرت عمر کو اپنے ایمان بالتوحید، ایمان بالاسلام اور ایمان بالرسالت پر اسی طرح شک تو نہیں تھا جس طرح عبداللہ ابن حذافہ کو اپنے باپ میں شک تھا؟
* کیا صحابہ کے لیے آنحضورؐ کا دعوائے سلونی باعثِ مسرت نہیں تھا؟
* کیا صحابہ کے لیے آنحضورؐ کا یہ دعویٰ خوشی کا سبب نہیں تھا؟
* حضرت عمر نے توحید، اسلام اور رسالت پر ایمان کا فوراً اعلان کر کے آپ کے دعوائے سلونی کا دروازہ کیوں بند کر دیا؟
* کیا حضرت عمر بعض منافقینِ صحابہ کے نام نہیں پوچھ سکتے تھے؟
* کیا حضرت عمر آنحضورؐ کے اس دعویٰ سے پہلے توحید، اسلام اور رسالت پر راضی نہ تھے؟
* اگر پہلے بھی مذکورہ چیزوں پر راضی تھے تو آپ کے پاس اس دعویٰ پر فوراً کیوں بول پڑے؟

* سابقاً حدیث ۴۶۹ میں جب آپ (نعوذ باللہ) نماز بھول گئے اور ذوالیدین نے جرأت سے آپ کو کہہ دیا کہ آپ نماز بھول گئے مگر حضرت ابوبکر و عمر خاموش رہے۔
مولانا وحید الزمان نے اس حدیث کے فٹ نوٹ میں حضرت ابوبکر و عمر کی خاموشی کی وجہ ان کا رعب نبوت سے ڈر بتایا تھا۔
مولانا وحید الزمان کی اس توجیہہ کے مطابق:
* کیا آپؑ کے دعوائے سلونی کے وقت حضرت عمر کو وہ ڈر نہیں تھا؟
* کہیں حضرت عمر کو یہ خطرہ تو نہ تھا کہ آج نبوت کا دریائے عالم موج میں ہے۔ اگر ہم نے آپ کو خاموش نہ کیا تو ممکن ہے آپؐ خود ہی ہمارے شجرہ ہائے نسب اور شب و روز کی مصروفیتوں سے آگاہ کرنے نہ لگ جائیں۔

ہم بہت دُور نکل گئے اب واپس اپنے موضوع کی طرف چلتے ہیں۔
* حدیث ۵۱۸ میں ابوہریرہ نے اوقاتِ نماز کی تفصیل بتائی ہے۔
* حدیث ۵۱۹ میں انس نے نمازِ ظہر کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۲۰ میں ابن عباس نے مدینہ میں بلاعذر ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھنا نقل کیا ہے۔ کوئی اہلسنت ایسا بھی ہے جو اس سنت پر عمل کرتا ہو۔
* حدیث ۵۲۱ حضرت عائشہ کی روایت میں ہے۔
* حدیث ۵۲۲ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۵۲۳ حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۵۲۴ میں ابوذر نے اوقاتِ نماز نقل کیا ہے۔
* حدیث ۵۲۵ میں انس نے نمازِ عصر کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۲۶ (ایضاً)

* حدیث ۵۲۷ (ایضاً)
* حدیث ۵۲۸ میں انس نے نمازِ عصر کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۲۹ میں عبداللہ ابن عمر نے نمازِ عصر کی اہمیت بتائی ہے۔
* حدیث ۵۳۰ میں بریدہ نے نمازِ عصر کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۳۱ میں جریر نے روایت باری اور نمازِ صبح و نمازِ عصر کی اہمیت نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۳۲ میں ابوہریرہ نے نمازِ صبح اور نمازِ مغرب کی عظمت بتائی ہے۔
* حدیث ۵۳۳ میں ابوہریرہ نمازِ صبح اور نمازِ عصر کا آخری امکانی وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۳۴ میں عبداللہ ابن عمر نے نمازوں میں وقفہ کی مثال آنحضورؐ کی زبانی نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۳۵ میں ابوموسیٰ اشعری نے وقت کو نمازوں کے وقفہ سے تشبیہ نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۳۶ میں رافع ابن خدیجہ نے نمازِ مغرب کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۳۷ میں جابر ابن عبداللہ نے نماز کے اوقات پنجگانہ نقل کیے ہیں۔
* حدیث ۵۳۸ میں مسلمہ ابن اکوع نے صرف نمازِ عصر کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۳۹ میں ابن عباس نے بلا عذر جمع بین الصلوٰتین نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۴۰ میں عبداللہ مزنی نے صرف نمازِ مغرب کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۴۱ عبداللہ نے نمازِ عشاء کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ آنحضورؐ کی ایک پیشگوئی نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۴۲ میں جابر نے اوقاتِ نماز بتائے ہیں۔
* حدیث ۵۴۳ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۵۴۴ ابوموسیٰ اشعری نے نمازِ عشاء کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۴۵ میں ابوبرزہ اسلمی نے عشاء سے پہلے سونے کو منع کیا گیا ہے۔

* حدیث ۵۴۶ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۵۴۷ میں عبداللہ ابن عمر نے نمازِ عشاء کو تاخیر سے پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* حدیث ۵۴۸ میں انس نے نمازِ عشاء کو نصف شب تک مؤخر کرنے کا ذکر کیا ہے۔
* حدیث ۵۴۹ میں جریر نے رویت رب بتانے کے علاوہ نمازِ عصر اور نمازِ صبح کی تاکید بتائی ہے۔
* حدیث ۵۵۰ ابوموسیٰ اشعری نے نمازِ صبح اور نمازِ عصر کی تاکید نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۵۱ میں انس نے نمازِ صبح کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۵۲ (ایضاً)
* حدیث ۵۵۳ میں سہل ابن سعد نے نمازِ صبح کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۵۴ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۵۵۵ میں ابوہریرہ نے نمازِ صبح اور نمازِ عصر کا آخری امکانی وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۵۶ میں ابوہریرہ نے نمازِ صبح اور نمازِ عصر کا آخری امکانی وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۵۷ میں ابن عباس نے نمازِ صبح اور نمازِ عصر کے بعد کسی اور نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔
* حدیث ۵۵۸ میں ابن عباس نے نمازِ صبح اور نمازِ عصر کے بعد کسی اور نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔
* حدیث ۵۵۹ میں عبداللہ ابن عمر نے طلوع و آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۶۰ ابوہریرہ نے عبداللہ ابن جیسی حدیث نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۶۱ میں عبداللہ ابن عمر نے طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

* حدیث ۵۶۲ میں ابوسعید نے عبداللہ ابن عمر کی تائید بتائی ہے۔
* حدیث ۵۶۳ میں معاویہ ابن سفیان نے نمازِ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔
* حدیث ۵۶۴ میں ابوہریرہ نے معاویہ کی تائید کی ہے۔
* حدیث ۵۶۵ میں عبداللہ ابن عمر نے معاویہ کی تائید نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۶۶ حضرت عائشہ سے نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۶۷ حضرت عائشہ کی روایت ہے
* حدیث ۵۶۸ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۵۶۹ حضرت عائشہ کی روایت ہے۔
* حدیث ۵۷۰ میں بریدہ نے نمازِ عصر کی تاکید نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۷۱ میں ابوقتادہ نے آنحضورؐ کو صبح قضاء ہوجانے کا بتایا ہے۔
* حدیث ۵۷۲ میں جابر نے آنحضورؐ اور حضرت عمر کی نمازِ عصر قضا ہوجانے کا ذکر کیا ہے۔
* حدیث ۵۷۳ میں انس نے نماز قضا ہوجانے کے بعد ادا کرنے کا حکم نقل کیا ہے۔
* حدیث ۵۷۴ میں جابر ابن عبداللہ آنحضورؐ اور حضرت عمرؓ کی نمازِ عصر قضا ہوجانے کا ذکر کرنے کے بعد حضرت عمر کا کفار و قریش کو سبّ کرنا نقل کیا ہے۔
* حدیث ۵۷۵ میں ابوبرزہ نے نمازِ پنجگانہ کے اوقات بتاتے ہیں۔
* حدیث ۵۷۶ میں انس نے نمازِ عشاء کو نصف شب کے وقت پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* حدیث ۵۷۷ میں عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کی نمازِ عشاء پڑھنے کے بعد ایک پیشگوئی کا ذکر کیا ہے۔
* حدیث ۵۷۸ میں عبدالرحمٰن ابن ابوبکر نے اصحابِ صفہ کے کھانے کے لیے آنحضورؐ کی سفارش نقل کی ہے۔

خلاصۃ الاحکام

کتاب مواقیت الصلوٰۃ کی جملہ احادیث کا سرسری مطالعہ کرنے کے بعد آیئے اب یہ بھی دیکھ لیں کہ ان اناسی احکام میں کُل کتنے احکام بتائے گئے ہیں۔ ہم نے اپنے طور پر ان اناسی احادیث کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

① ایسی احادیث جن میں اوقاتِ نماز سے متعلق کوئی بات نہیں، انھیں ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

② ایسی احادیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہیں انھیں اس جگہ نہیں لکھا کیونکہ حضرت عائشہ کی احادیث ہی زیرِ نظر کتاب کا موضوع ہیں اور انھیں مع متن لکھ دیا گیا ہے۔

③ ایسی احادیث جن سے اوقاتِ نماز کے متعلق کچھ نہ کچھ بتایا گیا ہے، ان احادیث سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے ہم نے اسے بیس عنوانات میں تقسیم کیا ہے، اُمید ہے آپ تعصب سے ہٹ کر ہماری محنت کی داد دیں گے کہ آپ کی خاطر ہم نے کتنی تکلیف برداشت کی ہے اور صحیح بخاری کا خلاصہ کس طرح آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ لیجیے اب مواقیت صلوٰۃ سے اوقاتِ نماز ملاحظہ فرمایئے۔

فضیلتِ نماز

اس سلسلہ میں صرف احادیث موجود ہیں، نمبر ۵۰۵ اور ۵۰۶۔

اوقاتِ پنجگانہ

اگرچہ اوقات کی تعیین نہیں کی گئی۔ ہمارا تعیین اوقات سے مطلب یہ نہیں ہے کہ گھڑیوں کے مطابق وقت نہیں بتائے گئے کیونکہ اس وقت گھڑیاں نہیں تھیں اور وقت کو چوبیس گھنٹوں میں تقسیم نہیں کیا گیا تھا بلکہ تعیینِ وقت سے ہماری مراد سورج کے طلوع و غروب اور زوالِ وغیرہ ہے۔ آخر ظہر وعصر کی نماز کا وقت سایہ کے مطابق بتایا جا سکتا تھا۔

مغرب کا وقت غروب کے بعد ستاروں سے بتایا جا سکتا تھا اور صبح کا وقت بتانا بھی آسان تھا۔ لیکن جب آپ ان احادیث کا تفصیل سے مطالعہ کریں گے تو آپ ہماری تصدیق کریں گے کہ ہم نے کسی تعصب کے بغیر تجزیہ کر کے دعوتِ فکر دی ہے۔

نمازوں کے اوقاتِ پنجگانہ ان احادیث سے معلوم ہوتے ہیں: حدیث نمبر ۵۰۰، ۵۰۸، ۵۲۴، ۵۳۷، ۵۴۴، ۵۷۵

نمازِ صبح کا وقت

اس سلسلہ میں صرف تین احادیث ہیں۔ ان میں نمازِ صبح کا وقتِ آغاز نہیں بتایا گیا۔ البتہ جس وقت آنحضرتؐ نے نماز پڑھائی اس وقت کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ کون سا وقت تھا، حدیث نمبر ۵۵۱، ۵۵۲، ۲۵۳۔

نمازِ ظہر کا وقت

نمازِ ظہر پر صحابہ نے بالکل توجہ نہیں دی صرف ایک حدیث ہے: ۵۱۹

نمازِ عصر

سات احادیث میں نمازِ عصر کی تاکید بھی کی گئی ہے اور نمازِ عصر کا وقت بھی بتایا گیا ہے: حدیث نمبر ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۷۰

نمازِ صبح و نمازِ عصر

چھ احادیث میں نمازِ صبح اور نمازِ عصر کی تاکید کے ساتھ ان دونوں نمازوں کا موسوم سا وقت بھی بتایا گیا ہے۔ حدیث نمبر: ۵۳۱، ۵۳۳، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۵، ۵۵۶

نمازِ صبح و مغرب

ایک حدیث میں نمازِ صبح اور نمازِ مغرب کا وقت بتایا گیا ہے۔ حدیث نمبر ۵۳۲

نمازِ مغرب

تین احادیث ۵۳۶، ۵۳۸، ۵۴۰ میں نمازِ مغرب کے متعلق بتایا گیا ہے۔

نمازِ عشاء

چھے احادیث میں نمازِ عشاء کا وقت بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے کس وقت نمازِ عشاء پڑھی: حدیث نمبر ۵۴۱، ۵۴۴، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۷۶، ۵۷۷

موسمِ گرما میں ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا

چار احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ موسمِ گرما میں نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھنا، زیادہ بہتر ہے، لیکن نماز کا نام نہیں لیا گیا کہ کون سی نماز ظہر کی یا عصر کی ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے۔ حدیث نمبر ۵۱۲، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶

نماز میں دائیں جانب تھوکنا

دو احادیث نمبر ۵۱۰، ۵۱۱ میں دورانِ نماز دائیں جانب تھوکنے سے منع کیا گیا ہے۔

سجدہ میں کتے کی طرح بازو پھیلانا

ایک حدیث ۵۱۱ میں دورانِ سجدہ کتے کی طرح بازو پھیلا کر سجدہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

صبح و شام نماز پڑھنے کی تاکید

ایک حدیث میں صبح و شام نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے، یہ ہے حدیث نمبر ۵۰۴

نمازوں میں وقفہ

دو احادیث نمبر ۵۳۴، ۵۳۵ میں نمازوں کے درمیان وقفہ کو وقت سے تشبیہہ دی گئی ہے۔

نمازِ عشاء سے پہلے سونا

ایک حدیث نمبر ۵۴۵ میں نمازِ عشاء سے پہلے سونے سے روکا گیا ہے۔

جمع بین الصلاتین

دو احادیث نمبر ۵۲۰ اور ۵۳۹ میں آنحضورؐ کا مدینہ میں بلا عذر ظہر و عصر اور مغرب وعشاء کا جمع کر کے پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔

طلوع وغروبِ آفتاب کے وقت نوافل

پانچ احادیث ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲ اور ۵۶۳ میں طلوع وغروبِ آفتاب کے وقت نوافل یا نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔

قضائے نماز کے بعد حکم ادا

ایک حدیث ۵۷۳ میں نماز قضا ہو جانے کے بعد ادا کرنے کا حکم نقل کیا گیا ہے۔

آنحضورؐ کی نماز صبح قضا

حدیث ۵۷۱ میں آنحضورؐ کی نماز صبح قضا ہو جانے کا بتایا گیا ہے۔

آنحضورؐ اور حضرت عمر کی نمازِ عصر قضا

دو احادیث نمبر ۵۷۲ اور ۵۷۴ میں آنحضورؐ اور حضرت عمر کی عصر قضا ہو جانے کا بتایا گیا ہے: چند سوال:

- ❊ کیا واقعاً ایسا ہو سکتا ہے کہ آنحضورؐ کی نماز قضا ہو گئی ہو۔
- ❊ کہیں ایسا تو نہیں حضرت عمر کی نماز قضا ہوئی ہو اور اُن کے ساتھ آنحضورؐ کو بھی مل کر لیا گیا ہو تا کہ تنہا حضرت عمر پر کوئی الزام نہ آئے اور نظریہ کو مزید پختہ کرنے کی خاطر آنحضورؐ سے تنہا نمازِ صبح کی قضا کو بھی منسوب کر دیا گیا ہو؟

* کہیں اموی اور عباسی حکمرانوں کی قضا نمازوں پر پردہ ڈالنے کے لیے تو ایسا نہیں کیا گیا؟
* کہیں اس نظریہ کے پیچھے یہ مقصد تو کارفرما نہیں کہ نماز کوئی ایسی اہم شے نہیں کہ اگر اُمت کے کسی فرد سے قضا ہوجائے تو اس کا اسلام کہیں نہیں جاتا۔ جب آنحضورؐ کی نماز قضا ہوجائے تو رسالت ونبوت پر آنچ نہیں آتی۔ پھر کسی اُمتی کی نماز قضا ہوجانے سے اس کے اسلام اور ایمان میں کیا فرق پڑتا ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

نمازِ عصر کے بعد نوافل نہ پڑھی جائیں

پانچ احادیث ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۶۳، ۵۶۴ اور ۵۶۵ میں یہ حکم روایت کیا گیا ہے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل نہ پڑھی جائیں۔ اگرچہ ہمیں سابقہ احکام سے بھی کاملاً اتفاق نہیں اور ہم نے خوفِ طوالت سے ان پر کسی قسم کا تبصرہ وغیرہ نہیں کیا لیکن زیرِ نظر موضوع ذرا زیادہ اہمت اور قابلِ غور ہے، کیونکہ:

سابقاً احادیث حضرت عائشہ میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بی بی نے انتہائی شدت اور سختی سے اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل پڑھی جائیں اور آنحضرتؐ نے میرے گھر میں ان نوافل کو کبھی نہ چھوڑا تھا۔

حضرت عائشہ کی احادیث ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶ اور ۵۶۷ ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث میں تو بی بی نے قسم کھا کر بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے عصر کے بعد نوافل کو کبھی ترک نہیں کیا لیکن زیرِ نظر سوال میں سختی سے روکا گیا ہے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل نہ پڑھی جائیں۔ یہ روکنے والے کون ہیں؟

* حدیث ۵۵۷ اور ۵۵۸ میں روکنے والا عبداللہ ابن عباس ہے۔
* ۵۶۳ میں روکنے والا خال المومنین معاویہ ہے۔

* ۵۶۴ میں روکنے والا ابو ہریرہ ہے۔
* ۵۶۵ میں روکنے والا عبداللہ ابن عمر ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اُم المومنین جو صدیقہ کے لقب سے معروف ہے قسم کھا کر کہتی ہے کہ میں نے اپنے گھر میں آنحضرت کو نمازِ عصر کے بعد اپنی آنکھوں سے نوافل پڑھتے دیکھا ہے اور بی بی کے مقابلہ عبداللہ ابن عباس جو حبر الامت کے لقب سے مشہور ہے۔ معاویہ جو خال المومنین کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ عبداللہ ابن عمر جو خلیفہ ثانی کا فرزند ارجمند ہونے کے علاوہ زاہد الامت مشہور ہے اور ابو ہریرہ جس کا اسلام میں واضح حصہ ہونے کے علاوہ مروان کے وقت حکومت میں مدینہ کا گورنر رہ چکا ہے۔

یہاں بی بی کا مقابلہ اہلِ بیت کے کسی فرد سے نہیں اور نہ ہی بی بی کے مقابلہ میں سبائی گروپ کا کوئی فرد ہے بلکہ عبداللہ ابن عباس کے سوا وہ افراد ہیں جنھیں بی بی کی پشت پناہی حاصل رہی ہے اور بی بی ہی کے گروپ کے چیدہ چیدہ افراد ہیں۔ خدا معلوم مدعیانِ اہلِ سنت ان میں سے کس کو ترجیح دیتے ہیں، کس کی بات مانتے ہیں اور کس کی بات سے انکار کرتے ہیں، معاملہ انتہائی نازک ہے۔

* اُم المومنین بمقابلہ خال المومنین کون سچا ہے؟
* اُم المومنین صدیقہ بمقام خال المومنین عبداللہ ابن عمر... کون سچا ہے؟
* اُم المومنین بمقابلہ حبر الامت عبداللہ ابن عباس... کون سچا ہے؟
* اُم المومنین بمقابلہ ابو ہریرہ اور مروان کے دورِ حکومت میں امام المومنین .. کون سچا ہے؟

معاملہ صرف نمازِ عصر کے بعد نوافل کا نہیں معاملہ صداقت کا ہے۔ نوافل تو نوافل ہیں اگر نہ پڑھی جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ ان میں سے سچا کون ہے؟ اور کون ہے؟

یہ فیصلہ آپ ہی کو کرنا ہے، ہمارے بس سے باہر ہے۔ ہم تو تعزیراتِ پاکستان کی نئی دفعہ ۲۹۵ الف سے ڈر کے مارے کچھ بھی نہیں کہتے۔ ہم نے فکر کے خطوط آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں، آپ جانیں اور وہ۔

کتاب الاذان

✲ کُل احادیث: ۲۰۱ ... ✲ کُل محدث: ۳۸

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر

✲ حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۵۹۳، ۵۹۶، ۵۹۹، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۴۰، ۶۴۴، ۶۴۷، ۶۵۱، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۴، ۶۹۶، ۶۹۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۶۰

✲ نعمان ابن بشیر، حدیث نمبر: ۶۸۵

✲ زید بن ثابت، حدیث نمبر: ۶۹۸، ۶۳۱

✲ جبیر بن مطعم، حدیث نمبر: ۷۳۲

✲ انس بن مالک، حدیث نمبر: ۵۷۷، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۴، ۵۹۸، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۲۵، ۶۳۰، ۶۳۹، ۶۴۱، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۷، ۶۶۲، ۶۶۴، ۶۷۴، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۸۷، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۴، ۶۹۹، ۷۰۰، ۶۰۹، ۷۱۰، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۲۱، ۷۶۵، ۷۶۹، ۷۷۵

✲ عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۵۷۸، ۶۹۱، ۵۹۴، ۶۰۵، ۶۱۵، ۶۱۸، ۶۳۵، ۶۴۲، ۶۵۰، ۶۶۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۴۰

✲ ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۵۸۲، ۵۸۹، ۶۰۹، ۶۱۳، ۶۱۷، ۶۲۰، ۶۲۴، ۶۲۶، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۱، ۶۶۰، ۶۶۳، ۶۷۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۹، ۷۰۸، ۷۱۱، ۷۲۴، ۷۳۳، ۷۳۵، ۷۳۹، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۲، ۷۵۶، ۷۵۹، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳،

۷۶۸،۷۷۰،۶۲۱،۶۶۸،۶۱۲،۷۰۱

* ابوسعید خدری، حدیث نمبر: ۵۸۳،۵۸۵،۶۱۹،۶۳۸،۷۷۷
* عیسیٰ بن طلحہ، حدیث نمبر: ۵۸۶
* نامعلوم راوی، حدیث نمبر: ۵۸۷
* جابر ابن عبداللہ انصاری، حدیث نمبر: ۵۸۸،۶۸۸،۶۶۹،۶۷۳،۶۷۹،۶۱۴
* عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۶۹۰، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۹۳، ۷۱۵، ۷۳۰، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۶، ۶۳۷، ۶۹۵
* حضرت حفصہ، حدیث نمبر: ۵۹۲
* عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۵۹۵،۷۴۲
* ابومسعود، حدیث نمبر: ۶۷۰،۶۷۲
* عبداللہ ابن معقل، حدیث نمبر: ۵۹۷،۶۰۰
* مالک ابن حویرث، حدیث نمبر: ۶۰۱،۶۰۳،۶۰۴،۶۲۷،۶۴۵،۶۵۳،۷۰۴
* ابوجحیفہ، حدیث نمبر: ۶۰۶،۶۰۷
* ابواسحاق، حدیث نمبر: ۶۵۹
* ابوقتادہ، حدیث نمبر: ۶۰۸ ۶۱۰،۶۱۱،۶۷۵،۶۲۶،۶۴۵،۶۴۶،۶۴۳
* ابودرداء، حدیث نمبر: ۶۲۲
* ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۶۲۳،۶۴۶
* عتبان ابن مالک، حدیث نمبر: ۶۳۶،۶۵۴
* عمرو ابن اُمیہ ضمری، حدیث نمبر: ۶۴۳
* سہل ابن سعد، حدیث نمبر: ۶۵۲،۷۰۷
* براء ابن عازب، حدیث نمبر: ۶۵۸،۷۳۴،۷۳۶،۷۵۸،۷۶۶،۷۷۵

- اسماء بنت ابوبکر، حدیث نمبر ۷۱۲
- خباب، حدیث نمبر: ۷۱۳، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۴۴
- جابر ابن سمرہ، حدیث نمبر: ۷۲۲، ۷۳۷
- ابو برزہ اسلمی، حدیث نمبر: ۷۳۸
- ابوبکر، حدیث نمبر: ۷۵۰
- عمران ابن حصین، حدیث نمبر: ۷۵۱، ۷۵۳
- عکرمہ، حدیث نمبر: ۷۵۴، ۷۵۵
- مصعب ابن سعد، حدیث نمبر: ۷۵۷
- حذیفہ، حدیث نمبر: ۷۵۷، ۷۶۲
- رفاعہ ابن رافع، حدیث نمبر: ۷۶۴
- ابوقلابہ، حدیث نمبر: ۷۶۷
- عبداللہ ابن مالک، حدیث نمبر: ۷۷۱

خلفائے ثلاثہ اور کتاب الاذان

کتاب الاذان کی دوصد ایک حدیث کے اڑتیں صحابہ کرام کے اسمائے گرامی آپ کے سامنے ہیں۔ ان میں کسی جگہ خلفائے ثلاثہ میں سے کسی کا اسمِ مبارک موجود نہیں۔ عوام کو خلفائے ثلاثہ کے فضائل سنائے جاتے ہیں۔ ان میں حضرت عمر کے سر اس فضیلت کا سہرا بھی باندھا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے اذان کا مشورہ دیا تھا اور حضرت عمر ہی کے مشورہ سے اذان ایجاد ہوئی ہے۔ لیکن حیرت اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کتابُ الاذان کی سیکڑوں پر مشتمل کتاب میں حضرت عمر نے کہیں بتایا کہ اذان میرے مشورہ سے شروع کی گئی تھی۔ نہ حضرت ابوبکر نے کہیں بتایا ہے کہ اذان کب شروع ہوئی اور کیسے شروع ہوئی اور نہ ہی حضرت عثمان نے ایک لفظ بتایا ہے کہ اذان کب شروع ہوئی

اور کیسے شروع ہوئی اور نہ ہی حضرت عثمان نے ایک لفظ بتایا ہے۔

ہم تو ٹھیرے شیعہ اور ہمیں دشمن صحابہ کے بطور پیش کر کے حقہ پانی بند کرنے کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ آخر امام بخاری اور امام بخاری کے محدثین تو شیعہ دشمن صحابہ نہ تھے، یہ اسلام ہے آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں اور ان مضمرات پر سوچیں کہ اگر کوئی غیر مسلم آپ سے دریافت کرلے کہ:

- کیا خلفائے ثلاثہ اس محفل میں موجود نہ تھے جب اذان کی بات ہو رہی تھی؟
- کیا خلفائے ثلاثہ نے اذان کبھی نہیں سنی تھی؟
- کیا خلفائے ثلاثہ کی موجودگی میں اذان کا مسئلہ کسی نے آنحضورؐ سے نہ پوچھا تھا۔
- کیا خلفائے ثلاثہ نے خود آنحضورؐ سے اذان کے متعلق کوئی بات نہ پوچھی تھی؟
- کیا خلفائے ثلاثہ سے اذان کے متعلق کبھی کوئی سوال نہ کیا گیا تھا؟
- کیا خلفائے ثلاثہ نے اذان کے سلسلہ میں اُمت کوئی بات نہ بتائی تھی؟
- کیا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے علاوہ دیگر ازواج میں سے کسی زوجہ نے اذان کے متعلق نہ کوئی بات آنحضورؐ سے سنی تھی اور نہ اُمت کے کسی فرد کو بتائی تھی؟
- کیا امام بخاری کو حضرت حفصہ کی ایک حدیث کے علاوہ اذان کے سلسلہ میں اور کچھ نہ ملا؟
- تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟ آخر اسلام آفاقی مذہب ہے اور خلفائے اس آفاقی مذہب میں ایک فیصلہ کن اور اتھارٹی کی حیثیت رکھتے تھے؟

کتاب الاذان اور حضرت عائشہ

کُل احادیث: ۱۹

(۱) بخاری، ج ۱، ص ۴۱۵، حدیث ۵۹۳، باب: صبح ہونے کے بعد اذان دینا:

عن عائشة كان النبي يصلي ركعتين خفيفتين بين النداء والاقامة من صلوٰة الصبح

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ صبح کی اذان اور تکبیر کے بیچ میں دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھا کرتے تھے''۔

(۲) بخاری، ج ۱، ص ۴۱۸، حدیث ۵۹۹، اذان سن کر تکبیر کا انتظار گھر میں کرتے رہنا

عائشة قالت كان رسول الله اذا سكت المؤذن بالاولٰى من صلوٰة الفجر قام فركع ركعتين خفيفتين قبل صلوٰة الفجر بعد ان سبتين الفجر ثم اضطجع على شقه الايمن حتٰى ياتيه المؤذن الاقامة

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ جب مؤذن صبح کی دوسری اذان دے کر چپ ہو رہتا، اُٹھتے اور فرض سے پہلے دو رکعتیں ہلکی پھلکی ادا کرتے، صبح صادق روشن ہو جانے کے بعد پھر داہنی کروٹ لیٹ رہتے یہاں تک کہ مؤذن تکبیر کہنے کے لیے آپ کے پاس آتا''۔

جائزہ

① پہلی حدیث تو ہمارے خیال میں صرف تبرکاً یا بھرتی کے لیے لکھی گئی ہے ورنہ باب اور حدیث میں کوئی ربط ہے نہ جوڑ۔ باب کا عنوان ہے: صبح ہونے کے اذان دینا—— اور حدیث میں اذان واقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

② دوسری حدیث ہے تو عنوان کے مطابق لیکن افسوس یہ ہے کہ اذان کے نام کے علاوہ اس میں اذان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ اگر اسی باب کو اقامت سے پہلے دو رکعت کے عنوان سے باندھ دیا جاتا تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔

③ دوسری حدیث میں ایک اور حیرت انگیز انکشاف ہے اور وہ ہے حدیث اور مولانا وحید الزمان کے ترجمہ میں باہمی آویزش—— حدیث میں ہے: اذا سکت المؤذن بالاولی، جب مؤذن پہلی اذان کہہ کر خاموش ہوجائے لیکن مولانا وحید الزمان نے ترجمہ کیا ہے: جب مؤذن صبح کی دوسری اذان دے کر چپ ہو رہتا۔ آپ نہ میرا ترجمہ مانئے اور مولانا وحید الزمان۔ آپ کسی عربی دان سے لفظ اُولیٰ کا معنی پوچھ لیجیے اگر وہ دوسری بتائے تو مولانا وحید الزمان درست اور ہم غلط اور اگر وہ پہلی بتاتے تو پھر آپ مولانا وحید الزمان سے صرف اتنا پوچھ لیں:

- حضور کیا آپ نے غلط ترجمہ کسی خاص مقصد کے لیے کیا ہے؟
- اگر کسی خاص مقصد کے لیے کیا ہے تو وہ کون سا ہے؟
- کہیں آپ کو اہلحدیث کی ہوا تو نہیں لگ رہی؟
- کہیں آپ اہلحدیث کی دوسری اذان تو ثابت نہیں کر رہے؟
- مان لیا اُولیٰ کا معنی پہلی نہیں دوسری ہے۔ اس صورت میں دوسری اذان تو ہوئی نمازِ صبح کے لیے پہلی اذان کس لیے ہوئی؟

جائزہ

① پہلی حدیث تو ہمارے خیال میں صرف تبرکاً یا بھرتی کے لیے لکھی گئی ہے ورنہ باب اور حدیث میں کوئی ربط ہے نہ جوڑ۔ باب کا عنوان ہے: صبح ہونے کے اذان دینا ـــــ اور حدیث میں اذان و اقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

② دوسری حدیث ہے تو عنوان کے مطابق لیکن افسوس یہ ہے کہ اذان کے نام کے علاوہ اس میں اذان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ اگر اسی باب کو اقامت سے پہلے دو رکعت کے عنوان سے باندھ دیا جاتا تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔

③ دوسری حدیث میں ایک اور حیرت انگیز انکشاف ہے اور وہ ہے حدیث اور مولانا وحیدالزمان کے ترجمہ میں باہمی آویزش ـــــ حدیث میں ہے: اذا سکت المؤذن بالاولٰی، جب مؤذن پہلی اذان کہہ کر خاموش ہو جائے لیکن مولانا وحیدالزمان نے ترجمہ کیا ہے: جب مؤذن صبح کی دوسری اذان دے کر چپ ہو رہتا۔ آپ نہ میرا ترجمہ مانئے اور مولانا وحیدالزمان۔ آپ کسی عربی دان سے لفظ اُولٰی کا معنی پوچھ لیجیے اگر وہ دوسری بتائے تو مولانا وحیدالزمان درست اور ہم غلط اور اگر وہ پہلی بتاتے تو پھر آپ مولانا وحیدالزمان سے صرف اتنا پوچھ لیں:

* حضور کیا آپ نے غلط ترجمہ کسی خاص مقصد کے لیے کیا ہے؟
* اگر کسی خاص مقصد کے لیے کیا ہے تو وہ کون سا ہے؟
* کہیں آپ کو اہلحدیث کی ہوا تو نہیں لگ رہی؟
* کہیں آپ اہلحدیث کی دوسری اذان تو ثابت نہیں کر رہے؟
* مان لیا اُولٰی کا معنی پہلی نہیں دوسری ہے۔ اس صورت میں دوسری اذان تو ہوئی نمازِ صبح کے لیے پہلی اذان کس لیے ہوئی؟

* آئمہ اربعہ میں سے بھی کوئی امام ایسا ہے جو صبح سے پہلی والی اذان کا قائل اور عامل ہو؟
* اگر کوئی امام ایسا ہے تو ہمیں بھی مطلع فرمائیے کہ وہ کون ہے؟
* کیا جس باب میں حدیث بیان کی گئی ہے اس میں کہیں پہلی اور دوسری اذان کا ذکر ہے؟
* اگر ہے تو کہاں ہے؟
* اگر باب میں دوسری اذان کا ذکر نہیں تو آپ کہاں سے دوسری اذان لائیے؟
* کیا باب میں واضح الفاظ سے صبح ہونے کے بعد اذان دینا مذکور نہیں؟
* کیا اُولیٰ کا استادہ اذان کی طرف نہیں ہوسکتا اور تکبیر کے لیے جب مؤذن آتا تھا تو تکبیر کو اذان ثانیہ نہیں کہا جاسکتا؟

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۴۱۷، حدیث ۵۹۶، باب: صبح سے پہلے اذان کہنا:

عن عائشة عن النبي انه قال، ان بلالًا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتّى يؤذن ابن اُم كلثوم

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: بلال رات رہے اذان دے دیتا ہے تم کھاتے پیتے رہو، جب تک اُم کلثوم کا بیٹا اذان دے''۔

جائزہ

* بلال قبل از وقت حکمِ رسولؐ سے اذان دیتا تھا یا اپنی مرضی سے؟
* اگر حکمِ رسولؐ سے نہیں دیتا تھا تو آپ نے بلال کو منع کیوں نہ فرمایا؟
* اتنے صحابہ سے کہنے کی بجائے صرف بلال کو کہہ دینا آسان نہیں تھا؟
* ابن اُم کلثوم کا زمانہ رسولؐ میں مؤذن ہونا کس تاریخ میں ہے؟

- کسی اور اُم المومنین نے بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے؟
- جب آپؐ نے یہ اجازت دی تو اس کا تعلق صرف حضرت عائشہ سے تو نہ ہوگا۔ دیگر ازواج بھی تو روزے رکھتی ہوں گی کیا انھیں آنحضورؐ نے نہیں بتایا ہوگا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ بعد از رسول حزبِ اقتدار سیاسی مصالح کی وجہ سے بلال کو نہ ہٹا سکے ہوں اور اپنا مؤذن علیحدہ مقرر کر دیا ہو؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ اذان بلال کو بے اثر کرنے کی خاطر ایسی باتیں کی گئی ہوں؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ ماہِ رمضان میں حزبِ اقتدار میں رہنے والے صحابہ روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرتے اس لیے یہ تجویز کی گئی ہو کہ چلو جو وقت ملتا ہے اسے غنیمت سمجھو اور بلال کے بعد ابن اُم کلثوم کی اذان کو روزہ بند کرنے کی علامت بتایا گیا ہو؟
- یہ ابن اُم کلثوم نابینا تو نہیں تھا؟
- اگر نابینا تھا اور از روئے تاریخ یقیناً نابینا تھا تو آنکھوں والا وقت کو زیادہ سمجھ سکتا ہے یا نابینا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ کے بعد مؤذن رسولؐ کو ناپسندیدہ قرار دے کر سرکاری افراد کی فہرست سے نکالا گیا ہو؟
- اگر مؤذن رسولؐ بلال ناپسندیدہ قرار نہیں دیا گیا تھا تو حزبِ اقتدار میں بلال کا کیا مقام تھا؟
- حزبِ اقتدار کی تاریخ میں بلال کا کہیں تذکرہ ملتا ہے؟
- اگر حزبِ اقتدار کی کسی تاریخ میں بلال کا ذکر ملتا ہے تو وہ کون سی تاریخ ہے؟
- حضرت ابوبکر نے اسی لیے تو صحیفۂ احادیث نبویؐ آپ کے بعد نہیں جلا ڈالا تھا؟
- حضرت عمر نے اسی لیے تو نقل حدیث پر پابندی عائد نہیں کر دی تھی؟

☼ کہیں یہ مقصد تو نہیں کہ صرف وہ محدثین احادیث روایت کریں جو سرکاری ہوں؟

☼ کہیں ان پابندیوں کا مقصد یہ تو نہ تھا کہ اسلام وہی پھیلے جو درباری محدثین چاہیں؟

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۴۳۸-۴۳۹، حدیث ۶۳۳، باب: بیمار کو کس حد تک نماز میں آنا چاہیے؟

عائشة قالت لما مرض رسول اللّٰه مرضه الذی مات فیه محضرت الصلٰوة فاذن فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس فقیل له ان ابابکر رجل اسیف اذا قام فی مقامك لم یستطع ان یصلی بالناس واعاد فاعادوا له فاعاد الثالثة فقال انکن صواحب یوسف مروا ابابکر، فصلی فوجد النبی من نفسه حقه فخرج یهادی بین رجلین کان انظر رجلیه یحطان من الرجع فاراد ابوبکر ان یتأخر فاوقا الیه النبی ان مکانك ثم اتٰی به جلس الی خینه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "کہ اب آنحضرتؐ کو وہ بیماری ہوئی جس میں آپ نے وفات فرمائی تو آپ نے حکم دیا: ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ابوبکر دل کے کچے ہیں وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ نے پھر وہی حکم دیا۔ پھر عرض کیا گیا: پھر آپ نے تیسری بار وہی حکم دیا اور اپنی بیبیوں سے فرمایا: تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہوں۔ ابوبکر کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ آخر ابوبکر نماز پڑھانے کے لیے نکلے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ

نے ذرا اپنا مزاج ہلکا پایا۔ آپ برآمد ہوئے، دو آدمیوں پر ٹیکا دیئے ہوئے ـــــ حضرت عائشہ نے کہا: گویا میں آپ کے دونوں پاؤں دیکھ رہی ہوں وہ بیماری سے زمین پر لکیر کرتے جاتے تھے۔ ابوبکر نے یہ دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا۔ آنحضرتؐ نے ان کو اشارہ کیا اپنی جگہ پر رہو۔ پھر لوگ آنحضرتؐ کو لے کر آئے۔ آپ ابوبکر کے بازو میں بیٹھ گئے"۔

۵ بخاری، ج ۱، ص ۴۴۰، حدیث ۶۳۴، باب ایضاً

قالت عائشة لما ثقل النبي واشد وجعه استاذن ازواجه ان يمرض في بيتي فاذن له فخرج بين رجلين تخط رجلاه الارض وكان بين العباس ورجل آخر۔ قال عبيد الله فذكرت ذلك لابن عباس ما قالت عائشة فقال هل تدري من الرجل الذي لم تسم عائشة؟ قلت لا قال هو علي ابن ابي طالب

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ نے کہا: جب آپ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو آپ نے اپنی بیبیوں سے اجازت لی کہ بیماری میں آپ میرے گھر رہیں۔ انہوں نے اجازت دی آپ دو آدمیوں پر ٹیکا دیئے ہوئے نکلے۔ آپ کے پاؤں زمین پر لکیر کر رہے تھے اور آپ عباس اور ایک اور آدمی کے بیچ میں تھے۔ عبیداللہ (راوی) نے کہا: میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ کی عبداللہ ابن عباس سے بیان کی۔ انھوں نے کہا کیا تو جانتا ہے وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کا نام حضرت عائشہ

نے نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: وہ دوسرے آدمی حضرت علی ابن ابی طالبؑ تھے"۔

(۶) بخاری، ج ۱، ص ۴۴۷، حدیث ۶۴۷، باب: سب سے زیادہ حق دار امامت وہ ہے جو علم اور فضیلت والا ہو۔

عن عائشة أُم المومنين انها قالت ان رسول الله قال في مرضه مروا ابابكر يصلي بالناس قالت عائشة قلت ان ابابكر اذا قام في مقامك لم يسمع الناس من البكاء فمر عمر فليصل بالناس فقالت عائشة فقلت لحفصة — قولي له ان ابابكر اذا قام في مقامك لم يسمع الناس عن البكاء فمر عمر فليصل بالناس ففعلت حفصه فقال رسول الله مه ، انكن لا نتن صطحب يوسف مروا ابابكر فليصل بالناس فقالت لحفصه لعائشة ــــ ما كنت لاصيب منك خيرًا

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ نے اپنی موت کی بیماری میں فرمایا: ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو روتے روتے ان کی آواز بھی نہ نکل سکے گی وہ لوگوں کو قرأت نہ سنا سکیں گے۔ عمر کو حکم دیجیے وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں حفصہ سے بولی: تم بھی تو آنحضرتؐ سے کہو کہ ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو روتے روتے لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں

گے۔ اس لیے عمر کو حکم دیجیے وہ لوگوں کی امامت کریں۔ حفصہ نے یہی معروضہ کیا۔ آپ نے فرمایا: بس چپ رہ۔ (آپ خفا ہوئے ان کو ڈانٹا) تم یوسفؑ کی ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر کو کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس وقت حضرت حفصہ حضرت عائشہ سے کہہ اُٹھیں۔ بھلا مجھ کو کہیں تم سے بھلائی پہنچ سکتی ہے؟

اس ترجمہ کے بعد مولانا وحیدالزمان نے حاشیہ پر ایک جملہ لکھا ہے، وہ بھی پڑھ لیجیے کافی دلچسپ ہے۔

یعنی آخر تم سوکن ہو، کیسی ہی پاک نفس سہی تم نے ایسی صلاح دی کہ صلاح نہ شد بلا شد۔

(4) بخاری، ج ا، ص ۴۵۱، حدیث ۶۵۱، ایضاً

عن عائشة قالت امر رسول الله ابابکر ان یصلی بالناس فی مرضه فکان یصلی بهم قال عروه ــــ فوجد رسول الله فی نفسه خفةً فخرج فاذا بوبکر یوم الناس فلما رأه ابوبکر استاخر فاستار الیه ان کما انت فجلس رسول الله حذاد ابی بکر الی جنبه فکان ابوبکر یصلی لصلوٰة رسول الله والناس یصلون لصلوٰة ابی بکر

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے، انھوں نے کہا: آنحضرتؐ نے اپنی بیماری میں ابوبکر یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو وہ نماز پڑھاتے رہے۔ عروہ نے کہا: ایک دن آنحضرتؐ نے اپنے کو ذرا ہلکا پایا تو باہر برآمد ہوئے۔ حضرت

ابوبکر لوگوں کی امامت کر رہے تھے جب ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹے۔ آپ نے اشارے سے فرمایا: نہیں، اپنی جگہ رہو۔ پھر آنحضرتؐ ابوبکر کے بازو بیٹھ گئے ان کے برابر۔ تو ابوبکر تو آنحضورؐ کی نماز کی پیروی کر کے نماز پڑھتے تھے اور لوگ ابوبکر آپ کی نماز کی پیروی کرتے تھے“۔

(۸) بخاری، ج ۱، ص ۴۵۵، حدیث ۶۵۵، باب: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔

عبداللّٰہ ابن عتبۃ قال دخلت علی عائشۃ فقلت ألا تحدثینی عن مرض رسول اللّٰہ قالت بلٰی ___ ثقل النبی فقال أصلی الناس؟ فقلنا لا یارسول اللّٰہ ولم ینتظرونک ، قال صنعوا لی ماءً فی المخضب قالت ففعلنا ، فاغتسل فذھب یسوء فاغمی علیہ ثم افاق فقال أصلی الناس؟ قلنا لا وھم ینتظرونک یارسول اللّٰہ، قال صنعوا الی ماءً فی المخضب قالت فقعد فاغتسل ثم ذھب لینوء فاعمی علیہ ثم افاق ، فقال أصلی الناس؟ قلنا لاوھم ینتظرونک یا رسول اللّٰہ فقال صنعوا لی ماءً فی المغضب فقد فاغتسل فذھب لینوا فاغمی علیہ ثم افاق فقال أصلی الناس؟ فقلنا لاوھم ینتظرونک یارسول اللّٰہ والناس عکوف فی المسجد ینتظرون النبی لصلوٰۃ العشاء الآخرۃ

فارسل النبی الی ابی بکر یصلی بالناس فاتاہ الرسول

فقال ان رسول اللّٰہ یامرك ان تصلی بالناس فقال ابوبکر وکان رجلا رفیقا ___ یاعمر! صلی بالناس فقال له عمر ___ انت احق بذلك ___ فصلی ابوبکر تلك الایام ، ثم ان النبی وجد من نفسه خفةً فخرج بین رجلین احدهما العباس لصلٰوۃ الظهر وابوبکر یصلی بالناس فلما رأہ ابوبکر ذهب یستأخر فاوقا الیه النبی بان لا یتأخر قال احلسبانی الی حنیه فاجلساہ الی حنیسه ابی بکر

قال فجعل ابوبکر یصلی وهو یأتم لصلٰوۃ النبی والناس یأتون لصلٰوۃ ابی بکر والنبی قاعدًا

قال عبیداللّٰہ فدخلت علی عبداللّٰہ ابن عباس فقلت له الاعراض علیك ما حدثتنی عائشة عن مرض النبی؟ قال هات! فعرضت علیه حدیثها فما انکر منه شیئًا غیر انه قال أسحت لك الرجل الذی کان مع العباس؟ قلت لا ، قال هو علیؑ ، قال عبیداللّٰہ فدخلت علی عبداللّٰہ ابن عباس فقلت لهٗ الا اعرض علیك ما حدثتنی عائشة عن مرض النبی قال هات فعرضت علیه حدیثها فما انکر منه شیئًا غیر انه قال أسمت لك الرجل الذی کان مع العباس؟ قلت لا ، قال هو علی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: عبیداللہ ابن عتبہ ابن مسعود کا کہنا ہے کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور کہا: کیا آپ مجھ سے

آنحضرتؐ کی بیماری کا حال بیان نہیں کرتیں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں۔ میں بیان کرتی ہوں۔ آنحضرتؐ بیمار ہوئے تو فرمایا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟

ہم نے عرض کیا: جی نہیں، یارسولؐ اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا تو لگن میں میرے لیے پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھ دیا۔ آپؐ نے غسل کیا۔ پھر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آئے تو پوچھا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟

ہم نے عرض کیا: جی نہیں، یارسولؐ اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا ذرا پانی میرے نہانے کے لیے لگن میں رکھ دو۔

ہم نے رکھ دیا۔ آپ نے غسل کیا۔ پھر اٹھنا چاہا تو بے ہوش ہو گئے، پھر ہوش آیا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا: جی نہیں، یارسولؐ اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: لگن میں میرے نہانے کے لیے پانی رکھ دو۔ پھر آپ بیٹھے اور غسل کیا۔ اٹھنا چاہا تو بے ہوش ہو گئے پھر ہوش آیا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟

ہم نے عرض کیا: جی نہیں یارسولؐ اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں؟ اور لوگوں کا یہی حال تھا۔ وہ مسجد میں اکٹھا تھے۔ عشاء کی نماز کے لیے آنحضرتؐ کا انتظار کر رہے تھے۔

تب آپؐ نے ابوبکر صدیق کو کہلا بھیجا تم لوگوں کو نماز پڑھا دو۔ آپ کا پیغام لے جانے والا ابوبکر کے پاس آیا اور اس نے کہا:

آنحضرتؐ کا حکم یہ ہے کہ تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ ابوبکر ذرا نرم دل آدمی تھے۔ انہوں نے حضرت عمر سے کہا: اے عمر! نماز پڑھاؤ۔ حضرت عمر نے کہا: تم اس کے زیادہ حقدار ہو، آخر ان دنوں ابوبکر ہی نماز پڑھاتے رہے۔ پھر آنحضرتؐ کو کچھ اپنا مزاج ہلکا معلوم ہوا۔ آپ دو مردوں پر ٹیکا دیئے ہوئے ظہر کی نماز کے لیے نکلے ان میں ایک عباس تھے اور ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آپ نے ان کو اشارے سے فرمایا: پیچھے نہ ہٹو! پھر آپ نے ان دونوں مردوں سے فرمایا: مجھے ابوبکر کے بازو بٹھا دو، انھوں نے بازو بٹھا دیا۔ تو ابوبکر تو نماز میں آنحضرتؐ کی پیروی کرتے تھے اور لوگ ابوبکر کی نماز کی پیروی کر رہے تھے اور آنحضرتؐ بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔

عبیداللہ ابن عبداللہ نے کہا: میں یہ حدیث سن کر عبداللہ ابن عباس کے پاس گیا اور ان سے کہا: کیا میں تم سے وہ حدیث بیان نہ کروں جو حضرت عائشہ نے آنحضرتؐ کی بیماری کے حال میں مجھ سے بیان کی ہے۔

انھوں نے کہا: بیان کرو۔ میں نے حضرت عائشہ کی یہی حدیث بیان کی، انھوں نے اس میں سے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ صرف اتنا کہا کہ حضرت عائشہ نے اس دوسرے شخص کا نام بیان کیا جو عباس کے ساتھ تھے؟

میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: وہ حضرت علیؑ تھے"۔

⑨ بخاری، ج ۱، ص ۴۷۲، حدیث ۶۸۰، باب: امام کی تکبیر لوگوں کو سنانا:

عن عائشة قالت لما مرض النبي مرضه الذی مات فيه اتاه یوذنه بالصلوٰة فقال مروا ابابکر فليصل فلت ان ابابکر رجل اسيف ان يقم مقامك بلكي فلا يقدر على القرأة قال مروا ابابكر فليصل فقلت مثله فقال في الثالثة او امرابعة انكن صواحب يوسف ، مروا ابابكر فليصل فصلى وخرج النبي يهادى بين رجلين كانى انظر اليه يحظ برجليه الارض فلما رأه ابوبكر ذهب يتأخر فاشار اليه ان صل فتاخر ابوبكر ومقد النبي الى جنبه وابوبكر يسمع الناس التكبير

"حضرت عائشہ سے ہے کہ جب آنحضرت کو وہ بیماری ہوئی جس میں آپؐ نے وفات پائی تو بلال نماز کی خبر دینے کو آپؐ کے پاس آئے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائے۔ ابوبکر کچھ لے لیں وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے، رو دیں گے قرآن نہ پڑھ سکیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر وہی عرض کیا: آخر تیسری یا چوتھی بار آپؐ نے فرمایا: تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔

خیر انھوں نے نماز شروع کر دی اور آنحضرتؐ ذرا اپنا مزاج ہلکا پا کر دو آدمیوں پر ٹیکا دیئے نکلے جیسے میں آپ کو دیکھ رہی ہوں۔ آپؐ کے پاؤں زمین پر لکیر کر رہے تھے۔ ابوبکر نے آپ کو دیکھا

تو پیچھے سرکنا چاہا۔ آپ نے اشارے سے ان کو فرمایا: نماز پڑھاتے جاؤ۔ ابوبکر ذرا پیچھے سرک گئے اور آپؐ ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ ابوبکر آپؐ کی تکبیر لوگوں کو سناتے تھے"۔

(۱۰) بخاری، ج ۱، ص ۳۷۳، حدیث ۶۸۱، باب: ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور لوگ اس کی اقتداء کریں:

عن عائشة قالت لما ثقل رسول الله جاء بلال يؤذنه بالصلٰوة فقال مروا ابابكر يصلي بالناس فقلت يارسول الله ان ابابكر رجل اسيف فانه متي يقم مقامك لا يسمع الناس فلو امرت عمر فقال مروا ابابكر ان يصلي بالناس فقلت لحفصة قول له ان ابابكر رجل اسيف وانه متي يقم مقامك لم يسمع الناس فلو امرت عمر فقال انكن لانتن صواحب يوسف مروا ابابكر ان يصلي بالناس فلما دخل في الصلٰوة وجد رسول الله في نفسه خفةً فقام يهادى بين رجلين ورجلاه يخطان في الارض حتٰى دخل المسجد فلما سمع ابوبكر حسه ذهب ابوبكر يتاخر فاوقا اليه رسول الله فجأ رسول الله حتٰى جلس عن يسار ابي بكر يصلي قائمًا وكان رسول الله يصلي قاعدًا يقتدى ابوبكر بصلٰوة رسول الله يقتدرون بصلٰوة ابي بكر

"حضرت عائشہ سے ہے انھوں نے کہا: جب آنحضرتؐ بیمار ہوگئے تو بلال نماز کے لیے آپ کو بلانے کو آئے، آپؐ نے

فرمایا: ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوبکر نرم دل آدمی ہیں وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو اپنی آواز لوگوں کو نہ سنا سکیں گے۔ بہتر ہو اگر آپ عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔

آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائیں۔

میں نے حضرت حفصہ سے کہا: تم عرض کرو کہ ابوبکر نرم دل آدمی ہیں۔ وہ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو اپنی آواز لوگوں کو نہ سنا سکیں گے۔ بہتر ہو اگر آپ عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔

آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائیں۔

میں نے حضرت حفصہ سے کہا: تم عرض کرو کہ ابوبکر نرم دل آدمی ہیں۔ وہ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کی آواز نہ نکل سکے گی۔ کاش آپ عمر کو نماز پڑھانے کے لیے فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب ابوبکر نماز پڑھانے لگے تو آنحضرتؐ نے ذرا اپنا مزاج ہلکا پایا۔ آپ دو آدمیوں پر ٹیکا دے کر کھڑے ہوئے اور آپ کے پیر زمین پر نشان کر رہے تھے۔ اسی طرح سے چل کر مسجد میں آئے۔ ابوبکر نے آپ کی آہٹ پائی تو لگے پیچھے سرکنے، آنحضرتؐ نے ان کو اشارہ کیا، اپنی جگہ رہو، پھر آپ تشریف لائے اور ابوبکر کے بائیں طرف بیٹھ گئے تو ابوبکر تو کھڑے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور آنحضرتؐ بیٹھے بیٹھے ابوبکر آنحضرتؐ کی نماز کی پیروی کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر

کی نماز کی۔

(۱) بخاری، ج۱، ص۴۷۶، حدیث۶۸۴، باب: امام نماز میں رُو دیئے

عن عائشة اُم المومنین ان رسول اللّٰه قال فی مرضه مروا ابابکر یصلی بالناس قالت عائشة قلت ان ابابکر اذا قام فی مقامك لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر یصلی بالناس فقال مروا ابابکر فلیصل للناس فقالت عائشة فقلت لحفصة قولی له ان ابابکر رجل اسیف اذا قام مقامك لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر فلیصل للناس ففعلت حفصة فقال رسول اللّٰه مه انکن لانتن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل للناس قالت حفصة لعائشة ما کنت لاصیب منك خیرًا

''حضرت عائشہ اُم المومنین سے ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی بیماری میں فرمایا: ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا: ابوبکر تو جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روتے روتے اپنی آواز بھی لوگوں کو سنانا ان کو مشکل اس لیے عمر سے فرمایئے۔ وہ نماز پڑھائیں۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔

حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا: تم بھی تو آنحضرتؐ سے عرض کرو کہ ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے (تو آپ کو یاد کر کے) لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے اس لیے عمر کو حکم دیجیے وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہ نے عرض کیا: آپ نے فرمایا:

بس چپ رہ! تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں پھر حضرت حفصہ حضرت عائشہ سے کہہ اُٹھیں۔ بھلا مجھ کو تم سے کہیں بھلائی ہونا ہے"۔

جائزہ

یوں تو وابستگان اقتدار میں سے اور افراد نے بھی امامت ابوبکر کی کہانی بیان کی ہے لیکن چونکہ سب سے زیادہ قابلِ اعتماد واقعہ وہی ہوسکتا ہے جو حضرت عائشہ کی زبانی بیان ہو کیونکہ بی بی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مناسب ہوگا کہ اولاً ان احادیث کا ہم اس انداز میں جائزہ لیں جو ہمارا مقصود ہے اور ثانیاً ان احادیث کی اسلامی حیثیت کو پیشِ نظر رکھ کر ان کا تجزیہ کریں گے یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ کتاب الاذن میں حضرت عائشہ کی کل اُنیس عدد احادیث ہیں اور یہ بھی آپ دیکھ چکے ہیں کہ بحمداللہ ان انیس احادیث میں بی بی نے اذان کے سلسلہ میں ایک مسئلہ تک نہیں بتایا۔

- نہ تو بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان کب شروع ہوئی؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان کیسے شروع کی گئی؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ پہلی پہلی اذان اسلام میں کس نے دی؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اسلام میں پہلی پہلی اذان کس وقت کی نماز کے لیے دی گئی؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان کے کتنے کلمے ہوتے ہیں؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان صرف جماعت کے لیے ہوتی ہے یا انفرادی نماز کے لیے بھی اذان دینا فرض ہے یا سنت ہے؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ دن میں اذانیں پانچ ہوتی تھیں یا تین یا چار؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان کے لیے وضو فرض ہے یا سنت؟

* نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ بحالتِ جنابت انسان دے سکتا ہے یا نہیں؟
* نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان صرف پنجگانہ نمازوں کے لیے دی جاتی ہے یا نوافل اور دیگر آفات و مصائب کے لیے بھی اذان دی جا سکتی ہے؟

ان انیس احادیث میں سے اذان کے متعلق ایک مسئلہ بھی نہیں ملے گا البتہ ان انیس احادیث کا تعلق صرف آنحضورؐ کی زندگی کے آخری چند دنوں سے ہے اور باقی کی گیارہ احادیث بی بی نے آپ کی مدنی زندگی میں روایت کی ہیں؟ گویا زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ میں نقل شدہ احادیث ۸ اور کم از کم ۸ برس میں نقل شدہ احادیث گیارہ ہیں۔ یعنی بی بی نے جتنا زور آنحضور کے آخری ایام میں صرف کیا ہے اس کا نصف آپ کے ساتھ گزاری جانے والی پوری زندگی تک میں نہ کیا۔

امامت ابوبکر کی احادیث جو صرف بی بی سے منقول ہیں ان کی تعداد کافی ہے اور ان تمام احادیث کو ہم نے نظامِ مصطفےٰ بزبانِ باصفا کی جلد دوم میں یکجا کر کے لکھ دیا ہے۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اس جگہ تو صرف انہی احادیث میں غور کریں گے جو کتاب الاذان میں امام بخاری نے بیان فرمائی ہیں۔

* ان آٹھ احادیث میں بی بی نے کیا بیان کیا ہے؟
* یہ آٹھ احادیث مکررات ہیں یا ہر حدیث جداگانہ حدیث ہے؟
* اگر ہر حدیث جداگانہ اور مستقل حدیث ہے تو کیا ان آٹھ احادیث میں کوئی مشترک نکتہ بھی ہے یا نہیں؟

① حدیث ۶۳۳: اس حدیث کو جس باب کے ذیل میں لکھا گیا ہے وہ ہے بیمار کو کس حد تک جماعت میں آنا چاہیے۔ اس باب کے ذیل میں حدیث ۶۳۳ ہے۔ اس میں بی بی نے جو کچھ فرمایا ہے میں اپنے لفظوں میں پیش کر رہا ہوں۔

* مرض الموت میں آنحضورؐ نے حکم دیا کہ ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے؟

- کسی نے عرض کیا: ابوبکر دل کے کچے ہیں وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوکر برداشت نہ کرسکیں گے انھیں رونا آجائے گا؟
- آنحضورؐ نے اپنا حکم دہرایا۔
- لوگوں نے اپنا جواب دہرایا۔
- آنحضورؐ نے تیسری بار اپنا حکم دہرایا۔
- آنحضورؐ نے اپنی بیبیوں سے فرمایا: تم تو یوسف کے گھر والیاں ہو، ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائے۔
- ابوبکر نے نماز پڑھانا شروع کردیا۔
- آنحضرتؐ نے اپنے جسم میں تخفیف محسوس کی۔ آپؐ دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں آئے۔
- بی بی کہتی ہے میں چشمِ تصور میں آج بھی آپ کے قدموں کو زمین پر گھسٹتا دیکھ رہی ہوں۔
- ابوبکر نے آپ کو آتے دیکھ لیا اور پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔
- آنحضورؐ نے ابوبکر کو اشارے سے منع فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو۔
- آنحضورؐ ابوبکر کے بازو میں بیٹھ گئے۔

(۴) حدیث ۶۳۴: اس حدیث کو بھی سابقہ باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں بی بی نے جو کچھ بیان فرمایا ہے ہمارے لفظوں میں یوں ہوگا:

- جب آپ کی بیماری شدت پکڑ گئی تو آپ نے دیگر ازواج سے رخصت مانگی کہ عیادت کے لیے مجھے حضرت عائشہ کے گھر رہنے کی اجازت دے دو اور باری کا سوال چھوڑ دو تمام بیبیوں نے اجازت دے دی۔
- آپ دو آدمیوں کا سہارا لے کر آئے۔ آپؐ کے قدم زمین پر گھسٹ رہے تھے۔

❋ ان دو آدمیوں میں سے ایک آپ کا چچا عباس تھا؟
❋ راوی عبیداللہ نے عبداللہ ابن عباس کو یہ واقعہ سنایا تو اس نے دوسرا آدمی جس کا نام حضرت عائشہ نے نہیں بتایا وہ حضرت علیؑ تھا۔

③ حدیث ۶۴۶: جس باب میں حدیث لکھی گئی ہے وہ ہے: سب سے زیادہ حقدار امامت وہ ہے جو علم اور فضیلت والا ہو۔ اس میں بی بی نے جو کچھ بتایا ہے وہ یہ ہے:

❋ آنحضورؐ نے اپنے ایامِ مرض میں فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
❋ حضرت عائشہ نے عرض کیا: ابوبکر کچولا ہے آپ عمر سے کہیں وہ نماز پڑھائے۔
❋ حضرت عائشہ نے آنحضورؐ کے جواب کا انتظار کیے بغیر حضرت حفصہ سے کہا: تو بھی یہی کہہ چنانچہ حفصہ نے بھی وہی کہا۔
❋ آنحضورؐ نے حضرت حفصہ کو ڈانٹ کر فرمایا: چپ رہ! تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
❋ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: مجھے تیری طرف سے کبھی بھی اچھائی نہ مل سکی۔

پہلے تو ایک نظر میں حدیث اور امام بخاری کے دیئے گئے عنوان کا باہمی موازنہ کیجیے۔ پھر ان میں مقام مشترک تلاش کیجیے۔ پھر بتایئے کہ باب کے عنوان اور حضرت عائشہ کے بیان میں کون سی ہم آہنگی ہے۔

④ حدیث ۶۵۱: باب وہی سابقہ ہے۔

❋ آنحضورؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے اور حضرت ابوبکر آپ کے ایامِ مرض میں نماز پڑھاتے رہے۔
❋ حضرت عائشہ اتنا کہہ کر خاموش ہوئی اس کے بعد راوی عروہ نے اپنی طرف سے

پیوند لگایا۔

* آنحضورؐ نے اپنی طبیعت کو ہلکا محسوس کیا تو مسجد میں آئے۔
* اس وقت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہا تھا۔
* ابوبکر نے آنحضورؐ کو آتے ہوئے دیکھ کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔
* آنحضورؐ نے ابوبکر کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ رہو۔
* آنحضورؐ ابوبکر کے ساتھ بیٹھ گئے۔
* ابوبکر آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز پڑھتا رہا اور لوگ ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے۔

⑤ حدیث ۶۵۵: باب اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔

* عبداللہ ابن عتبہ حضرت عائشہ سے آنحضورؐ کے ایامِ مرض کی روداد سنانے کی درخواست کرتا ہے۔
* حضرت عائشہ کے مطابق جب آنحضورؐ بوجھل ہو گئے تو پوچھا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟
* ہم نے جواب دیا: نہیں آپؐ کے منتظر ہیں۔
* آپؐ نے غسل خانہ میں پانی رکھنے کا حکم دیا، ہم نے پانی رکھا۔ آپؐ نے غسل کیا۔ فراغت کے بعد اُٹھنے کا ارادہ کیا تو بے ہوش ہو گئے؟
* جب افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟
* ہم نے کہا: آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔
* آپ نے غسل خانہ میں پانی رکھنے کا حکم دیا، ہم نے پانی رکھا، آپ نے غسل کیا، جب فارغ ہو کر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے۔
* افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟

* ہم نے کہا: نہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔
* آپؑ نے فرمایا: غسل خانہ میں پانی رکھ، ہم نے پانی رکھا، آپؑ نے غسل کیا، غسل سے فراغت کے بعد اٹھنے کا ارادہ کیا تو بے ہوش ہو گئے؟
* افاقہ ہوا تو پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟
* ہم نے بتایا کہ آپؑ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہ نماز عشاء کا وقت تھا۔
* آپؑ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* آنحضورؐ نے ابوبکر کے پاس آدمی بھیجا کہ نماز پڑھا دے۔
* ابوبکر کو پیغام ملا تو اس نے عمر سے کہا کہ تو نماز پڑھا دے۔
* عمر نے ابوبکر سے کہا: نہیں تو زیادہ حق دار ہے؟
* ابوبکر نے نماز پڑھانا شروع کیا۔
* آنحضورؐ نے اپنی طبیعت میں ہلکا پن محسوس کیا۔
* آپؑ جنابِ عباس اور ایک دوسرے شخص کا سہارا لے کر مسجد میں آئے۔
* آپؑ نے ان دونوں سے کہا: مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو۔
* ابوبکر نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آنحضورؐ نے اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹو۔
* ابوبکر آنحضورؐ کی نماز کی اقتداء کرنے لگا اور لوگ ابوبکر کی نماز کی اقتداء کرتا رہا۔

⑥ حدیث ۶۸۰: باب امام کی تکبیر لوگوں کو سنانا:

* جب آپؑ بیمار ہوئے تو مؤذن نے آکر آپؑ کو نماز پڑھانے کا کہا۔
* آپؑ نے فرمایا ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* بی بی نے کہا: ابوبکر آپؐ کی جگہ کھڑا ہو کر اتنا رو دے گا کہ اس کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ جائے گی۔
* آپؑ نے پھر فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔

* میں نے پھر وہی دہرایا۔
* آپؐ نے میرے تیسری چوتھی مرتبہ کے اصرار پر مجھ سے کہا: تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے
* آپؐ دو آدمیوں کا سہارا لے کر نکلے۔ آپ کے قدم زمین پر گھسٹ رہے تھے۔
* ابوبکر آپ کو دیکھ کر ہٹنے لگا، آپؐ نے اشارے سے منع کر دیا۔
* آپؐ ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے اور آپؐ کی صدائے تکبیر لوگوں کو سنانے لگے۔

⑦ حدیث ۶۸۱: باب: ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور لوگ اس کی اقتداء کریں۔

* جب آپؐ بیمار ہوئے تو بلال آپ کو نماز کے لیے بلانے آیا۔
* آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے:
* میں نے کہا: ابوبکر بھولا ہے آپ عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔
* آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* میں نے حفصہ سے کہا: اب تو میرے والی بات کہہ۔
* آپؐ نے کہا: آپ یوسف کے ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* ابوبکر نے نماز شروع کر دی۔
* آپؐ نے بیماری سے ذرا خفت محسوس کی، آپؐ دو آدمیوں کا سہارا لے کر باہر نکلے، آپؐ کی دونوں ٹانگیں گھسٹ رہی تھیں۔
* ابوبکر نے آپؐ کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔
* آپؐ نے ابوبکر کو اشارہ کیا کہ نہ ہٹو۔
* آپؐ ابوبکر کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔
* آپؐ بیٹھ کر نماز پڑھانے لگے اور ابوبکر آپؐ کی اقتداء کرنے لگا اور لوگ ابوبکر کی اقتداء کرنے لگے۔

⑧ حدیث ۶۸۴: باب: امام نماز میں رو دیئے:

* آنحضورؐ نے اپنے ایامِ مرض میں کہا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* حضرت عائشہ نے کہا کہ ابوبکر کچولا ہے رو دے گا۔ لوگ اس کی قرأت نہ سن سکیں گے، عمر سے نماز کا کہیں۔
* آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا: اب تو وہی بات کہہ، حضرت حفصہ نے کہا۔
* آپؐ نے حضرت حفصہ کو ڈانٹ دیا اور فرمایا: تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: مجھے تیری طرف سے کبھی کب اچھائی مل سکتی ہے، کیا یہ مکررات نہیں۔

ممکن ہے کوئی زیادہ دانش مند وکیل یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ یہ آٹھ احادیث نہیں بلکہ ایک ہی واقعہ کا تکرار ہے اور فی الواقع یہ ایک حدیث ہے۔ ایسے دانش مندوں کے تنقیہ دماغ کے لیے عرض ہے کہ وہ احادیث میں ایک مرتبہ پھر غور کریں اگر انھیں خود سمجھ نہ آئے تو ہمارے دیئے گئے ذیل کے تجزیہ کو بغور مطالعہ فرمائیں۔ انھیں نظر آ جائے کہ ہر حدیث جدا حدیث ہے اور آٹھ مکررات نہیں بلکہ آٹھ احادیث ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ زیرِنظر آٹھ احادیث ہیں لیکن ان مشترک نکات کو دیکھ کر تمام احادیث کو ایک کہہ دینا مختلفہ نکات کو پس پشت ڈال دینا علمِ حدیث اور فنِ حدیث کے منہ پر ایک طمانچہ ہوگا۔

مشترکہ نکات:

① حدیث ۶۳۳: مرض الموت میں آنحضورؐ نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا:

* ۶۳۴ میں یہ حکم نہیں ہے۔
* ۶۴۶ میں یہی حکم ہے۔
* ۶۵۱ میں یہی حکم ہے۔
* ۶۵۵ میں یہی حکم ہے۔
* ۶۸۰ میں یہی حکم ہے۔
* ۶۸۱ میں یہی حکم ہے۔
* ۶۸۴ میں یہی حکم ہے۔

④ حدیث ۶۳۳ میں بی بی نے کہا کہ ابوبکر کچولا ہے:

* ۶۳۴ میں بی بی کی کوئی ایسی بات نہیں۔
* ۶۴۶ میں بی بی نے وہی بات کی ہے۔
* ۶۵۱ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۵۵ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۸۰ میں بی بی نے وہی بات کی۔
* ۶۸۱ میں بی بی نے وہی بات کی۔
* ۶۸۴ میں بی بی نے وہی بات کی۔

③ ۶۳۳ میں آنحضورؐ کو کئی بار اپنا حکم دہرانا پڑا:

* ۶۳۴ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۴۶ میں آنحضورؐ نے صرف ایک مرتبہ کہا اور بی بی نے حضرت حفصہ کو درمیان میں ڈال دیا۔
* ۶۵۱ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۵۵ میں قصہ طویل ہے۔ آپ نے بار بار غسل کیا اور ہر بار غش کر گئے۔

* ۶۸۰ میں بی بی نے تین چار مرتبہ اپنی بات دہرائی ہے اس میں حفصہ کا ذکر نہیں۔
* ۶۸۱ میں بی بی نے صرف ایک مرتبہ تردید کر کے بی بی حفصہ کو درمیان میں ڈالا۔
* ۶۸۴ میں بی بی نے ایک مرتبہ دہرایا، پھر بی بی حفصہ کو درمیان میں ڈالا۔

④ حدیث ۶۳۳ میں ابوبکر کے رونے کا ذکر ہے:

* ۶۳۴ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۴۶ میں بی بی نے ابوبکر کے بجائے عمر کا نام تجویز کیا ہے۔
* ۶۵۱ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۵۵ میں نہ حضرت عائشہ کی تردید ہے اور نہ کسی دوسرے کی تجویز ہے۔
* ۶۸۰ میں صرف بی بی نے تردید کی ہے تجویز نہیں۔
* ۶۸۱ میں بی بی نے عمر کی تجویز کی ہے۔
* ۶۸۴ میں بھی بی بی نے عمر کو تجویز کیا ہے۔

⑤ حدیث ۶۳۳ میں آپؐ نے دو ازواج کو یوسف کی ساتھ والیاں کہا ہے:

* ۶۳۴ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۴۶ میں آپؐ نے انھی دو بیبیوں کو یوسف کی ساتھ والیاں کہا ہے۔
* ۶۵۱ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۵۵ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۸۰ میں آپؐ نے انھی دو بیبیوں کو یوسف کی ساتھ والیاں کہا ہے۔
* ۶۸۴ میں آپؐ نے انھی دو بیبیوں کو یوسف کی ساتھ والیاں کہا ہے۔

⑥ حدیث ۶۳۳ میں آپؐ سہارا لے کر مسجد میں آ گئے:

* ۶۳۴ میں آپؐ سہارا لے کر بی بی کے گھر آئے۔
* ۶۴۶ میں ایسی کوئی بات نہیں۔

* ۶۵۱ میں آپؐ سہارا لے کر مسجد میں آ گئے۔
* ۶۵۵ میں آپؐ سہارا لے کر مسجد میں آ گئے۔
* ۶۸۰ میں آپؐ سہارا لے کر مسجد میں آ گئے۔
* ۶۸۴ میں سہارا لے کر مسجد میں آ گئے۔

⑦ حدیث ۶۳۳ میں آپؐ نے جن کا سہارا لیا کسی کا نام نہیں:

* ۶۳۴ میں جن دو آدمیوں کا سہارا لیا ان میں سے بی بی نے عباس کا نام بتایا ہے۔
* ۶۴۶ میں کسی سہارے کا ذکر نہیں۔
* ۶۵۱ میں کسی سہارے کا ذکر نہیں۔
* ۶۵۵ میں سہارے دینے والوں میں سے عباس کا نام لیا ہے۔
* ۶۸۰ میں کسی سہارا دینے والے کا نام نہیں۔
* ۶۸۱ میں کسی سہارا دینے والے کا نام نہیں۔
* ۶۸۴ میں سہارے کا ذکر ہی نہیں۔

⑧ تمام ان احادیث میں آپؐ کے مسجد آنے کا ذکر ہے ان میں آپؐ کے قدم زمین پر گھسٹتے بتائے گئے ہیں۔

⑨ تمام احادیث میں یہ بات بھی مشترک ہے کہ آنحضورؐ نے ابوبکر کی امامت پر بھروسہ نہیں کیا اور خود بمشکل چل کر آئے اور بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

⑩ بعض احادیث میں آپ کے ابوبکر کا مقتداء اور بعض میں ابوبکر کو آپ کا مکبّر بتایا گیا ہے۔ ان واضح اختلافات کے باوجود اگر کوئی کہے کہ یہ ایک ہی حدیث کا تکرار ہے، زبردستی یا کم فہمی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

گویا آنحضورؐ نے دس مرتبہ مسلسل ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، چونکہ امامت ابوبکر کے اس افسانہ پر نظامِ مصطفیٰؐ، جلد دوم میں سیر حاصل تبصرہ کر چکا ہوں اس لیے

قارئین کا مزید وقت نہیں لیتا۔اس جگہ صرف دو امور کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں:

① حضرت عائشہ نے آنحضورؐ کو سہارا دینے والے دو مردوں میں سے جنابِ عباس کا نام تو لیا ہے لیکن حضرت علیؑ کو وہ رجل آخر کہہ کر آگے گزر گئیں جیسا کہ احادیث آپ کے سامنے ہیں۔متعدد مقامات پر بی بی نے حضرت علیؑ کا نام نہیں لیا۔

* وجہ جو بھی ہو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں البتہ بخاری شریف کی ان احادیث کی روشنی میں ایک بات جو صراحت کے ساتھ ہر قاری کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ: حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے نفرت تھی، بُغض تھا، عداوت تھی کیونکہ انسان شدتِ عداوت کی وجہ سے اپنے دشمن کا نام نہیں لیتا۔حضرت عائشہ کے اس عمل کو اگر صحیح بخاری، ج ۴، پ ۱۴ کتاب المناقب کے اس عنوان میں دیکھا جائے:

* ص ۵۳: قال النبیؐ لعلی انت منی وانا منک۔ آنحضرتؐ نے ان کے حق میں فرمایا: ''تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں''۔

* کیا بی بی کی حضرت علیؑ سے نفرت بلاواسطہ آنحضورؐ سے نہیں ہوگی؟

* صحیح بخاری، ج ۴، پ ۱۴، کتاب المناقب، ص ۵۵: عن سلمه قال قال النبیؐ لاعطین الرأیة اولیأخذن الرأیة غدًا رجلًا یحب اللّٰہ ورسوله ''سلمہ ابن اکوع سے ہے، آنحضورؐ نے فرمایا: میں کل صبح سرداری کا جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا سرداری کا جھنڈا کل ایسا شخص سنبھالے گا جس سے اللہ اور اس کا رسولؐ محبت کرتے ہیں''۔

* بخاری شریف کی اس حدیث صحیح کے مطابق کیا حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے نفرت یا عداوت ایسے شخص سے نہ تھی جو محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولؐ تھا؟ جو شخص محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولؐ سے نفرت یا عداوت رکھے اس کا کتنا مقام ہے؟

※ بخاری، ج ۴، پ ۱۴، کتاب المناقب، ص ۵۸: عن سعد قال قال النبیؐ لعلی اما ترضٰی ان تکون منی بمنزله هارون من موسٰی۔
بخاری شریف کی اس حدیث کے مطابق حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے عداوت کیا مثیلِ ہارون سے نہ ہوگی؟ ہارون وصی موسٰیؑ تھا۔

※ حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے عداوت یا نفرت صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۲۰ کا کیا مقام ہوگا؟

عن ابی وقاص قال امر معاویة ابن ابی سفیان سعدًا فقال ما منعك ان تسب وبالتراب فقال اماما ذكرت ثلاثًا قالهن له رسول الله فلن السيد لان تكون لی واحدة منهن احب الی من حمر النعم سمعت رسول الله يقول له خلفه في بعض مغاريه فقال له علی يارسول الله خلفتني مع النساء والصبيان فقال له رسول الله : اما ترضٰی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انه لانبوة بعدی

وسمعته بقول خيبر لاعطين الرأية رجلًا يحب الله ورسوله ويحب الله ورسوله..... ولما نزلت هذه الاية فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء كم دعا رسول الله عليًا وفاطمة وحسنًا وحسينا فقال اللهم هؤلاء اهلی!

سعد ابن وقاص سے ہے کہ معاویہ نے سعد سے کہا تو کیوں ابوتراب پر سبّ نہیں کرتا۔ سعد نے کہا: جب تک مجھے تین باتیں یاد ہیں جو آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں کہی ہیں نہ صرف میں کبھی حضرت علیؑ کو سبّ نہیں کروں گا بلکہ ان میں سے ایک بات بھی نصیب ہوتی تو میں سرخ ناقاؤں کی دولت سے اسے اپنے

لیے قیمتی سمجھتا۔

میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے ایک مرتبہ ایک جنگ میں آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لیے ویسے ہے جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ تھا۔

میں نے اپنے کانوں سے خیبر کے دن آنحضورؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اب میں علَم اسے دوں گا جو محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولؐ ہے اور جو اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔

جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو آپؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس ۲/۳ حصہ مشترکہ حدیث جس میں حضرت علیؑ کے محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولؐ ہونے پر نصِ رسولؐ ہے اور صحیح مسلم کی ۱/۳ حصہ منفرد حدیث صحیح کہ حضرت علیؑ اہلِ بیتؑ رسولؐ سے ہیں کہ مطابق:

* حضرت عائشہ محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولؐ سے نفرت کر کے یا عداوت رکھ کے کیا تاثر دینا چاہتی ہے؟
* صحیح مسلم کی حدیث صحیح کے مطابق جب حضرت علیؑ اہلِ بیتؑ رسولؐ سے ہیں تو حضرت عائشہ حضرت علیؑ سے اظہارِ نفرت کر کے اُمت کو کس بات کا سبق دے رہی ہے؟
* کیا حضرت عائشہ کے لیے محبتِ علیؑ سنتِ رسولؐ نہ تھی؟
* کیا صرف آنحضورؐ کو حضرت عائشہ سے محبت تھی اور حضرت عائشہ کو آنحضورؐ سے بالکل پیار نہ تھا؟

* صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۲۲، باب: مناقب علی: عن زید ابن ارقم قال قام رسول الله خطیبًا بماءٍ یدعی خما بین مکة والمدینة فحمد الله واثنی علیه و وعظ وذکرتم قال امابعد الا ایها الناس فانما بشر یوشك ان یأتی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیکم الثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدیٰ والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکو ربه فحث علی کتاب الله ورغب فیه ثم قال اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اذکرکم فی اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی فقال له حصین وعن اهل بیته یازید الیس نساء ه من اهل بیته قال نساء ه من اهل بیته قال نساء ه من اهلبیته ولکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال هم آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال هؤلاء حرم الصدقة قال نعم

''عمران ابن حصین نے زید ابن ارقم سے نقل کیا ہے، زید نے کہا: ایک مرتبہ آنحضورؐ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقامِ خم پر خطبہ دینے کو کھڑے ہوئے، اللہ کی حمدوثنا کی، وعظ ونصیحت کرنے کے بعد کہا، پھر فرمایا: امابعد! اے لوگو! میں ایک بشر ہوں، ہوسکتا ہے عنقریب میرے اللہ کا قاصد میرے پاس آئے اور میں لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ ان میں سے ایک کتاب خدا ہے جس میں ہدایت بھی ہے اور نور بھی ہے۔ کتابِ خدا سے تمسک کرو! آپ نے کتابِ خدا سے تمسک پر بہت زیادہ آمادہ کیا اور ترغیب دی۔ پھر فرمایا: دوسرے میرے اہلِ بیتؑ ہیں، میں تمھیں اللہ کے نام پر اہلِ بیتؑ یاد دلاتا ہوں۔ تمھیں اللہ کے نام پر اپنے اہلِ بیتؑ یاد دلاتا ہوں، تمھیں اللہ کے نام پر

اپنے اہلِ بیتؑ یاد دلاتا ہوں۔

حصین نے پوچھا: زید آپ کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیبیاں اہلِ بیتؑ نہیں ہیں؟ زید نے کہا کہ آپ کی عورتیں بھی اہلِ بیتؑ ہیں لیکن آپؐ کے اہلِ بیتؑ وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

حصین نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ زید نے کہا: وہ آلِ علیؑ، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس ہیں۔

صحیح بخاری میں بتائی گئی حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے نفرت یا عداوت کو صحیح مسلم کی اس حدیث سے ملا کر پڑھا تو کیا یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ:

* بی بی نے آنحضرتؐ کے ان واضح فرامین کو کس بناء پر پسِ پشت ڈالا؟
* کیا بی بی ان احادیث پر یقین نہیں رکھتی تھی؟
* اگر یقین رکھتی تھی تو کیا بی بی نے واضح اشاراتِ نبویؐ کی نافرمانی تو نہیں کی؟
* اگر نافرمانی نہیں کی تو اس عداوت کا جواز کیا ہے؟

حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے اس عداوت یا نفرت کو اگر صحیح ترمذی کی ذیل کی احادیث میں دیکھا جائے تو خدا جانے کیا کیا سامنے آ جائے۔

* صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۷۱۵، حدیث ۱۶۴۶: عن عمران ابن حصین قال قال رسول اللّٰہ..... ان علیا عن وانا منه وهو ولی کل مومن من بعدی، ''عمران ابن حصین سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے''۔
* صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۷۱۵، حدیث ۱۷۴۷: زید ابن ارقم عن النبی قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ ''زید ابن ارقم سے ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے''۔

* صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۷۱۷، حدیث ۱۶۵۰: عن ابی سعید الخدری قال ان کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار ببغضهم علی ابن ابی طالب، "ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ ہم انصار منافقین کو بُغض علیؑ سے پہچان لیتے تھے"۔

* صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۷۱۷، حدیث ۱۶۵۱: عن اُم سلمة قالت کان رسول اللّٰہ یقول لا یحب علیا منافق ولا یبغضه مومن، "اُم سلمہ سے کہ آنحضورؐ فرمایا کرتے تھے کوئی منافق علیؑ سے محبت نہیں رکھے اور کوئی مومن علیؑ سے بُغض نہیں رکھے گا۔

ان احادیث صحیحہ کے پیش نظر اور صحیح بخاری کی زیرنظر احادیث کے پیش نظر جن میں حضرت عائشہ حضرت علیؑ کا نام لینا گوارا نہیں کرتی تھیں کے باہمی موازنہ اور مقابلہ سے کیا کہا جائے گا؟

پھر جنگِ جمل نے نفرت کو عداوت میں بدل دیا تھا۔ اسلام اور آنحضورؐ کے فرامین کے پیش نظر بی بی کے اس تمام عمل کا کیا جواز ہے؟

* احادیث امامت ابوبکر کا دوسرا پہلو وہ ہے: امامت ابوبکر کے دوران آنحضرتؐ بیٹھے رہے۔ حضرت ابوبکر آنحضورؐ کی اقتداء کرتے رہے اور دوسرے لوگ ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے۔ کیا ازروئے صحیح بخاری جائز ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ہماری زیرنظر احادیث میں سے ہے۔

* صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۵۷، حدیث ۶۵۶: باب: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔

عن عائشة اُم المومنین انها قالت صلی رسول اللّٰہ فی بیته وهو شاك فصلی جالسًا وصلی وراءه قوم قیامًا فاستار الیهم ان اجلسو

فلما انصرف قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا رکعوا فارکعوا واذا رفع فارفعوا واذا قال سمع اللّٰه لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد واذا صلى جالسًا فصلوا جلوسًا

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے بیماری میں اپنے گھر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی اور آپؐ کے پیچھے چند لوگوں نے کھڑے کھڑے پڑھی۔ آپؐ نے ان کو اشارہ کیا بیٹھ جاؤ۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں جب رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اُٹھائے تم بھی سر اُٹھاؤ اور جب وہ سمع اللّٰه لمن حمده کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

یہ حدیث امامت ابوبکر کی احادیث ہی میں شامل ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نمازیوں کو ہر صورت میں ہر طور میں پیش نماز کی اقتداء ضروری اور فرض ہے۔ اگر پیش نماز بیمار ہے اور نمازی تندرست ہیں۔ پیش نماز بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو تندرست نمازیوں کو بھی پیش نماز کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہیے۔

اب اس حدیث کے آئینہ میں امامت ابوبکر کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

- حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے۔ آنحضورؐ آکر ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ابوبکر آنحضورؐ کی اقتداء کرتے رہے اور لوگ ابوبکر کی اقتداء کرتے رہے۔
- حدیث ۶۵۶ کے مطابق مقتدیوں کے لیے امام کی پیروی ضروری ہے۔
- آنحضورؐ ہوگئے ابوبکر کے امام اور ابوبکر ہوگئے لوگوں کے امام، آنحضورؐ بیٹھے ہوتے ہیں اور ابوبکر کھڑے ہوئے ہیں۔

* بقول حضرت عائشہ اگر امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ جائے۔
* جب آنحضورؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھی ہے تو ثابت کیا جائے اور اگر ابوبکر نے نماز کھڑے ہو کر پڑھی ہے تو پھر اس پیوند کاری کو چھوڑ دیا جائے کہ ابوبکر آنحضورؐ کی اقتداء کرتے رہے۔ بلکہ حضرت عائشہ کے بقول ابوبکر نے آنحضورؐ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ آپ کا حکم تھا کہ اگر امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ جائے لیکن امامت ابوبکر کی آٹھ احادیث میں سے ایک حدیث میں بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ ابوبکر بھی بیٹھ گئے تھے۔
* جب ابوبکر بیٹھ گئے تو پھر ابوبکر کے مقتدیوں کو بھی بیٹھ جانا چاہیے تھا حالانکہ نہ ابوبکر بیٹھا ہے اور نہ دوسرے مقتدی۔
* گویا آنحضورؐ تنہا نماز پڑھتے رہے اور ابوبکر آپ کی موجودگی میں تنہا نماز کی امامت کراتا رہا۔
* اگر امامت ابوبکر کا افسانہ درست ہے اور حقیقت ہے تو خود بی بی کے نقل کردہ احکام جماعت کی رُو سے ابوبکر کی نماز کو درست ثابت کیا جائے ورنہ کھلے دل سے تسلیم کرلیا جائے کہ امامت ابوبکر کی کہانی بعد کی تراشیدہ ہے اور اس کا اس وقت کوئی وجود نہ تھا۔ صرف عداوت اہلِ بیتؑ اور محبتِ اقتدار نے اس کہانی کو جنم دیا ہے۔

(۱۳) بخاری، ج۱، ص۴۸۲، حدیث ۶۹۶، باب: اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان ایک دیوار یا پردہ ہو:

عن عائشة قالت كان رسول الله يصلي من الليل في حجرته وجدار الحجرة قصيه فرأى الناس شخص النبي فقام ناس يصلون بصلوته فاصبحوا فتحدثوا

بذلك فقام ليلة الثانية فقال معه اناس يصلون بصلاته صنعوا ذٰلك ليلتين او ثلاثًا حتٰى اذا كان بعد ذٰلك جلس رسول الله فلم يخرج فلما اصبح ذكر ذٰلك الناس فقال انى خشيت ان تكتب عليكم صلوٰة اللّيل

"حضرت عائشہ سے انہوں نے کہا کہ آنحضرتؐ رات کو اپنے حجرے میں نماز پڑھا کرتے اور حجرے کی دیوار پست تھی۔ لوگوں نے آنحضرتؐ کا جسمِ مبارک دیکھ لیا اور کچھ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو اس کا چرچا کرنے لگے۔ پھر دوسری رات آپ کھڑے ہوئے تب بھی چند لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ دو یا تین راتوں تک ایسا ہی کرتے رہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ بیٹھ رہے اور نماز کے مقام پر تشریف لائے ہی نہیں جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: میں ڈر گیا کہیں رات کی نماز فرض نہ ہو جائے"۔

(۱۴) بخاری، ج۱، ص۴۸۳، حدیث ۶۹۷، باب: رات کی نماز کا بیان:

عن عائشة ان النبى كان له حصير يبسطه بالنهار ولحجره بالليل فثاب اليه ناس فصلوا وراءه

"حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ کے پاس ایک بوریا تھا جس کو آپ دن کو بچھایا کرتے اور رات کو اس کی اُوٹ کر لیتے۔ چند لوگ آپ کے پاس کھڑے ہوئے یا آپ کی طرف جھکے اور آپ کے پیچھے صف باندھی"۔

(۱۵) بخاری، ج ا، ص ۵۲۳، حدیث ۷۶۰، باب رکوع میں کیا دعا کرے:

عن عائشة قالت كان النبي يقول في ركوعه وسجوده سبحٰنك اللّٰهم ربنا والحمدك اللّٰهم اغفرلي

''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرت رکوع اور سجدے میں یہ کہتے: سبحانك اللّٰهم ربنا والحمدك اللّٰهم اغفرلي''۔

(۱۶) بخاری، ج ا، ص ۴۴۴، حدیث ۶۴۰، باب: جب کھانا سامنے رکھا جائے:

عن عائشة عن النبي انه قال اذا وضع العشاء واقيمت الصلٰوة فابدء وبالعشاء

''حضرت عائشہ سے ہے آنحضرتؐ نے فرمایا: جب شام کا کھانا سامنے رکھا جائے ادھر نماز کی تکبیر ہو تو پہلے کھانا کھالو''۔

(۱۷) بخاری، ج ا، ص ۴۴۶، حدیث ۶۴۴، باب: اگر کوئی شخص گھر کا کام کاج کر رہا ہو اور نماز کی تکبیر ہو تو نماز کے لیے نکل کھڑا ہو۔

عن الاسود قالت سألت عائشة ما كان النبي يضيع في بيته قالت كان يكون في محضة اهل تعني خدقه اهله فاذا حضرت الصلٰوة خرج الى الصلٰوة

''اسود کہتا ہے میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: گھر کے کام اور کاج اور کیا، یعنی اپنے گھر والوں کی خدمت کیا کرتے۔ جب نماز تیار ہوتی تو کام چھوڑ کر نماز کے لیے نکلتے''۔

(۱۸) بخاری، ص ۴۹۵، حدیث ۷۱۸، باب: نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے؟

عن عائشة قالت سألت رسول اللّٰه عن الالتفات في

الصلٰوۃ فقال ھو اختلاس یختلس الشیطان من صلٰوۃ العبد

''حضرت عائشہ سے ہے کہ میں نے آنحضورؐ سے پوچھا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ شیطان کی جھپٹ ہے وہ آدمی کی نماز پر ایک جھپٹ مارتا ہے''۔

(۱۹) بخاری، ج ۱، ص ۴۹۶، حدیث ۷۱۹، باب ایضاً

عن عائشۃ ان النبی صلی فی خمیصۃ لھا اعلام فقال شغلتنی اعلام ھذہ اذھبوا بھا الی ابی جھم واتونی بانجا بیتہ

''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک کالی موتی میں نماز پڑھی، پھر فرمایا: اس کے بیل بوٹے نے مجھے غافل کر دیا۔ یہ ابوجہم کے پاس واپس لے جاؤ اور مجھ کی اس کی سادہ لوئی لا دو''۔

یہ ہیں کتاب الاذان کی انیس احادیث جو حضرت عائشہ سے بسلسلۂ اذان منقول ہیں۔ ان انیس احادیث سے اذان کے کتنے مسائل ہوئے ہیں؟ ان احادیث نے ہمیں اذان کے سلسلہ میں کیا بتایا ہے؟ یہ آپ ہی بی بی اور بی بی کے لٹھ بردار وکلاء سے پوچھئے:

* بی بی نے حدیث ۶۴۰ میں یہ بھی بتایا ہے کہ جب نماز اور کھانے کا مقابلہ ہو جائے تو نماز کو رہنے دو، پہلے کھانا کھا لو، نماز تو قضا نہیں ہوتی لیکن کھانا قضا ہو جاتا ہے۔ نماز کا تعلق تو اس وقت سے ہے جب انسان کو پیٹ کی شکایت نہ ہو۔ گویا بی بی نے ذاتِ احدیت بمقابلہ شکم میں شکم کو ترجیح دی ہے اور ذاتِ احدیت کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔

* بی بی نے کتاب الاذان میں یہ بھی بتایا ہے کہ آنحضورؐ صرف نماز کے لیے باہر

تشریف لے جاتے تھے ورنہ سارا دن گھر کا کام کاج اور گھر والوں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ اب گھر والوں کی خدمت کیا ہے:

① حقوقِ زوجیت: ہمارے خیال میں یہ خدمت آنحضورؐ دن میں نہیں بلکہ رات کو انجام دیتے ہوں گے۔

② برتن دھونا، کپڑے دھونا، گھر میں جھاڑو دینا، بستر وغیرہ جھاڑنا اور پانی بھرنا وغیرہ، یہ ہیں گھر کے کام کاج، ظاہر ہے دن اتنا ہی ہوتا ہے۔ نو ازواج تھیں گویا آپ کو ہفتہ میں ایک دن بھی چھٹی کا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر آئے۔ جس بی بی کی باری ہوتی تھی اس کے گھر میں پہلے جھاڑو پھیرتے ہوں گے۔ جھاڑو سے فارغ ہو کر بی بی کے لیے ناشتہ تیار کرتے ہوں گے، ناشتہ کھلا کر برتن صاف کرتے ہوں گے، برتن صاف کر کے گھڑے بھرتے ہوں گے، گھڑوں سے فراغت کے بعد کپڑے لتے دھوتے ہوں گے۔ کپڑوں سے فارغ ہو کر دن کے کھانے کے لیے بازار سے سبزی لاتے ہوں گے۔ پھر کھانا پکانے میں مصروف ہو جاتے ہوں گے۔ اتنے میں دوپہر ہو جاتی ہوگی۔ پھر باری والی زوجہ کی مٹھی چاپی کر کے بی بی کو سلاتے ہوں گے۔ بی بی کو سلا کر خود کچھ دیر کے لیے آرام فرماتے ہوں گے۔ اتنے میں بلال ظہر کی اذان کے لیے آجاتا ہوگا۔

* مگر ان تمام امور اور ان امور کی نشاندہی کرنے والی حدیث کا کتاب الاذان سے کیا تعلق یا واسطہ ہے؟

* حدیث ۷۱۸ میں بی بی نے بحالتِ نماز دائیں بائیں دیکھنے کا پوچھ لیا۔ اگرچہ اس حدیث کا تعلق کتاب الاذان سے نہیں لیکن سوادِ اعظم کے لیے لمحۂ فکریہ یہ ضرور ہے کہ نماز میں خواہ آغاز نماز ہو یا وسطِ نماز ہو یا اختتام نماز ہو۔ میں دائیں بائیں دیکھنے کو آنحضرتؐ نے شیطان کی جھپٹ سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ شیطان

انسان کو نماز کو جھپٹ لیتا ہے۔

- اگر بی بی سچ فرمارہی ہیں تو سوادِ اعظم سوچیں کہ کہیں نماز کو آخر میں شیطان تو نہیں لے جاتا۔
- حدیث ۷۱۹ میں بی بی نے آنحضورؐ کی نماز کا کباڑا ہونا بھی بتایا ہے کہ چادر میں کچھ نقش و نگار بنے ہوتے تھے۔ آپؐ نے وہ چادر اوڑھ کر نماز پڑھ تو لی لیکن بعد میں فوراً وہ چادر واپس کردی۔
- بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ جو نماز آپ نے نقش و نگار میں کھو کر پڑھی وہ نماز دوبارہ بھی پڑھی یا اسے یونہی رہنے دیا۔
- اگر دوبارہ پڑھی تھی تو بی بی نے بتایا کیوں نہیں؟
- اگر دوبارہ نہیں پڑھی تھی تو پھر اس غفلت پر رونے کا کیا فائدہ؟
- جب ایک نماز بحالتِ غفلت ہو جاتی ہے تو بقیہ نمازوں کو کون سا روگ لگ جاتا ہے؟
- یہ نقش و نگار والی چادر آپ نے خود لی تھی یا تحفہ میں ملی تھی؟
- اگر خود لی تھی تو کیا آپ کو اس وقت یہ خیال نہیں آیا تھا کہ چادر بنے ہوئے نقش و نگار مجھے نماز سے غافل کر دیں گے۔

حق دار امامت

افسانہ امامت ابوبکر کی احادیث میں سے حدیث ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰ اور ۶۵۱ کو جس عنوان کے تحت لکھا گیا ہے وہ ہے: "سب سے زیادہ امامت کا حقدار وہ ہے جو علم اور فضیلت والا ہو"۔

اِس باب کے ذیل میں چھ احادیث مذکور ہیں۔ ان چھ احادیث میں سے ۶۴۷ اور ۶۵۱ دو احادیث حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہیں۔ ۶۴۶ کا راوی ابوموسیٰ اشعری ہے۔ ۶۴۸، ۶۴۹ انس ابن مالک کی روایت کردہ ہیں اور ۶۵۰ کا راوی عبداللہ ابن عمر ہے۔ گویا اس باب میں بیان کردہ چھے احادیث کے چار راوی ہیں: حضرت عائشہ، ابوموسیٰ اشعری، انس ابن مالک اور عبداللہ ابن عمر۔

- ۶۴۶ میں ابوموسیٰ نے تقریباً حضرت عائشہ کا مقالہ دہرایا ہے۔
- ۶۴۸ میں انس نے سوموار کے دن یعنی آنحضورؐ نے یومِ وفات اپنے کمرہ کا پردہ اٹھایا۔ اُمت کو اقتدائے ابوبکر میں نماز پڑھتے دیکھا اور مسکرائے۔ ابوبکر نے سمجھا کہ آپ آنا چاہتے ہیں اس لیے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے وہاں سے اشارہ کیا کہ نماز مکمل کرو، پھر پردہ گرادیا اور واپس چلے گئے، بتایا ہے۔
- ۶۴۹ میں انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ تین دن تک جماعت کے لیے نہیں آئے ایک دن تکبیر کہی گئی۔ ابوبکر جماعت کے لیے آگے بڑھنے کو تھے کہ آنحضرتؐ نے پردہ اٹھا دیا، ہم آپ کا چہرہ دیکھنے لگے۔ ابوبکر نے سمجھا شاید آپ آنا چاہتے ہیں اس لیے پیچھے ہٹنے لگے۔ آپؐ نے ابوبکر کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ پھر ہم نے

آپ کو نہ دیکھا۔

※ جہاں تک حضرت عائشہ کی دو احادیث کا تعلق ہے تو وہ مع عربی متن آپ کے سامنے ہیں۔ آپ نے پڑھ لی ہیں۔ ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ ابن عمر دونوں نے حضرت عائشہ کا مقالہ دہرایا ہے۔ انس ابن مالک کی ہر دو احادیث کا خلاصہ ہم نے عرض کر دیا ہے۔ مزید تسلی کے لیے حدیث نمبر، باب اور کتاب کا حوالہ موجود ہے۔ آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ انس کی ان دو احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ نے کسی کو بھیجا اور ابوبکر کو جماعت کرانے کا حکم دیا بلکہ ابوبکر مصلّی کو خالی دیکھ کر خود آگے بڑھے اور خود ہی نماز پڑھائی۔

ویسے حضرت عائشہ اور دیگر محدثین کی احادیث اگرچہ لفظاً اس احادیث انس سے قطعی مختلف ہیں لیکن ان میں جو بیان کیا گیا ہے اس سے انس ہی کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ اگر آپؐ نے خود ابوبکر کو امامت کرانے کا حکم دیا ہوتا تو پھر خود دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لانے کی زحمت گوارا نہ کرتے۔ آپ کا اتنی تکلیف برداشت کر کے مسجد میں آ جانا اسی بات کا غماز ہے کہ ابوبکر از خود مصلّی پر آ گئے تھے جسے آپؐ برداشت نہ کر سکے اور خود چل کر آ گئے۔

شاید اسی بات کو دیکھ کر ہی آپؐ نے فرمایا تھا کہ مجھے کاغذ اور قلم دوات دے دو تاکہ میں تمھیں وہ کچھ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اور حضرت عمر نے بھی بھانپ لیا تھا کہ اگر قلم اور کاغذ اور دوات مل گئے تو پھر ہم گئے۔ اسی لیے یہ پروا نہ کی کہ میرے منہ سے کیا نکل رہا ہے فوراً کہہ دیا:

ان الرجل یسجر حسبنا کتاب اللّٰہ

''یہ آدمی تو ہذیان بک رہا ہے ہمیں کتابِ خدا ہی کافی ہے''۔

خیر یہ بات تو انس کو دیکھ کر سامنے آ گئی ویسے میں اس طرف آنا نہیں چاہتا تھا جو

کچھ میں بتانا چلا ہوں اور جس بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ امام بخاری نے حقدار امامت کے لیے علم و فضل کی شرط عائد کی ہے جیسا کہ آپ نے باب کا عنوان دیکھا ہے۔

اس عنوان کے پیش نظر امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اعلم الصحابہ اور افضل الصحابہ تھے۔ ہمیں مان لینے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ ایک کھٹک ہے اور ایک خلش ہے جس کا دُور ہونا ضروری ہے۔ امید ہے ابوبکر کے بے لوث وکلا ذیل کے چند سوالات کے جوابات مرحمت فرما کر ہماری خلش اور فرما دیں گے۔

- بخاری شریف جلد اول کی اس وقت تک آپ نے کم وبیش پونے آٹھ سو احادیث کے راوی ملاحظہ فرما لیے ہیں۔ ان پونے آٹھ سو احادیث میں سے ایک حدیث بھی حضرت ابوبکر سے منقول نہیں ہے کیا وجہ ہے؟
- اگر نقل حدیث کا نام علم نہیں تو ہمیں علم کی تعریف بتائی جائے اور پھر ابوبکر کے علمی کارنامے دکھائے جائیں کہ وہ کیا تھے؟
- حضرت ابوبکر نے نماز، اذان، مواقیت الصلوٰۃ، ایمان اور وحی جیسے اہم موضوعات پر آنحضورؐ سے کچھ نہیں پوچھا؟
- اگر حضرت ابوبکر نے کچھ پوچھا ہے تو پھر اسے بیان کیوں نہیں کیا؟
- اگر کچھ بیان کیا ہے تو امام بخاری نے نقل کیوں نہیں کیا؟
- کیا صرف مصلائے نبی پر خود آ جانے سے کوئی عالم بن جاتا ہے؟
- اگر مصلائے نبیؐ پر آ جانا علم کی دلیل ہے تو اس مصلّٰی پر آج تک کتنے افراد آئے؟ سب عالم ہوں گے؟
- صرف ابوبکر ہی نہیں خلفائے ثلاثہ میں سے کسی نے بھی غار جیسی اہم عبادت کے سلسلہ میں اُمت کو کیا دیا ہے؟

- کیا ان لوگوں کی نظروں میں نماز اہم نہیں تھی؟
- کیا ان لوگوں پر دوسرے صحابہ کو اعتماد نہ تھا؟
- کیا خلفائے ثلاثہ دوسرے کسی کو نماز کے سلسلہ میں کچھ بتاتے نہ تھے؟
- کیا دوسرے صحابہ نماز کے بارہ میں کچھ پوچھتے نہ تھے؟
- کیا ان سے پوچھنے والے اس قابل نہ تھے کہ امام بخاری ان کے اقوال کو اپنی صحیح میں جگہ دیتے؟
- کیا ان سے پوچھنے والے صحیح مسلمان نہ تھے؟
- خلفائے ثلاثہ نے نماز کے سلسلہ میں اُمت کو کیوں کچھ نہیں دیا؟

کتاب الاذان کا حدیث وار تجزیہ

سابقہ کتب کی طرح مناسب ہوگا اگر کتاب الاذان کا بھی حدیث وار تجزیہ کر دیا جائے اور یہ تب دیا جائے کہ کتاب الاذان کی دوسو ایک حدیث میں محدث صحابہ نے اذان کے کتنے احکام بتائے ہیں اور اذان کی کیا حقیقت بتائی ہے تاکہ متلاشیانِ حق کے لیے پوری صحیح بخاری کا جائزہ لینا باعث رنج و تکلیف نہ ہو۔ ہماری خواہش ہے کہ جو تکلیف اور جدو جہد ہمارے مقدر میں لکھی ہے ہم ہی اسے نبھائیں اور اس طرح نبھائیں کہ پھر کسی کو اتنی محنت نہ کرنا پڑے بلکہ نظامِ مصطفیٰؐ ہاتھ میں لے۔ بخاری سامنے رکھے جو حدیث دیکھنا چاہے حدیث نمبر اور باب دیکھ کر بخاری شریف سے بآسانی دیکھ لے۔

مواقیت الصلوٰۃ کا تجزیہ کرنے کے بعد اب کتاب الاذان دیکھیں:

- بخاری، ج ۱، ص ۴۰۶، حدیث ۵۷۷: انس نے آغاز اذان کا تذکرہ کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۰۶، حدیث ۵۷۸: عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے جس میں حضرت عمر کا مشورہ ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۰۷، حدیث ۵۷۹: انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے بلال کو

اذان کہنے کا حکم دیا۔

- بخاری، ج ا، ص ۴۰۷، حدیث ۵۸۰: انس نے مختلف مشوروں کے بعد بلال کو اذان کہنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۰۸، حدیث ۵۸۱: انس سے منقول ہے جس میں اذان میں دو بار اور اقامت میں ایک بار کہنے کا تذکرہ ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۰۸، حدیث ۵۸۲: ابو ہریرہ نے اذان کی فضیلت بیان کی ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۰۹، حدیث ۵۸۳: ابوسعید خدری نے اذان کی فضیلت بیان کی ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۱۰، حدیث ۵۸۴: انس نے جنگ خیبر میں جنگ سے پہلے وہاں جانے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۱۱، حدیث ۵۸۶: عیسیٰ ابن طلحہ نے معاویہ کا اذان دہرانا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۱۲، حدیث ۵۸۷: نامعلوم راوی نے حی علی الصلوٰۃ کے وقت لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۱۲، حدیث ۵۸۸: جابر نے اذان کے بعد دعا تعلیم کی ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۱۲، حدیث ۵۸۹: ابو ہریرہ نے اذان کہنے اور جماعت میں صفِ اول کی فضیلت بیان کی ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۱۳، حدیث ۵۹۰: ابن عباس نے حی علی الصلوٰۃ کے بعد الصلوٰۃ فی الرجال کہنے کا حکم دیا ہے اور حوالہ بزرگوں کا دیا ہے کہ انھوں نے ایسا کیا تھا۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۱۴، حدیث ۵۹۱: عبداللّٰہ ابن عمر نے قبل از وقت اذان کہنے کا ذکر کیا ہے۔

- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۴، حدیث ۵۹۲: حضرت حفصہ نے اذانِ صبح کے بعد آنحضورؐ کا دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۵، حدیث ۵۹۳: حضرت عائشہ نے اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۵، حدیث ۵۹۴: عبداللہ ابن عمر نے اذان بلال قبل از صبح کہنے کا ذکر ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۶، حدیث ۵۹۵: عبداللہ ابن مغفل نے اذان اور اقامت کے درمیان نوافل پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۷، حدیث ۵۹۸: انس ابن مالک نے اذانِ مغرب کے بعد نمازِ مغرب سے پہلے صحابہ کی دو رکعت نمازِ نوافل کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۷، حدیث ؟؟؟: حضرت عائشہ نے بتایا ہے کہ اذان کے بعد آنحضورؐ دو رکعت نوافل پڑھ کر دائیں کروٹ پر سو رہتے پھر مؤذن اقامت کی اجازت مانگنے آتا۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۸، حدیث ۶۰۰: عبداللہ ابن مغفل نے اذان اور اقامت کے درمیان نوافل پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۹، حدیث ۶۰۱: مالک ابن حویرث کہتا ہے کہ ہمیں آپ نے فرمایا کہ اذان کہا کرو اور اپنے سن رسیدہ کی اقتداء میں نماز پڑھ لیا کرو۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۰، حدیث ۶۰۲: ابوذر سے روایت ہے جس میں ظہر کے لیے دیر سے اذان دینے کا حکم ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۰، حدیث ۶۰۳: مالک ابن حویرث نے ۶۰۱ سے مختلف بیان دیا ہے۔

- بخاری، ج ا، ص ۴۲۱، حدیث ۶۰۴: مالک ابن حویرث نے ۶۰۱ کی تائید نقل کی ہے۔ ساتھ ہی آنحضورؐ کا یہ حکم کہ صلوا کما رأیتمونی اصلی ــــــ بتایا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۲۲، حدیث ۶۰۵: عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے جس میں حی علی الصلوٰۃ کی جگہ صلوا فی الرجال کہا گیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۲۲، حدیث ۶۰۶: ابوجحیفہ نے آنحضورؐ کے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۲۳، حدیث ۶۰۷: اذان میں منہ دائیں اور بائیں پھیرنے کا ذکر ہے۔ ابوجحیفہ سے منقول ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۲۳، حدیث ۶۰۸: ابوقتادہ نے نماز باجماعت کے سلسلہ میں حدیث نقل کی ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۲۴، حدیث ۶۰۹: ابوہریرہ سے مروی ہے نماز جماعت میں آنے کا ادب مذکور ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۲۵، حدیث ۶۱۰: ابوقتادہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تک میں نہ نکلوں امامت ہوجانے کے باوجود بیٹھے رہو۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۲۵، حدیث ۶۱۱: ابوقتادہ نے سابقہ حدیث کی تائید میں نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۲۶، حدیث ۶۱۲: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کے مصلّٰی پر آجانے کے بعد غسلِ جنابت کے لیے جانا اور واپس آ کر نماز پڑھانا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۲۶، حدیث ۶۱۳: ابوہریرہ نے سابقہ حدیث کی مؤید بیان کی ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۲۷، حدیث ۶۱۴: جابر نے آنحضورؐ اور حضرت عمر کی نماز جنگِ خندق میں قضا ہونے کا ذکر کیا ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۴۲۸، حدیث ۶۱۵: عبداللہ ابن عمر اور انس ابن مالک دونوں راوی ہیں کہ نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی لیکن آنحضورؐ مسجد میں ایک آدمی سے سرگوشی کر رہے تھے۔ آپ نے اقامت کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ مصروف سرگوشی رہے حتیٰ کہ لوگ سو گئے۔ اگرچہ ہمارے موضوع سے حدیث کا تعلق نہیں۔ ذرا دلچسپ ہے اس لیے اگر کچھ سوالات کر لیں تو بارِ خاطر نہ ہوگا۔

- عبداللہ ابن عمر اور انس ابن مالک دونوں راوی ہیں۔
- نہ تو ان دونوں نے یہ بتایا ہے کہ یہ نماز کس وقت کی تھی؟
- نہ ان دونوں نے یہ بتایا ہے کہ اقامت آنحضورؐ کی اجازت سے کی گئی تھی۔
- ان دونوں نے اس شخص کا نام بھی نہیں بتایا جس سے آپ مصروفِ سرگوشی تھے۔
- بخاری شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور ازواج دو قسم کے افراد کے نام بتانے سے گریز کرتے ہیں: ایک حضرت علیؑ اور دوسرے منافقین۔

حضرت علیؑ کے سلسلہ میں تو آپ نظامِ مصطفیٰؐ بزبانِ زوجہ باصفا، ج ۲، میں آنحضورؐ کی وفات اور امامت ابوبکر کی احادیث ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت عائشہ نے کبھی آنحضرتؐ کا نام نہیں لیا بلکہ ہمیشہ ــــ ایک آدمی ــــ کہہ کر ذکر کیا اور منافقین کے سلسلہ میں آپ مذکورہ کتاب کا واقعۂ افک ملاحظہ فرمائیں جس میں حضرت عائشہ نے منافقین کی فہرست صیغۂ راز میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

جس سے آنحضورؐ سرگوشی کر رہے تھے یا حضرت علیؑ ہو سکتا ہے اس لیے عبداللہ ابن عمر اور انس ابن مالک نے حضرت عائشہ کی اقتداء میں حضرت علیؑ کا نام نہیں لیا اور یا وہ شخص منافق ہو سکتا ہے جہاں تک کسی منافق سے سرگوشی کا تعلق ہے تو عقل، تاریخ اور اسلامی روایات کے قطعی منافی ہے کہ آنحضورؐ کسی منافق کے ساتھ مسجد میں اتنی طویل سرگوشی کریں کہ نماز کا بھی خیال نہ رہے۔

اب ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ جس شخص سے آپ سرگوشی کر رہے تھے وہ یقیناً حضرت علیؑ ہی ہوں گے یہ معلوم ہو جانے کے بعد اب مقامِ فکر یہ ہے کہ:

- عبداللہ ابن عمر اور انس نے اس نماز کا وقت کیوں نہیں بتایا جس میں یہ واقعہ پیش آیا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ اقامت کہنے والے نے آنحضورؐ سے اجازت لیے بغیر اقامت کہہ دی ہو؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ ابھی تک نماز میں وقت باقی ہو اور بعض افراد کو حضرت علیؑ سے آنحضورؐ کا سرگوشی کرنا اچھا نہ لگا ہو اور انھوں نے آنحضورؐ کو حضرت علیؑ سے جدا کرنے کی یہ چال چلی ہو اور اقامت کہلوا دی؟

* بخاری، ج ۱، ص ۴۲۸، حدیث ۶۱۶: انس نے اقامت کے بعد کافی تاخیر سے نماز شروع کرنے کا ذکر ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۲۸، حدیث ۶۱۷: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کی زبانی نمازِ جماعت کے لیے نہ آنے والوں کی سخت ترین تنبیہ کا ذکر کیا ہے؟
* بخاری، ج ۱، ص ۴۲۹، حدیث ۶۱۸: عبداللہ ابن نے نمازِ جماعت کی فضیلت بتائی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۲۹، حدیث ۶۱۹: ابوسعید خدری نے جماعت کی فضیلت بتائی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۳۰، حدیث ۶۲۰: ابوہریرہ نے نمازِ جماعت کی فضیلت بتائی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۳۰، حدیث ۶۲۱: ابوہریرہ سے نماز جماعت کی فضیلت منقول ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۳۱، حدیث ۶۲۲: ابودرداء صحابی نے تباہی دین پر غم و غصہ کا اظہار کیا ہے، حدیث نہیں ہے۔

* بخاری، ج ا، ص ۴۳۲، حدیث ۶۲۳: ابوموسیٰ نے جماعت کی فضیلت نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۲، حدیث ۶۲۴: ابوہریرہ نے شہداء کی فہرست دی ہے اور اذان اور جماعت کی فضیلت بیان کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۳، حدیث ۶۲۵: انس نے جماعت کی فضیلت نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۴، حدیث ۶۲۶: ابوہریرہ نے نمازِ صبح اور نمازِ عشاء کو باجماعت پڑھنے کی فضیلت بتائی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۴، حدیث ۶۲۷: ملک ابن حویرث نے اذان و اقامت کا کہنا نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۵، حدیث ۶۲۸: ابوہریرہ نے جائے نماز پر دیر سے بیٹھنے کی فضیلت بیان کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۵، حدیث ۶۲۹: ابوہریرہ نے اسے افراد کی فہرست بتائی ہے جن سے اللہ راضی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۶، حدیث ۶۳۰: انس نے آنحضورؐ کے انگوٹھی پہننے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۶، حدیث ۶۳۱: ابوہریرہ نے نماز جماعت کی فضیلت بیان کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۷، حدیث ۶۳۲: مالک ابن بحسینہ سے صبح کی نوافل منقول ہیں۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۸، حدیث ۶۳۳: حضرت عائشہ نے ابوبکر کو حکمِ نماز دینے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۹، حدیث ۶۳۴: حضرت عائشہ نے سابقہ حدیث دہرائی ہے۔

* بخاری، ج۱، ص ۴۴۰، حدیث ۶۳۵: عبداللہ ابن عمر نے اذان کے بعد الا صلوا فی الرجال نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۰، حدیث ۶۳۶: عتبان ابن مالک نے اپنے گھر میں آنحضورؐ کو نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۱، حدیث ۶۳۷: ابن عباس نے حی علی الصلٰوۃ کے بعد الصلٰوۃ فی الرجال کہلوایا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۲، حدیث ۶۳۸: ابوسعید خدری نے کیچڑ میں سجدہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۳، حدیث ۶۳۹: "انس نے آنحضورؐ کے نماز چاشت پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۴، حدیث ۶۴۰: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۴، حدیث ۶۴۱: انس نے پہلے کھانا پھر نماز کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۴، حدیث ۶۴۲: عبداللہ ابن عمر نے پہلے کھانا پھر نماز کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۵، حدیث ۶۴۳: عمرو ابن اُمیہ نے آنحضورؐ کا کھانا چھوڑ کر نماز پڑھنا بتایا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۶، حدیث ۶۴۴: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۶، حدیث ۶۴۵: مالک ابن حویرث نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۴۷، حدیث ۶۴۶: ابوموسیٰ نے آنحضورؐ کے ابوبکر کو برائے نماز کا حکم ذکر کیا ہے۔

* بخاری، ج ا، ص ۴۴۸، حدیث ۶۴۷: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۸، حدیث ۶۴۸: انس نے مصلائے نبیؐ پر ابوبکر کو برائے نماز کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۹، حدیث ۶۴۹: انس نے ابوبکر کا ازخود مصلائے نبیؐ پر پڑھنا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۰، حدیث ۶۵۰: عبداللہ ابن عمر نے نماز ابوبکر برمصلائے نبیؐ کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۱، حدیث ۶۵۱: حضرت عائشہ نے جماعت ابوبکر کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۲، حدیث ۶۵۲: سہل نے ابوبکر کا ازخود مصلائے رسولؐ پر جانے کا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۳، حدیث ۶۵۳: مالک ابن حویرث نے اذان اور نمازِ جماعت نقل کیے ہیں۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۴، حدیث ۶۵۴: عتبان ابن مالک نے اپنے گھر میں آنحضورؐ کے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۵، حدیث ۶۵۵: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۷، حدیث ۶۵۶: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۸، حدیث ۶۵۷: انس نے آنحضورؐ کے گھوڑے سے گرنے کے بعد آپؐ کے بیٹھ کر اور صحابہ کے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی صورت میں آنحضورؐ کو صحابہ کو یہ حکم دینا بتایا ہے کہ اگر امام بیٹھا ہو تو مقتدیوں کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہیے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۹، حدیث ۶۵۸: براء نے صحابہ کا آنحضورؐ سے رکوع کے سر

اُٹھانے سے بعد سر اُٹھانے کا ذکر کیا ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۴۵۹، حدیث ۶۵۹: ابواسحاق نے براء کے سابقہ بیان کی تصدیق کی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۰، حدیث ۶۶۰: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کا ان صحابہ کی سرزنش کرنا ذکر کیا ہے جو آنحضورؐ سے پہلے سجدہ سے سر اُٹھا لیتے تھے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۰، حدیث ۶۶۰: ابن عمر نے سالم کے نماز باجماعت پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۱، حدیث ۶۶۲: انس نے آنحضورؐ سے اطاعتِ حکمران کا فرمان نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۲، حدیث ۶۶۳: ابوہریرہ نے آنحضورؐ سے آئمہ کی بے راہ رویوں سے روپوشی کا حکم نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۳، حدیث ۶۶۴: انس ابن مالک نے آنحضورؐ کا ابوذر کو ہر قسم نیک و بد حکمران کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۳، حدیث ۶۶۵: ابن عباس نے آنحضورؐ کا بوقت شب سونے کے بعد جاگ کر بلاوضو نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۴، حدیث ۶۶۶: ابن عباس نے سابقہ بیان کو دہرایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۵، حدیث ۶۶۷: ابن عباس نے سابقہ بات دہرائی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۵، حدیث ۶۶۸: جابر نے معاذ ابن جبل کے آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز پڑھ چکنے کے بعد اپنی قوم کو نماز پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۶، حدیث ۶۶۹: جابر نے سابقہ بیان کو دہرایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۶، حدیث ۶۷۰: ابومسعود نے آنحضرتؐ کی صحابہ پر ناراضگی کا

ذکر کیا ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۷، حدیث ۶۷۱: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ پیش نماز کو نماز جلدی پڑھنا چاہیے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۸، حدیث ۶۷۲: ابومسعود نے آنحضورؐ کی صحابہ پر ناراضگی کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۸، حدیث ۶۷۳: جابر نے آنحضورؐ سے معاذ ابن کو سرزنش نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۹، حدیث ۶۷۴: انس نے آنحضورؐ کے مختصر نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۰، حدیث ۶۷۵: ابوقتادہ نے آنحضورؐ کے مختصر نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۰، حدیث ۶۷۶: انس نے آنحضورؐ کے مختصر نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۱، حدیث ۶۷۷: انس نے آنحضورؐ کی مختصر نماز بتائی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۱، حدیث ۶۷۸: انس نے آنحضورؐ کو مختصر نماز پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۱، حدیث ۶۷۹: جابر نے معاذ کی دوہری نماز کا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۲، حدیث ۶۸۰: حضرت عائشہ سے نقل ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۳، حدیث ۶۸۱: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۴، حدیث ۶۸۲: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کے نسیان فی الصلوٰۃ کا ذکر کیا ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۵، حدیث ۶۸۳: ابو ہریرہ نے آنحضورؐ کے نسیان بھول جانے کا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۶، حدیث ۶۸۴: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۶، حدیث ۶۸۵: نعمان ابن بشیر نے صفوں میں مساوات کا حکمِ نبوی نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۷، حدیث ۶۸۷: انس نے آنحضورؐ کا آگے اور پیچھے برابر دیکھنا نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۸، حدیث ۶۸۸: ابو ہریرہ نے اقسامِ شہادت اور نمازِ عشاء اور صبح کی فضیلت بیان کی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۸، حدیث ۶۸۹: ابو ہریرہ نے ہر لحاظ سے اتباعِ امام کا وجوب نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۸، حدیث ۶۹۰: انس نے صفوں میں مساوات نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۹، حدیث ۶۹۱: انس نے صفوں میں عدمِ مساوات کا شکوہ کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۸۰، حدیث ۶۹۲: انس نے آنحضورؐ آگے پیچھے برابر دیکھنا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۸۱، حدیث ۶۹۳: ابن عباس نے آنحضرتؐ کا سونے کے بعد جاگ کر بلا وضو نماز پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۸۱، حدیث ۶۹۴: انس نے اپنے گھر میں آنحضورؐ کا نماز باجماعت پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۸۲، حدیث ۶۹۵: ابن عباس نے آنحضورؐ کا سونے کے بعد جاگ کر بلا وضو نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۸۲، حدیث ۶۹۶: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

- بخاری، ج ا، ص ۴۹۲، حدیث ۶۹۷: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۸۳، حدیث ۶۹۸: زید ابن ثابت نے آنحضورؐ کا صحابہ کو مسجد سے نکل جانے کا حکم دینا نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۸۴، حدیث ۶۹۹: انس نے آنحضورؐ سے اتباعِ امام کا حکم نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۸۵، حدیث ۷۰۰: انس نے اتباعِ امام کا حکم نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۸۵، حدیث ۷۰۱: ابو ہریرہ نے اتباعِ امام کا حکم نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۸۶، حدیث ۷۰۲: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا رفع یدین نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۸۷، حدیث ۷۰۳: عبداللہ ابن عمر نے رفع یدین نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۸۷، حدیث ۷۰۴: مالک ابن حویرث کا اتباعِ رسولؐ میں رفع یدین نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۸۸، حدیث ۷۰۵: عبداللہ ابن عمر نے رفع یدین نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۸۹، حدیث ۷۰۶: عبداللہ ابن عمر نے رفع یدین نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ا، ص ۴۸۹، حدیث ۷۰۷: سہل ابن سعد۔ حدثنا عبداللّٰہ ابن مسلمة قعبنی عن مالك عن ابی حازم عن سهل ابن سعد قال كان الناس يؤمرون ان يضع الرجل يده اليمنٰى على ذراعه اليسرى في الصلوٰة قال ابوحازم لا اعلمه ينمى ذٰلك الى النبي وقال اسماعيل يُنمى ذٰلك ولم يقل ينمي "ہم سے عبداللہ ابن مسلمہ قعبنی نے بیان کیا، انھوں نے امام مالک سے، انھوں نے ابوحازم ابن دینا سے، انھوں نے سہل ابن سعد سے، انہوں نے کہا کہ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز

میں ہر آدمی اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے اور ابوحازم نے کہا: میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ سہل اس بات کو آنحضرتؐ تک پہنچاتے تھے۔ اسماعیل ابن ابی اویس نے کہا: یہ بات آنحضرتؐ تک پہنچائی جاتی تھی۔ یوں نہیں پہنچاتے تھے۔

محترم قارئین! یہ حدیث ہمارے موضوع کتاب سے متعلق نہیں لیکن چونکہ انتہائی اہم ہے اس لیے اسے نقل بھی کر دیا ہے اور اس پر امکان پھر کچھ لکھنے کو بھی جی چاہتا ہے۔ کیونکہ پوری بخاری شریف میں یہ اکلوتی حدیث ہے جو وکلائے صحابہ کا کُل ترکہ ہے اور اسی حدیث کو بنیاد بنا کر نماز کا حلیہ بگاڑا جاتا ہے۔ اسی حدیث کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ شیعہ منکرِ صحابہ ہیں۔ یہی واحد اور اکلوتی حدیث نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کا کُل ترکہ ہے۔

اس مفروضہ کے بعد کہ بخاری میں جو کچھ ہے وہ صحیح ہے امام بخاری نے چھ لاکھ احادیث سے صحیح احادیث کا انتخاب بذریعہ استخارہ کیا ہے۔ ہر حدیث لکھنے سے قبل دو رکعت نمازِ استخارہ پڑھی ہے۔

یہ تو لاریب بات ہے کہ عربی کے یہ جملے جنھیں امام بخاری نے بطور حدیث درج کیا ہے درست ہیں اور ان میں کسی قسم کا شک نہیں۔ آیئے ان جملوں سے کیفیت نماز کا تعین کریں۔ پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ زیرِ نظر حدیث واقعاً حدیث ہے یا نہیں؟

حدیث کیا ہے؟

علمائے حدیث نے حدیث کی جو تعریف کی ہے اس کے مطابق ہر وہ قول جو آنحضورؐ نے فرمایا ہو حدیث ہے۔ ہر وہ عمل جو خود آنحضورؐ نے کیا ہو بھی حدیث کے زمرے میں آتا ہے اور ہر وہ عمل جو آنحضورؐ کے سامنے کیا گیا ہو اور آپؐ نے اس سے منع نہ کیا ہو بھی تقریر کے نام سے حدیث میں شمار کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حدیث کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی قسم۔

بخاری، ج ا، ص ۴۸۹، حدیث ۷۰۷۔ حدیث کی مذکورہ بالا اقسام میں سے کسی قسم کے ذیل میں نہیں آتی بلکہ سہل ابن سعد نے صرف اتنا بتایا ہے کہ:

* لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھیں۔
* سہل نے یہ نہیں بتایا کہ ہاتھ باندھنے کا حکم کس نے دیا تھا؟
* اگر ہاتھ باندھنے کا حکم آنحضورؐ نے دیا تھا تو کس مصلحت کی بناء پر سہل نے آنحضورؐ کا نام لینا مناسب نہیں سمجھا؟
* آنحضورؐ کا نام لینے میں سہل کو کون سی رکاوٹ تھی؟
* سہل کے اس جملہ سے آنحضورؐ کے علاوہ ہر ایک حکمران کا احتمال ہونا ناگزیر ہے؟
* کیا حضرت ابوبکر کے زمانۂ حکومت میں باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* کیا حضرت عمر کے دورِ حکومت میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* کیا حضرت عثمان کے ایامِ حکومت میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* کیا حضرت علیؑ کے وقت میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* کیا معاویہ کے زمانۂ اقتدار میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* کیا یزید کے زمانۂ خلافت میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* سہل نے وضاحت کیوں نہیں کی؟
* کہیں سیاسی اسباب تو حائل نہیں تھے؟
* کہیں سہل کو یہ ڈر تو نہ تھا کہ آنحضورؐ کی طرف ہاتھ باندھنے کے حکم کو منسوب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جھوٹ ہوگا اور جس نے ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہے اگر اس کا نام لیا تو جیل کی ہوا کھانا پڑے گی کیونکہ یہ کہا جائے گا کہ اس حکم کو رسولؐ سے نسبت کیوں نہیں دی؟

● ابوحازم ناقل حدیث کی سنئے اور مولانا وحیدالزمان کے دیانت دارانہ ترجمہ کو

ملاحظہ فرمائیے:

- ابوحازم کہتا ہے: لااعلمه الا ینمی ذٰلك الی النبی ___ مجھے تو کچھ معلوم نہیں، بس اتنا جانتا ہوں کہ اس حکم کی نسبت آنحضورؐ کی طرف دی جاتی ہے۔
- مولانا وحیدالزمان فرماتے ہیں: میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ سہل اس بات کو آنحضرتؐ تک پہنچاتے تھے۔

آپ میرے ترجمہ کو نہ مانئے۔ آیئے لغت کی معروف کتاب ''المنجد'' کے دونوں نسخے عربی اور اُردو ترجمہ رکھے ہیں ان میں ینمی کا معنی دیکھ لیجیے۔ پھر کسی بھی دیانتدار مولوی سے اس جملہ کا معنی پوچھ لیجیے۔ اسے اس حدیث کا حوالہ نہ دیجیے بلکہ الی النبی کی جگہ کوئی فرضی نام رکھ کر باقی جملہ وہی دہرایئے اور عربی دان مولوی صاحب سے معنی پوچھیے۔ اگر وہ ترجمہ کی تصدیق کردے تو مولانا وحیدالزمان کو ترجمہ میں ہیرا پھیری کرنے کی مبارک باد دیجیے۔

''المنجد'' مترجم ص ۱۰۵۲: نمٰی ینمِی نَمیًا ــ نمی الحدیث الی فلان کسی کی جانب نسبت کرنا ___ یعنی فلاں کی طرف بات کو منسوب کیا۔ ینمی الحدیث الی الفلان کا معنی ہوگا، فلاں کی طرف بات کی نسبت دیتا ہے۔ لغت کے اسی جملہ میں حدیث ۷۰۷ کا جملہ رکھ کر معنی کر لیجیے، انتہائی آسان بات ہے۔ لغت میں ہے: نمی الحدیث الی فلان ___ فلاں کی طرف بات کو نسبت دی۔ ینمی فلان الحدیث الی فلان: رفعه الیه وعزاه، فلاں شخص بات کو فلاں آدمی سے نسبت دیتا ہے۔

گویا ابوحازم نے اپنے علم کی نفی کر کے واضح کر دیا ہے کہ ہاتھ باندھنے کے حکم کو منسوب تو آنحضورؐ سے کیا جاتا ہے۔ لیکن مجھے قطعاً یقین نہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ابوحازم سے نقل کرنے والے امام مالک کو اُس نسبت کا یقین نہ تھا اور اس واقعہ کے علاوہ امام مالک کے پاس بھی کچھ نہ تھا۔ اس لیے انھوں نے اپنے ماننے والوں کو ہاتھ کھول کر

پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

علاوہ ازیں نقل اور نسبت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ نقل میں ناقل کو انتہائی ذمہ داری سے واقعہ نقل کرنا ہوتا ہے، ورنہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اگر میری غلطی پکڑی گئی تو میں مقام اعتماد کھو بیٹھوں گا اور پھر کوئی بھی میری کسی بات پر اعتماد نہیں کرے گا جبکہ نسبت دینے کے وقت بعض اوقات سچا آدمی بھی کسی مصلحت کے پیشِ نظر عمداً غلط نسبت دے دیتا ہے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ:

① امام بخاری کی حدیث ۷۰۷ حدیث نہیں۔
② سہل ابن سعدؓ نے ہاتھ باندھنے کا حکم دینے والے کا نام گول کردیا ہے۔
③ ابوحازم کو بھی یہ یقین نہیں کہ ہاتھ باندھنے کا حکم کس نے دیا ہے؟
④ ابوحازم نے اپنے اندازے سے یہ کہا ہے کہ سہل ہاتھ باندھنے کے حکم کو آنحضورؐ سے نسبت دیتا تھا۔
⑤ حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی امام مالک ایک مسلک کا امام ہے اور اس نے اپنے پیروکاروں کو ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔
⑥ اگر امام مالک کو اس حدیث کی صداقت پر یقین ہوتا تو ہرگز اس کی مخالفت نہ کرتے۔

ان واضح مسلمات کے بعد ہاتھ باندھنے کا حکم ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا آنحضورؐ کے متعلق کہ آپؐ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے آپؐ پر بہت بڑی تہمت ہے اور اسلام واحکامِ اسلام کو کھوکھلا کرنے اور من مانی کرنے کے مترادف ہے۔

اگر ان حقائق کو سامنے رکھ کر سابقاً حدیث ۵۰۸ میں انس بن مالک کا حالتِ نماز کو دیکھ کر رونا روتا ہے کو ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمایئے اور پھر ۵۰۸ کے ساتھ کتاب الاذان

میں آنے والی حدیث ۷۵۱ اور ۷۵۳ بھی ملاحظہ فرمایئے جو عمران ابن حصین نے نقل کی ہیں تو کسی حد تک نماز کی تصویر سامنے آجاتی ہے، اور ایک بابصیرت انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ آنحضورؐ کے بعد نماز کو بدل دیا گیا۔ اسی لیے دردمند صحابہ بعض اوقات گھٹن کے باوجود اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار کرتے رہے۔

سب سے بڑھ کر قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ امام مالک جو زیرِ نظر حدیث کے راویوں میں سے شمار کیے گئے ہیں وہ خود بھی اس حدیث یا عربی جملہ کو صحیح اور درست نہیں سمجھتے اگر ان کے نزدیک سہل کی یہ نسبت درست ہوتی تو قطعاً اپنے مقدلین کو ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم نہ دیتے۔ آج مالکی فرقہ موجود ہے، ان کا عمل سامنے ہے۔ کیا امام مالک جو اس سہل کے اس عربی جملے کے راویوں میں سے ایک ہیں، کا عمل اس بات کا شاہد نہیں کہ سہل ابن سعد کا یہ عربی جملہ قطعاً قابلِ اعتماد ہے؟

جب کوئی آیت اور کوئی قابلِ اعتنا ایسی حدیث نہ ملے جس سے ہاتھ باندھنا ثابت ہو تو کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا ہی اسلام اور حکمِ اسلام ہوگا۔

* بخاری، ج۱، ص ۴۹۰، حدیث ۷۰۸: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کا دائیں بائیں اور آگے اور پیچھے دیکھنا روایت کیا ہے؟
* بخاری، ص ۴۹۰، حدیث ۷۰۹: انس ابن مالک سابقہ حدیث جیسی نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۰، حدیث ۷۱۰: انس نے اپنی طرف سے خبر دی ہے نہ حکم حضور ہے اور ارشادِ نبویؐ ہے بلکہ انس نے صرف یہ بتایا ہے کہ آنحضورؐ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نماز کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے کرتے تھے۔

اس حدیث کے ذیل میں مولانا وحیدالزمان نے جو حاشیہ لکھا ہے آپ بھی ملاحظہ فرمالیں، یعنی قرأت سورۂ فاتحہ سے شروع کرتے تھے تو یہ منافی نہ ہوگی، اس حدیث کے جو آگے آتی ہے جس میں تکبیر تحریر کے بعد دعائے افتتاح پڑھنا منقول ہے

اور الحمدلله رب العالمین سے سورۂ فاتحہ مراد ہے۔ اس میں اس کی نفی نہیں ہے کہ اس میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے تو مقصود یہ ہے کہ بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ جیسے نسائی اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ بسم اللہ کو پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ روضہ میں ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ جہری نمازوں میں پکار کر اور سرّی نمازوں میں آہستہ آہستہ۔

اور جن لوگوں نے بسم اللہ کا سننا نقل کیا ہے وہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں کمسن تھے جیسے انس اور عبداللہ ابن مغفل اور یہ آخری صف میں رہتے ہوں گے تو شاید ان کو آواز نہ پہنچی ہوگی اور بسم اللہ کے جہر میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔

اس حدیث اور مولانا وحیدالزمان کی تشریح سے حسبِ ذیل نکات معلوم ہوتے ہیں:

① آنحضورؐ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نماز کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے کرتے تھے۔

② بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے۔

③ جہری نمازوں میں بسم اللہ بالجہر اور سرّی نمازوں میں بسم الله بالسّر پڑھنا چاہیے۔

④ جو لوگ آنحضورؐ سے بسم اللہ نہ سن سکے وہ آپ کے زمانہ میں کم سن تھے اور آخری صف میں رہتے ہیں۔

⑤ گویا حضرت عمر کے زمانہ کے بعد بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ کو نماز سے غائب کیا گیا ہے۔

⑥ اسلامی نماز وہی ہے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے پڑھی۔

⑦ ان کے علاوہ اگر کسی نے کمی بیشی کی ہے تو وہ قطعاً غیر اسلامی ہے۔

❊ بخاری، ج ۱، ص ۴۹۱، حدیث ۷۱۱: ابوہریرہ نے تکبیرۃ الاحرام کے بعد اور قرأت

سے پہلے آنحضورؐ کا ایک پڑھنا نقل ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۲، حدیث ۷۱۲: اسماء بنت ابوبکر نے نمازِ کسوف کا طریقہ بتایا ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۳، حدیث ۷۱۳: جناب نے ظہر و عصر میں آنحضورؐ کا قرأت کرنا بتایا ہے اور قرأت کی معرفت کا طریقہ ہے، ملاحظہ فرمائیے:

ہم نے جناب ابن ارت صحابی سے پوچھا: کیا آنحضرتؐ ظہر اور عصر کی نماز میں فاتحہ کے سوا اور کچھ قرآن پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ ہم نے پوچھا: تم کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ کی داڑھی مبارک ملنے سے۔

یہ ہے مولانا وحید الزمان کا ترجمۂ حدیث، اب سوال یہ ہے کہ:

① ظہر و عصر کی نماز جب سرّی ہوتی ہے تو صحابہ نے آنحضورؐ سے پوچھ کیوں نہ لیا؟

② پوچھنے سے کون سی چیز مانع تھی؟

③ کہیں صحابہ کے دل میں فرضیت نماز اور اہمیت نماز برائے نام تو نہ تھی؟

④ کہیں صحابہ بطور رہے گا تو وقت نماز نہیں گزارتے تھے؟

⑤ کیا آنحضورؐ قبلہ رُخ نہیں ہوتے؟

⑥ اگر صحابہ بھی قبلہ رُخ ہوتے تھے اور آنحضورؐ بھی قبلہ رخ ہوتے تھے تو پھر اصا بر ہے کہ صحابہ کی طرف آنحضورؐ کی پشت مبارک ہوتی ہوگی۔

⑦ ایسی صورت میں ایسا شخص جس کی پشت ہو اور نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا ممنوع ہو، کی داڑھی پیچھے والوں کو کیسے نظر آجاتی تھی؟

⑧ آنحضورؐ سے متصل پچھلی صف میں صرف تین چار آدمی ایسے ہوتے ہوں گے تو سامنے دیکھتے ہوں گے تو انھیں آنحضورؐ نظر آتے ہوں گے۔ ان چار پانچ آدمیوں کو آپ کی داڑھی ہلتی ہوتی کیسے نظر آجاتی تھی؟

⑨ باقی صف کے دائیں لوگ آپ داڑھی کو ہلتا اس وقت دیکھ سکتے تھے جب وہ قبلہ سے روگردانی کر کے بائیں جانب دیکھئے اور صف کے بائیں طرف والے لوگ انحراف قبلہ کر کے دائیں جانب تو پیش نظر آتا ہے کیا ایسا کرنا نماز میں جائز ہے؟

* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۳، حدیث ۷۱۴: براء نے صحابہ کا عمل بتایا کہ وہ جماعت میں سجدہ پر کس وقت جاتے تھے؟
* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۴، حدیث ۷۱۵: عبداللہ ابن عباس نے آنحضورؐ کی نمازِ کسوف کا ذکر کیا ہے؟
* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۴، حدیث ۷۱۶: انس ابن مالک نے آنحضورؐ کا بحالتِ نماز جنت وجہنم دیکھنا بتایا ہے؟
* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۵، حدیث ۷۱۷: انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایسے افراد کو سرزنش کی ہے جو بحالتِ نماز سوئے آسمان دیکھتے تھے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۵، حدیث ۷۱۸: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۶، حدیث ۷۱۹: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۶، حدیث ۷۲۰: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا بحالتِ نماز اپنے سامنے والی دیوار مسجد سے کھرچنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۷، حدیث ۷۲۱: انس نے آنحضورؐ کے اور آخر ابوبکر کو نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۸، حدیث ۷۲۲: حدیث نہیں ہے کیونکہ جابر ابن سمرہ نے حضرت عمر، سعد ابن ابی وقاص اور عمار یاسر کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۰، حدیث ۷۲۴: ابوہریرہ نے آنحضرتؐ سے طریقۂ نماز کی تعلیم نقل کی ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۱، حدیث ۷۲۵: حدیث نہیں ہے کیونکہ جابر ابن سمرہ نے حضرت عمر اور سعد کی باہمی گفتگو نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۱، حدیث ۷۲۶: ابوقتادہ نے نمازِ ظہر، نمازِ عصر کی پہلی دو رکعتوں اور نمازِ صبح کی قرأت کا معمول نبوی بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۲، حدیث ۷۲۷: جناب نے قرأت کا اندازہ آنحضورؐ کی داڑھی ہلنا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۲، حدیث ۷۲۸: جناب نے ۷۲۷ کا سا بیان دیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۲، حدیث ۷۲۹: ابوقتادہ نے ۷۲۶ کا سا بیان دیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۳، حدیث ۷۳۰: ابن عباس نے اُم الفضل سے آنحضورؐ کا والمرسلات پڑھنا نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۳، حدیث ۷۳۱: زید بن ثابت نے مروان ابن حکم کو مغرب میں مختصر پڑھنے پر ڈانٹا ہے اور بتایا ہے کہ میں نے آپ کو طویل سورتیں پڑھتے سنا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۴، حدیث ۷۳۲: جبیر ابن نے بتایا ہے کہ میں نے آنحضورؐ سے مغرب میں سورۂ طور کی قرأت سنی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۴، حدیث ۷۳۳: ابوہریرہ نے نماز میں سورۂ سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور بتایا کہ میں نے آنحضورؐ کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۴، حدیث ۷۳۴: براء نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک سفر کے دوران نمازِ عشاء میں ایک رکعت سورہ والتین والزیتون پڑھی۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۴، حدیث ۷۳۵: ابوہریرہ نے نمازِ عشاء میں سورۂ سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا۔ ابورافع نے پوچھا: یہ کیا؟ تو ابوہریرہ نے کہا: میں نے آنحضورؐ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

* بخاری، ج ا،ص ۵۰۵، حدیث ۷۳۶: براء نے بتایا ہے کہ میں نے آنحضورؐ کو والتین والزیتون نماز میں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔
* بخاری، ج ا،ص ۵۰۵، حدیث ۷۳۷: جابر ابن سمر نے حضرت عمر اور سعد ابن ابی وقاص کی گفتگو نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ا،ص ۵۰۶، حدیث ۷۳۸: ابو برزہ اسلمی نے نمازِ پنجگانہ کے اوقات بتائے ہیں۔
* بخاری، ج ا،ص ۵۰۶، حدیث ۷۳۹: ابو ہریرہ نے جہری اور سری نماز کے متعلق بتایا ہے۔
* بخاری، ج ا،ص ۵۰۷، حدیث ۷۴۰: ابن عباس نے سورۃ جن کا شان نزول بیان کیا ہے۔
* بخاری، ج ا،ص ۵۰۸، حدیث ۷۴۱: ابن عباس نے لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ آنحضورؐ نے وہی کیا جو آپ کو حکم ملا ہے۔
* بخاری، ج ا،ص ۵۱۱، حدیث ۷۴۲: ابن مسعود نے بتایا ہے کہ بیس سورتیں ایسی ہیں جنھیں آپ ملا کر پڑھتے تھے۔
* بخاری، ج ا،ص ۵۱۱، حدیث ۷۴۳: ابو قتادہ نے ظہر اور عصر میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد طویل اور مختصر سورتیں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا،ص ۵۱۲، حدیث ۷۴۴: جناب نے قرأت کا انداز آنحضورؐ کی داڑھی ملنے سے لگانا بیان کیا ہے۔
* بخاری، ج ا،ص ۵۱۳، حدیث ۷۴۵: ابو قتادہ نے ظہر اور عصر میں اور مختصر سورتیں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا،ص ۵۱۳، حدیث ۷۴۶: ابو قتادہ نے ۷۴۵ جیسا بیان کر دیا ہے۔

* بخاری، ج ا، ص ۵۰۵، حدیث ۷۳۶: براء نے بتایا ہے کہ میں نے آنحضورؐ کو والتین والزیتون نماز میں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۰۵، حدیث ۷۳۷: جابر ابن سمر نے حضرت عمر اور سعد ابن ابی وقاص کی گفتگو نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۰۶، حدیث ۷۳۸: ابو برزہ اسلمی نے نمازِ پنجگانہ کے اوقات بتائے ہیں۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۰۶، حدیث ۷۳۹: ابو ہریرہ نے جہری اور سری نماز کے متعلق بتایا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۰۷، حدیث ۷۴۰: ابن عباس نے سورۃ جن کا شان نزول بیان کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۰۸، حدیث ۷۴۱: ابن عباس نے لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ آنحضورؐ نے وہی کیا جو آپ کو حکم ملا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۱۱، حدیث ۷۴۲: ابن مسعود نے بتایا ہے کہ بیس سورتیں ایسی ہیں جنھیں آپ ملا کر پڑھتے تھے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۱۱، حدیث ۷۴۳: ابوقتادہ نے ظہر اور عصر میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد طویل اور مختصر سورتیں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۱۲، حدیث ۷۴۴: جناب نے قرأت کا انداز آنحضورؐ کی داڑھی ہلنے سے لگانا بیان کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۱۳، حدیث ۷۴۵: ابوقتادہ نے ظہر اور عصر میں اور مختصر سورتیں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۱۳، حدیث ۷۴۶: ابوقتادہ نے ۷۴۵ جیسا بیان کر دیا ہے۔

- بخاری، ج۱، ص ۵۱۵، حدیث ۷۴۷: ابوہریرہ نے آمین کہنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۵، حدیث ۷۴۸: (ایضاً)
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۵، حدیث ۷۴۹: (ایضاً)
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۵، حدیث ۷۵۰: ابوبکرہ نے صف تک پہنچنے سے قبل شمولیت جماعت کی خاطر رکوع کیا۔ پھر آپ کو بتایا آپ نے اس جماعت کو قرار دے کر آیندہ کے لیے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۶، حدیث ۷۵۱: عمران ابن حصینؓ نے حضرت علیؑ کی نماز کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۶، حدیث ۷۵۲: ابوہریرہ نے نماز رسولؐ پڑھ کر دکھائی۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۷، حدیث ۷۵۳: عمران ابن حصینؓ نے حضرت علیؑ کی نماز کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۷، حدیث ۷۵۴: عکرمہ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ابن عباس سے پوچھا: انہوں نے تصدیق کی کہ یہی نمازِ رسولؐ ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۸، حدیث ۷۵۵: عکرمہ نے ایک شخص کی نماز دیکھی جس نے ایک نماز میں بائیس تکبیریں کہیں۔ ابن عباس سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: یہی نمازِ رسولؐ ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۸، حدیث ۷۵۶: ابوہریرہ نے نماز میں تکبیروں کی تفصیل بتائی ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۹، حدیث ۷۵۷: مصعب ابن سعد ابن وقاص نے دورانِ رکوع دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان دینے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۲۰، حدیث ۷۵۷: حذیفہ نے ایک شخص کو ڈانٹا ہے، حدیث

نہیں ہے۔

* بخاری، ج۱، ص ۵۲۱، حدیث ۷۵۸: براء نے رکوع و سجود اور دیگر احکام میں آنحضورؐ کے وقت کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۱، حدیث ۷۵۹: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کا ایک شخص کو نماز پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۲، حدیث ۷۶۰: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۳، حدیث ۷۶۱: ابوہریرہ نے بتایا ہے کہ آپ سمع اللّٰہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لك الحمد کے فضائل بیان کیے ہیں۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۴، حدیث ۷۶۲: ابوہریرہ نے سمع اللّٰہ لمن حمدہ اور ربنا لك الحمد کے فضائل بیان کیے ہیں۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۴، حدیث ۷۶۳: ابوہریرہ نے قنوت پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۵، حدیث ۷۶۴: رفاعہ ابن رافع نے ایک بہت ہی عمدہ بات بتائی ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۶، حدیث ۷۶۵: حدیث نہیں ہے، انس کا بیان ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۶، حدیث ۷۶۶: براء نے اعمالِ نماز کے وقت کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۶، حدیث ۷۶۷: ابوقلابہ نے مالک ابن حویرث کے نمازِ رسولؐ دکھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۷، حدیث ۷۶۸: ابوہریرہ کی نماز کا ذکر ہے اور قنوت میں نام لے کر آپ کا لعنت کرنا مذکور ہے۔ ابوبکر اور ابوسلمہ نے بھی ابوہریرہ کے حوالہ سے آنحضورؐ کی نماز کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۹، حدیث ۷۶۹: انس نے آنحضورؐ کا گھوڑے سے گرنے کا

بعد بیٹھ کر نماز پڑھانا اور صحابہ کو بھی بیٹھنے کا حکم دینا بتایا ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۰، حدیث ۷۷۰: ابوہریرہ نے رویت رب کا انتہائی دلچسپ واقعہ بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۴، حدیث ۷۷۱: عبداللہ ابن مالک نے سجدہ میں آنحضورؐ کے ہاتھوں کا باقی جسم سے فاصلہ بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۴، حدیث ۷۷۱: عبداللہ ابن مالک نے سجدہ میں آنحضورؐ کے ہاتھوں کا باقی جسم سے فاصلہ بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۵، حدیث ۷۷۲: حذیفہ نے ایک شخص کو ڈانٹا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۵، حدیث ۷۷۳: ابن عباس نے سات اعضاء پر سجدے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۵، حدیث ۷۷۴: ابن عباس نے اعضائے سبعہ پر سجدہ کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۶، حدیث ۷۷۵: براء نے صحابہ کا رکوع کے بعد سجدہ پر جانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۶، حدیث ۷۷۶: ابن عباس نے اعضائے سبعہ پر سجدہ کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۷، حدیث ۷۷۷: ابوسعید نے آنحضورؐ کی زبانی بتایا ہے کہ شب قدر بھول گئے۔

خلاصۃ الاحکام

کتاب الاذان سے معلوم ہونے والے مسائل کا خلاصہ کچھ اس طرح بنتا ہے۔

اٹھانے کو تو میں یہ بیڑا اُٹھا بیٹھا کہ خلاصہ احکام ذکر کردوں لیکن جب یہ کتاب الاذان

میں دی گئی دو احادیث کے جنگل میں ہاتھ مارنے لگا تو کانٹوں میں اُلجھ کر رہ گیا۔ میرا خیال تھا کہ چونکہ کتاب الاذان ہے اس میں صرف اذان ہی کے احکام ہوں گے۔ اس لیے تمام احادیث زیادہ سے زیادہ آٹھ دس عنوانوں میں جمع کرلوں گا لیکن امام بخاری شاہد ہے ایسی بات نہیں تھی بلکہ یہاں تو اذان کے نام پر خدا معلوم کیا کیا بتایا گیا۔ ابھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے تو میری تصدیق کریں گے۔ مجھے داد دینا پڑتی ہے۔ امام بکاری کو جنہوں نے بڑی جدوجہد سے ان احادیث کے عنوان بنائے اور بہت بڑے گردے سے اذان کے نام پر جو چاہا کتاب الاذان میں لکھ دیا۔ لیجیے ملاحظہ فرمائیے:

آغازِ اذان

صرف دو احادیث میں آغازِ اذان کی کہانی بتائی گئی ہے اور وہ ہیں: حدیث نمبر ۵۷۷، ۵۷۸۔

مؤذن کا تقرر

حدیث ۵۷۹، ۵۸۰ میں مؤذن کے تقرر کی داستان بتائی گئی ہے۔

فضیلتِ اذان

چار احادیث نمبر ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۹ اور ۶۰۱ میں اذان کی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے۔

کلماتِ اذان

حدیث نمبر ۵۸۰ اور ۶۲۷ میں کلماتِ اذان کا ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کلمات اللہ کی طرف سے بتائے گئے تھے یا آنحضورؐ نے تجویز کیے یا حضرت عمر یا کسی اور صحابی نے بتائے ہیں۔

اذان سننے والوں کے آداب

حدیث نمبر ۵۸۵ اور ۵۸۶ میں اذان سننے والوں کے آداب بتائے گئے ہیں کہ انہیں اذان سن کر کیا کرنا چاہیے۔

حی علی الصلوٰۃ کے وقت کیا پڑھنا ہے؟

ایک حدیث ۵۸۷ میں بتایا گیا ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ پڑھے تو لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ بھی پڑھنا چاہیے۔

اذان کے بعد دُعا

ایک حدیث ۵۸۸ میں بتایا گیا ہے کہ اذان کے بعد دعا پڑھی جائے لیکن وہ کون سی دعا ہے؟ اس کا کوئی علم نہیں۔ کون بتائے گا یہ بھی معلوم نہیں۔

ضرورت کے وقت اذان میں تبدیلی

بوقتِ ضرورت اذان میں تبدیلی کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے مثلاً اگر پیش نماز چاہتا ہے کہ نماز گھر میں پڑھ لیں یا کسی اور جگہ نماز ادا کرلیں اور مسجد میں نہ آئیں تو اس وقت صحابہ حی علی الصلوٰۃ کی جگہ الا صَلُّوا فِی الرِّجال کہنے کا حکم دے دیا تھا۔ گویا اگر پیش نماز چاہتا ہے کہ لوگ گھر میں نماز پڑھ لیں تو وہ مؤذن کو بتا دے کہ آج حی علی الصلوٰۃ نہ کہنا بلکہ آج کہہ دینا، الاصَلُّوا فِی البُیُوت ــــــ یعنی نماز پر آؤ نہیں بلکہ گھروں میں پڑھ لو۔

ہم نے یہ ایک مثال عرض کی ہے۔ ایسے حسبِ ضرورت آپ لوگوں کو بتا سکتے ہیں۔ یہ حکم بخاری شریف میں چار مقامات پر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: حدیث نمبر ۵۹۰، ۶۰۵، ۶۳۵، ۶۳۷۔

قبل از وقت اذان

اسلام نے یہ بھی گنجائش رکھی ہے کہ آپ وقت سے پہلے اذان بھی دے سکتے ہیں یعنی اذان کا تعلق صرف نماز سے نہیں بلکہ لوگوں کو بلانے سے ہے۔ آپ جب چاہیں جہاں چاہیں جیسے چاہیں اذان دے کر بلا لیں۔ ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۵۹۱، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶۔

اذان کے بعد دو رکعت

چھے احادیث میں اذان کے بعد آنحضورؐ کے دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے: حدیث نمبر ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰۔

دیر سے اذان

ایک حدیث ۶۰۲ میں اذان دیر سے دینے کے متعلق بتایا گیا ہے کہ یہ نہ سمجھیں کہ دیر سے اذان کہنے کی مذمت کی گئی ہے بلکہ دیر سے اذان دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

ہر ایک اذان نہ کہے

دو احادیث نمبر ۶۰۳ اور ۶۰۴ میں ہر ایک شخص کو مؤذن بننے سے روکا گیا ہے، امید ہے اب قارئین کے ذہن میں میری بات آ گئی ہوگی کہ ایک منصوبے کے مطابق حزبِ اقتدار نے اسلام اور احکامِ اسلام کو زیرنگیں رکھنے کی کوشش کی تاکہ ہماری مرضی کے خلاف ایک پتہ بھی نہ ہل سکے ورنہ اذان دینے میں کیا نقصان تھا، ثواب کا کام ہے۔ اب جو اتنی اذانیں آتی رہتی ہیں۔ ان سے اسلام کو کتنا نقصان پہنچا ہے۔

دورانِ اذان دائیں بائیں دیکھنا

حدیث نمبر ۶۰۷ میں یہ بتایا گیا ہے کہ دورانِ اذان مؤذن کو دائیں بائیں دیکھنا

چاہیے تاکہ صرف سامنے والے اذان نہ سنیں بلکہ مؤذن کے دائیں بائیں والے بھی اذان سن کر نماز کے لیے آ سکیں۔

محترم قارئین! کتاب الاذان کی دو سو ایک حدیث میں سے مذکورہ بتیس احادیث کا تعلق کتاب الاذان سے ہے۔ آپ نے احادیث کا سرسری جائزہ بھی لے لیا ہے اور ان میں بتائے گئے احکام بھی ملاحظہ فرما لیے ہیں۔ ان بتیس احادیث میں آپ کو کہیں نہیں ملے گا کہ آنحضورؐ نے یہ بتایا ہو کہ چار دفعہ اللہ اکبر کہو، دو دفعہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کہو، دو دفعہ اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ کہو، دو دفعہ حی علی الصلوٰۃ کہو، دو دفعہ حی علی الفلاح کہو، دو دفعہ اللہ اکبر کہو، ایک دفعہ لا الٰہ الا اللّٰہ اور اذانِ صبح میں حی علی الفلاح کے بعد دو دفعہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہو۔

ممکن ہے حدیث کی دیگر کتب میں یہ کلمات مذکور ہیں لیکن اگر وہ احادیث صحیح اور قابلِ اعتماد ہوتیں تو امام بخاری یقیناً انہیں درج بخاری کرتے۔ امام بخاری کا تفصیل احادیث کو درج صحیح نہ کرنا اس بات کی واضح شہادت ہے کہ وہ احادیث قابلِ وثوق نہ تھیں ـــــ بنابریں سوال یہ ہے کہ:

- موجودہ اذان کس صحابی نے بتائی ہے؟
- موجودہ اذان کہاں سے لی گئی ہے؟
- حضرت عائشہ نے اذان کی تفصیل کیوں نہیں بتائی؟
- کیا بی بی نے کبھی اذان نہیں سنی تھی؟
- کیا بی بی سے کسی نے اذان کے متعلق کبھی نہیں پوچھا تھا؟
- خلفائے ثلاثہ نے اذان کی تفصیل کیوں نہیں بتائی؟
- کیا انہوں نے کبھی اذان نہیں سنی تھیں؟
- کیا خلفائے ثلاثہ سے رعیت کے کسی فرد نے اذان کے بارے میں نہیں پوچھا تھا؟

حضرت عمر کا مشورہ اذان

حدیث ۵۷۷، ۵۷۹، ۵۸۰ اور ۵۸۱ میں انس ابن مالک نے صرف اتنا بتایا ہے کہ جب اُمت مسلمہ کو نماز جماعت کے لیے جمع ہونے کی ضرورت محسوس ہوتی تو وہاں یہودیوں کی بات چلی کہ وہ جمع ہونے کی خاطر آگ روشن کرتے ہیں اور عیسائی ناقوس بجاتے ہیں لہٰذا ہمارا بھی کوئی اس قسم کا سلسلہ ہونا چاہیے تو بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان دے دیا کرے۔ انس نے اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا، حتیٰ کہ انس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بلال کو کس نے حکم دیا، نہ ہی انس نے آنحضورؐ کا نام لیا ہے اور نہ کسی دوسرے کا۔

البتہ عبداللہ ابن عمر سے حدیث ۵۷۸ میں حضرت عمر کا مشورہ مذکور ہے اور اسی حدیث کا سہرا بنا کر سجایا جاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ:

* کیا کسی نے آنحضورؐ سے بھی پوچھا کہ ہمیں نماز کے لیے جمع ہونے کی، کیا کرنا چاہیے؟
* ان پانچ احادیث میں سے کسی حدیث میں یہ نہیں ملتا کہ کسی نے آنحضورؐ سے بھی پوچھا ہو، کیوں؟
* کیا اذانِ اسلام سے متعلق نہیں؟ کیا اسلام کے دیگر احکام بھی صحابہ کے باہمی مشورہ سے طے پاتے تھے؟ اگر کوئی اور اسلامی حکم بھی صحابہ کے مشورہ سے نافذ کیا گیا ہو تو اس کی مثال؟
* اذان خالص اسلامی عبادات میں سے ایک عبادت سے مربوط ہے اور جملہ عبادات کے احکام آنحضورؐ کے توسط سے ذاتِ احدیت کی طرف سے موصول ہوتے تھے تو پھر اذان کے سلسلہ میں خالق کیوں خاموش رہا؟
* کیا ہجرت کے بعد اسلام صحابہ کے سپرد کر دیا گیا تھا کہ اب جو چاہو تم خود احکام بناتے رہو؟

* کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت عمر کو مشیر اذان بنا کر احکامِ الٰہیہ میں ترمیم و تنسیخ کا دروازہ کھولا گیا ہو؟

* اور کسی صحابی نے حضرت عمر کے مشورہ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ صرف عبداللہ ابن عمر ہی اس واقعہ کے تنہا راوی کیوں ہیں؟

نماز با جماعت

حدیث ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۷۱۷، ۷۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۶ اور ۶۳۰ میں جماعت میں آنے کے آداب اور جماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان احادیث کا کتاب الاذان سے کوئی تعلق نہیں۔

مصلّٰی پر آنے کے بعد واپس جا کر غسلِ جنابت کرنا

حدیث نمبر ۶۱۲ اور ۶۱۳ ابوہریرہ سے مروی ہیں۔ ان دونوں احادیث میں ابوہریرہ نے جو سیرتِ نبویؐ پیش کی ہے، اُمت مسلمہ کے لیے چلّو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ایسے شخص کی روایات بھی قبول کر لی جاتی ہیں اور اہلِ بیتؑ میں آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی صفات پر ایسے شرمناک الزامات بھی برداشت کر لیے جاتے ہیں۔ خوفِ طوالت کی وجہ سے مولانا وحید الزمان کا ترجمہ احادیث ہی پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ترجمہ پڑھیے اور ان احادیث کے آئینہ میں فخرِ موجودات کی سیرتِ طیبہ کا ایک پہلو دیکھ کر فکر کیجیے کہ ہمیں کہاں لا کر کھڑا کر دیا گیا۔

بخاری، ج ا، ص ۴۲۶، حدیث ۶۰۲ ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ابوہریرہ سے ہے کہ آنحضرت حجرے سے باہر برآمد ہوئے نماز پڑھانے کو اور نماز کی تکبیر ہو گئی تھی۔ صفیں برابر ہو چکی تھیں۔ جب آپ اپنی نماز کی جگہ کھڑے ہوئے ہم انتظار کر رہے تھے کہ اب تکبیر کہتے ہیں تو آپ لوٹے اور فرمایا: تم اسی جگہ ٹھیرے رہو۔ ہم اسی حال پر ٹھیرے

رہے یہاں تک کہ آپ نکلے آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔

مولانا وحید الزمان نے ترجمہ کے بعد فٹ نوٹ لکھا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

ف: معلوم ہوا کہ آپ کو جنابت ہوئی تھی اور خیال نہ رہا۔ بے غسل کیے نماز کے لیے نکل آئے۔ جب نماز شروع کرنے ہی کو تھے اس وقت یاد آیا۔

بخاری، ج ۱، ص ۴۲۶، حدیث ۶۱۳، ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ابو ہریرہ سے ہے انہوں نے کہا: نماز کی تکبیر ہوئی لوگوں نے صفیں برابر کرلیں۔ آنحضرتؐ حجرہ سے باہر نکلے۔ امامت کے لیے آگے بڑھ گئے اور آپؐ جب تھے لیکن خیال نہ رہا۔ پھر یاد آیا تو فرمایا: نہیں ٹھیرے رہو ــــــ اور لوٹ گئے، پھر باہر نکلے اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ لوگوں کو نماز پڑھائی۔

یہ ہے سیرتِ طیبہ نبویہ کا وہ پہلو جو ابو ہریرہ نے بیان کیا ہے۔ امام بخاری اور مولانا وحید الزمان نے تو ان احادیث سے جو مسائل نکالے سو نکالے لیکن سوال یہ ہے کہ:

* اگر ان دو مقامات پر آنحضرتؐ کو یاد آ گیا کہ میں نے غسلِ جنابت نہیں کیا تو لوٹ گئے اور غسل کر کے واپس آ گئے۔ کیا کسی ایسے وقت کی ضمانت دی جاسکتی ہے جب آنحضرتؐ بحالتِ جنابت مصلّی پر کھڑے ہو گئے ہوں اور غسلِ جنابت یاد نہ آیا ہو، پھر نماز پڑھا دی ہو۔ اس کی گارنٹی کون دے گا؟
* اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ حضورؐ نے زندگی میں اور نمازیں یقیناً بحالتِ طہارت پڑھائی ہوں گی؟
* آپ کو جنابت بحالتِ خواب ہوئی تھی یا بحالتِ بیداری؟
* اگر بحالتِ خواب ہوئی تھی تو کیا اذان اوّل کے بعد آنحضورؐ کو پتہ نہ چلا تھا؟ اگر پتہ چل گیا تھا تو پھر کیا سوتے رہے تھے یا اُٹھ بیٹھے تھے اور اذان بحالتِ جنابت سنی تھی؟

* سابقاً احادیث حضرت عائشہ میں دیکھیے وہاں بتایا گیا ہے کہ آنحضرتؐ اذان اوّل کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ کیا آپؐ نے وہ دو رکعت نماز بھی بحالتِ جنابت پڑھی تھی؟
* اگر بیداری میں جنابت ہوئی تھی تو کس بی بی کی باری تھی؟
* جنابتِ رات کے پہلے حصہ میں ہوئی تھی یا آخری حصہ میں؟
* اس رات آپؐ نے تہجد بھی پڑھی تھی یا نہیں؟
* کیا بحالتِ جنابت سو جانا جائز تھا؟
* یہ جو اللہ فرماتا: قم اللّیل الا قلیلا کے (رات کی عبادت کم کرو) صحیح ہے یا غلط؟
* کیا ابو ہریرہ کو انہی احادیث کے انعام میں مدینہ کی گورنری ملی تھی؟
* کیا یہ توہینِ نبویؐ نہیں؟
* کیا ان جیسی احادیث سے اسلام مسخ تو نہیں جاتا؟
* کیا ان احادیث نے اسلام اور بانیٔ اسلام کے پلّے کچھ چھوڑا ہے؟
* کیا کوئی کاہل سے کاہل مولوی بھی ایسی غفلت کرتا ہے؟
* آپؐ نے غسل کتنی دیر میں کیا تھا؟
* ہمارے خیال میں نہ تو امام بخاری کو شرم آئی ہوگی اور نہ مولانا وحید الزّمان کو ترجمہ کرنے میں خجالت محسوس ہوئی ہوگی۔ کتنی ڈھٹائی سے ترجمہ کے بعد فٹ نوٹ بھی لکھ دیا ہے۔
* انہی احادیث کو پڑھ کر غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے۔

آنحضورؐ کی نمازِ قضاء

حدیث نمبر ۶۱۳ میں ابو ہریرہ نے بتایا ہے کہ جنگِ خندق میں آنحضورؐ کی نماز قضا

ہوگئی۔ قبل حدیث نمبر ۵۷۰ اور ۵۷۲ میں جابر ابن عبداللہ سے یہی روایت منسوب کی گئی ہے۔

حدیث نمبر ۵۷۰ میں جابر نے آنحضوؐ کے ساتھ حضرت عمر کو بھی شامل کیا ہے۔

ایک دو مناسب جملے تو ہم نے وہاں بھی لکھ دیئے تھے یہاں صرف ایک دو سوالات ہیں:

* کیا ان احادیث کو آنحضورؐ سے منسوب کرنے کا مقصد یہ تو نہیں، آپ اسلام کے لیے جنگ نہیں لڑتے تھے بلکہ صرف اور صرف کشور کشائی آپ کا مقصود تھا؟
* اگر مقصد جنگ اسلام اور احکامِ اسلام کی نشر و اشاعت تھی تو پھر آپ کی نماز کیسے قضا ہوئی؟
* کیا آپ مصروف پیکار تھے کہ آپ نماز ہی نہ پڑھ سکے؟
* اگر اتنے ہی مصروف جنگ تھے تو آپ کی مصروفیات کون سی تھیں؟

اقامت یا تکبیر کے بعد باتیں

حدیث نمبر ۶۱۵ اور ۶۱۶ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اقامت ہو جانے کے بعد بھی باتیں کی جا سکتی ہیں۔

دین کی ویرانی پر آنسو

حدیث نمبر ۶۲۲ میں ابودرداء نے بربادی پر آنسو بہاتے ہیں۔ قبل ازیں حدیث نمبر ۵۰۷ اور ۵۰۸ میں آپ انس ابن مالک کے ویرانی اسلام پر آنسو دیکھ چکے ہیں اور انہی احادیث کے ذیل میں حدیث ۵۷۱ اور ۵۷۳ میں عمران ابن حصین کا حضرت علیؑ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر یہ کہنا بھی ہم بتا چکے ہیں کہ ذکرنی ھذا الرجل صلوٰۃ رسول اللہ، اس آدمی نے مجھے نمازِ رسولؐ کی یاد تازہ کر دی۔

* یہ انس ابن مالک اور ابودرداء کس پامالی پر آنسو بہا رہے ہیں؟

ہوگئی۔ قبل حدیث نمبر ۵۷۰ اور ۵۷۲ میں جابر ابن عبداللہ سے یہی روایت منسوب کی گئی ہے۔

حدیث نمبر ۵۷۰ میں جابر نے آنحضوؐ کے ساتھ حضرت عمر کو بھی شامل کیا ہے۔

ایک دو مناسب جملے تو ہم نے وہاں بھی لکھ دیئے تھے یہاں صرف ایک دو سوالات ہیں:

❊ کیا ان احادیث کو آنحضورؐ سے منسوب کرنے کا مقصد یہ تو نہیں، آپ اسلام کے لیے جنگ نہیں لڑتے تھے بلکہ صرف اور صرف کشور کشائی آپ کا مقصود تھا؟

❊ اگر مقصد جنگ اسلام اور احکامِ اسلام کی نشر و اشاعت تھی تو پھر آپ کی نماز کیسے قضا ہوئی؟

❊ کیا آپ مصروفِ پیکار تھے کہ آپ نماز ہی نہ پڑھ سکے؟

❊ اگر اتنے ہی مصروفِ جنگ تھے تو آپ کی مصروفیات کون سی تھیں؟

اقامت یا تکبیر کے بعد باتیں

حدیث نمبر ۶۱۵ اور ۶۱۶ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اقامت ہوجانے کے بعد بھی باتیں کی جاسکتی ہیں۔

دین کی ویرانی پر آنسو

حدیث نمبر ۶۲۲ میں ابودرداء نے بربادی پر آنسو بہاتے ہیں۔ قبل ازیں حدیث نمبر ۵۰۷ اور ۵۰۸ میں آپ انس ابن مالک کے ویرانی اسلام پر آنسو دیکھ چکے ہیں اور انہی احادیث کے ذیل میں حدیث ۵۱۷ اور ۵۴۳ میں عمران ابن حصین کا حضرت علیؑ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر یہ کہنا بھی ہم بتا چکے ہیں کہ ذکرنی ھذا الرجل صلٰوۃ رسول اللہ، اس آدمی نے مجھے نمازِ رسولؐ کی یاد تازہ کردی۔

❊ یہ انس ابنِ مالک اور ابودرداء کس پامالی پر آنسو بہا رہے ہیں؟

* ابودرداء نے تو وضاحت سے کہہ دیا ہے کہ اکٹھے ہو کر نماز پڑھنے کے علاوہ مجھے کہیں بھی دین نظر نہیں آتا۔
* عمران ابن حصین نمازِ حضرت علیؑ کو دیکھ کر کیوں نمازِ رسولؐ یاد کر رہا ہے؟
* یہ کیسی تبدیلیاں تھیں اور کس قسم کی تبدیلیاں تھیں؟

انتظارِ جماعت کی فضیلت

حدیث نمبر ۶۲۸، ۶۳۰ میں نماز با جماعت کی فضیلت بتائی گئی ہے۔

رضی اللہ عنہم کی فہرست

حدیث نمبر ۶۲۹ میں ابوہریرہ نے خدا معلوم کس سے ناراض ہو کر بغیر نام لیے سات آدمیوں کے اوصاف نقل کیے ہیں کہ یہ لوگ سایۂ عرش میں ہوں گے۔

نوافلِ صبح

حدیث نمبر ۶۳۲ میں نوافل صبح بتائے گئے ہیں۔

عتبان کے گھر نماز

حدیث ۶۳۶ اور ۶۵۴ میں عتبان ابن مالک نے آنحضورؐ کا عتبان کے گھر آ کر نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔

کیچڑ میں سجدہ

حدیث نمبر ۶۳۸ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے کیچڑ میں سجدہ کیا۔

امام کی اقتداء

حدیث نمبر ۶۵۷، ۶۵۹، ۶۶۰ اور ۶۹۷ میں اقتدائے نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اب ان چار احادیث کا امامت ابوبکر کی احادیث سے موازنہ کریں اور ان میں یہ بات

بالخصوص دیکھیں کہ حضرت ابوبکر آنحضورؐ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھ رہے تھے۔ ان دونوں کے احکام کا موازنہ کریں پھر دیکھیں کہ کون سی بات سچی ہے؟

اطاعتِ حکمران

حدیث نمبر ۶۳۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۸۹، ۶۹۹، ۷۰۰ اور ۷۰۱ میں انس ابن مالک ابوہریرہ اور ابوذر نے اطاعتِ حکمران کے احکام نقل کیے ہیں۔ شاید انھی احادیث کی وجہ سے ابوہریرہ کو گورنری مدینہ کی منصب ملا۔ مغیرہ ابن شعبہ جیسے افراد بحالتِ شراب نماز پڑھاتے رہے اور منبرِ رسولؐ پر بیٹھ کر یزید یہ کہتا رہا۔

ما قال ربك ویل للذی شربوا

بل قال ربك ویل للمصلین

"تیرے اللہ نے یہ تو نہیں کہا کہ شرابیوں کے لیے لعنت ہے بلکہ تیرے اللہ نے تو نمازیوں پر ہلاکت کہی ہے"۔

اور اُمت خوابِ خرگوش میں پڑی سوئی رہی۔

بلا وضو نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۲، ۶۹۳ اور ۶۹۵ میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ سو کر اُٹھے اور نماز میں شروع ہوئے۔ وضو نہیں کیا گویا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

دوہری نماز

حدیث نمبر ۶۶۸، ۶۶۹ اور ۶۷۹ میں بتایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک نماز پڑھ کر پھر وہی نماز دوسری مرتبہ پڑھائی جا سکتی ہے۔

نمازِ چاشت

حدیث نمبر ۶۳۹ میں آنحضورؐ کی صرف ایک دن نمازِ چاشت پڑھنے کا ذکر بتایا گیا ہے۔

پہلے کھانا پھر نماز

حدیث نمبر ۶۴۱ میں انس نے اور ۶۴۲ میں عبداللہ ابن عمر نے بتایا ہے کہ اگر اقامت ہو جاتے اور کھانا بھی لگ جائے تو پہلے کھانا کھالو پھر نماز پڑھو۔ نماز کوئی اتنی اہم نہیں ہے کھانا زیادہ اہم ہے۔ نماز تو روز پانچ مرتبہ پڑھنا ہوتی ہے اور کھانا دن میں دو مرتبہ ملتا ہے۔ عبداللہ ابن عمر تو عظمت نماز کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ گو اور بھی عجیب ہے ادھر اقامت ہوتی ادھر کھانا آجاتا۔ عبداللہ ابن عمر آرام سے بیٹھ کر کھانا بھی کھاتے رہتے۔ امام جماعت کی قرأت بھی سنتے رہتے جب تک کھانا ختم نہ ہو جاتا اس وقت نماز کو نہ جاتے۔ انس اور عبداللہ ابن عمر نے اُمت مسلمہ پر یہ عنایت کی ہے کہ انہوں نے اس عمل کو آنحضورؐ سے منسوب نہیں کیا اور بھلا ہو ان کا ان دونوں نے یہ نہیں کہا کہ آنحضورؐ خود ایسا کرتے تھے ورنہ انہیں کون روک سکتا تھا۔ اگر چاہتے تو دیگر اعمال کی طرح یہ بھی کہہ دیتے۔ ویسے تو بات رموزِ مملکت خوش خسرواں دانند والی بات ہے۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ ممکن ہے جو سوال ہمارے ذہن میں آرہا ہے ان دونوں کی وجہ بھی وہی ہو اور وہ یہ ہے:

کہیں ایسا تو نہیں کہ ان احادیث کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب مسجد میں ناپسندیدہ افراد آنے لگے ہوں۔ صبح اور ظہرین کی نماز میں غیر حاضری کی معذرت تو بڑی آسانی سے کی جاسکتی ہو گی لیکن مغربین کی نماز کا معاملہ ذرا پیچیدہ تھا۔ اس قسم کی احادیث سے نمازِ مغربین سے بھی غیر حاضری کی گنجائش نکل آتی اور یوں یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا ہو؟

پہلے نماز پھر نماز

حدیث نمبر ۶۴۳ میں عمرو ابن امیہ نے اپنا ایک چشم دید واقعہ بتایا ہے کہ آنحضورؐ چھری لے کر بکری کا بھنا ہوا بازو تناول فرما رہے تھے۔ نماز کی صدا ہوئی آپ ہاتھ میں لیے گوشت اور چھری کو وہیں چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور نماز کو چلے گئے۔

خدا معلوم اب ہمارے بھائی ان دونوں واقعات میں سے کس کو ترجیح دیں گے۔ ایک طرف انس اور عبداللہ ابن عمرو، دو ہیں اور ایک طرف عمرو ابن امیہ ایک ہے دیکھیں ان میں سے کس کو سچا بتایا اور مانا جاتا ہے۔

نمازِ رسولؐ

حدیث ۶۴۴، ۶۵۳، ۶۷۲، ۶۷۴ اور ۶۷۷ میں آنحضورؐ کی نماز پڑھ کر دکھائی گئی ہے اور اس نماز میں رفع یدین اور تکبیروں کی تعداد تک بتائی گئی ہے۔ لیکن خدا معلوم ہمارے برادرانِ اہلِ سنت کے اربابِ فتویٰ ان احادیث کو کیوں درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے۔

- کہیں اس کی وجہ صرف شیعوں سے ضد تو نہیں؟

صحابہ پر ناراضگی

حدیث نمبر ۶۷۰ اور ۶۷۳ میں آنحضورؐ نے معاذ ابن جبل پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ ۶۷۲ میں ابی ابن کعب پر غضبناک ہوئے اور ۶۷۱ میں شاملِ جماعت کچھ صحابہ پر ناراض ہوئے۔

اسبابِ ناراضگی

معاذ اور ابن ابی کعب پر ناراضگی کی وجہ ان لوگوں کا نماز کو طول دینا تھا۔ یعنی یہ لوگ اپنی اپنی قوم کو جماعت کراتے تھے اور نماز میں طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ آپؐ نے ان کو تنبیہ نہیں فرمائی بلکہ انتہائی غصہ کی حالت میں فرمایا ہے کہ کچھ لوگ

دوسروں کو متنفر کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضورؐ کا یہ جملہ انتہائی قابلِ توجہ ہے۔ صرف وقتی جوش نہیں ہے اس سلسلہ میں دو نام تو ہمیں معلوم ہو گئے ہیں۔ ایک ہے معاذ ابن جبل اور دوسرا ابی بن کعب۔ ایک اور بات بھی قابلِ توجہ ہے:

● آپ نے معاذ کے متعلق فرمایا کہ یہ فتنہ پرداز ہے اور ابی کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ لوگوں کو متنفر کرنے والوں میں سے ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر بقول نبیؐ معاذ فتنہ پرداز ہے تو کیا اُمت کو معاذ سے بچنا نہیں چاہیے جس کا صحابی ہے اور جس صحابیت کی وجہ سے ہم احترام کرتے ہیں وہی خود فرما رہا ہے کہ معاذ فتنہ پرداز ہے۔ کیا آنحضورؐ کے اس ارشادِ گرامی کے بعد معاذ لائقِ احترام رہ جاتا ہے؟

ابی کعب کے متعلق آپؐ نے وسعت سے کام لے کر فرمایا ہے کہ کچھ لوگ متنفر کرنا چاہتے ہیں اگرچہ آپؐ نے نام نہیں لیا کہ کس بات سے متنفر کرنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ بات نمازِ باجماعت کی چل رہی تھی اس لیے یہ بھی ممکن ہے آپؐ نے صرف نمازِ باجماعت کے متعلق فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپؐ نے اسلام سے متنفر کرنے کی بات کی ہو۔ ایک بات تو طے ہے کہ نماز یا اسلام سے متنفر کرنے والا صرف ابی نہیں تھا بلکہ ابی کے ساتھ اور افراد بھی تھے۔ یہ بھی طے ہے کہ یہ تمام افراد صحابہ تھے، صحابہ میں شامل تھے اور صحابہ میں رہتے تھے کیا اب اُمتِ مسلمہ کا یہ فرض نہیں بنتا کہ ایسے صحابہ کی فہرست تلاش کرے اور ایسے صحابہ سے بچے تاکہ ان کی نفرت انگیزیوں سے محفوظ رہا جا سکے؟

حدیث نمبر ۱۷ میں آپ نے کچھ ایسے صحابہ پر اظہارِ ناراضگی کیا ہے جو بحالتِ نماز سجدہ گاہ کے بجائے سوئے آسمان دیکھتے رہتے تھے۔ آپؐ نے ان لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ ایسا نہ کیا کریں۔ کیا یہ لوگ معاذ اور ابی کے ساتھ نہیں ہوں گے؟

کیا یہ لوگ نماز کا مذاق نہیں اڑاتے تھے؟ کیا ایسے افراد کی تلاش ضروری نہیں

ہے تا کہ ان کے احکام اسلام پر سوچ سمجھ کر عمل کیا جائے؟ کیا ایسے لوگ بھی قابلِ احترام ہیں؟

جماعت جلدی جلدی

حدیث نمبر ۶۷۱ میں آنحضورؐ نے حکم دیا ہے کہ امامت جماعت کے لیے ضروری ہے کہ جماعت میں زیادہ تاخیر نہ کرے اور نماز جلدی پڑھالے تا کہ بیمار و ناتواں اور کمزور افراد بھی شامل رہ سکیں۔

آنحضورؐ کی مختصر نماز

حدیث نمبر ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷ اور ۶۷۸ میں آنحضورؐ کی مختصر نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔

نسیانِ رسولؐ

سابقاً حدیث ۳۹۵، ۳۹۸ اور ۴۶۹ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نماز میں بھول گئے۔ اس سلسلہ کی یہ حدیث ۶۸۳، چوتھی حدیث ہے جس میں ابوہریرہ نے آنحضورؐ کا نماز میں بھول جانا بتایا ہے فعلاً ہم ان احادیث پر کسی قسم کا تبصرہ نہیں کرتے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صرف چار احادیث نہیں ہیں بلکہ اس ضمن میں اور احادیث بھی ہوں گی۔ تمام احادیث میں جمع ہو جائیں پھر کچھ عرض کریں گے۔

آدابِ جماعت

حدیث نمبر ۶۸۵، ۶۹۰، ۶۹۱ میں آدابِ جماعت بتائے گئے ہیں۔

میں تمھیں پشت پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں

حدیث نمبر ۶۸۷، ۶۹۲، ۷۰۸ اور ۷۰۹ میں آنحضورؐ کی زبانی نقل کیا گیا ہے کہ

میں تمہیں جس طرح سامنے دیکھتا ہوں اس طرح پشت پیچھے سے بھی دیکھ سکتا ہوں قبل ازیں ان جیسی احادیث سابقاً حدیث نمبر ۴۱۰ اور ۴۱۱ میں بھی یہی بتایا گیا ہے۔

شہادت، نمازِ صبح اور نمازِ عشاء کی فضیلت

حدیث نمبر ۶۸۸ میں شہادت، نمازِ صبح اور نمازِ عشاء کی فضیلت نقل کی گئی ہے۔

انس کے گھر میں نماز

حدیث نمبر ۶۹۴ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انس کے گھر جا کر نماز پڑھنا بتایا گیا ہے۔

صحابہ کو مسجد سے نکل جانے کا حکم

حدیث نمبر ۶۹۸ میں آپؐ نے صحابہ کو فریضہ کے علاوہ دوسری نمازوں کے لیے مسجد کے بجائے گھر میں جا کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

رفع یدین

حدیث نمبر ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵ اور ۷۰۶ میں نماز میں ہر تکبیر پر رفع یدین نقل کیا گیا ہے۔

ہاتھ باندھنا

حدیث نمبر ۷۰۷ میں ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ حدیث نہیں ہے سہل ابن سعد نے بتایا ہے کہ ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا اس پر ہم نے تبصرہ کر دیا ہے، ملاحظہ فرما لیا جائے۔

سورۂ فاتحہ سے آغاز

حدیث نمبر ۷۱۰ میں یہ بتایا گیا ہے کہ آغازِ نماز سورۂ فاتحہ سے کیا جائے۔

قرأت سے پہلے دعا

حدیث نمبر ۷۱۱ میں بتایا گیا ہے کہ قرأت سے پہلے دعا پڑھی جائے۔

نمازِ کسوف

حدیث نمبر ۷۱۲ اور ۷۱۵ میں نمازِ کسوف پڑھنا بتایا گیا ہے۔

قرأت اور طریقۂ قرأت

حدیث نمبر ۷۱۳، ۷۲۶ اور ۷۲۹ میں قرأت اور طریقۂ قرأت بتایا گیا ہے۔

سجدہ پر جانے کا وقت

حدیث نمبر ۷۱۴ اور ۷۵۷ میں رکوع کے بعد سجدہ میں جانے کا وقت بتایا گیا ہے۔

دورانِ نماز جنت وجہنم کا معائنہ

حدیث نمبر ۷۱۹ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے دورانِ نماز جنت وجہنم کا معائنہ کیا۔

دورانِ نماز دیوار صاف کرنا

حدیث نمبر ۷۲۰ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے دورانِ نماز دیوار مسجد پر لگا ہوا بلغم کھرچ کر صاف کیا۔

طریقۂ نماز

حدیث نمبر ۷۲۴ میں طریقۂ نماز کی تعلیم نقل کی گئی ہے۔

اندازِ قرأت

حدیث نمبر ۷۲۷، ۷۲۸ اور ۷۴۴ میں اندازِ قرأت بتایا گیا ہے۔

والمرسلات پڑھنا

حدیث نمبر ۷۳۰ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے نماز والمرسلات کی تلاوت کی۔

نمازِ مغرب میں طویل سورت

حدیث نمبر ۷۳۱ اور ۷۳۲ میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ نے نمازِ مغرب میں طویل سورت پڑھی۔

نماز میں سورۂ سجدہ

حدیث نمبر ۷۳۳ اور ۷۳۵ میں ابوہریرہ نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے نماز میں سورۂ سجدہ پڑھی جب آیت سجدہ آئی تو سجدہ کیا۔

ایک رکعت میں دو سورتیں

حدیث ۷۳۴، ۷۳۶ اور ۷۴۲ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے دو سورتوں کو وصل کے ساتھ پڑھا۔

جہری اور سری نماز

حدیث ۷۳۹ میں باآواز بلند قرأت اور آہستہ قرأت والی نمازیں بتائی گئی ہیں۔

نمازِ پنجگانہ کے اوقات

حدیث نمبر ۷۳۸ میں نماز ہائے پنجگانہ کے اوقات بتائے گئے ہیں۔

سورۂ جن کا شانِ نزول

حدیث نمبر ۷۴۰ میں سورۂ جن کا شانِ نزول بتایا گیا ہے۔

حکمِ رسولؐ حکمِ خدا

حدیث نمبر ۷۴۱ میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں دیا بلکہ جو حکمِ ذاتِ احدیت سے ملتا تھا وہی حکم دیتے تھے۔

طویل اور مختصر سورتیں

حدیث نمبر ۷۴۳، ۷۴۵ اور ۷۴۶ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے طویل سورتیں بھی پڑھیں اور مختصر سورتیں بھی پڑھیں۔

آمین کہنا

حدیث نمبر ۷۴۷، ۷۴۸ اور ۷۴۹ میں سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنا نقل کیا گیا ہے۔

نمازِ علیؑ نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۷۵۱ اور ۷۵۳ میں بتایا گیا ہے کہ حضرت علیؑ کی نماز وہی نماز تھی جو نماز آنحضورؐ پڑھا کرتے تھے۔

نماز میں بائیس تکبیریں

حدیث ۷۵۵ اور ۷۵۶ میں نماز میں تکبیروں کی تعداد بتائی گئی ہے۔

رکوع میں ہاتھ گھٹنوں کے درمیان

حدیث نمبر ۷۵۷ میں بتایا گیا ہے کہ دورانِ رکوع ہاتھ گھٹنوں کے اُوپر رکھنے کی بجائے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر گھٹنوں کے درمیان بھی رکھا جا سکتا ہے۔

رکوع اور سجود وغیرہ میں وقت

حدیث نمبر ۷۵۸ اور ۷۶۷ میں بتایا گیا ہے اور رکوع، سجود اور دیگر احکام کا وقت کیا ہے۔

سمع اللہ کے بعد

حدیث نمبر ۷۶۱ اور ۷۶۲ میں بتایا گیا ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ پڑھنے کے بعد ربنا لک الحمد پڑھنا چاہیے۔

دعائے قنوت

حدیث ۷۶۳ اور ۷۶۸ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے تھے اور اس میں کفارِ قریش کے نام لے کر ان پر لعنت کرتے تھے۔

ایک عمدہ سی بات

حدیث نمبر ۷۶۴ میں ایک نہایت عمدہ بات بتائی گئی ہے بہتر ہوگا۔ آپ خود بخاری شریف کا مطالعہ کر کے پڑھ لیں۔

رؤیت رب

حدیث ۷۷۰ میں رؤیت باری کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اللہ مسکرائے گا اور ہاتھ بھی ملائے گا۔

وقت سجدہ ہاتھوں کا دوسرے جسم سے فاصلہ

حدیث نمبر ۷۷۱ میں بوقت سجدہ ہاتھوں کا دوسرے جسم سے فاصلہ بتایا گیا ہے۔

سات اعضاء پر سجدہ

حدیث نمبر ۷۷۳، ۷۷۴ اور ۷۷۶ میں بتایا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت سات

اعضاء کا زمین پر لگنا ضروری ہے۔

شب قدر بھول گئی

حدیث نمبر ۷۷ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ شب قدر بھول گئے اور پھر تا حیاتِ تلاش بسیار کے باوجود نہ ڈھونڈ سکے۔

یہ ہیں دو سو حدیث سے معلوم ہونے والے بہتر احکامِ نماز اور اذان کے کتنے مسائل معلوم ہوئے ہیں اور کتنے بنیادی اور اہم مسائل کا علم نہیں ہوا۔ یہ کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں عرض کریں گے، ان شاء اللہ!

کتابُ الصلوٰۃ

٭ کُل احادیث: ۵۵ ٭ کُل محدثین: ۲۴

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر

نوٹ: میں خود اس بات پر حیران ہوں کہ امام بخاری نے کتابُ الصلوٰۃ کو کس طرح تقسیم کیا ہے اور میری طرح آپ بھی حیران ہوں گے۔ پہلے کتابُ الصلوٰۃ، اسے ختم کرکے پھر کتاب مواقیت الصلوٰۃ اس کے بعد پھر کتاب الاذان اور پھر کتاب الصلوٰۃ۔

حالانکہ اگر کتاب مواقیت الصلوٰۃ اور کتاب الاذان کو کتاب الصلوٰۃ کے ابواب بنادیا جاتا تو نہ صرف یہ کہ اس میں کوئی قباحت نہ تھی بلکہ احسن ترین صورت یہ ہوتی۔ بہرصورت جیسا انہوں نے مناسب سمجھا لکھا۔ میں نے تو صرف اپنے سے اس اعتراض کو دُور کرنے کی خاطر لکھا ہے کہ کہیں یہ کہہ دیا جائے کہ اشیر جاڑوی نے کتاب الصلوٰۃ کو تتر بتر کردیا ہے۔ ورنہ ہمیں کیا جو چاہیں کریں اور جیسا چاہیں کریں۔ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں کسی کی مجال ہے جو ان پر انگشت نمائی کرسکے۔

٭ عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۷۷۹، ۷۸۰، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۶، ۸۱۸، ۸۲۰، ۸۲۲

٭ سہل ابن سعد، حدیث نمبر: ۷۷۸

٭ مالک ابن حویرث، حدیث نمبر: ۷۸۲، ۷۸۶، ۷۸۷

* براء ابن عازب، حدیث نمبر: ۷۸۳
* عقبہ ابن حارث، حدیث نمبر: ۸۱۰
* ثابت، حدیث نمبر: ۷۸۴
* جابر ابن عبداللہ، حدیث نمبر ۸۱۳، ۸۱۴
* سعید ابن حارث، حدیث نمبر: ۷۸۸
* ابوقتادہ، حدیث نمبر ۸۲۷
* جریر ابن مطرف، حدیث نمبر ۷۸۹
* ابوحمید ساعدی، حدیث نمبر ۷۹۱
* حضرت ابوبکر، حدیث نمبر: ۷۹۶
* ابوسعید خدری، حدیث نمبر ۷۹۸
* ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۸۰۴
* مغیرہ ابن شعبہ، حدیث نمبر: ۸۰۵
* سمرہ ابن جندب، حدیث نمبر: ۸۰۶
* زید ابن خالد، حدیث نمبر: ۸۰۷
* عبداللہ ابن بحینہ، حدیث نمبر ۷۹۲، ۷۹۳
* عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۷۹۰، ۸۱۲، ۸۲۴، ۸۳۲
* عتبان ابن مالک، حدیث نمبر: ۸۰۰، ۸۰۱
* عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۷۹۴، ۷۹۷، ۸۱۱
* حضرت اُم سلمہ، حدیث نمبر: ۷۹۹، ۸۰۹، ۸۲۵، ۸۲۹
* انس ابن مالک، حدیث نمبر: ۷۸۵، ۸۰۸، ۸۱۵، ۸۱۷، ۸۱۹، ۸۳۰
* حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۷۸۱، ۷۹۵، ۸۲۱، ۸۲۳، ۸۲۶، ۸۲۸، ۸۳۱

دیگر ازواج اور کتابُ الصلوٰۃ

کتابُ الصلوٰۃ میں سے جلد اول کی بقایا پچیس احادیث مع محدثین کی فہرست آپ نے ملاحظہ فرمالی ہے۔ ان پچپن احادیث میں سے سات احادیث حضرت عائشہ سے منقول ہیں۔ دیگر ازواج میں سے صرف حضرت اُم سلمہ کو چار احادیث کی جگہ مل سکی ہے۔ دیگر ازواج کا آپ کو کسی مقام پر نام نہیں ملے گا۔

جہاں تک دیگر ازواج سے کچھ بھی منقول نہ ہونے کا تعلق ہے اس کے چند اسباب ہوسکتے ہیں:

① کیا دیگر ازواج کو زوجیت کے علاوہ کسی اور کام حتیٰ کہ اسلام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

② کیا دیگر ازواج سے کوئی حدیث نہ لینا ان کی توہین نہیں۔

③ کہیں یہ تاثر پیدا کرنا تو مقصود نہیں کہ دیگر کا اسلام سے واجبی سا لگاؤ تھا؟

④ کہیں دیگر ازواج کے متعلق یہ مقصد تو پنہاں نہیں کہ ان سے روایات نقل کرنے میں اسلام کو نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا؟

⑤ دیگر ازواج سے احادیث نہ لے کر اُمت کو یہ بتانا تو مقصود نہیں کہ دیگر ازواج کا کردار درست اور اسلام درست نہیں تھا؟

⑥ دیگر ازواج سے احادیث نہ لے کر اُمت میں اس تاثر کا پیدا کرنا تو مقصود نہیں کہ دیگر ازواجِ نبیؐ کے ہاں نگاہِ اسلام میں ناپسندیدہ افراد کی آمدورفت تھی؟

⑦ کہیں ایسا تو نہیں کہ دیگر ازواج کے پاس جانے پر حزبِ اقتدار نے پابندی عائد کردی تھی؟

⑧ کہیں ایسا تو نہیں کہ دیگر ازواج اہلِ بیتؑ کے متعلق ان کے نظریات کی روادار نہ تھیں جن نظریات کی حامل حضرت عائشہ تھیں؟

⑨ کہیں دیگر ازواج کا قصور جانب داریٔ اہلِ بیتؑ تو نہ تھا؟

⑩ کہیں دیگر ازواج کا قصور حضرت عائشہ کے بتائے گئے احکامِ اسلام کی مخالفت تو نہ تھی؟

خلفائے ثلاثہ اور کتابُ الصلوٰۃ

حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر ازواج سے احادیث کے منقول نہ ہونے کے بعد اب دیکھئے کہ خلفائے ثلاثہ سے کتنے احکام منقول ہیں۔

محدث صحابہ کی فہرست آپ کے سامنے ہے اس پوری فہرست میں ایک حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث کا محدث خلفائے ثلاثہ میں کوئی بھی نہیں ہے۔ ایک حدیث ۷۹۶ حضرت ابوبکر سے منقول ہے جس میں حضرت ابوبکر نے صرف ایک دعا نقل کی ہے۔ احکامِ اسلام، احکامِ ایمان، احکامِ غسل، احکامِ حیض، احکامِ اوقاتِ نماز اور احکامِ اذان وغیرہ سے متعلق نہیں ہے۔

جہاں تک حضرت عمر اور حضرت عثمان کا تعلق ہے تو ان کا تو ان پچپن احادیث میں نام تک نہیں ہے۔

① کیا خلفائے ثلاثہ کو احکامِ اسلام کے نشر کرنے میں کوئی دلچسپی نہ تھی؟

② کیا خلفائے ثلاثہ نے اپنی پوری زندگی صرف اس تگ و تاز میں گزار دی کہ اگر اقتدار مل گیا تو کیسے نبھائیں گے؟

③ کیا خلفائے ثلاثہ کی اسلامی زندگی کا مقصد صرف یہی تھا؟

④ وہ کون سا اسلام ہے جس کی تبلیغ و ترویج خلفائے ثلاثہ نے کی ہے؟

⑤ خلفائے ثلاثہ کا غسل، نماز، اذان، طہارت اور نماز وغیرہ ہم کہاں سے لیں، اور کیسے لیں؟

⑥ ہمیں کیسے یقین آئے کہ جو دین آج صحابہ سے منسوب کیا جا رہا ہے یہی دین

صحابہ سے منقول ہے۔

⑦ ہمیں کیسے پتہ چلے کہ خلفائے ثلاثہ نے آنحضورؐ سے جو اسلام لے کر اطرافِ عالم میں پھیلایا یہی وہ اسلام ہے جو آج ہمیں بتایا جاتا ہے؟

حضرت عائشہ اور کتاب الصلوٰۃ

① بخاری، ج ۱، ص ۵۴۰، حدیث ۷۸۱، باب: سجدے میں تسبیح اور دعا کا بیان

عن عائشة قالت كان النبي يكثر ان يقول في ركوعه وسجوده سبحانك اللهم وبحمدك اللّٰهم اغفرلي

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ رکوع اور سجود میں بکثرت پڑھا کرتے تھے: سبحانك اللّٰهم وبحمدك اللّٰهم اغفرلي۔

جائزہ

اس حدیث میں حضرت عائشہ نے دورانِ رکوع اور دورانِ سجود آنحضورؐ کی ایک مختصر دعا کا ذکر فرمایا ہے۔ آپؐ اکثر سجدہ اور رکوع میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

- بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ یہی دعا ذکرِ رکوع و سجود ہے یا ذکرِ رکوع و سجود کے علاوہ یہ دعا ہے؟
- اگر یہی دعا ذکرِ رکوع و سجود ہے تو کیا آج کی اہلِ سنت برادری یہ دعا رکوع و سجود میں پڑھتی ہے؟
- اگر یہ دعا ذکرِ رکوع و سجود کے علاوہ ہے تو آپ رکوع و سجود میں کیا پڑھتے تھے؟
- بی بی نے کبھی رکوع اور سجود میں آپؐ سے کچھ پڑھتے نہیں سنا تھا؟
- اگر کچھ پڑھتے نہیں سنا تھا تو کیا کچھ پوچھا بھی نہ تھا؟

- اگر کچھ نہ پوچھا، تو کیا پوچھنا ضروری نہیں؟
- اگر پوچھنا ضروری نہیں تھا تو کیا رکوع و سجود میں کچھ پڑھنا ضروری ہوگا؟
- اگر بی بی نے آنحضورؐ کو کچھ پڑھتے سنا تھا تو وہ کیا تھا؟
- اگر بی بی نے سنا نہیں تھا مگر پوچھا تھا وہ کہاں مذکور ہے؟
- اگر بی بی نے نہ کچھ پوچھا ہو اور نہ سنا ہو تو بی بی خود کیا پڑھتی تھی؟
- جب بی بی نے ذکر رکوع و سجود نہیں بتایا تو کسی اور پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ جو کچھ وہ بتا رہا ہے وہ سچ ہے؟

(۲) بخاری، ج ۱، ص ۵۴۹، حدیث ۷۹۵، باب: تشہد کے بعد سلام سے پہلے کیا دعا پڑھے:

عن عائشة زوج النبي ان رسول الله كان يدعو في الصلٰوة اللّٰهم انی اعوذبك من عذاب القبر واعوذبك من فتنة المسيح الدجال واعوذ بك من فتنة المحيا وفتنة الممات اللّٰهم انی اعوذبك من المآثم والمغرم فقال له قائل ما اكثر ما تستعيذ من المغرم فقال ان الرجل اذا غرم حدث فكذب ووعد فاخلف

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے: یااللہ! تیری پناہ قبر کے عذاب سے، اور تیری پناہ کانے دجال کے بہکانے سے اور تیری پناہ زندگی اور موت کے فتنے سے، یااللہ! تیری پناہ گناہ سے اور قرض سے۔ ایک شخص (حضرت عائشہ) نے آپ سے عرض کی: سبب کیا ہے جو آپ قرض داری سے بہت پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آدمی جب قرض دار ہوتا ہے تو اس کی بات جھوٹ ہو جاتی ہے

- اگر کچھ نہ پوچھا، تو کیا پوچھنا ضروری نہیں؟
- اگر پوچھنا ضروری نہیں تھا تو کیا رکوع وسجود میں کچھ پڑھنا ضروری ہوگا؟
- اگر بی بی نے آنحضورؐ کو کچھ پڑھتے سنا تھا تو وہ کیا تھا؟
- اگر بی بی نے سنا نہیں تھا مگر پوچھا تھا وہ کہاں مذکور ہے؟
- اگر بی بی نے نہ کچھ پوچھا ہو اور نہ سنا ہو تو بی بی خود کیا پڑھتی تھی؟
- جب بی بی نے ذکر رکوع وسجود نہیں بتایا تو کسی اور پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ جو کچھ وہ بتا رہا ہے وہ سچ ہے؟

(۴) بخاری، ج۱، ص۵۴۹، حدیث ۷۹۵، باب: تشہد کے بعد سلام سے پہلے کیا دعا پڑھے:

عن عائشة زوج النبی ان رسول الله کان یدعو فی الصلٰوة اللّٰهم انی اعوذبك من عذاب القبر واعوذبك من فتنة المسیح الدجال واعوذ بك من فتنة المحیا وفتنة الممات اللّٰهم انی اعوذبك من المآثم والمغرم فقال له قائل ما اکثر ما تستعیذ من المغرم فقال ان الرجل اذا غرم حدث فکذب ووعد فاخلف

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے: یااللہ! تیری پناہ قبر کے عذاب سے، اور تیری پناہ کانے دجال کے بہکانے سے اور تیری پناہ زندگی اور موت کے فتنے سے، یااللہ! تیری پناہ گناہ سے اور قرض سے۔ ایک شخص (حضرت عائشہ) نے آپ سے عرض کی: سبب کیا ہے جو آپ قرض داری سے بہت پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آدمی جب قرض دار ہوتا ہے تو اس کی بات جھوٹ ہو جاتی ہے

اور وعدہ خلاف ہو جاتا ہے''۔

جائزہ

ہمارے خیال کے مطابق حضرت عائشہ نے اس دعا کے ضمن میں اُمت کو ایک بہت بڑا درس دیا ہے اور وہ درس تین اہم ترین عقائد بیان کرنا ہے:

① اعوذبك من فتنة المسيح الدجال ''تیری پناہ کانے دجال کے بہکانے سے''۔

② اعوذبك من فتنة المحيا ''تیری پناہ زندگی کے فتنے سے''۔

③ دفتنة الممات ''تیری پناہ موت کے فتنے سے''۔

مسیح کے ساتھ دجال کے جوڑ پر ذرا غور فرمائیں اور پھر مولانا وحیدالزمان کے ترجمہ کو پیش نظر رکھیں۔ مولانا نے یا مسیح کا معنی سرے سے گول کر دیا ہے اور مسیح کا نا کیا ہے۔ اُمت مسلمہ میں مسیح حضرت عیسیٰؑ کا وہ معروف لقب ہے جو آپ کی نبوت کے بنیادی ستونوں میں سے ہے اور مسیح کا معنی بھی ڈھکا چھپا نہیں ہے بلکہ اتنا معروف اور مشہور ہے کہ آپ اُردو ادب میں بھی ہر ماہر اور حاذق حکیم اور معالج کے فخریہ القاب سے دیکھیں گے۔ مسیح الزماں فلاح صاحب، مسیح وقت فلاں صاحب وغیرہ۔

* مسیح کو دجال کے ساتھ پیوند کرنے سے بی بی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟
* مسیح ایک اولوالعزم نبی کا لقب معروف ہے اور دجال ایک دشمنِ اسلام اور دشمنِ خدا کا نام ہے ان کا آپس میں جوڑ کیسے ہوگا؟
* اس پیوند کاری سے بی بی حضرت عیسیٰؑ کی توہین کرنا چاہتی ہے یا دجال کی تعریف؟
* اگر مقصد توہینِ حضرت عیسیٰؑ ہو تو اس کا جواز کیا ہوگا؟
* اگر مقصد دجال کی تعریف ہو تو اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

④ زندگی کے فتنہ سے پناہ:

حضرت عائشہ کی حدیث مبارک کے مطابق سرورِ کونینؐ ذاتِ احدیت سے عرض کر رہے ہیں: میرے اللہ! میں فتنۂ حیات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ گویا آنحضورؐ کی نگاہ میں زندگی ایک فتنہ تھی۔ اب یہ معلوم نہیں کہ:

* آپؐ نے اپنی پوری زندگی کو فتنہ بتایا ہے یا نبوت کی زندگی کو فتنہ بتایا ہے یا نبوت سے پہلے کی زندگی کو فتنہ سے تعبیر کیا ہے؟
* اللہ فرماتا ہے: وما ارسلناك الا رحمة للعالمین ''میں نے کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے'' اور خود رحمت کہتی ہے کہ میری زندگی ایک فتنہ ہے۔ کہیں اس دعا سے اس آیت کی تکذیب تو نہ ہوگی؟
* اللہ فرماتا ہے: للعالمین نذیرا ''تو عالمین کا نبیؐ ہے''۔ رسولؐ کہتا ہے میری زندگی فتنہ ہے، گویا کائنات کی نبوت، نبوت نہیں فتنہ ہے۔
* یہ تو ہم نے صرف بطور مثال دو آیات پیش کی ہیں۔ آپ قرآن کریم کی ایک ایک وہ آیت لیتے جائیں جس میں آنحضورؐ کا تذکرہ ہے اور اس آیت کا۔ فتنۂ حیات سے موازنہ کرتے ہیں اور پھر خود ہی سوچیں کہ بی بی آنحضورؐ کے متعلق کیا تاثر دینا چاہتی ہے؟

یہی صورت فتنۂ موت کے متعلق ہوگی، فتنۂ حیات رسالت کی نفی کرتا ہے اور فتنۂ موت قیامت کی تکذیب کرتا ہے۔ گویا نگاہ رسالت میں زندگی اور موت دونوں اللہ کے پیدا کردہ فتنے تھے۔ اب ذرا ایمان واسلام نبوت بھی وزن کر لیجیے پھر اپنا اسلام اور ایمان بھی دیکھ لیجیے۔ پھر حضرت عائشہ کو بھی مبارک باد دیجیے کہ آپ نے احکامِ اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔

رسالت اور قیامت کا جو تصور جس انداز میں بیان کرنا ضروری تھا۔ آپ نے

بالکل اسی انداز میں مناسب الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے اور آخر میں امام بخاری کے لیے بھی ایک فاتحہ پڑھ دیجیے کہ آپ نے بھی آنحضورؐ کے ایمان واسلام کو اپنی صحیح بخاری میں درج کر کے اپنے اسلام وایمان کی تصدیق کردی۔

بھلا جس اُمت کے نبیؐ کا عقیدہ حیات وممات پر ہو جو اس دعا میں مذکور ہے کیا وہ اس قابل ہے کہ اس کا کلمہ پڑھا جائے اور اسے نبی مانا جائے؟

اب بی بی کی نقل کردہ دعا میں آنحضورؐ کے عقیدۂ توحید عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ قیامت کو ملاحظہ فرما کر قریش کے مشرکانہ عقائد کو سامنے رکھیے اور ان کا آپس میں موازنہ کر کے بتائیے کہ:

آنحضورؐ کے اسلام اور قریشِ مکہ کے کفر میں کتنے سم کا فاصلہ ہے اور کیا فرق ہے؟

۳ بخاری، ج ا، ص ۵۶۶، حدیث ۷۲۱، باب: لڑکوں کے وضو کرنے کا بیان:

عن عائشة قالت اعتم رسول اللّٰه في العشاء حتّٰى نادىٰ عمر قدنام النساء والصبيان فخرج رسول اللّٰه فقال انّه ليس احد من اهل الارض يصلي هذه الصلٰوة غيركم ولم يكن احد يومئذ يصلي غير اهل المدينة

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضورؐ نے ایک دن نمازِ عشاء میں اتنی تاخیر کی کہ حضرت عمر نے بآواز بلند پکار کر کہا: عورتیں اور بچے تو سو گئے۔ آپ باہر نکلے اور فرمایا: روئے ارض پر اس وقت تمہارے سوا کوئی اور نماز پڑھنے والا نہیں ہے۔ اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں بھی کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تھا''۔

جائزہ

وہ عنوان ملاحظہ فرمائیے جس کے ذیل میں حدیث لکھی گئی ہے، پھر امام بخاری کو داد دیجیے کہ انہوں نے کس بنیاد پر اس حدیث کو اس باب میں لکھا۔ باب میں لڑکوں کے وضو کرنے کا بیان ہے لیکن حدیث میں لڑکوں کے وضو سے متعلق ایک بات بھی نہیں، حدیث میں لڑکوں کے سو جانے کا ذکر ہے، نہ تو مولانا وحید الزمان نے اور نہ ہی امام بخاری نے بتایا ہے کہ اس حدیث کے درج کرنے کا مقصد کیا ہے؟

- اگر لڑکوں کا وضو کرنا ثابت ہو کہ لڑکوں کے وضو کیا ہوا تھا اور نیند سے ان کا وضو ٹوٹ گیا اور آنحضرتؐ نے آ کر لڑکوں کو حکم دیا کہ تم وضو دوبارہ کرلو یا تمہیں وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہی پہلا وضو جو نیند سے پہلے کیا تھا کافی تو بات معقول تھی لیکن حدیث میں نہ حضرت عائشہ نے، نہ آنحضورؐ نے لڑکوں کے وضو سے متعلق کوئی بات کی ہے۔ پھر خدا جانے امام بخاری کو کیا نظر آ گیا کہ انہوں نے لڑکوں کے وضو کا بیان، عنوان دے کر ایسی حدیث جڑ دی جس میں وضو سے متعلق ایک بات بھی نہیں۔

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۵۶۷، حدیث ۸۲۳، باب: عورتوں کا رات اور اندھیرے میں مسجدِ رسولؐ کو جانا

عن عائشة قالت اعتم رسول الله بالعتمة حتی ناداه عمر النساء والصبيان فخرج النبي فقال ينتظرها احد غيركم ولا يصلي يومئذ الا بما لمدينة وكانوا يصلون العتمة فيما بين ان يغيب الشفق الى ثلث الليل

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے ہے کہ حضورؐ نے عشاء میں تاخیر کی حتیٰ کہ حضرت عمر نے بآوازِ بلند پکار کر کہا:

عورتیں اور بچے تو سو گئے۔ آپؐ باہر تشریف لائے اور فرمایا:
روئے ارض کے باسیوں میں سے اس نماز کا تمہارے سوا کوئی
بھی انتظار نہیں کر رہا۔ اس وقت مدینہ کے سوا کہیں بھی نماز نہیں
پڑھی جاتی تھی اور ان دنوں نمازِ عشاء مغربی سرخی کے غائب
ہو جانے سے لے کر تہائی رات تک پڑھی جاتی تھی۔

جائزہ

سابقاً حدیث نمبر ۵۴۱ اور ۵۴۴ ایک مرتبہ پھر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ امام بخاری بیچارہ کتنا مجبور تھا کہ وہ صرف حضرت عائشہ ہی سے احادیث نقل کرے۔ ایک محدث کی احادیث کو بار بار مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف عنوانوں کے تحت درج کرتا ہے لیکن مجال ہے جو کسی اور بی بی سے ایک حدیث لے لے، تکرار نہیں ہے۔

یہ نہ سمجھیں کہ یہ تکرار ہے کیونکہ الفاظ بدل جانے سے حدیث بدل جاتی ہے۔

ان چار احادیث کے آپ الفاظ میں توجہ فرمائیں، آپ میری تصدیق کریں گے کہ یہ ایک حدیث نہیں ہے بلکہ چار علیحدہ احادیث ہیں۔

- نمازِ عشاء کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حدیث نمبر ۵۴۱۔
- نمازِ عشاء سے پہلے سونے کی ممانعت نقل کرنا ہو تو حدیث نمبر ۵۴۴۔
- لڑکوں کا وضو بتانا ہو تو حدیث نمبر ۸۲۱۔
- اور عورتوں کے مسجد میں آنے کا جواز تلاش کرنا ہو تو حدیث نمبر ۸۹۵ موجود ہیں۔

چاروں احادیث کے الفاظ ایک دوسرے سے قطعی جدا ہیں البتہ دو یا تین مشترک ہیں اور شاید انہی دو باتوں کو سامنے رکھنے کی خاطر امام بخاری نے ہر مرتبہ اسی حدیث کو منتخب فرمایا۔

- پہلی بات یہ ہے کہ حدیث کسی اور زوجۂ نبیؐ نے بیان نہیں کی بلکہ صرف حضرت

عائشہ کی نقل کردہ ہے۔

* اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں حضرت عمر کے بآواز بلند پکار کر آنحضورؐ کو گھر بلانے کا درس تہذیب وشرافت اور اخلاق وآداب حضرت عمر کا تذکرہ ہے۔

(۵) بخاری، ج ا، ص ۵۶۹، حدیث ۸۲۶، باب: لوگوں کا عالم امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا:

عن عائشة قالت كان رسول الله ليصلي الصبح فتبصرف النساء متلفقات بروطهن ما يعرفن من الغلس

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ صبح کی نماز پڑھ لیتے پھر عورتیں چادر لپیٹے لوٹتیں، اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہو سکتی''۔

جائزہ

حضرت عائشہ نے منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے لیکن جو عنوان دیا گیا ہے اس کے ساتھ حدیث کا ربط نظر نہیں آتا۔ عنوان ہے لوگوں کا عالم امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا۔

اگر آپ کو کہیں عنوان اور حدیث میں کوئی ربط نظر آئے تو ہمیں بھی مطلع فرما دینا ہے، حدیث میں نہ امام کی بات ہے، نہ اوصاف امام کا تذکرہ ہے اور نہ ہی انتظار کی کوئی بات ہے۔ حدیث میں سیدھے سادے الفاظ میں نمازِ صبح کا جماعت کا وقت بتایا گیا ہے۔ قبل ازیں اسی مضمون کی حدیث نمبر ۳۶۸ بھی گزر چکی ہے۔ وہاں ہم نے مناسب تبصرہ بھی عرض کر دیا ہے۔

(۶) بخاری، ج ا، ص ۵۷۰، حدیث ۸۲۸، باب: ایضاً

عن عائشة قالت لو ادرك النبي ما احدث النساء

لمنعهن كما مغت نساء بني اسرائيل قلت لعمرة او

مغن قالت نعم

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ اگر آنحضرتؐ ان عورتوں کے کرتوتوں کو دیکھتے جو انہوں نے بعد کو نکالے تو ضرور ان کو مسجد جانے سے منع کر دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں۔ یحییٰ نے کہا: میں نے عمرہ سے پوچھا: کیا بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

جائزہ

باب تو آپ کو یاد ہی ہے بلکہ آپ کے سامنے ہے۔ ذرا دوبارہ ملاحظہ فرمایئے: باب ہے لوگوں کا عالم امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا، اور حدیث میں عورتوں کے کرتوتوں کا ذکر ہے نہ تو حدیث میں امامت کا ذکر ہے، نہ علمِ امام کی بات ہے اور نہ انتظار کا قصہ ہے۔ خدا جانے امام بخاری کن خیالات میں مگن تھے کہ ان احادیث کو اس باب کے ذیل میں درج کر دیا۔

ممکن ہے امام بخاری اپنے ہم مسلک افراد کو کچھ حقائق سے آگاہ کرنا چاہتے ہوں اور انھیں اس حدیث کے لیے اور کوئی مناسب مقام نظر نہ آ رہا ہو اس لیے انھوں نے لکھ دیا ہو کیونکہ بی بی نے صحابہ اور صحابیات کے متعلق کچھ نہ بتانے کے باوجود بہت کچھ بتا دیا ہے لیکن پھر بھی سوال یہ ہے کہ:

- وہ کون سے کرتوت تھے جن پر بی بی نالاں ہیں؟
- ان کرتوتوں کی ذمہ دار تنہا صحابیات تھیں یا ان کے ہم نوا صحابہ بھی شامل تھے؟
- آخر آنحضورؐ کی تربیت یافتہ صحابیات کے لیے بی بی نے اتنے سخت الفاظ کیوں استعمال کیے؟

- کہیں صحابیات نے جماعت کو بہانہ بنا کر اپنی خواہشات کا ذریعہ تکمیل تو نہیں بنا لیا تھا؟
- مسجد میں آنے والی تمام صحابیات تو ایسی نہ ہوں گی۔ بعض صحابیات کے ہی کرتوت تو اس قابل ہوں گے کہ انہیں مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ بی بی نے ان بعض کے نام کیوں نہ بتائے؟
- کہیں ان صحابیات کا تعلق حزبِ اقتدار سے تو نہ تھا؟
- امام بخاری نے بی بی کے اس ارمان کو احادیث کی فہرست میں کیوں لکھا ہے؟
- حدیث کی اقسام میں سے بی بی کی یہ حسرت کون سی قسم ہوگی؟
- کیا بی بی کا یہ فرض نہ تھا کہ ایسے کردار کی صحابیات اور صحابہ کے نام بتا دیتیں تاکہ تاریخ مزید معلومات حاصل کر کے ان کی احادیث اور ان کے بتائے گئے احکام سے بچا جاتا؟

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۵۷۱، حدیث ۸۳۱، باب: صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی چلے جانا اور مسجد میں ٹھہرنا

عن عائشة ان رسول الله ما يصلي الصبح بغلس فينصر من النساء المومنين لا يعرفن من الغلس اولا يعرف بعضهن بعضها

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے پھر مسلمانوں کی عورتیں لوٹ کر گھر کو جائیں، اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہوتی یا وہ ایک دوسری کو پہچان نہ سکتیں''۔

جائزہ

حدیث نمبر ۸۲۶ اور سابقاً حدیث ۳۶۸ جیسی حدیث ہے، عنوان کے مطابق

* کہیں صحابیات نے جماعت کو بہانہ بنا کر اپنی خواہشات کا ذریعہ تکمیل تو نہیں بنا لیا تھا؟
* مسجد میں آنے والی تمام صحابیات تو ایسی نہ ہوں گی۔ بعض صحابیات کے ہی کرتوت تو اس قابل ہوں گے کہ انہیں مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ بی بی نے ان بعض کے نام کیوں نہ بتائے؟
* کہیں ان صحابیات کا تعلق حزبِ اقتدار سے تو نہ تھا؟
* امام بخاری نے بی بی کے اس ارمان کو احادیث کی فہرست میں کیوں لکھا ہے؟
* حدیث کی اقسام میں سے بی بی کی یہ حسرت کون سی قسم ہوگی؟
* کیا بی بی کا یہ فرض نہ تھا کہ ایسے کردار کی صحابیات اور صحابہ کے نام بتا دیتیں تاکہ تاریخ مزید معلومات حاصل کر کے ان کی احادیث اور ان کے بتائے گئے احکام سے بچا جاتا؟

(۲) بخاری، ج ۱، ص ۵۷۱، حدیث ۸۳۱، باب: صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی چلے جانا اور مسجد میں ٹھیرنا

عن عائشة ان رسول اللّٰہ ما یصلی الصبح بغلس فینصر من النساء المومنین لا یعرفن من الغلس اولا یعرف بعضهن بعضها

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے پھر مسلمانوں کی عورتیں لوٹ کر گھر کو جائیں، اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہوتی یا وہ ایک دوسری کو پہچان نہ سکتیں"۔

جائزہ

حدیث نمبر ۸۲۶ اور سابقاً حدیث ۳۶۸ جیسی حدیث ہے، عنوان کے مطابق

ہے اور مناسب تبصرہ حدیث نمبر ۳۶۸ میں گزر چکا ہے۔

احادیث کا سرسری جائزہ

جلد اول کی بقیہ کتاب الصلوٰۃ کی پچپن احادیث کا سرسری جائزہ لیتے چلیں۔ یہ حضرت عائشہ سے منقول احادیث نہیں لکھی جائیں گی:

- حدیث ۷۷۸ میں سہل ابن سعد نے بتایا ہے کہ صحابہ کے تہبند کوتاہ ہوتے تھے۔
- حدیث ۷۷۹ میں ابن عباس نے سات اعضاء پر سجدہ نقل کیا ہے۔
- حدیث ۷۸۰ میں بھی ابن عباس نے اعضائے سبعہ پر سجدہ نقل کیا ہے۔
- حدیث ۷۸۲: مالک ابن حویرث نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی۔
- حدیث ۷۸۳: براء نے رکوع، سجود اور سجدوں کے درمیان کا وقت برابر بتایا ہے۔
- حدیث ۷۸۴: انس نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی اور ثابت نے دوسرے لوگوں سے کہا جو کچھ انس کرتا ہے تم وہ نہیں کرتے۔
- حدیث ۷۸۵: انس نے دورانِ سجدہ ہاتھوں کو پھیلانے سے منع کیا ہے۔
- حدیث ۷۸۶ میں مالک ابن حویرث نے طاق رکعت میں سجدہ کے بعد آنحضورؐ کے اٹھنے کا طریقہ بتایا ہے۔
- حدیث ۷۸۷: مالک ابن حویرث نے نمازِ رسول پڑھ کر دکھائی۔
- حدیث ۷۹۸: ابوسعید خدری نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی۔
- حدیث ۷۸۹: جریر ابن مطرف نے نمازِ علیؑ کی تصدیق کی کہ یہ نمازِ رسولؐ ہے۔
- حدیث ۷۹۰: عبداللہ ابن عمر نے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ بتایا ہے۔
- حدیث ۷۹۱: ابوحمید ساعدی نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی۔
- حدیث ۷۹۲: عبداللہ ابن بحینہ نے آنحضورؐ کے سجدہ سہو کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۷۹۳: عبداللہ ابن بحینہ نے آنحضورؐ کے سجدہ سہو کا ذکر کیا ہے۔

- حدیث ۷۹۴: عبداللہ ابن مسعود نے تشہد بتایا ہے۔
- حدیث ۷۹۶ میں حضرت ابوبکر نے آنحضورؐ سے نماز کے لیے ایک دعا نقل کی ہے۔
- حدیث ۷۹۷: عبداللہ ابن مسعود نے ہمیں سلام بتایا ہے۔
- حدیث ۷۹۸ میں ابوسعید خدری نے کیچڑ میں سجدہ نقل کیا ہے۔
- حدیث ۷۹۹ میں حضرت اُم سلمہ نے سلام کے بعد عورتوں کا مسجد سے نکل جانا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۰۰: عتبان ابن مالک نے آنحضورؐ کی اقتداء میں پڑھنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۰۱: عتبان ابن مالک نے آنحضورؐ کو اپنے گھر لے جا کر نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۰۲: ابن عباس نے نماز کے بعد ذکر نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۰۳: ابن عباس نے بعد از نماز تکبیر نقل کی ہے۔
- حدیث ۸۰۴: ابوہریرہ نے ہر نماز کے بعد تسبیح نقل کی ہے۔
- حدیث ۸۰۵: مغیرہ ابن شعبہ معاویہ کو بعد از نماز کی دعائے رسولؐ لکھ کر بھیجی ہے۔
- حدیث ۸۰۶: سمرہ ابن جندب نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ سلام کے بعد ہماری طرف منہ کر لیتے تھے۔
- حدیث ۸۰۷: زید ابن خالد جہنی نے مومن اور کافر کی علامت بتائی ہے۔
- حدیث ۸۰۸: انس نے نمازِ عشاء کو تاخیر سے نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۰۹: حضرت اُم سلمہ نے سلام کے بعد عورتوں کا فوراً مسجد سے نکل جانا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۱۰: عقبہ ابن حارث نے آنحضورؐ کا نماز کے بعد صدقات کی رقم کو فوراً تقسیم کرنا نقل کیا ہے۔

- حدیث ۸۱۱: اسود نے نماز کے بعد بائیں جانب لڑنے کو عملِ شیطان فرمانا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۱۲: عبداللہ ابن عمر نے تھوم کی مذمت نقل کی ہے۔
- حدیث ۸۱۳: جابر ابن عبداللہ نے پیاز، لہسن، ہر دو کی مذمت نقل کی ہے۔
- حدیث ۸۱۵: انس نے تھوم کی مذمت نقل کی ہے۔
- حدیث ۸۱۶: ابن عباس نے قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۱۷: ابوسعید نے یومِ جمعہ کے غسل کا وجوب نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۱۸: ابن عباس نے آنحضورؐ کا بلاوضو نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۱۹: انس نے ملیکہ کے گھر میں آنحضورؐ کا نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۲۰: ابن عباس نے گدھی پر سوار ہو کر دورانِ نماز آنحضورؐ کے سامنے گزرنے کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۸۲۲: ابن عباس نے آنحضورؐ کا عورتوں کو وعظ و نصیحت کرنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۲۴: عبداللہ ابن عمر نے عورتوں کو نمازِ عشاء کے لیے مسجد میں اجازت کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۸۲۵: حضرت اُمِ سلمہؓ نے نماز کے بعد عورتوں کا مسجد سے فوراً نکلنا بتایا ہے۔
- حدیث ۸۲۷: ابوقتادہ نے نمازِ جماعت کو اختصار سے ختم کرنے کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۸۲۹: حضرت اُمِ سلمہؓ نے نماز کے فوراً بعد عورتوں کے مسجد سے نکلنے کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۸۳۰: انس نے آنحضورؐ کا اُمِ سلیم کے گھر نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۸۳۲: عبداللہ ابن عمر نے عورت کو مسجد میں جانے کی اجازت دینا ذکر کیا ہے۔

خلاصۃ الاحکام

ان احادیث سے جو احکام معلوم ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

کوتاہ تہبند میں نماز پڑھنا جائز ہے

حدیث نمبر ۷۷۸ میں یہ بتایا گیا ہے کہ کوتاہ تہبند میں نماز پڑھنا جائز ہے قبل ازیں یہی حکم حدیث نمبر ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۶۱ اور ۳۶۶ میں مختلف عنوانات کے تحت بھی گزر چکا ہے۔

اعضائے سبعہ پر سجدہ

حدیث نمبر ۷۷۹ اور ۷۸۰ میں بتایا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت سات اعضاء کو جائے نماز سے مس ہونا چاہیے۔

نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۷۸۲، ۷۸۶، ۷۸۸، ۷۹۱ میں مختلف صحابہ نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی ہے لیکن ان احادیث میں تکبیر اور رفع یدین کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ قبل ازیں حدیث ۶۴۴، ۶۵۳، ۵۷۲، ۵۷۴ اور ۷۶۷ بھی اسی قسم کی احادیث گزر چکی ہیں۔ مناسب ہوگا اگر ان کو ساتھ رکھ کر ان احادیث کا مطالعہ فرمائیں۔

نمازِ حضرت علیؑ نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۷۸۹ میں جریر ابن مطرف اور عمران ابن حصین نے تصدیق کی ہے کہ نمازِ علیؑ ہی نمازِ رسولؐ ہے۔ قبل ازیں حدیث ۷۵۱ اور ۷۵۳ میں بھی یہ بات بتائی گئی تھی ویسے حدیث نمبر ۷۰۷ میں ہم نے مناسب تبصرہ کر دیا ہے۔

خلاصۃ الاحکام

ان احادیث سے جو احکام معلوم ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

کوتاہ تہبند میں نماز پڑھنا جائز ہے

حدیث نمبر ۷۷۸ میں یہ بتایا گیا ہے کہ کوتاہ تہبند میں نماز پڑھنا جائز ہے قبل ازیں یہی حکم حدیث نمبر ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۶۱ اور ۳۶۶ میں مختلف عنوانات کے تحت بھی گزر چکا ہے۔

اعضائے سبعہ پر سجدہ

حدیث نمبر ۷۷۹ اور ۷۸۰ میں بتایا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت سات اعضاء کو جائے نماز سے مس ہونا چاہیے۔

نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۷۸۲، ۷۸۶، ۷۸۸، ۷۹۱ میں مختلف صحابہ نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی ہے لیکن ان احادیث میں تکبیر اور رفع یدین کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ قبل ازیں حدیث ۶۴۴، ۶۵۳، ۵۷۲، ۵۷۴ اور ۷۶۷ بھی اسی قسم کی احادیث گزر چکی ہیں۔ مناسب ہوگا اگر ان کو ساتھ رکھ کر ان احادیث کا مطالعہ فرمائیں۔

نمازِ حضرت علیؑ نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۷۸۹ میں جریر ابن مطرف اور عمران ابن حصین نے تصدیق کی ہے کہ نمازِ علیؑ ہی نمازِ رسولؐ ہے۔ قبل ازیں حدیث ۷۵۱ اور ۷۵۳ میں بھی یہ بات بتائی گئی تھی ویسے حدیث نمبر ۷۰۷ میں ہم نے مناسب تبصرہ کر دیا ہے۔

اعمالِ نماز میں وقفہ

حدیث نمبر ۷۸۳ اور ۷۸۵ میں رکوع، رکوع کے بعد اٹھنے، رکوع سے اٹھنے کے بعد سجدہ پر جانے، پہلے سجدہ سے اٹھنے، سجدہ سے اٹھنے، سجدہ سے اُٹھ کر دوسرے سجدہ کے جانے سے پہلے اور دورے سجدہ سے اٹھ کر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے اٹھنے کا وقفہ بتایا گیا ہے۔

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

حدیث نمبر ۷۹۰ میں بحالتِ تشہد بیٹھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

طریقۂ اسلام

حدیث نمبر ۷۹۴ اور ۷۹۷ میں تشہد کے بعد سلام پڑھنے کا طریقہ اور اسلام کی عبادت بتائی گئی ہے۔

سجدۂ سہو

حدیث نمبر ۷۹۲ اور ۷۹۳ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ تشہد بھول گئے تھے اور اسلام سے پہلے سجدۂ سہو ادا کیا۔ قبل ازیں حدیث نمبر ۳۹۵، ۳۹۸، ۴۶۹ اور ۴۸۳ بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔ جن میں آنحضورؐ کے نماز میں رکعتیں بھول جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعد از نمازِ دعا

حدیث نمبر ۷۹۶ اور ۸۰۵ میں دو دعاؤں کا ذکر ہے۔ ایک حدیث حضرت ابوبکر نے آنحضورؐ سے نقل کی ہے اور ایک دعا مغیرہ ابن شعبہ نے معاویہ کی درخواست پر اسے لکھی کہ آنحضورؐ نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اگرچہ دونوں دعائیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن ممکن ہے۔ یہ دونوں دعائیں درست ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ

امیر معاویہ کے متعلق یہ ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ وہ کاتبِ وحی تھا۔ کیا اس کاتبِ وحی نے اپنی وحی کی کتابت کے عرصہ میں کوئی دعا نہ سنی تھی اور کوئی دعا یاد نہ کی تھی۔ آخر کاتبِ وحی جیسے فرد کو مغیرہ ابن شعبہ سے پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

کیچڑ میں سجدہ

حدیث نمبر ۷۹۸ میں بتایا گیا ہے کہ کیچڑ میں سجدہ جائزہ ہے۔ اسی موضوع کی حدیث قبل ازیں حدیث ۶۳۸ میں بھی گزر چکی ہے۔

نماز کے بعد عورتوں کا مسجد سے فوراً نکلنا

حدیث ۷۹۹، ۸۰۹، ۸۲۵ اور ۸۲۹ میں بتایا گیا ہے کہ نماز کے بعد فوراً مسجد سے نکل جاتی تھیں اور ان کے بعد صحابہ مسجد سے باہر آتے تھے۔

عتبان کے گھر نماز

حدیث نمبر ۸۰۰ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے عتبان ابن مالک کے گھر نماز ادا کی۔ قبل ازیں حدیث ۴۱۶، ۴۱۷، ۶۳۶ اور ۶۵۴ میں بھی بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے عتبان کے گھر نماز ادا کی۔

آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز

حدیث نمبر ۸۰۱ میں عتبان نے بتایا ہے کہ میں نے آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

بعد از نماز ذکر اور تکبیر

حدیث نمبر ۸۰۲ اور ۸۰۳ میں نماز کے بعد ذکر اور تکبیر باآواز بلند پڑھنا بتایا گیا ہے۔ گویا نماز کے بعد مسجد میں ایسا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنتِ رسولؐ ہے۔

تسبیح

حدیث نمبر ۸۰۴ میں بتایا گیا ہے کہ نماز کے بعد اللہ اکبر، الحمد للہ اور سبحان اللہ پڑھنا سنتِ رسولؐ بتایا گیا ہے۔

بعد از نماز مقتدیوں کی طرف منہ

حدیث نمبر ۸۰۶ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ کا معمول تھا کہ نماز سے فارغ ہو کر اپنا رُخ صحابہ کی طرف کر لیتے تھے۔

مومن اور کافر

حدیث نمبر ۸۰۷ میں مومن اور کافر کی ایک علامت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

نمازِ عشاء

حدیث نمبر ۸۰۸ میں نمازِ عشاء کو تاخیر سے پڑھنا کا ذکر کیا گیا ہے، اس موضوع کی زیادہ تر احادیث حضرت عائشہؓ کی احادیث ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔

عملِ شیطان

حدیث نمبر ۸۱۱ میں بتایا گیا ہے کہ نماز کے بعد آنحضورؐ نے بائیں طرف مڑنے کو عملِ شیطان سے تعبیر کیا ہے۔

نماز کے بعد صدقات کی تقسیم

حدیث نمبر ۸۱۰ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک مرتبہ نماز کے فوراً بعد صدقات کی کچھ بچی ہوئی رقم تقسیم کی۔

لہسن اور پیاز کی مذمت

حدیث نمبر ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴ اور ۸۱۵ میں لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں آنے کی

سخت مذمت کی گئی ہے۔

قبر پر جنازہ

حدیث نمبر ۸۱۶ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی۔

غسلِ جمعہ

حدیث نمبر ۸۱۷ میں بتایا گیا ہے کہ ہر بالغ شخص پر جمعہ کا غسل کرنا واجب ہے۔

بلا وضو نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۸۱۸ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے نیند سے جاگنے کے بعد بلا وضو نماز پڑھ لی یہی حکم قبل ازیں حدیث نمبر ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۹۳ اور ۶۹۵ میں بھی بتایا گیا ہے۔

نافلہ باجماعت

حدیث نمبر ۸۱۹ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے نافلہ باجماعت پڑھائی۔

نماز کے سامنے سے گزرنا

حدیث نمبر ۸۲۰ میں بتایا گیا ہے کہ گدھی پر سوار ہو کر میں اس وقت آنحضورؐ کے سامنے سے گزرا۔ جب آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ قبل ازیں یہی حکم حدیث نمبر ۲۷۴ میں بھی بتایا گیا ہے۔

عورتوں کا نمازِ عید پر جانا

حدیث نمبر ۸۲۲ میں بتایا گیا ہے کہ عورتیں نمازِ عید میں جا کر شامل نماز ہو سکتی ہیں۔

عورتوں کو نمازِ عشاء کی اجازت

حدیث نمبر ۸۲۴ اور ۸۳۲ میں عورتوں کو نمازِ عشاء پر جانے کی اجازت دینے کی سفارش کی گئی ہے۔

نمازِ باجماعت مختصر

حدیث ۸۲۷ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے حکم دیا ہے کہ نماز پڑھانے والے کو جماعت میں اختصار کو مدِنظر رکھنا چاہیے۔

اُم سلیم کے گھر میں نماز

حدیث نمبر ۸۳۰ میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ نے اُم سلیم کے گھر نماز پڑھی۔

* * *